

ش می
۹۲۵

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد عشق ثبت است جریدہ عالم دوم ما

بفضلہ و منہ تعالیٰ
اس کتاب موصوفہ بہ

معدن کرم

مشمول بر احوال و آثار

معدن انوار، مخزن اسرار، شمس العارفین، سراج السالکین، سیدنا و مرشدنا

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ کرمانوالے

سید عثمان علی شاہ بخاریؒ
پیر سید محمد علی شاہ بخاریؒ
پیر سید غضنفر علی شاہ بخاریؒ

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ
الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ

ہرگز نیرد آنکہ دلش زندہ شد عشق ثبت است جبریدہ علم دوام ما

بفضلہ و منہ تعالیٰ
ایں کتاب موسومہ بہ

معدن کرم

مشمول بر احوال و آثار

معدن انوار، مخزن اسرار، شمس العارفین، سراج السالکین، سیدنا و مرشدنا

حضرت سید محمد سمیع اہل شاہ بخاری قدس سرہ العزیز

المعروف بحضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ

پیر طریقت شمشاد ولایت قطب دوران

سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

پیر سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف: محمد اکرام ایم لے
عبد العظیم قریشی بلالہ ایل ایل بی

706

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ

534 28

کتاب ----- معدن کرم
مولفہ ----- محمد اکرام، عبد العظیم قریشی
طابع و ناشر ----- عبد العظیم قریشی
مطبع ----- المطبعة العربية پریس
بار اول ----- ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء
نیا ایڈیشن ----- جمعۃ المبارک ۱۳ - ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ
تعداد ----- ایک ہزار
قیمت ----- ۶۵ روپے

ملنے کے پتے :-

- ۱- چوہدری عبدالغنی آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف ضلع اوکاڑہ
- ۲- ہمدرد کتب خانہ - ۱۳ - اردو بازار لاہور
- ۳- المدینہ گارمنٹس - کرمانوالہ گارمنٹس، محافظہ پلازہ
- ۲۸ - نیو انارکلی لاہور فون نمبر ۶۵۱۳۱۳۷
- ۳- عبد العظیم قریشی - ۱۵۵ حبیب اللہ روڈ خضر پارک گڑھی شاہو لاہور
- ۵- چوہدری محمد ادیس - ۵۰۳ - عمر بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
- ۶- سید عبدالغفور شاہ - سید لال شاہ مسجد نور - مغلیہ لاہور

انتاب

شوقِ محبت اور ارادت کے دائمی تازگی اور ابدی خوشبو والے پھولوں سے تیار کیا ہوا

گلدستہ عقیدت

شاہِ بازِ طریقت، مقبولِ بارگاہِ حقیقت آگاہ، جھنورِ پر نور

حضرت صاحبزادہ خواجہ سید عثمان علی شاہ صاحبِ بخاری دامت بركاتہم

کی خدمتِ بابرکت میں بصدادِ پیش کرتا ہوں۔ بازارِ مصر میں ایک بڑھیا
تھوڑا سا سوت لے کر خریدارانِ یوسف علیہ السلام میں شامل ہو گئی تھی اور
یہی اس کی نجات کا وسیلہ بن گیا تھا۔

قوی امید ہے کہ یہ تالیف بھی اس تہی دامن کی نجاتِ اخروی کا ذریعہ بن جائیگی

شفیہ م کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں بخشد کریم

محمد اکرام۔ ام لے
میاں پیوں بلال عثمان

شعبان المعظم ۱۳۵۵ھ
جولائی ۱۹۳۵ء شمس

عکس تحریر از دست مبارک حضرت صاحب ثبت قدس سر العزیز

بسم الله الرحمن الرحیم
 الحمد لله رب العالمین
 والصلوة والسلام
 علی من لا ینبغی
 الیه الکره
 وعلی آله
 الطیبین
 الطهارین
 اجمعین
 ائمه
 الهدی
 وعلی
 سائر
 صلوات
 الله
 علیهم
 اجمعین
 آمین

(این تصویر به دست مبارک حضرت صاحب ثبت قدس سر العزیز در شهر مشهد در سال ۱۳۰۲ هجری قمری)

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱	دباجہ	۱
۶	مقدمہ	۲
۱۲	بدبختی کی علامات	۳
۱۳	صدیق کی تین علامات	۴
۱۸	سرور کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت	۵
۲۱	فضائل صحابہ کرام	۶
۲۴	مناقب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۷
۳۶	حضرت سلمان فارسی رحمۃ اللہ علیہ	۸
۳۷	حضرت امام قاسم رحمۃ اللہ علیہ	۹
۳۸	حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰
۴۰	حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ	۱۱
۴۲	حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۲
۴۵	حضرت شیخ ابو علی فارسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۳
۴۶	خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ	۱۴
۴۷	حضرت خواجہ عبدالخالق بغدادی رحمۃ اللہ علیہ	۱۵
۴۸	حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ	۱۶
۴۹	حضرت خواجہ محمود الخیر ففنوی رحمۃ اللہ علیہ	۱۷
۵۰	حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ	۱۸
۵۱	حضرت خواجہ محمد بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ	۱۹
۵۲	حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ	۲۰
۵۳	حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ	۲۱

۵۷	ذکر جہر اور رقص سے اجتناب کی تاکید	۲۲
۵۹	حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ	۲۳
۶۰	حضرت یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ	۲۳
۶۱	حضرت خواجہ عبید اللہ شاہ احرار رحمۃ اللہ علیہ	۲۵
۶۲	حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ	۲۶
۶۳	حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ	۲۷
۶۳	حضرت خواجہ خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ	۲۸
	بلاد ہند میں نسبت نقشبندیہ کا ظہور اور	۲۹
۶۵	خواجہ باقی باللہؒ کا ہندوستان میں ورود مسعود	
۶۷	حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی احمد سرہندیؒ	۳۰
۷۰	" فتنہ الحاد و ارتداد کی سرکوبی	۳۱
۷۳	" اتباع سنت کی تاکید	۳۲
۷۳	" کثوفات / ملفوظات	۳۳
۷۹	" فضائل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ	۳۳
۸۵	" نقشبندی سلسلہ کیا ہے؟	۳۵
۹۳	طریقہ نقشبندیہ میں نئی چیزوں کی اختراع	۳۶
۹۷	آداب مریدین، ارشادات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ	۳۷
۱۰۳	حضرت خواجہ محمد معصوم نقیبؒ بعبرۃ الوثیقہ	۳۸
۱۰۴	حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ	۳۹
۱۰۵	حضرت شیخ عبدالاحد المشہور شاہ گلؒ	۴۰
۱۰۵	حضرت خواجہ محمد ضیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ	۴۱
۱۰۶	حضرت خواجہ محمد ذکی رحمۃ اللہ علیہ	۴۲
۱۰۶	حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ	۴۳
۱۰۷	حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ	۴۴
۱۰۷	حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ	۴۵

۱۰۸	حضرت سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ	۳۶
۱۱۰	حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۳۷
۱۱۱	حضرت سید امام علی شاہ کے ارشادات	۳۸
۱۱۱	" احترامِ پیر	۳۹
۱۱۲	" مرید صادق کی تعریف	۵۰
۱۱۳	حضرت صاحبزادہ سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ	۵۱
۱۱۳	حضرت خواجہ امیرالدین رحمۃ اللہ علیہ	۵۲
	مجدد دوراں قطب زمان	۵۳
۱۱۶	حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ	۵۴
۱۱۶	" " آباؤ اجداد	۵۵
۱۱۷	" " ولادت باسعادت	۵۶
۱۱۹	" " بیعت و خلافت	۵۷
۱۲۰	" " رشد و ہدایت	۵۸
۱۲۱	" " صورت و سیرت مبارک	۵۹
۱۲۲	" " معمولات	۶۰
۱۲۳	" " ارشادات عالیہ	۶۱
۱۳۱	" " مکاشفات و کرامات	۶۲
۱۳۳	" " اہل حاجت کی امداد	۶۳
۱۳۵	" " اصلاح عقائد	۶۴
۱۳۸	" " خدمت انسانیت	۶۵
۱۳۹	" " وفات	۶۶
۱۴۰	" " خلفائے کرام	۶۷
۱۴۳	ارشادات / ملفوظات حضرت خواجہ سلیمان تونسوی	۶۸
۱۴۵	" " ولی کامل	۶۹

	عورت ناقص عقل و دین ہے سجادہ نشین	۷۰
۱۵۳	نہیں ہو سکتی	
۱۵۹	زبدۃ العارفين قلب الاقطاب سيد محمد اسلميل شاه بخاري	۷۱
۱۵۹	ولادت باسعادت	۷۲
۱۶۰	حصول علوم دينيه	۷۳
۱۶۱	منازل سلوک	۷۴
۱۶۳	حلیہ مبارک	۷۵
۱۶۵	لباس	۷۶
۱۶۵	خورد و نوش	۷۷
۱۶۶	معمولات و عبادات	۷۸
۱۷۳	اخلاق کریمانہ	۷۹
۱۷۷	احوال و ارشادات عالیہ	۸۰
۱۸۸	اتباع سنت کا جذبہ	۸۱
۱۹۰	مکاشفات و کرامات	۸۲
۱۹۳	آپ کا بلند مقام	۸۳
۱۹۵	علو شان کا اعتراف	۸۴
۱۹۸	درود شریف پڑھنے کا صحیح طریقہ	۸۵
۲۰۲	محبت شیخ اور اس کے ثمرات	۸۶
۲۰۳	مکروہات پر تنبیہ	۸۷
۲۱۳	عازم حج کے لئے زاد راہ	۸۸
۲۱۷	مخلصانہ خدمت کا صلہ	۸۹
۲۱۸	ریاست فرید کوٹ کے حکمرانوں پر نظر کرم	۹۰
۲۲۰	آپ کی عظمت کا اعتراف	۹۱
۲۳۱	حضرت بو علی شاہ قلندر سے روحانی تعلق	۹۲
۲۳۳	حضرات مشائخ سے روحانی تعلق	۹۳

۲۳۳	خواجہ غریب نوازؒ کی کرم نوازی	"	۹۳
۲۳۴	فراست کاملہ	"	۹۵
	حضرت نور الحسن شاہ بخاری کیلیانوالےؒ	"	۹۶
۲۳۵	کے یوم وصال پر بے چینی	"	
۲۳۵	عدالتی فیصلوں میں آپ کا تصرف	"	۹۷
۲۳۷	خلاف شرع امور سے پرہیز کی تلقین	"	۹۸
۲۵۲	ایک چور کی اصلاح	"	۹۹
۲۵۴	ولائتین کا مسئلہ	"	۱۰۰
۲۵۴	اسم ذات کا ذکر	"	۱۰۱
۲۵۸	کشف و کرامات کی روشن مثالیں	"	۱۰۲
۲۶۰	عقیدت مندوں سے پیار	"	۱۰۳
۲۶۲	توجہ پاک کا اثر	"	۱۰۴
۲۶۳	مرید کے احوال کی نگرانی	"	۱۰۵
۲۷۰	حضورؐ کا بلند مقام	"	۱۰۶
۲۷۱	امر بالمعروف	"	۱۰۷
۲۷۳	مرض بواہیر سے نجات	"	۱۰۸
۲۷۶	مسجد نور کی دریافت	"	۱۰۹
۲۷۸	بے ساروں کا سہارا	"	۱۱۰
۲۸۵	شیخ کامل کی غیبی امداد	"	۱۱۱
۲۸۶	حضرت قبلہؒ کا طریقہ تلقین	"	۱۱۲
۲۹۰	عصائے موسوی کا عطا ہونا	"	۱۱۳
۲۹۵	کشف و کرامات	"	۱۱۴
۲۹۸	اولاد پاک	"	۱۱۵
۲۹۹	خطبات جمعہ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ	"	۱۱۶

	" علماء امتی کا الانبیاء بنی اسرائیل - حدیث مبارکہ	۱۱۷
۳۰۱	کے بارے میں شب معراج حضرت موسیٰ کا استفسار	
۳۰۳	" حضرت عثمان ذونورین کی دعوت	۱۱۸
۳۰۳	" بی بی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دعوت	۱۱۹
	" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امت بخشنا نے کے لیے	۱۲۰
	" غار میں تشریف لے جانا دیگر صحابہ کرام اور بی بی فاطمہ	
۳۰۴	" کا آپ کے پاس حاضر ہونا	
	لوح، کرسی، عرش و فرش کا پیدا ہونا اور قلم کا	۱۲۱
۳۰۶	تمام امتوں کی تقدیر کا لکھنا	
۳۰۷	معجزہ شق القمر	۱۲۲
۳۱۱	واقعہ کربلا	۱۲۳
	حضرت غوث پاکؒ کا بچپن میں ہی اپنے مردہ دوست کو زندہ کرنا	۱۲۴
۳۱۵	اور قبرستان کے تمام مردوں کا زندہ ہونا	
۳۱۵	حضرت غوث پاکؒ کی دعا سے بیس لڑکیوں کا لڑکے بن جانا	۱۲۵
۳۱۶	فضائل دلائل الخیرات	۱۲۶
۳۱۷	نصرانی بادشاہ کا حدیث مبارکہ کی تصدیق کے بعد مسلمان ہونا	۱۲۷
	خواجہ اللہ بخشؒ تو نسوی کا بعد از وصال اپنے	۱۲۸
۳۱۹	مرید کا نماز جنازہ پڑھانا	
	اولیاء اللہ کا بعد از موت زندہ ہونا	۱۲۹
۳۲۱	حضرت امام اعظمؒ کا فرمان	
۳۲۲	شاہ مقیم رحمۃ اللہ کی چوہڑی کا بخشا جانا	۱۳۰
۳۲۲	حضرت امام غزالی کی اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضری	۱۳۱
	حالات زندگی پیر طریقت، شہنشاہ ولایت	۱۳۲
۳۲۶	قطب دوران سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	
۳۲۷	" " ولادت مبارکہ	۱۳۳

۳۲۸	حلیہ مبارک	" "	۱۳۴
۳۲۸	خورد و نوش	" "	۱۳۵
۳۲۹	لباس مبارک	" "	۱۳۶
۳۲۹	معمولات و عبادات	" "	۱۳۷
۳۳۰	اخلاق کریمانہ	" "	۱۳۸
۳۳۷	عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم	" "	۱۳۹
۳۳۸	پابندی شریعت	" "	۱۴۰
	حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے	" "	۱۴۱
۳۳۹	والمانہ محبت اور روحانی رابطہ	" "	
۳۴۳	خلافت	" "	۱۴۲
۳۴۳	علوشان	" "	۱۴۳
۳۵۳	مکاشفات	" "	۱۴۴
۳۶۰	کرامات	" "	۱۴۵
۳۶۳	تیرہ سال کی رکی روحانی منزل کا حصول	" "	۱۴۶
۳۷۲	سات حج کا کروانا	" "	۱۴۷
۳۸۳	کرامات بعد از وصال	" "	۱۴۸
۳۸۹	حج پر روانگی	" "	۱۴۹
۳۹۲	مدینہ منورہ کی حاضری	" "	۱۵۰
۳۹۳	مدینہ منورہ میں باباجی سرکار کے معمولات	" "	۱۵۱
۳۹۵	مدینہ منورہ میں باباجی سرکار کی جو دو سخا	" "	۱۵۲
۳۹۶	شادی مبارک	" "	۱۵۳
۳۹۸	وصال	" "	۱۵۴
۴۰۰	حالات زندگی پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ		۱۵۵
۴۰۱	ولادت باسعادت - تعلیم و تربیت - عادات و اطوار		۱۵۶
۴۰۳	عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم		۱۵۷

۴۰۴	تصرفات اکرامات	۱۵۸
۴۰۷	خطبہ مبارک در عرس پاک حضرت کرمانوالہ شریف	۱۵۹
	حالات زندگی پیر سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ	۱۶۰
۴۱۶	صاحبزادہ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ	
۴۱۷	ولادت باسعادت - تعلیم و تربیت	۱۶۱
۴۱۸	حج بیت اللہ شریف	۱۶۲
۴۱۸	تصرفات اکرامات	۱۶۳
۴۲۲	پیر خانہ کا ادب	۱۶۳
۴۲۵	ملفوظات	۱۶۵
۴۳۰	شجرہ شریف نقشبندیہ	۱۶۶
۴۳۲	شجرہ شریف (منظوم)	۱۶۷
۴۳۳	شجرہ شریف چشتیہ	۱۶۸
۴۳۳	خاتمہ کلام	۱۶۹

مقدمہ - نیا ایڈیشن

مولانا محمد اکرام صاحب مرحوم و مغفور نے اعلیٰ حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ کی حیات مبارکہ بڑے جامع اور بلیغ الفاظ میں تحریر فرما کر شرف قبولیت حاصل کیا۔ مولانا مرحوم کی دلی خواہش تھی کہ قبلہ و کعبہ قطب دوران شہنشاہ ولایت صاحبزادہ ذی شان حضرت سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی حیات طیبہ بھی ضبط تحریر میں لائی جائے لیکن ان کی زندگی نے وفانہ کی اور وقت گزرتا رہا تا آنکہ پیر طریقت رہبر شریعت جناب میر طیب علی شاہ بخاری سجادہ نشین دربار عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف نے اس عاجز کو بابا جی سرکار عثمان علی شاہ بخاریؒ کے حالات زندگی تحریر کرنے کا حکم دیا۔ اس سراپا غفلت کے لئے یہ بہت ہی مشکل کام تھا لیکن پھر بھی تائید ایزدی کی امید پر حکم کی تعمیل کے لئے کمر ہمت باندھ لی۔

معدن کرم کے پہلے ایڈیشن میں چیدہ چیدہ اولیائے کرام کے حالات و واقعات درج تھے لیکن موجودہ ایڈیشن میں شجرہ شریف میں مذکور تمام اولیائے نقشبند کا اجمالا ذکر کیا گیا ہے اس کے علاوہ مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ سے ماخوذ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے فضائل، طریقہ کار، آداب مریدین وغیرہ کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ تاکہ تمام لوگ بالعموم اور وابستگان سلسلہ بالخصوص اس سے استفادہ حاصل کر سکیں۔ نیز اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے جمعۃ المبارک کے خطبات شریف سے اقتباسات بھی شامل کر کے اس ایڈیشن کی افادیت میں مزید اضافہ کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا ابتدائی روحانی رابطہ سلسلہ عالیہ چشتیہ سے شروع ہوا اس لئے آپ ہمیشہ چشتیاں شریف، تونسہ شریف، پاکپتن شریف وغیرہ عرس کے مواقع پر خصوصی طور پر شرکت فرمایا کرتے تھے اور اپنے جمعۃ المبارک کے خطبات میں خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کی کرامات / ملفوظات اکثر بیان فرمایا کرتے تھے اس لئے آپ کے ملفوظات / ارشادات پر مبنی تصنیف نافع السالکین سے چند اقتباسات تمہر کا ایک علیحدہ باب کے طور پر شامل کر کے قارئین کرام کے لئے مستفید ہونے کا موقع فراہم کیا گیا ہے۔

اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحبزادے ذی وقار قبلہ و کعبہ سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے صاحبزادہ حضرت پیر سید حفص علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ کے حالات زندگی بھی اجمالاً شامل کئے گئے ہیں تاکہ قارئین کے علم میں اضافہ ہو سکے۔

ان کرم فرماؤں کا شکر یہ ادا کرنا بہت ہی ضروری ہے جن کی توجہ اور رہنمائی سے یہ عاجز اس مسودہ کو قارئین کرام کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہوا جن میں سرفہرست سید مصمام علی شاہ بخاری دامت برکاتہم عالیہ ہیں جنہوں نے ہر مقام پر اس عاجز کی رہنمائی کی اور کتاب کے مسودہ کا بغور مطالعہ فرما کر اصطلاح طلب امور کی نشاندہی فرما کر میری مکمل رہبری فرمائی۔ دراصل آپ ہی کی مساعی جلیلہ اور توجہ باطنی سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔ میں اپنے عزیز دوست چوہدری محمد اور لیس صاحب کا بھی بہت ممنون و مشکور ہوں جنہوں نے قبلہ و کعبہ حضرت سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی مختلف افراد سے یکجا کرنے میں میرا بھرپور ساتھ دیا۔ میں چوہدری عبدالغنی صاحب، حاجی شفیق صاحب، محمد شریف صاحب اور محمد رمضان عرف رمضان صاحب کا بھی تمہ دل سے مشکور ہوں جنہوں نے اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات جمعہ المبارک کی تدوین میں خاص کر میرا بھرپور ساتھ دیا۔

اس کتاب کی اشاعت میں پوری احتیاط سے کام لیا گیا ہے لیکن پھر بھی کوئی اصلاح طلب مقام ہو تو اس عاجز کو مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں اس کی اصلاح ہو سکے۔ نیز خانوادہ کرمانوالہ شریف کے اولیائے کرام کے مزید حالات زندگی جن حضرات کے علم میں ہوں وہ مطلع فرمائیں تاکہ نئے ایڈیشن میں انکا اضافہ ہو سکے۔

حسبتکم و سرتش
سگ آستانہ عالیہ
حضرت کرمانوالہ شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

دیباچہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفَى وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی
خَصُوْصًا عَلٰی سَيِّدِ الْوَرٰی وَ عَلٰی صَحْبِهِ مَصَابِيْحَ الْهُدٰی
فِی غَوَاشِ الدُّجٰی وَ عَلٰی سَائِرِ اَوْلِیَآءِ اُمَّتِهِ مَا دَامَتِ الْاَرْضُ
وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی۔

اکابر نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ کی مساعی کو دین اسلام کی ترویج و اشاعت میں بڑا دخل ہے۔ اس سلسلے کا عظیم ترین سرمایہ افتخار حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خصوصی نسبت ہے یہ اس عالی مرتبت ہستی کا روحانی فیض ہے جو انبیاء علیہم السلام کے بعد خیر الخلائق کی شان سے ممتاز ہے حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اللہ رب العزت نے میرے سینے میں کوئی ایسی شے القا نہیں فرمائی کہ میں نے اسے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے سینے میں القا نہ کیا ہو۔ آپ کا یہ ارشاد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے جمع فیوض و برکات، نتائج و ثمرات اور حقائق و معارف کی روح رواں ہے۔ اس سلسلہ میں فیضان نبویہ کا انعکاس ہے جیسا کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ نے فرمایا: طریقہ بابینہ طریقہ اصحاب کرام است۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اپنے قلب و روح میں انوار و تجلیات مصطفویہ کا آنجناب کرتے تھے۔ کسب فیض کے اس انداز اور لزوم صحبت ہی نے انہیں تاقیامت آنے والے تمام اولیاء اللہ سے سر بلند و سرفراز کر دیا ہے معارف نقشبندیہ مجددیہ اسی تسلسل کرم سے عبارت ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ فیوض الحرمین میں اسی طرح رقم طراز ہیں کہ زیارت حرم نبوی کے ایام میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں باطنی طور پر فرمایا کہ حضرات سیدین (حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما)

علوم نبویہ میں جو اقامت صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ اور دیگر ارکان اسلام پر مشتمل ہیں، میرے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اکابر نقشبندیہ نے انہی علوم کی تبلیغ کا بیڑا اٹھایا اور اپنی سیرت و کردار کو انہی کے قالب میں ڈھالا۔ ان کے ہاں از خود رفتگی اور ہا۔ ہونام کو نہیں، ہر انداز میں ایک پہلوئے نیاز ہے بے پناہ سکوت اور اخفاء کا عالم ہے

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند

کہ برندازہ پنہاں بہ حرم قافلہ را

در اصل یہ سب تاثیرات حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد مبارک پر مرتب ہوئیں کہ میں دنیا میں اگر کسی کو دوست بناتا تو حضرت صدیق اکبرؓ ہی کو دوست بناتا۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قول کے مطابق حضور علیہ السلام کی خلت سیدنا صدیق اکبرؓ کے حصہ میں آئی، ضبط احوال، خاموشی اور درد مندی اسی نسبت کے لوازم ہیں۔ یہ اسی خلت کا ثمرہ ہے کہ حضرات نقشبندیہ کی سیر سلوک تمام انبیاء علیہم السلام کی سیر کے تحت انفسی ہے اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں طے کرادی جاتی ہے۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کو اس اعتبار سے ایک نزالی شان نصیب ہے کہ آپؒ باطن میں سیدنا صدیق اکبرؓ کی نسبت سے بہرہ یاب ہیں اور باعتبار نسب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں بالفاظ دیگر آپؒ ظاہری و باطنی طور پر حضرات شیخین کریمین کی عظمت و شان کے وارث ہیں۔ آپؒ نے سنت نبویؐ کی ترویج، دینِ قیم کے احیاء اور بدعات فاسدہ کے ازالہ کو عمر بھر شعار بنائے رکھا اور اس سلسلہ میں کسی قسم کی مداخلت کو گوارا نہ کیا۔ فتنہ الحاد اور نظام باطل سے متصادم ہوئے، قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں مگر اپنے عظیم اور پاکیزہ طرز عمل کو برابر جاری رکھا آپ کے جمیع خلفاء اور صاحبزادگان نے اس مشعل نور کو فروزاں رکھا اور اس کی روشنی میں حرم نبویؐ کی طرف افراد امت کی رہبری کی۔ یہ ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا کہ آپ کے صاحبزادے حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کے مریدوں کی تعداد نو لاکھ کے قریب ہے جن میں کم و بیش سات ہزار خلفاء ہیں۔۔۔ سندھ میں صاحبزادہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے تربیت یافتہ ایک بزرگ خواجہ محمد زمانؒ تھے جن سے حضرت قاضی احمد فیض یاب ہوئے قاضی صاحب موصوف کو قیام مدینہ منورہ کے دوران حضور علیہ

الصلوة والسلام کی بارگاہ سے یہ ارشاد ہوا تھا کہ ہمارا ایک عزیز تمہارے پاس پہنچے گا، ولایت کی یہ نسبت تم اس کے حوالہ کر دینا۔ یہ باطنی نسبت ہے جو آخر کار حضرت شاہ حسین صاحب المعروف ”حضرت بھورے والے“ کا مقدر بنی۔ شاہ صاحب موصوف اور آپ کے اخلاف و اعقاب کے دم قدم سے مکان شریف ضلع گوداسپور میں بے شمار ہندو اور سکھ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ آپ کی اولاد میں سے سید امام علی شاہ صاحب کے خلیفہ حضرت میاں امیر الدین تھے جن سے حضرت میاں شیر محمد صاحب شرپوری نے کسب فیض کیا۔ پاک و ہند کے وسیع و عریض علاقوں میں حضرت میاں صاحب شرپوری کا فیضان جاری و ساری ہوا۔ میاں صاحب کی صحبت اور ارشادات مبارکہ میں یہ تاثیر تھی کہ آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہونے والے شخص کی کایا پلٹ جاتی تھی، وہ آپ کی توجہ باطن کی بدولت سابقہ گناہوں سے تائب ہو جاتا اور اس کے دیدہ و دل میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا تھا۔ حضرت شاہ محمد اسماعیل المعروف حضرت کرانوالے، میاں صاحب شرپوری کے جلیل القدر خلیفہ تھے جن کے احوال و آثار پیش نظر کتاب کی زینت ہیں۔

حقدین حضرت والا کے احوال و آثار پر طائرانہ نظر ڈالنے سے ایک حیرت انگیز حقیقت کا انکشاف ہوتا ہے، وہ یہ کہ حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ سے جو سلسلہ فروغ گیر ہوا ان میں حضرت خواجہ سیف الدین، نور محمد بدایونی، حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور شاہ غلام علی دہلوی جیسے اکابر اولیا نسبت مجددیہ کے حامل و وارث ہوئے۔ جنہوں نے فیوض و برکات سلسلہ کو چار دانگ عالم میں پھیلا یا مگر حضرت خواجہ محمد سعید علیہ الرحمۃ کی باطنی نسبت کوئی دو اڑھائی سو سال تک مستور رہی بالفاظ دیگر حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نگاہ کرم اس نسبت کی حفاظت و تربیت پر مرکوز رہی۔ پھر مدت مدید کے بعد اس نسبت کا تمام و کمال ظہور مکان شریف کے سادات کرام اور ان کی اولاد و احفاد کی مقدس ارواح پر ہوا بعد ازاں اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد صاحب شرپوری آپ کے خلفائے عظام اور بالخصوص حضرت شاہ محمد اسماعیل صاحب المعروف حضرت کرانوالے اس نسبت جلیلہ کے وارث و مظہر بنے۔۔۔ حضرت کرانوالے کی ذات گرامی جامع کمالات تھی علوم معقول و منقول کے فارغ التحصیل جنہیں

طاعت الہی سے روشن روئے مبارک پر دودمان مصطفوی کا جمال و وقار نگاہ میں اجراع سنت کی ضیاء، فطرت میں پاکیزگی کا جوہر، نفس میں بلا کا اخفاء و استتار، روح انوار مجددیہ سے لبریز جس پر نسبت چشتیہ کا سوز و گداز مستزاد تھا۔ ستم رسیدگان دہر آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو نصرت ربانی ان کی دستگیر ہوتی طالبان حق باریاب ہوتے تو انہیں بھی استعداد سے بڑھ کر نوازا جاتا۔ اللہ رب العزت نے آپ کو وہ شان و تمکنت عطا فرمائی تھی جو خاصان بارگاہ کا طرہ امتیاز ہے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اقلیم ولایت کا ایک تاجدار خلق خدا میں رونق افروز ہے۔

مصنف کتاب حضرت مولانا محمد اکرام صاحب نے آج سے کوئی پچاس برس پیشتر عربی زبان و ادبیات میں ایم۔ اے کیا اور چالیس سال متواتر سرکار حضرت کرمانوالے سے کسب فیض کیا اور اکثر و بیشتر سفر و حضر میں شیخ طریقت کے ساتھ رہے۔ شاہ صاحب نے بھی غایت درجہ شفقت اور کمال عنایت سے مصنف کو تنویر باطن سے نوازا۔ ظاہر ہے کہ حضرت والاؒ کے احوال و آثار کا ادراک اور آپ کی واردات و کیفیات کا جامع بیان مولانا ہی کے شایان شان تھا اور یہ بلاشبہ روز ازل سے انہی کا مقدر تھا۔ مصنف نے کتاب ہذا میں سلسلہ عالیہ کے مبداء فیض جناب سیدنا صدیق اکبرؑ سے لے کر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند اور حضرت امام ربانی قدس سرہما تک اکابر طریقت کے آثار و معارف کو اجمالی طور پر قلم بند کیا ہے چنانچہ ایک عام قاری فیضان طریقت کے تدریجی ارتقاء سے روشناس ہونے کے بعد کتاب کے اصل موضوع تک رسائی حاصل کر پاتا ہے اور پھر اسے بالآخر حضرت کرمانوالےؒ کے حیات آموز سوانح اور بصیرت افروز ارشادات سے دیدہ و دل کی جلا میسر آتی ہے۔۔۔ مولانا محمد اکرام صاحب نے اسلوب بیان میں عام تذکرہ نگاروں کے اساطیری انداز سے احتراز کیا ہے اور حضرت والاؒ کے کمالات و خوارق کو آپ کے ارشادات کے پس منظر میں بیان کیا ہے جو کتاب کی افادیت میں گراں بہا اضافے کا موجب ہے احوال و مقامات کی تسہیل کے لیے جامع اور بلوغ عنوانات کا انتخاب کیا ہے یہ عنوانات نفس مضمون کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں کہ اس کے نقوش مطالعہ کرنے والے کے دل پر ثبت ہو جاتے ہیں۔۔۔ مولانا نے واقعات کے بیان میں کہیں افراط و تفریط سے کام نہیں لیا اور فکر و فن کی صداقت کے تمام تقاضوں کو ہر آن

پیش نظر رکھا ہے یہ تمام واقعات مصنف کے ذاتی مشاہدات ہیں۔ انہوں نے مشاہدات کے اس ذخیرے سے ان جواہر ریزوں کو سلک نثر میں پرویا ہے جن کی آب و تاب میں سنت مصطفویؐ کا انعکاس نسبتاً روشن تر اور واضح تر ہے۔

اللہ رب العزت طفیل جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم مولانا محمد اکرام صاحب کے افکار سے افراد امت کو بالعموم اور حضرت کرمانوالےؒ کے وابستگان سلسلہ کو بالخصوص مستفیض فرمائے۔

اس دعا ازمن واز جملہ جاں آئین باد
 پروفیسر حافظ محمد افضل فقیر
 (لاہور)

۲۴ شعبان التعدادان ۱۳۹۸ھ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

مقدمہ

ماہ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ کی ستائیسویں اور سن عیسوی کے مطابق سال ۱۹۶۶ء کے ماہ جنوری کی بیس تاریخ تھی جمعرات کا دن اور عین عصر کا وقت تھا کہ شیخ الاسلام قطب زمان محرم اسرار و مخزن انوار رہبر کامل ہادی برحق حامی شریعت و سنت نائب رسالت حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف بہ حضرت کرمانوالے مالک حقیقی کے بلاوے پر بلیک کتے ہوئے واصل بحق ہوئے۔ حضور اقدس کے وصال کے بعد وقت گزرتا گیا اور صدمہ کی شدت سے ایک عرصہ تک خیالات منتشر و پراگندہ رہے۔ احباب طریقت و تقا " فوقا " باصرار مطالبہ کرتے رہے کہ آپ کے حالات و مقامات اور ملفوظات کو کتابی شکل دی جائے۔ مگر اپنی بے بضاعتی سامنے آجاتی اور لشبہ قلم وہیں رک جاتا یہ بھی خیال آتا کہ میرے جیسا غافل اور کوتاہ عمل انسان ایک برگزیدہ پاک اور باکمال ہستی کے متعلق کیا لکھ سکتا ہے۔ آفتاب علم و عرفان کے محاسن ایک ذرہ بے مقدار کیا بیان کرے گا اس لیے ہر موقعہ پر معذرت کر کے احباب سے دامن چھڑاتا رہا اور یونہی وقت گزرتا چلا گیا۔

گزشتہ چند سالوں میں بعض قدیمی احباب داغ مفارقت دے گئے جن میں مولوی محمد عمر اچھروی، مولوی عبدالحق پٹنہ، رائے نیاز احمد خان اور صوفی نور عالم رحمہم اللہ تعالیٰ خاص طور پر قابل ذکر ہیں یہ حضرات وہ تھے جن کو حضور قدس سرہ العزیز سے طویل عرصہ تک فیضانِ صحبت حاصل رہا اور اس طرح وہ آپ کے حالات و ملفوظات سے بہت اچھی طرح واقف تھے۔ ان کے پاس ان حسین یادوں کا بہت بڑا ذخیرہ تھا لیکن وہ ان یادوں کو اپنے سینوں سے لگائے رخصت ہو گئے چنانچہ فقیر کے دل میں یہ خیال آیا کہ بڑے افسوس کی بات ہوگی اگر یہ حالات عجیبہ اور مقامات غریبہ احاطہ تحریر میں نہ لائے جائیں اور یہ اسرار گراں مقدار کچھ مدت کے بعد یادوں سے محو ہو کر گم ہو جائیں۔ اس لیے یہ ضروری خیال کیا کہ آپ کے حالات، کثوفات، کرامات اور بشارات کو کتابی

شکل دی جائے۔ سب یاران طریقت اور عقیدت مندوں کے دلوں میں یہ بات قدرتی طور پر پائی جاتی ہے کہ انہیں اپنے پیروں اور بزرگوں کی باتیں سننے کی زیادہ رغبت ہوتی ہے اور جدائی کے زخموں کو مندمل کرنے کے لیے یہی تذکرہ مرہم کافور کا کام دیتا ہے۔ جی یہی چاہتا ہے کہ اپنے شیخ کے احوال و مقامات کا ذکر کیا اور سنا جائے۔ ذکر سننے والوں کی محبت، شوق اور جذبہ میں اس سے اضافہ ہوتا ہے۔ چونکہ یار نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی یاد تسکین خاطر کا سبب بنتی ہے

ذکر جیب کم نہیں وصل جیب سے

احباب نے اب پھر اصرار شروع کیا اور جب عالی جناب حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی کا بھی واضح ارشاد ہوا تو تائیدِ نبی کی امید پر اور حضرت صاحبزادہ ذیشان اور احباب کی دعاؤں کے سارے اس کار خیر کی انجام دہی پر کمر باندھ لی۔ کُلُّ امْرِئٍ مَّرْهُونٌ بِاَوْقَاتِنَهَا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ۔

(ترجمہ) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں کوشش کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

حدیث شریف میں وارد ہے:

الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ

(ترجمہ) ہر انسان اسی کے ساتھ ہو گا جس سے محبت کرتا ہے۔

نیز

وَمَنْ أَحَبَّ قَوْمًا حَشَرَهُ اللَّهُ فِي ذُمِّهِمْ

(ترجمہ) جو شخص کسی قوم سے محبت کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو ان کے ذمے میں اٹھائے گا۔

گا۔

نیز
مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ

(ترجمہ) جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ ان میں سے ہی ہوگا۔

ان احادیث شریفہ سے یہ بات پائیہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ مشائخ کے احوال اور ان کے اسماء کا ذکر ہی رحمت الہی کے نزول اور نجات و بخشش کا باعث بنتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حِكَايَاتُ الْمَشَائِخِ جُنْدٌ مِّنْ جُنُودِ اللَّهِ تَعَالَى لِلْقُلُوبِ بِعَيْنِهَا
لِفَتْوحِ اللَّهِ

(ترجمہ) : مشائخ کی حکایتیں لشکر الہی ہیں جس سے دلوں کو فتوح الہی حاصل ہوتی ہیں۔

نیز آپؐ سے پوچھا گیا کہ مشائخ کی باتوں کا مریدوں کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَكَلَّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَشِئْتُمْ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكُم فِي هَذِهِ
الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرٌ لِلْمُؤْمِنِينَ ○

(ترجمہ) اے محبوب! ہم گزشتہ انبیاء کے قصے آپ سے اس غرض سے بیان کرتے ہیں کہ

آپ کے قلب کو ثابت قدمی حاصل ہو اور اس کے ذریعے سے آپ تک سچائی اور نصیحت پہنچے اور مومنوں کے لیے ذکر۔

اسی طرح نیکوں کی باتیں اور مرشدوں کی حکایات اور ان کے احوال مریدوں کے دل کی تربیت کا باعث ہوتے ہیں۔ اس سے طالب رنج و مصیبت میں ثابت قدم رہ کر مردان خدا کی سی خصلتیں حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت حاتم اصم قدس سرہ فرماتے ہیں کہ جب تک کچھ حصہ قرآن پاک کا اور کچھ حصہ اپنے پیروں کی حکایات کا نہ پڑھ لو تب تک ایمان سلامت ہی نہیں رہ سکتا۔

ابو یوسف ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا گیا کہ جب اکابر دین اور مشائخ عظام وفات پا جائیں تو پھر ہم کیا کریں تاکہ سلامت رہیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کا کلام

پڑھو۔ ان کی باتیں سنو، ان کے علوم و معارف پر غور کرو، پھر سلامت رہو گے۔

شیخ عطار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ قرآن و حدیث کے بعد دوسرے درجے پر اہل

اللہ کے اقوال و احوال ہیں اور سب حکایات میں سے عمدہ حکایات صوفیاء کی ہیں۔ ان کی باتیں پڑھنے اور سننے سے ان کے ساتھ نسبت پیدا ہوتی ہے اور یہی نسبت نجات کا موجب ہوگی جیسا کہ ارشاد ہے:

عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ

(ترجمہ) نیک لوگوں کا ذکر خیر ہو تو رحمت الہی کا نزول ہوتا ہے۔

خواجہ محمد پارسا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشائخ عظام کا ارشاد ہے کہ تو اس بات کی کوشش کر کہ اپنی جگہ دوستان حق کے دل میں بنائے اور اگر یہ بات میسر نہ آسکے تو دوستان خدا کی دوستی کو اپنے دل میں جگہ دے۔ جب تیرا دل ان کی دوستی کا مقام ہوگا تو تیرا خانہ دل حرص و ہوا سے پاک ہو جائے گا۔ ان کی محبت کے سوا اور کسی چیز کی تیرے دل میں سامنے کی گنجائش ہی نہ رہے گی۔

حضرت شیخ ابو بکر جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم پر لازم ہے کہ ایسے شخص سے محبت رکھو جو حق تعالیٰ سے محبت رکھتا ہو اگر یہ نہیں ہو سکتا تو ان کے علوم و معارف کلمات اور تعلیمات سے محبت رکھو اور اگر یہ بھی نہیں کر سکتے تو کم از کم ان علوم و معارف کا مطالعہ ضرور رکھو تاکہ ان کی برکت سے تم رفتہ رفتہ حق تعالیٰ جلّ شانہ تک پہنچ جاؤ

حب درویشاں کلید جنت است

اللہ تعالیٰ جن لوگوں سے محبت کرتا ہے ان کے دلوں کو اپنی طرف لگا لیتا ہے اور جو اس کی دوستی میں دسترس حاصل کر لیتا ہے اس کے دل کو اللہ تعالیٰ شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: ”نیک بختی کی علامت یہ ہے کہ تو مشائخ کی باتیں سنے اور ان پر اعتقاد کرے اور محبت کرے کیونکہ دوستان حق کی باتوں سے پیار کرنا گویا دوستان حق کی دوستی ہے۔ اسی تعلق سے حق تعالیٰ سبحانہ سے نسبت پیدا ہوتی ہے اور انسان مقربان بارگاہ الہی میں سے ہو جاتا ہے۔

ایک بزرگ سے دریافت کیا گیا کہ جب ہم اپنے مرشدوں کو نہ پائیں تو کونسی ایسی بات کریں جس سے تباہی سے بچ جائیں۔ بزرگ نے فرمایا کہ ہر روز ان کی باتوں کا ایک ورق پڑھو اور ان کے احوال اور مقامات سنو پھر یقیناً ”سلامت رہو گے۔“

حضرت شیخ عبداللہ انصاریؒ نے آخری وقت میں یہ نصیحت کی کہ اول تو پیروں کی باتیں سنو اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم نام ضرور یاد رکھو تاکہ اسی کی برکت سے بہرہ ور ہو سکو نیز فرمایا کہ مرید کی سب سے اچھی نسبت تو یہ ہے کہ اس نے پیر کو دیکھا ہو اور کمال محبت سے ان کی صحبت میں رہ چکا ہو۔ ان کی صحبت کی برکت سے ایسی باتیں حاصل ہوں گی جو اور کسی طرح نصیب نہ ہوں گی۔

حضرت شیخ نجم الدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ افسوس کسی شخص نے اولیاء اللہ کی قدر نہ پہچانی مطلب یہ ہے کہ اس زمانہ میں جس شخص کو اہل اللہ کے احوال و افعال کا مشاہدہ اور اقوال کا علم حاصل نہیں ہوتا وہ ان کے حق میں ایسی ویسی باتیں کرتا ہے اور ان کا منکر ہو جاتا ہے لیکن یاد رہے کہ ان کے اقوال و افعال کا انکار ایسا ہی ہے جیسے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں کا انکار ہے۔

اسی طرح نیکوں کی باتیں اور مرشدوں کی حکایات اور ان کے احوال مریدوں کے دل کی تربیت کا باعث ہوتے ہیں۔ اس سے وہ رنج و مصیبت میں ثابت قدم رہ کر مردان خدا کے خصائص اپنے اندر پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اپنے احوال اور انکے احوال کا موازنہ کریں۔ اگر موافق ہوں تو شکر بجالائیں اور اگر مخالف ہوں تو استغفار کریں اور مجاہدے میں کوشش کریں۔

حضرت مولانا عبدالرحمن جامیؒ فرماتے ہیں کہ ان کو تاہ اندیشوں کا بزرگوں کی کرامات اور ان کے احوال سے انکار کرنا اس وجہ سے ہے کہ وہ خود ان اسرار سے آشنا نہیں ہوتے اور احوال کا نشان تک ان میں نہیں پایا جاتا۔ یہ نفی تو اس واسطے کرتے ہیں کہ عوام کے رویہ رسوا نہ ہوں۔ پاک لوگوں کے کام کا اندازہ اپنی حالت سے نہ کرو۔ خواہ دیکھنے میں کیسا ہی آسان ہو

چو بشنوی سخن اہل دل گو کہ خطاست

سخن شناس نہ دلبرا خطا اہ بنجاست

اس گروہ سے حاسدوں کے انکار کی وجہ یہ ہے کہ یہ بزرگوار کمال متابعت کے باعث راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور اس خرچ کے لیے مال و اسباب جمع کرنے کو جائز سمجھتے ہیں۔ ان لوگوں کو یہ خبر ہی نہیں کہ منصب ارشاد کی ایک شرط انفاق مال و ذر بھی ہے

لہذا مال و اسباب جمع کرنا جائز ہے تاکہ طالبان راہ حق فارغ البال ہو کر اپنے کام میں مشغول رہیں

پراگندہ روزی پراگندہ دل
خداوند روزی بحق مشغول (سعدی)

حضرت شیخ علاؤالدولہ سمنانی قدس سر العزیز فرماتے ہیں کہ لوگ مشائخ کی نسبت عجیب عجیب اعتقاد رکھتے ہیں۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ وہ گدا اور محتاج ہیں۔ ان کم فہم لوگوں کو یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی ولی کو خلقت کا محتاج ہی نہیں رکھتا۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے محتاج ہوں۔ حالانکہ یہ دنیا اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ ان کے قدموں میں ڈال دی جاتی ہے۔

حضرت شیخ مجد الدین رحمۃ اللہ علیہ کی خانقاہ کا سالانہ خرچ دو لاکھ اشرفی تھا اور پانچ لاکھ اشرفی کی ملکیت وقف طریقہ کی تھی۔ بعض صحابہ کبار رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور شیخ ابوسعید ابوالخیر اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہما کے مال کے متعلق تو سب کو علم ہے نیز حضرت شیخ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین اور مزارع کو پیدا کرنے میں بھی حکمت رکھی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا نشا ہے کہ جہان اہل جہان اور بندگان خدا کی جمعیت کا انتظام قائم رہے اور خلقت کو فائدہ پہنچے۔ لوگوں کو اگر معلوم ہو جائے کہ زمین کے آباد کرنے سے کیا ثواب حاصل ہوتا ہے تو اسے بخر کبھی نہ چھوڑیں۔ کوئی شخص اگر محنت کر کے زمین سے زیادہ غلہ پیدا کرتا ہے تو وہ مخلوق خدا کی روزی کا سبب بنتا ہے۔ اللہ کے برگزیدہ بندوں کا معاملہ بالکل مختلف ہے وہ اگر خلوت یا صحبت خلق اختیار کرتے ہیں تو محض رضائے الہی کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ وہ مال و اسباب جمع کرتے ہیں تو طالبوں کی جمعیت خاطر اور رضائے مولا کے لیے اور اگر ترک کرتے ہیں تو مصلحت کے لیے غرضیکہ جو کچھ کرتے ہیں امر الہی اور رضائے الہی کے ساتھ کرتے ہیں کوئی فعل ان کا نفسانی خواہش کی رو سے نہیں ہوتا۔ عالم اور عارف درویش پر اعتراض کرنا خطا ہے جو کچھ ان پر گزرتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بزرگان کا طریقہ اہل سنت والجماعت کا اعتقاد ہے اور

شرعی احکام کی متابعت سنت کی پیروی 'عزیمت' دوام عبودیت یعنی دائمی حضوری اور آگہی ہے۔ پس جو لوگ ان بزرگوں کی نفی کرتے ہیں ان کا سبب یہ ہے کہ ان لوگوں پر حرص کی تاریکی اور ظاہری و باطنی بدعت چھائی ہوتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے نیکی عطا کرنا چاہتا ہے اسے اپنے برگزیدہ بندوں کی خدمت میں بھیجتا ہے اور دنیاوی مشغل سے اسے باز رکھتا ہے بزرگان دین کا قول ہے کہ جو شخص اولیاء اللہ سے بے جا جھگڑتا ہے وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کسی شخص کے لیے تین چیزیں بد بختی کی علامت ہیں۔

- (۱) جس کو علم حاصل ہو۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ عمل کی توفیق نہ ہو۔
- (۲) عمل کی توفیق مل جائے۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ اخلاص اور اللہیت نہ ہو۔
- (۳) نیکوں کی صحبت کا موقع ملے۔۔۔۔۔ لیکن۔۔۔۔۔ ان کے نزدیک قبولیت حاصل نہ ہو۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ فرماتے ہیں کہ مشائخ کے دیدار کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا دیدار جاتا رہے تو سمجھ لو کہ پھر یہ سعادت نہیں مل سکے گی۔ پس جو شخص اولیاء اللہ کی جستجو میں نکلے اور ان میں سے کسی پاک ہستی کو پالے تو سمجھ لے کہ اس نے ایک نور پایا ہے اور اگر راہ طلب میں ہی جان دے دی تو یہ امر اس کی بخشش کا ذریعہ ہوگا۔

ظہور کرامت کسی ہستی کی فضیلت کا اصلی باعث نہیں۔ بلکہ اصل کام تو استقامت اور اتباع شریعت ہے۔ اس زمانے کے بعض علماء پر تعجب ہے کہ جب علمی بحث پر اترتے ہیں تو دلائل سے کرامات اولیاء اللہ کا ثبوت بہم پہنچاتے ہیں لیکن جب اولیاء اللہ کی کرامتیں دیکھتے ہیں تو ان کا دل انہیں قبول نہیں کرتا اور انکار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اس انکار سے بچائے۔ ان علمائے ظاہر کی طبیعتوں میں حسد ہوتا ہے ظاہر بینوں کی نظر صرف اس بات پر ہوتی ہے کہ دلی وہ ہے جو گزشتہ اور آئندہ حالات کی اطلاع

دے۔ لیکن وہ کوتاہ نظری سے یہ بات بھول جاتے ہیں کہ علم غیب صرف ذات حق کا خاصہ ہے۔ ان برگزیدہ ہستیوں کے لیے ہر وقت پردہ غیب پر ہی نظر رکھنا غیر ضروری ہے اور محض تضحیح اوقات کا باعث ہے۔

فاتحتہ العلوم میں لکھا ہے کہ جس شخص کو صدیقوں کے حال، مقام اور علم سے کچھ بہرہ نہ ہو یا اس کا منکر ہو تو اس کا حال برا ہوتا ہے۔ ان کا منکر کسی طرح بھی علم سے حظ نہیں اٹھاتا اور جس شخص کو ذرا بھی علم سے مس ہو وہ اس علم اور حال کی تصدیق کرتا ہے۔

ایک نوجوان عالم اہل اللہ کا منکر تھا۔ ایک روز حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے اسے اپنی انگوٹھی دے کر کہا کہ جاؤ اسے فلاں ثنائی کے ہاں جا کر ایک دینار کے بدلے گروی رکھ دو اور کھانا لے آؤ۔ جب وہ نوجوان ثنائی کے پاس گیا تو اس نے انگوٹھی ایک درہم کے بدلے بھی قبول نہ کی۔ ناچار نوجوان واپس چلا آیا۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کہا کہ اچھا اب فلاں جوہری کے پاس جاؤ اور اس کی قیمت کا اندازہ لگواؤ۔ جوہری نے انگوٹھی کو غور سے دیکھا اور اس کا اندازہ ایک ہزار دینار کیا۔ اس پر شیخ نے نوجوان سے کہا کہ تیرا علم جو اولیاء اللہ کے متعلق ہے وہ بعینہ ثنائی کے علم کا سا ہے تو اس سے توبہ کر۔ نوجوان تائب ہو کر راہ راست پر آگیا۔

حضرت کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صدیق کی تین علامتیں ہیں

- ۱- دنیا کی دولت اور مال و جاہ کی قدر و منزلت اس کے دل میں بالکل نہ ہو۔ دنیا سے اس کا دل سرد ہو جائے۔
- ۲- ریا اور نمائش کا اس میں شائبہ تک نہ ہو۔ نہ تعریف سے پھولے اور نہ مذمت سے پژمردہ خاطر ہو۔
- ۳- لذات و شہوات اس کے دل سے جاتی رہیں ایسا ہو جائے کہ بھوک اور شکم سیری میں اسے فرق محسوس نہ ہو اور ترک شہوات اس کا شیوہ بن جائے۔

ایک بزرگ سے پوچھا گیا کہ جب وہ زمانہ آجائے کہ ہم مرشدوں کو اپنی ظاہری آنکھوں سے نہ دیکھ سکیں تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے انہوں نے جواب دیا کہ ہر روز ان کا کلام پڑھا کرو کیونکہ جب آفتاب غروب ہو جائے تو چراغ سے ہی روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ قلم بھی ایک قسم کی زبان ہے قلم ان کے کلمات و ارشادات کاغذ کے صفحے پر محفوظ کر دیتی ہے اور ان میں وہی تروتازگی اور چاشنی ہوتی ہے جو دلوں کو زندہ اور روح کو منور کر دیتی ہے۔

موجودہ زمانے میں اکثر لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان دنوں بزرگان سلف کے مانند کوئی ہستی نہیں ہے اسی سبب سے وہ اولیاء اللہ کی صحبت کے فیض سے محروم رہ جاتے ہیں اور زندگی غفلت میں گزار دیتے ہیں۔ بدگمانی محض نادانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ اس گروہ کو حاصل ہوا ہے وہ کمال متابعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے حاصل ہوا ہے متابعت سنت سنیہ اور ولایت و قرب کی راہ ایسی نہیں جو کہ صرف سابقہ زمانے کے لیے ہی مخصوص تھی بلکہ وہ ہمیشہ باقی ہے اور قابلیت و اہلیت انسانی بھی موجود ہے جو سمجھ دار ہے وہ پالیتا ہے پس تمام طالبوں کے لیے لازم ہے کہ اپنے زمانے میں ایسے شخص کی جستجو کریں۔ اس گئے گزرے زمانے میں بھی اولیاء اللہ موجود ہیں وہ بے شک شب قدر کی طرح پوشیدہ ہیں چنانچہ حدیث شریف میں اس امر کی طرف اشارہ ہے:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ إِمَامَ زَمَانِهِ فَقَدِمَاتِ مَيْتَهُ جَاهِلِيَّةً
(ترجمہ) جس نے اپنے زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہل کی موت مرا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي
(ترجمہ) اے محمدؐ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میرا راستہ یہ ہے کہ میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں یہ راستہ میں نے اور میرے متبعین نے پوری پہچان کے بعد اختیار کیا ہے۔

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں

الشَّيْخُ فِي قَوْمِهِ كَالنَّبِيِّ فِي أُمَّتِهِ

(ترجمہ) رہنما اپنی قوم میں اسی طرح ہے جس طرح نبی اپنی امت میں۔

حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے۔

مَنْ لَا شَيْخَ لَهُ لَا دِينَ لَهُ

(ترجمہ) جس کا کوئی رہنما نہ ہو وہ بے دین ہے۔

پس راہ خدا میں سالک کے لیے ایسے ہادی کی بے حد ضرورت ہے جو خدائے بزرگ و برتر کی طرف لے جانے والے راستہ کی رہبری کر سکے اور اس پیر کے سلسلہ کی اسناد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہوں اور اس کا ظاہر اور باطن حضرت حبیب رب العالمین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے اتباع کامل سے آراستہ ہو چنانچہ کشف و کرامت کی چنداں پروا نہ کی جائے اور نہ ان کو کمال کی شرط خیال کیا جائے پس جو شخص صحت کامل یعنی نسبت محمدیہ کا طلب گار ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ سنت نبوی کی پیروی کو تمام ریاضتوں اور مجاہدوں سے افضل سمجھے اور جو انوار و برکات اس سے حاصل ہوں ان کو تمام فیوضات سے ارفع و اعلیٰ خیال کرے۔ وجد سکر اور عام شہور ذوق کو باطنی جمعیت اور دوام حضور کے مقابلے میں کچھ وقعت نہ دے جس بزرگ کی خدمت میں رہ کر یہ احوال حاصل ہوں اس کو سرور کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نائب جان کر اس کی خدمت کرنا اپنے لیے فرض عین سمجھے اور اس کا مرید بن کر شریعت کے فوائد حاصل کرے تاکہ قیامت کے دن حسرت اور ندامت کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے۔ یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ یہ دنیا ایسے بزرگوں سے کسی لمحہ خالی نہیں رہ سکتی ان کی برکت سے آسمانوں سے پانی برستا ہے اور ان کی بدولت زمین کو تروتازگی اور رعنائی حاصل ہوتی ہے عالم انسانیت ان کے دم سے آباد ہے پہاڑ ان کی برکت سے قائم اور دریا ان کے فیض سے جاری ہیں۔ کائنات ارضی و سماوی کا نظام ان کے دم قدم سے قائم ہے۔

الغرض یہ کتاب اسی مقصد سے لکھی گئی ہے کہ طالبان راہ حق کے لیے مشعل کا کام

دے سکے اور قلوب و ارواح کو نور ہدایت حاصل ہو سکے اس میں ایک عاشق حقیقی و نائب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک اور بابرکت زندگی کی جھلک ہے جس نے سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی پیروی سے قرب و محبوبیت کا درجہ حاصل کیا۔ جو اپنے ملنے والوں کو ہمیشہ اتباع سنت اور پیروی شریعت کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ ایسی پاک ہستی جس کی صحبت کیمیا اثر میں دلوں کے آئینے دنیا و مافیہا کی کدورتوں سے صاف ہو جاتے تھے اور اللہ کے ذکر کے سوا سب کچھ فراموش ہو جاتا تھا۔ مجھے امید ہے کہ ہر طبقے کے اہل نظر حضرات اس سے مستفیض ہوں گے اور نشان منزل مقصود حاصل کر سکیں گے عاقل وہ ہے جو اگر کوئی چیز مکمل طور پر حاصل نہ کر سکے تو اسے بالکل ترک نہ کر دے بلکہ اس میں سے جو کچھ حاصل کر سکے اسے تو نہ چھوڑے۔

بقول: مَا لَا يُدْرِكُ كَلِمَةً لَا يَتْرُكُ كَلِمَةً

نقشبندیاں عجب قافلہ سالار اند

کہ برند از رہ پنہاں بہ حرم قافلہ را

اے مولا کریم! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے پیارے بندوں کی محبت عطا فرما۔ اسی محبت میں تادم آخر سرشار رکھ اور کل بروز قیامت جب ہم انھیں تو یہی حقیقی محبت کا جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن ہو۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ وَحُبَّ حَبِيبِكَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَالِهِ وَأَصْحَابِهِ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ

ان کرم فرماؤں کا شکر یہ ادا کرنا ضروری ہے جن کی توجہ سے یہ ناچیز اس پیشکش کو ہدیہ ناظرین کرنے کے قابل ہوا۔ سب سے مقدم کریم ابن کریم عالی جناب حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم کی ذات والا صفات ہے جن کی تحریک اور نیک دعاؤں سے بندہ کو اس کتاب کی تالیف و تدوین کا بیڑا اٹھانے کی ہمت پیدا ہوئی۔ آپ نے ہر مرحلہ پر خصوصی توجہ سے رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ آپ کے مدارج میں اور زیادہ ترقی عطا فرمائیں۔

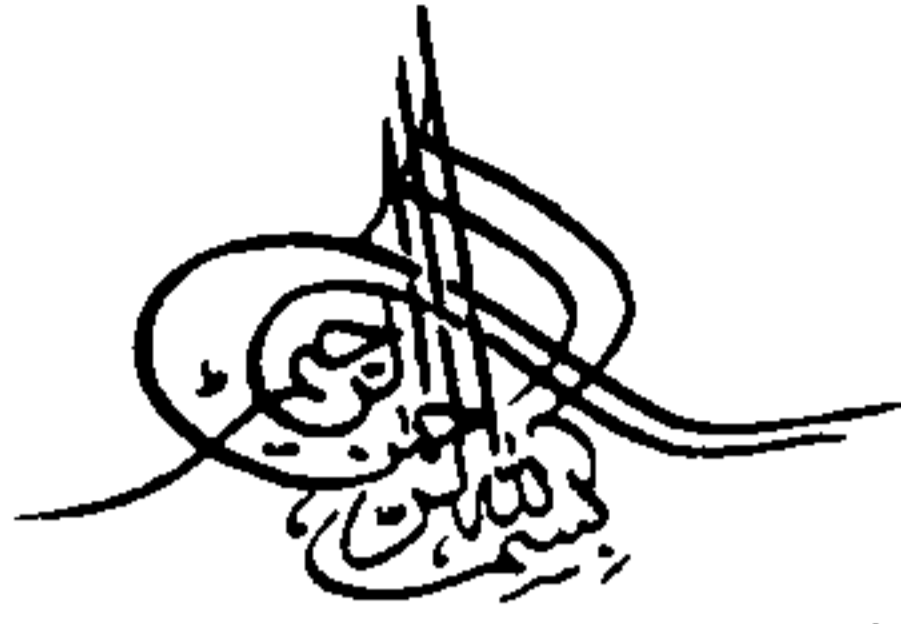
بعض اہم مقامات پر میرے محترم دوست اور مخلص کرم فرما جناب صوفی حافظ محمد افضل صاحب فقیر ایم اے کے مفید مشورے کتاب کے ظاہری اور معنوی حسن میں اضافہ کا باعث بنے۔ طباعت اور اشاعت کے سلسلہ میں میرے دیرینہ معاون عزیز مکرم چوہدری محمد طفیل شاہین حال مقیم گلاسگو (انگلستان) اور میاں غلام مصطفیٰ صاحب غازی مالک غازی انڈیشرز لیٹڈ میاں جنوں نے خاص دلچسپی لی۔ فَجَزَاهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ

الْجَزَاءِ

وَ اٰخِرُ دَعْوَانَا اِنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ - وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهِ وَ نُورِ عَرْشِهِ مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ اٰجْمَعِيْنَ - وَارْحَمْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ ۝

اِس سَعَادَتِ بَزْرُو بَزْرُو نِيست
تَانَه بَخَشِدِ خَدَائِ بَخَشِدَه

محمد اکرام



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 وَاللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ
 وَصَلِّ عَلَى أَبِي طَالِبٍ وَصَلِّ عَلَى جَمِيعِهِمْ
 وَصَلِّ عَلَى سَائِرِ الْأَنْبِيَاءِ وَالرُّسُلِ
 وَصَلِّ عَلَى سَائِرِ الْأُمَّةِ وَالْجَمْعِ
 وَصَلِّ عَلَى سَائِرِ الْبَرِيَّةِ وَالْجَمْعِ
 وَصَلِّ عَلَى سَائِرِ الْبَرِيَّةِ وَالْجَمْعِ
 وَصَلِّ عَلَى سَائِرِ الْبَرِيَّةِ وَالْجَمْعِ

تمہید

سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

اس کتاب کے اصل موضوع کی طرف آنے سے قبل بطور تمہید بزرگان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بعض ہستیوں کے مختصر حالات تحریر کا "و تیمنا" شامل کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تاکہ قارئین کرام پر یہ بات واضح ہو جائے کہ جس پاک ہستی کا ذکر خیر اس جگہ مطلوب ہے اس کا تعلق سرچشمہ فیضانِ سرمدی کے ساتھ کن ذرائع سے ہوا اور وہ کس راہ سے معرفتِ الہی کی بلندیوں تک پہنچے۔

اہل نظر حضرات جانتے ہیں کہ طریقت کے تمام سلسلے حضور رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختمی ہوتے ہیں۔ فیوض و برکات کا اصل منبع رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات ہے اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین کا منصب عطا فرما کر تا قیام قیامت کل بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ تمام عالم انبیائے سابقہ علیہم السلام کی تعلیمات سے روگرداں ہو کر ضلالت و معصیت میں غرق ہو

چکا تھا۔ انبیاءِ علیہم السلام کی تعلیم کو پس پشت ڈال کر بت پرستی اور شرک اختیار کیا جا چکا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ لوگ اخلاقی اقدار سے منہ پھیر کر ہولناک تباہیوں کی طرف بڑھ رہے تھے۔ توحید کی بجائے تثلیث اور بت پرستی رواج پا چکی تھی۔

اس پر آشوب دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت خاتم المرسلین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور دنیا کی ہدایت کے لیے اپنے آخری رسول کو بھیج کر پھر اپنی مخلوق پر رحمتوں کے دروازے کھول دیئے آپ کی تشریف آوری کے تھوڑے ہی عرصہ بعد تمام کائنات از سر نو نور توحید سے جگمگا اٹھی پہلے خطہ عرب اور پھر بیرون عرب تمام عالم انسانیت کو خدائے واحد کی طرف بلایا اور اس آفتاب ہدایت نے بہ نفس نفیس اور پھر اس سے روشنی حاصل کرنے والی بے شمار قدسی صفات ہستیوں نے روئے زمین کو نور وحدت سے تابندہ کر دیا۔

وصلی اللہ علی نور کزد شد نورہا پیدا

داعی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے احکام خداوندی کی پیروی تعلیمات قرآنی و اخلاق ربانی کا عملی نمونہ بن کر پیش کیا اور جب اپنے قول و عمل سے ارشادات الہی کی توضیح و تشریح فرمائی تو لوگوں میں اس کے سمجھنے اس کے فیوض و برکات سے بہرہ ور ہونے اور انہیں حاصل کرنے کے طریقے معلوم کرنے کا جذبہ پیدا ہوا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اپنا ہر قول و فعل نشست و برخاست، خورد و نوش اور تمام حرکات و سکنات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے مطابق اختیار کرنا اپنا مقصد حیات بنا لیا۔ ایمان اور اسلام ان کے دل و دماغ اور رگ و پے میں سرایت کرتا چلا گیا یہ آپ کی صحبت اور محبت کی تاثیر تھی کہ جو شخص دائرہ اسلام میں داخل ہوا پھر نہ قریش کی چہرہ دستیاں اسے متزلزل کر سکیں اور نہ دردناک اذیتیں اس کے پائے ثبات کو ڈگمگا سکیں۔ اسلام کے ان پروانوں نے مصائب جھیلنا اور جان و بنا گوارا کر لیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی نہ کی۔ صحابہ کرام کی ایمان کی پختگی کا ہی یہ کرشمہ تھا کہ صراط مستقیم پر قائم رہنا ان کے لیے آسان اور سل بن جاتا تھا۔ وقت عبادت ہو تو عبادت کے لیے کمر بستہ و تیار معاملات دنیا میں راست بازی، اور دیانت داری ان کا شعار اور وقت جماد ہو تو سیسہ پلائی ہوئی دیوار اور جاں نثار و جاں سپار۔ ایمان کی یہ پختگی

حوصلہ کی بلندی اور دین اسلام سے شینگی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فیضانِ محبت کا نتیجہ تھا۔ ایک ہی محبت میں آپ کی محبت کا نقش ہر صاحب ایمان کے قلب پر ایسا گہرا بیٹھ جاتا تھا جسے مٹانا ممکن نہ ہوتا۔ صحابہ کرامؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر احکام خداوندی کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے اور آپ کی محبت سے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی دولت سے بھی مالا مال ہوتے تھے۔

حکمت و انوارِ الہیہ اور اسرارِ دین کے درس کی جانب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سب سے زیادہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت کے تقاضوں کا بیان اس آیت قرآنی میں فرمایا ہے:

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

ترجمہ : وہ (رسول) ان کو (مومنین) آیات پڑھ کر سنااتا ہے اور ان کا تزکیہ نفس کرتا ہے اور کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال کی قلیل مدت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر جماعت کو تربیت دے کر ایسا راسخ العقیدہ اور سرگرم عمل بنا دیا تھا کہ آپ کے بعد اسلام کی اشاعت تبلیغ دین و احکام الہیہ اور تزکیہ نفوس کا کام انہی کے سپرد کر دیا۔

فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

(رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ)

اللہ ان سے (صحابہ) راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے (القرآن)

سیرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم پر جید علما اور فاضل مصنفین نے مستند کتابیں لکھ کر علم دوست حضرات کے لیے بڑا مفید اور قیمتی ذخیرہ جمع کر دیا ہے اس چشمہ نور سے سراب ہونے کے لیے اور قلب و روح کو منور کرنے کے لیے ان کتابوں کا مطالعہ بہت عمد و معاون ہو سکتا ہے۔ ہر نور کی ضیاء کا منبع مہربوت ہے۔ آفتاب رسالت سے نور و ہدایت کی بے شمار کرنیں پھوٹیں جن کی آب و تاب سے یہ جہان تیرہ و تار جگمگا اٹھا۔ حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ بَابِهِمْ أَتَدِينُمْ أَهْتَدِيْتُمْ

(میرے اصحاب روشن ستاروں کی مانند ہیں۔ گمراہی کی اندھیری رات میں تم ان میں سے جس کی پیروی کرو گے ہدایت پا جاؤ گے)

فیضان نبوت سے سیراب ہونے والی یہ ہستیاں اگر فرشتوں کے گروہ میں قابل احترام ہیں تو ان کے مناقب و فضائل کا ذکر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے۔

۱۔ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى اخْتَارَ أَصْحَابِي عَلَى الْعُلَمَاءِ سِوَى النَّبِيِّينَ وَاخْتَارَ مِنْ أَصْحَابِي أَرْبَعَةً فَجَعَلَهُمْ خَيْرَ أَصْحَابِي وَهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَ

عَلِيٍّ (رِضْوَانُ اللَّهِ تَعَالَى عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ)

(حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے اصحاب کو بعد پیغمبروں کے تمام عالم میں پسند فرمایا اور تمام اصحاب میں سے چار کو منتخب کر لیا اور ان کو میرا بہترین دوست بنایا وہ ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ ہیں۔
(اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے)

۲- ابن عساکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی

ہے:
وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَةٌ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَهُمْ فِي أُمَّ الْكِتَابِ لَا يُحِبُّهُمْ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يَبْغِضُهُمْ إِلَّا فَاجِرٌ وَهُمْ حَلَائِفُ نُبُوتِي وَعَضُدُ دِينِي وَعِصْمَةُ أُمَّتِي وَمَعْدِنُ حِكْمَتِي لَا تُقَاطِعُواهُمْ وَلَا تُحَاسِدُوا مِنْهُمْ

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے چار شخصوں کی بابت لوح محفوظ میں ميثاق لیا کہ ان کو دوست نہ رکھے گا کوئی شخص سوائے مومن کے اور ان سے بغض نہ رکھے گا کوئی شخص سوائے فاجر کے وہ میری نبوت کے حلیف ہیں اور میرے دین متین کے بازو اور میری امت کی عصمت ہیں اور میرے علم کے معدن۔ ان سے قطع تعلق نہ کرو نہ ان پر حسد کرو۔)

ان حدیث پاک میں خلفائے اربعہ کے فضائل بتدریج بیان فرمائے ہیں۔

۳- وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَزَيْرِي وَالْقَائِمُ فِي أُمَّتِي وَعُمَرُ حَبِيبِي وَعُثْمَانُ مِنِّي وَعَلِيٌّ أَحِبِّي وَصَاحِبُ لَوْ آتَيْتِي

(آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ابو بکر میرا وزیر اور میرے بعد میرا قائم مقام ہے اور عمر میرا حبیب ہے اور عثمان مجھ سے ہے اور علی میرا بھائی

53428

اور صاحب لوا ہے (رضی اللہ عنہم) (ترمذی)

۴- وَقَالَ أَيضاً عَلَيْهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ لَا يَجْتَمِعُ حُبُّهُوَ لَاءِ
الْأَرْبَعَةِ إِلَّا فِي قَلْبِ مُؤْمِنٍ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ وَعَلِيٌّ
(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چار اشخاص یعنی ابوبکر اور عمر
اور عثمان اور علی کی محبت سوائے قلب مومن کے کسی اور جگہ جمع نہیں ہوتی
(رضی اللہ عنہم)

۵- وَقَالَ أَيضاً عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَبُو بَكْرٍ بَصْرِيٌّ وَعُمَرُ
يَنْطِقُ بِلِسَانِي وَعُثْمَانُ رُوحِي فِي جَسَدِي وَعَلِيٌّ مِنِّي وَ
أَنَا مِنْهُ۔

(آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ابوبکر میری آنکھوں کی بینائی ہیں
اور عمر میری زبان سے گفتگو کرتے ہیں اور عثمان میری روح ہے اور علی مجھ
سے ہے اور میں اس سے ہوں۔) (رضی اللہ عنہم)

۶- وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا مَدِينَةُ الصِّدْقِ وَ
أَبُو بَكْرٍ سَقْفُهَا وَأَنَا مَدِينَةُ الصَّلَابَةِ وَعُمَرُ عِمَادُهَا وَأَنَا مَدِينَةُ
الْحَيَاءِ وَعُثْمَانُ جِدَارُهَا وَأَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں صدق کا شہر ہوں ابوبکر اس کی
چھت ہیں میں صلابت کا شہر ہوں اور عمر اس کا ستون ہیں۔ میں حیا کا شہر ہوں
اور عثمان اس کی دیوار ہیں۔ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں
(رضی اللہ عنہم) (ترمذی)

۷- حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”لَا تَسُبُّوا أَصْحَابِي فَإِنَّهُمْ أَمْنٌ مِنْ خَوْفِ اللَّهِ وَأَمِنَ النَّاسُ مِنْ
خَوْفِ السُّيُوفِ“

(برائے کہو میرے اصحاب کو کیونکر وہ ایمان لائے صرف خدا کے خوف سے
اور دوسرے لوگ تلوار کے خوف سے ایمان لائے۔)

حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ، جب خلافت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے منبر پر بیٹھ کر نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ خطبہ پڑھا۔ حمد و نعت کے بعد آپ نے فرمایا:

۸- ”سب لوگ سمجھ لو کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام آدمیوں میں بہتر ابو بکر، عمر اور عثمان (رضی اللہ عنہم) ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہے جو شخص ان کو برا کہے اور ان کے حق میں بہتان لگائے اس پر خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔“

۹- محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے اپنے باپ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون شخص بہتر ہے آپ نے فرمایا کہ ابو بکرؓ میں نے کہا کہ ان کے بعد کون ہے، فرمایا عمرؓ میں نے پوچھا ان کے بعد، فرمایا عثمانؓ میں نے کہا ان کے بعد اے امیر المومنین آپ ہی افضل ہیں تو آپ نے ارشاد فرمایا، میں بھی خدا تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں۔“

مناقب امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ

تاجدار مدینہ سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلیفہ میں سے آپ خلیفہ اول ہیں۔ آپ کو جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ظاہری و باطنی سے فیضان عظیم حاصل ہوا۔ آپ کا نسب نامہ حضرت سید الکونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ چھ واسطوں کے بعد مرہ بن کعب سے ملتا ہے۔ آپ کی پیدائش سن فیل سے دو برس اور چند روز کم چار ماہ کے بعد ہوئی۔ آپ کا رنگ گورا بدن لاغر تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منصب نبوت پر فائز ہوئے تو اس وقت حضرت ابو بکرؓ کی عمر اڑتیس برس تھی۔ مردوں میں آپ سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لائے۔ آپ کی اولاد میں تین فرزند محمدؓ، عبداللہؓ، عبدالرحمنؓ اور تین صاحبزادیاں ام کلثومؓ، اسماءؓ،

اور عائشہؓ تھیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت دو برس چار ماہ رہی۔ بعض روایتوں میں تیس ماہ یعنی اڑھائی برس مذکور ہے۔ آپ کی عمر تریسٹھ سال بہ مطابق عمر اشرف نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہوئی۔ آپ کی وصیت کے مطابق آپ کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے آپ کو غسل دیا اور پرانے دو کپڑے ہی آپ کے کفن کے طور پر دھو کر استعمال کئے۔ اسی طرح آپ نے ارشاد فرمایا تھا۔ ”زندہ آدمی نئے لباس کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔“ امیر المومنین عمر فاروقؓ نے صحابہ کرامؓ کے ہمراہ نماز جنازہ پڑھی اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ مبارک میں حضور سرور کائنات علیہ وعلیٰ الہ افضل الصلوٰۃ والتیمات کے پہلو میں آرام فرما ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي شَيْئًا إِلَّا وَصَبَّتْهُ فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ
 (”کوئی چیز ایسی اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں نہیں ڈالی کہ جس کو میں نے
 ابو بکرؓ کے سینے میں نہ ڈال دیا ہو۔ (بروایت ابی ہریرہؓ)

حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حیات مبارکہ کے آخری
 ایام میں یہ خطبہ پڑھا:

”أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ اتَّخَذَ صَاحِبَكُمْ خَلِيلًا وَلَوْ كُنْتُ
 مَتَّخِذًا خَلِيلًا لَوْنُ رَبِّي لَا تَتَّخِذُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا لَكِنْ هُوَ
 شَرِيكٌ فِي دِينِي وَصَاحِبِي الَّذِي أُوجِبْتُ لَهُ صُحْبَتِي فِي
 الْغَارِ وَخَلِيفَتِي فِي أُمَّتِي“

(خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثناء کے بعد معلوم ہو کہ اس نے تمہارے
 صاحب کو اپنا دوست بنایا ہے (اس میں اشارہ اپنی ذات پاک کی طرف ہے)
 اور اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو خلیل (دوست) بناتا تو ابو بکر کو
 بناتا لیکن وہ میرے دین میں میرے شریک ہیں (یعنی میرے ناصر اور معین ہیں

اور میرے دین اور یقین کو ظاہر کرنے والے ہیں) وہ میرے دوست ہیں اور میں نے عار میں اپنی رفاقت کے لیے انہیں کو منتخب کیا۔ وہ میری امت میں میرے جانشین ہیں۔ (بخاری مسلم ترمذی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ:

”اگر کوئی اور شخص اس مقام خاص میں میرا شریک ہوتا تو وہ ابو بکر ہوتے۔“

اس امر کی دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، علم باطن میں علم باللہ کی وجہ سے اولیائے امت میں اکمل و افضل و اعلم ہیں اور پیغمبروں کے بعد گروہ صدیقین میں اکمل اور صدیق اکبر ہیں۔ اکابر ارباب دانش قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا اس امر پر اتفاق ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:

”وَاللّٰهُ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلٰی اَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِيْنَ عَلٰی اَفْضَلٍ مِنْ اَبِيْ بَكْرٍ۔“
 (”قسم خدا کی پیغمبروں اور رسولوں کے بعد ابو بکرؓ سے بڑھ کر کسی اور بہتر شخص پر آفتاب طلوع اور غروب نہیں ہوا۔“)

نیز حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”میں ابو بکرؓ کو تم سب سے بہتر جانتا ہوں یہ کچھ ان کے نماز روزہ کے سبب نہیں ہے بلکہ اس چیز کی وجہ سے ہے جو ان کے سینہ میں ہے۔“ (یعنی ایمان اور یقین)

اور یہ حدیث شریف:

لَوْ تَزَنَ إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ مَعَ إِيمَانِ الثَّقَلَيْنِ لَرَجَّحَ
إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ نَهْرًا

(اگر ابو بکرؓ کے ایمان کا تمام جن و انس کے ایمان کے مقابلہ میں
وزن کیا جائے تو ابو بکرؓ کے ایمان کا پڑا بھاری ہو گا یعنی باستثنائے
ایمان انبیاء علیہم السلام

اور حضرت ابو بکرؓ کے فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک روز
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ نے دریافت کیا کہ:

”آپؐ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟“ ----- آپؐ
نے فرمایا:

”عائشہؓ“ ----- صحابہؓ نے عرض کیا:

”مردوں میں سے کون؟“ ----- آپؐ نے فرمایا:

”اُس کا باپ“ -----

نبرا:۔ اس حدیث کو بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت عمرؓ سے موقوفاً ”بدیں الفاظ نقل کیا ہے: لَوْ وَزَنَ
إِيمَانُ أَبِي بَكْرٍ بِإِيمَانِ أَهْلِ الْأَرْضِ لَرَجَّحَ بِهِمْ“ اور حکیم ترمذی نے بھی فضائل الصحابہؓ میں اس کو نقل
کیا ہے۔

اس حدیث کو امام مسلمؒ اور امام بخاریؒ نے بروایت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

”مسجد میں بجز ابوبکرؓ کے کسی کا دریچہ باقی مت رکھو“

--- نمبر ۱

ترمذی شریف میں روایت ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ:

”میری امت میں سب سے مہربان میری امت پر ابوبکرؓ ہے“ اور جس کسی پر میں نے اسلام کو پیش کیا وہ فکر میں سرگرداں ہو گیا سوائے ابوبکرؓ کے“ اور جب کہ حضرت ابوبکرؓ صدیق اپنا تمام مال آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا: اپنے گھر والوں کے واسطے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟“ تو بے تکلف عرض کیا: ”اللہ اور اس کے رسول علیہ السلام کو۔“ نمبر ۲

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

”میں نے ایک روز جبل امین سے دریافت کیا کہ کیا میری امت سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا؟ کہا کہ ہاں! سوائے ابوبکرؓ کے سب سے لیا جائے گا۔ ابوبکرؓ سے کہا جائے گا کہ بے حساب جنت میں جاؤ۔“ وہ جواب دیں گے کہ میں اپنے دوستوں کو ہمراہ لیے بغیر جنت میں نہ جاؤں گا۔ رب العزت جل شانہ کا ارشاد ہو گا کہ اپنے دوستوں کو بھی جنت میں لے جاؤ کہ میں نے تیری ولادت کے روز یہ وعدہ کر لیا تھا اور اسی دن بہشت کو حکم دے دیا تھا کہ اے بہشت جو کوئی ابوبکرؓ کا دوست ہو گا۔ وہ تجھ میں ضرور داخل ہو گا۔“

نمبر ۱: اس حدیث کو امامین نے ابو یوسف خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

نمبر ۲۔ اس حدیث کو ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَا نَفَعَنِي مَالٌ أَحَدٍ كَمَا لَأَبِي بَكْرٍ فَلَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا
 خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَأَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا نَبْرًا
 (مجھ کو کسی کے مال نے ابو بکرؓ کے مال کی طرح نفع نہیں دیا ہے اور
 اگر میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو
 بناتا۔“

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا لِأَحَدٍ عِنْدَنَا إِلَّا كَأَفِينَا مَا خَلَا أَبِي بَكْرٍ فَإِنَّ لَهُ
 عِنْدَنَا بِدَلِيلٍ كَأَفِيهِ اللَّهُ نَبْرًا
 (کسی شخص کا مجھ پر احسان باقی نہیں ہے جس کا میں نے معاوضہ ادا
 نہ کر دیا ہو سوائے ابو بکرؓ کے کہ اس کا مجھ پر ایسا احسان ہے جس کا
 معاوضہ اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔)

منقول ہے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تحت خلافت پر متمکن ہوئے
 اور مہاجرین و انصار میں سے سب سربر آور وہ صحابہ کرامؓ نے اپنی رضا و رغبت سے
 آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بالفرض اگر
 لوگ مجھ کو مجبور کرنے کی غرض سے گرفتار کر لیتے اور بصورت انکار گردن مارنے تک
 تیار ہو جاتے تو میں اس کو بخوشی پسند کر لیتا مگر یہ بات مجھے ہرگز منظور نہ ہوتی کہ میں ایسی
 قوم میں امیر بنایا جاؤں جس میں ابو بکرؓ موجود ہوں۔
 امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ:

”اے ابو بکرؓ! تم کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کے
 کاموں میں آگے رکھا اپنی موجودگی میں نمازوں میں امام بنایا اور

نمبر ۱۔ اس حدیث کو بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ احمدؒ نے اپنے مسند میں نقل کیا ہے۔
 نمبر ۲۔ ترمذی نے یہ حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

تمہاری اقتداء کی ہم بھی آپ کو دین و دنیا کے کاموں میں آگے
رکھیں گے پس آپ اپنا ہاتھ دیجئے تاکہ میں بیعت کروں۔“

آپ کی عظمت شان کمال یقین اور پختگی ایمان کی وجہ سے صحابہ کرام میں کسی قسم
کا اختلاف پیدا نہ ہوا آپ نے دین کے مخالفوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا۔ آپ کی خلافت
کے زمانہ میں اسلامی لشکر ممالک شام و عراق وغیرہ کی تسخیر میں مصروف رہے جس قدر
صدقہ، خیرات اور جزیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بیت المال میں وصول
ہوتا تھا۔ آپ کے عہد میں بھی برابر وصول ہوتا رہا اور کسی کو زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی سے
انکار کی جرات نہ ہوئی مسلماً کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور اسود غسانی خدائی کا
مدعی تھا دونوں نے بہت بڑے فتنے برپا کیے تھے یہاں تک کہ ستر اسی ہزار کے قریب
دنوی حرم کے بندے ان کے دام تزویر میں پھنس گئے تھے مگر آپ کی تیغ باطل شکن
نے یہ فتنے فرد کر دیے اور قیامت تک امت مسلمہ کے لیے یہ مثال قائم کر دی کہ حضور
خاتم النبیین کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

زہری نے روایت کی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے ہاتھ پر
بیعت کر لی تو آپ منبر پر چڑھے اور خطبہ پڑھا:

وَاللّٰهُ مَا كُنْتُ حَرِيصًا عَلٰى الْاِمَارَةِ يَوْمَ مَا وَّلِيْلَةٌ قَطُّ
وَلَا كُنْتُ فِيْهَا رَاغِبًا وَلَا سَالْتَهَا اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ سِرًا وَّ
عَلَانِيَةً وَمَالِيْ فِي الْاِمَارَةِ مِنْ رَّاحَةٍ“

”(تم ہے خدا کی، میں نے کبھی امارت کے لیے حرص نہیں کی اور
دن میں یا رات میں اس کا خیال بھی نہیں گزرا اور نہ کبھی پوشیدہ
یا ظاہر اللہ تعالیٰ سے اس کی درخواست کی کیونکہ اس امارت میں
مجھے کوئی راحت نہیں ہے)“

یہاں تک تو ان امور کا مختصراً ذکر آیا جن کے باعث حضرت صدیق اکبر حضور رسالت
مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے کھل اتباع عشق و محبت اور اخلاص و وفا کے مظہر بنے۔

وصال کے بعد آپ کی آخری آرامگاہ حضور رسالت مآب صلی اللہ

علیہ وسلم کے پہلو میں حجرہ اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں بنی اور حبیب اپنے حبیب کے پاس پہنچ گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی وفات سے چند ساعات پہلے اپنی صاحبزادی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں کتنے کپڑے تھے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کس دن ہوئی؟ یہ پوچھنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی آرزو تھی کہ کفن اور یوم وفات میں بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موافقت نصیب ہو۔ اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ شوق اور جذبہ اللہ اللہ!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ: نمبراً
 ”جب حضرت ابوبکرؓ نے وفات پائی تو بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم
 اجمعین نے کہا کہ ہم آپ کو شہداء میں دفن کریں گے اور بقیع
 میں لے جائیں گے میں نے کہا کہ اپنے حجرہ میں اپنے حبیب کے
 پاس دفن کروں گی۔ ہم اسی اختلاف میں تھے کہ نیند کا مجھ پر غلبہ
 ہوا۔ میں نے سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے **صَمَّوَالْحَبِيبِ السَّى**
الْحَبِيبِ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔ میں بیدار ہو گئی
 تو معلوم ہوا کہ سب لوگوں نے اس آواز کو سن لیا یہاں تک کہ
 مسجد میں بھی لوگوں نے سنا۔“

نمبراً۔ اس حدیث کو کتاب صفوة میں حضرت عائشہ سے اور امام سیوطی نے اس کا خلاصہ تاریخ الخلفاء میں نقل کیا ہے۔

شواہد النبوة میں منقول ہے کہ :

”حضرت صدیق اکبرؓ نے وصال کے وقت وصیت فرمائی تھی کہ ان کے تابوت کو حجرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لے جائیں اور عرض کریں السلام علیک یا رسول اللہ اے خدا کے رسول! یہ ابو بکر ہے آپ کے آستانہ پر آیا ہے اگر یہ بات دربار رسالت میں مقبول ہو گئی تو دروازہ کھل جائے گا پھر مجھ کو وہیں رکھنا اگر دروازہ نہ کھلا تو بقیع میں لے جانا راوی کہتا ہے کہ ہم نے حضرت ابو بکرؓ کی وصیت کے مطابق عمل کیا ابھی یہ بات ختم نہ ہونے پائی تھی کہ دروازہ کھل گیا اور ہمارے کانوں میں یہ آواز آئی کہ صیبؓ کو صیب کے پاس لے آؤ۔“

ارشادات عالیہ

آخر میں تبرکاً حضرت ابو بکرؓ کے ارشادات کا مختصر بیان ضروری ہے تفصیل کے لیے آپ کی سیرت پاک پر علیحدہ کتابیں موجود ہیں جن کے مطالعہ سے قلب و روح کو تسکین حاصل ہو سکتی ہے آپ کا ارشاد ہے :

- ۱- چار چیزوں کی تکمیل کے لیے چار چیزیں ضروری ہیں :
- ۱- نماز کی تکمیل سجدہ سو سے ----
- ۲- روزہ کی تکمیل صدقہ فطر سے ----
- ۳- حج کی تکمیل نذیہ سے ----
- ۴- اور --- ایمان کی تکمیل جہاد فی سبیل اللہ سے ہوتی ہے۔

۲- آپ نے فرمایا، تین چیزوں سے تین چیزیں حاصل نہیں ہو سکتیں :

- ۱- آرزو کرنے سے مالداری

۲- خضاب لگانے سے جوانی

۳- دوائی استعمال کر لینے سے تندرستی

۳- آپ نے فرمایا:

۱- جو آدمی بغیر توشہ (یعنی نیک اعمال) کے قبر میں چلا گیا اس کی مثال ایسی ہے کہ دریا کا سفر بغیر کشتی کے کیا (ظاہر ہے کشتی کے بغیر پانی میں جانے والا ڈوب مرے گا)

۳- فرمایا: پانچ تاریکیاں ہیں اور ان کو دور کرنے کے لیے پانچ روشن چراغ ہیں:

۱- دنیا کی محبت تاریکی ہے اس سے نجات کے لیے پرہیزگاری کا چراغ روشن ہونا چاہئے۔

۲- قبر کی تاریکی گمراہی ہے اسے روشن کرنے کے لیے کلمہ توحید لا اِلهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ کا چراغ چاہیے

۳- آخرت کی زندگی تاریکی ہے اگر نیک اعمال کا چراغ نہ ہو۔

۴- پل صراط تاریکی ہے اگر یقین کا چراغ نہ ہو

۵- گناہ تاریکی ہے اور توبہ اس کا چراغ ہے اسی روشنی سے یہ تاریکی دور ہوگی۔

۵- آپ نے فرمایا عبادت کرنے والے تین قسم کے ہیں:

الف- جو ڈر کر عبادت کرتے ہیں۔ ان کی شناخت یہ ہے کہ:

۱- اپنے آپ کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں۔

۲- اپنی نیکیوں کو کم جانتے ہیں۔

۳- اپنے گناہوں کو زیادہ جانتے ہیں۔

(ب) جو جنت کی امید پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کی شناخت یہ ہے

کہ:

- ۱- دنیا کے مال میں سے بہت زیادہ سخاوت کرتے ہیں۔
- ۲- اللہ تعالیٰ کی طرف سب سے زیادہ رجوع کرنے والے ہوتے ہیں۔
- ۳- اچھے کاموں میں قوم کے پیشوا ہوتے ہیں۔

(ج) جو محبت کے سبب اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کی شناخت یہ ہے

کہ:

- ۱- اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنی پیاری سے پیاری چیز خدا کے نام پر بلا توقف دے دیتے ہیں۔
- ۲- رضائے الہی حاصل کرنے کے لیے اپنی خواہشات کے خلاف عمل کرتے ہیں۔
- ۳- اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کے پابند ہوتے ہیں۔

امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”میں مدینہ طیبہ میں بوڑھوں محتاجوں اور مسکینوں کی امداد کے خیال سے جاتا تھا تو ان کی سب حاجات کا انتظام موجود پاتا تھا مجھ کو یہ معلوم کرنے کی خواہش ہوئی کہ وہ کون ہے جو ان لوگوں کے تمام کام پہلے ہی کر جاتا ہے۔ تلاش و جستجو کے بعد معلوم ہوا کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔“

جس وقت کوئی شخص آپ کی تعریف کرتا تو آپ فرماتے:

”خدا یا! میرے نفس کا تو عالم ہے اور ان لوگوں کی نسبت میں اپنے نفس کا زیادہ عالم ہوں اے اللہ! مجھے ان کے گمان سے زیادہ بہتر بنا دے میری ان باتوں کو بخش دے جن کا ان کو علم نہیں ہے اور جو کچھ یہ کہتے ہیں مجھ سے اس کا مواخذہ نہ کر۔“

خداوند کریم ہمیں خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشادات عالیہ پر عمل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے آفتاب رسالت سے جو نور حاصل کیا اس سے تمام عالم منور ہو گیا، اس کی ضیاء سے ہزاروں شمعیں روشن ہوئیں اور ان کی روشنی اقصائے عالم میں پھیل گئی۔ آپ کے فیضان صحبت سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے ممتاز صحابی کا سینہ پاک اس نسبت لطیف کا حامل ہوا سالہا سال تک ہر طرف علم و عرفان کی بارش ہوتی رہی۔ رحمت کی گھٹائیں جھوم جھوم کراٹھتی رہیں اور تشنگان معرفت الہی کو سیراب کرتی رہیں۔ شام عراق، فارس، اور ماوراء النہر، بلخ، بخارا، تاشقند، سمرقند اور وسط ایشیا کے علاقوں میں یہ روشنی پھیلتی چلی گئی حضرت خواجہ بایزید بسطامی، خواجہ ابوالحسن خرقانی، خواجہ عبدالخالق عجدوانی، خواجہ علی رامیتنی، حضرت بابا ساسی، حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ سے ہوتی ہوئی آٹھویں صدی ہجری میں یہ نسبت عالیہ امام الطریقت والشریعت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ تک پہنچ گئی۔ حضورؐ کی توجہ کا یہ عالم تھا کہ جس شخص پر نگاہ پڑتی اس کی لوح دل پر نقش ”اللہ“ ثبت ہو جاتا اور ہر بن موسیٰ ذکر حق جاری ہو جاتا یہیں سے اس نسبت لطیف کو نسبت نقشبندیہ کا عرف عام مل گیا۔

حضرت سلمان فارسیؓ

آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں۔ آپ کا تعلق اصفہان کے ایک مجوسی خاندان سے تھا آپ نے مجوسی مذہب سے بیزار ہو کر پہلے یہودی مذہب اختیار کیا اور بعد میں عیسائیت قبول کی۔ عیسائی راہب نے مرتے وقت آپ کو نبی آخر الزمانؐ کی بشارت دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں سکونت پذیر ہوں گے چنانچہ آپ مدینہ منورہ کی طرف عازم سفر ہوئے راستہ میں ایک شخص نے آپ کو غلام بنا لیا اور مدینہ شریف کے ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے اسلام قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے یہودی آقا کو قیمت ادا کر کے آپ کو آزاد کرا لیا اور اس کے بعد آپ اصحاب صفہ میں شامل ہو کر ہمیشہ آپ کے پاس رہے۔ اور صحابہ کرامؓ میں ایک بڑا مقام حاصل کیا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا ”سلمان منا اہل البیت“ (سلمان میرے اہل بیت میں سے ہے۔) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو مدائن کا گورنر بنا دیا جہاں آپ نے حضرت عثمان غنیؓ کے زمانہ خلافت میں وفات پائی۔ آپ نے بہت لمبی عمر پائی حضرت صدیق اکبرؓ کے بعد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ آپ سے جاری و ساری ہوا۔ آپ کا روضہ مبارک مدائن میں مرجع خلافت ہے۔

حضرت امام قاسم بن محمد بن ابوبکرؒ

آپ نے جدا امجد کی نعمت ہائے نسبت سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت سلمان فارسیؓ سے حاصل کی۔ آپ کی پرورش آپ کی پھوپھی صاحبہ حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ نے کی آپ حضرت امام زین العابدینؓ کے خالہ زاد بھائی تھے اور آپ کی صحبت کی وجہ سے حضرت مولا علی مشکل کشا شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی نسبت بھی حاصل تھی۔ آپ کبار تابعین میں سے تھے اور مدینہ منورہ میں آپ کو علم و عمل فقہ و حدیث تفسیر اور دیگر علوم میں ایک منفرد مقام حاصل تھا حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں خلافت ان کے سپرد کر دیتا۔ آپ نے ستر سال کی عمر میں ۱۰۶ یا ۱۰۷ سن ہجری میں وفات پائی۔ آپ کا روضہ پاک مدائن میں واقع ہے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ

آپ کا نام نامی جعفر صادق اور کنیت ابو محمد ہے۔ آپ نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی تعلیم اپنے نانا جان جناب حضرت امام قاسمؑ سے حاصل کی جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی نسبت اپنے والد ماجد جناب امام زین العابدینؑ سے حاصل کی چنانچہ مکتوبات میں امام ربانی مجدد الف ثانیؒ آپ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

آپ کی یہ اولیٰ للعلم شان تھی کہ آپ نے نسبت عالیہ نقشبندیہ اور نسبت عالیہ جناب حضرت علی کرم اللہ وجہہ دونوں کو احسن طریقے سے سنبھالا ہوا تھا اور جو کسی نسبت کی خواہش کرتا آپ اس کو اسی نسبت میں بیعت فرماتے آپ کی شان کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ جیسی اولیٰ للعلم ہستیاں آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں۔ آپ سادات اہل بیت میں سے تھے آپ کی امامت و سیادت پر سب کا اتفاق ہے آپ زحد و تقویٰ میں کامل تھے۔ آپ پہلے مدینہ منورہ میں لوگوں کو اپنے فیوض و برکات سے مستفیض فرماتے رہے بعد میں عراق تشریف لے گئے اور وہاں مدت تک قیام فرمایا۔

ایک مرتبہ خلیفہ منصور نے کہا کہ امام جعفر صادق کو میرے حضور پیش کرو تاکہ میں ان کو قتل کروں۔ وزیر بہانہ بسیار کے باوجود مجبوراً آپ کو دربار میں لے آیا۔ بادشاہ نے غلاموں کو حکم دے رکھا تھا کہ جب امام تشریف لائیں تو میں اپنا سر کا تاج اتاروں گا تو تم فوراً امام کو قتل کر دینا لیکن جب آپ تشریف لائے تو خلیفہ آپ کی بیعت و رعب سے آپ کے استقبال کے لیے خود کھڑا ہو گیا اور آپ کو صدر مقام پر بٹھانے کے بعد خود مودب ہو کر آپ کے روبرو بیٹھ گیا اور آپ سے آپ کی حاجات اور ضروریات کے متعلق دریافت کرنے لگا آپ نے فرمایا کہ میری سب سے بڑی حاجت و ضرورت یہ ہے کہ مجھے آئندہ کبھی دربار میں طلب نہ کیا جائے تاکہ میری عبادت و ریاضت میں خلل واقع نہ ہو چنانچہ منصور نے وعدہ کر کے آپ کو بڑے عزت و احترام کے ساتھ روانہ کیا لیکن آپ کے رعب و دبدبہ کا اتنا اثر ہوا کہ خلیفہ منصور تین یوم بے ہوش رہا۔ ہوش میں آنے کے بعد معاہدہ حسین نے معلوم کیا تو خلیفہ نے بتایا کہ جس وقت امام صاحب تشریف لائے تو ان کے ساتھ اتنا بڑا اثر ہوا تھا جو اپنے جبروں میں مجھے اپنے تخت سمیت

لے سکتا تھا اور وہ اپنی زبان میں مجھ سے یہ کہہ بھی رہا تھا کہ اگر تو نے ذرا سی گستاخی کی تو تجھ کو تیرے تخت سمیت نکل جاؤں گا چنانچہ اس کی دہشت مجھ پر طاری ہو گئی اور میں نے امام سے معافی طلب کر لی۔

آپ اتنے حلیم الطبع تھے کہ ایک شخص نے جو آپ کو نہ جانتا تھا آپ پر الزام لگایا کہ اس کی دینار والی تھیلی آپ نے لی ہے آپ اس کو اپنے گھر لے گئے اور اس سے پوچھا کہ تھیلی میں کتنے دینار تھے اس نے بتایا کہ دو ہزار دینار تھے آپ نے گن کر دو ہزار دینار عنایت فرما دیئے۔ بعد میں اس شخص کی تھیلی مل گئی تو وہ شرمندہ ہو کر آپ کے دینار واپس کرنے آیا تو آپ نے یہ کہہ کر دینار واپس لینے سے انکار کر دیا کہ ہم دے کر واپس نہیں لیا کرتے۔ اس شخص کو جب آپ کے بارے میں معلوم ہوا تو اسے بہت شرمندگی ہوئی اور معافی کا طلب گار ہوا۔

آپ روحانیت کے سمندر بے کراں تھے حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ اپنی کتاب موسوم ”تذکرہ اولیاء“ میں رقم طراز ہیں ”آپ کے مناقب اور کرامات کے متعلق جو کچھ بھی تحریر کیا جائے بہت کم ہے۔ آپ امت محمدیؐ کے لئے صرف بادشاہ اور حجت نبوی کے لیے روشن دلیل ہی نہیں بلکہ صدق و تحقیق پر عمل پیرا اولیائے کرام کے باغ کا پھل آل علی نبیوں کے سردار کے جگر گوشہ اور صحیح معنوں میں وارث نبی ہیں“ آپ کا مزار مبارک مدینہ منورہ سعودی عرب میں واقع ہے۔

حضرت بایزید بسطامیؒ

آپ کے دادا آتش پرست تھے جبکہ آپ کے والد بزرگوار کا شمار بسطام کے عظیم بزرگوں میں ہوتا تھا۔ حضرت بایزیدؒ مادر زاد ولی تھے اور آپ کی کرامات کا ظہور شکم مادر میں ہی ہونے لگا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جس وقت بایزیدؒ میرے شکم میں تھا تو اگر کوئی مشتبہ ”غذا“ میرے شکم میں چلی جاتی تو اس قدر بے چینی ہوتی کہ مجھے انگلی ڈال کرتے کر کے نکالنی پڑتی۔ جب آپ کتب میں داخل ہوئے اور آپ نے سورۃ لقمان کی یہ آیت پڑھی : **أَنْ شَكَرْتُ لِيْ وَلِيَ الْوَالِدِيْكَ** یعنی ”میرا شکر کر اور اپنے والدین کا بھی“ آپ نے اپنا سبق وہیں موقوف کیا اور اپنی والدہ کے پاس آکر عرض کی کہ مجھ سے دو ہستیوں کا شکر ادا نہیں ہو سکتا لہذا آپ مجھے خدا سے طلب کر لیں تاکہ میں آپ کا شکر یہ ادا کرتا رہوں یا پھر خدا کے سپرد کر دیں تاکہ اس کے شکر میں مشغول رہ سکوں آپ کی والدہ نے فرمایا کہ میں اپنے حق سے دستبردار ہو کر تجھے اللہ کے سپرد کرتی ہوں چنانچہ اس کے بعد آپ شام کی طرف صحراؤں و میدانوں میں نکل گئے اور ریاضت شاگہ اور ذکر و فکر میں مشغول ہو گئے آپ نے ستر بزرگوں سے فیض حاصل کیا جن میں حضرت امام جعفر صادقؑ شامل تھے۔ ایک مرتبہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ بایزید فلاں طاق میں جو کتاب رکھی ہے وہ اٹھا کر لے آؤ آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ طاق کدھر ہے حضرت امام جعفرؑ نے فرمایا کہ اتنا عرصہ رہنے کے بعد بھی تم نے طاق نہیں دیکھا آپ نے فرمایا کہ طاق تو کجا آپ کے روبرو تو کبھی میں نے سر بھی نہیں اٹھایا۔ اس وقت امام جعفرؑ نے فرمایا کہ اب تم کھل ہو چکے ہو بسطام چلے جاؤ۔

آپ سفر حج پر روانہ ہوئے تو چند قدم کے بعد نفل ادا کرتے اور آگے بڑھتے اور اس طرح آپ بسطام سے بارہ سال میں مکہ مکرمہ پہنچے اور مدینہ منورہ تشریف نہ لے گئے اور فرمایا کہ یہ کوئی معقول بات نہیں کہ حج کے طفیل میں مدینہ منورہ جاؤں اور آپ اگلے سال مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے آپ کو پیغام بھجوایا کہ تم رات کو سکون اور چین کی نیند لے کر اہل قافلہ سے پیچھے رہ جاتے ہو تو آپ نے جواب دیا کہ پوری رات سکون کی نیند لینے کے بعد اہل قافلہ سے پھڑک کر جو پہلے منزل پر

پہنچ جائے وہی کامل ہوتا ہے یہ جواب سن کر حضرت ذوالنون مصریؒ نے فرمایا یہ مرتبہ اللہ انہیں مبارک فرمائے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے بارہ سال تک نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدے کی آگ سے تپایا اور ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا جس کے بعد میرا نفس آئینہ بن گیا پھر پانچ سال مختلف عبادات سے اس پر قلعی چڑھاتا رہا پھر ایک سال تک اس کو بغور دیکھا تو اس میں تکبر و خود پسندی کا مادہ موجود پایا چنانچہ پھر پانچ سال تک سعی بسیار کے بعد اس کو مسلمان بنایا اور جب اس میں خلایق کا نظارہ کیا تو سب کو مردہ پایا اور نماز جنازہ پڑھ کر ان سے اس طرح کنارہ کش ہو گیا جس طرح لوگ نماز جنازہ پڑھ کر قیامت تک کے لئے مردہ سے جدا ہو جاتے ہیں پھر اس کے بعد مجھے خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا مرتبہ حاصل ہوا۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ کا قول ہے کہ حضرت بایزیدؒ کو اولیاء میں وہ مقام حاصل ہے جس طرح حضرت جبرائیل کو ملائکہ میں۔ حضرت امام جعفر صادقؑ کے بعد سلسلہ نقشبندیہ کا بیڑا آپ نے اٹھایا اور مخلوق خدا کی رہنمائی فرما کر اس کو بڑی کامیابی سے نبھایا۔ آپ کا مزار مبارک بسطام میں مرجع خلایق ہے۔

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ

آپ خرقان کے رہنے والے تھے روایت ہے کہ آپ کی پیدائش سے پہلے حضرت بایزید بسطامیؒ جب خرقان سے گزرتے تو اس طرح سانس کھینچتے جیسے کوئی خوشبو سونگھنے کے لیے کھینچتا ہے آپ فرماتے کہ مجھے سر زمین خرقان سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے جس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے اور مجھ سے مرتبہ میں تین گنا ہوگا کیونکہ اس میں تین خصوصیات مجھ سے زیادہ ہوں گی اور وہ یہ ہیں:

اس پر ایک تو بار عیال ہوگا۔ دوسرا کھیتی باڑی کرے گا اور تیسرے درخت لگایا کرے گا حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ ابتداء میں بارہ سال تک عشاء کی نماز خرقان میں پڑھ کر حضرت بایزید بسطامیؒ کے مزار پر انوار پر تشریف لے جاتے اور وہاں جا کر التجا کرتے کہ الہی جو خلعت تو نے بایزید کو عطا کی ہے اس میں سے ابوالحسن کو بھی عطا کر۔ پس واپس آتے اور عشاء ہی کے وضو سے صبح کی نماز باجماعت ادا فرماتے۔ واپس آتے ہوئے اپنی پیٹھ کبھی بایزید بسطامیؒ کے مزار کی طرف نہ کی۔ بارہ سال کے بعد حضرت بایزیدؒ کے مزار مبارک سے آواز آئی اے ابوالحسن جو تم نے حق سے مانگا تھا تمہیں مل چکا ہے اب تم خرقان میں بیٹھ کر مخلوق خدا کی رہنمائی کرو۔

ایک دن شیخ ابوالعباسؒ اور حضرت ابوالحسنؒ ایک جگہ بیٹھے تھے شیخ ابوالعباسؒ کے سامنے پانی سے بھرا ایک برتن پڑا تھا حضرت نے اس میں ہاتھ ڈالا اور ایک زندہ مچھلی اس میں سے نکالی حضرت ابوالحسنؒ کے نزدیک ایک نور گرم تھا آپ نے نور میں ہاتھ ڈالا اور ایک زندہ مچھلی باہر نکالی اور فرمایا پانی سے زندہ مچھلی نکالنا آسان ہے آگ سے مچھلی نکالنا چاہیے۔

ایک دفعہ سلطان محمود غزنویؒ نے اپنے غلام ایاز کا لباس خود پہنا اور اپنا لباس ایاز کو پہنا دیا اور خود غلاموں کی طرح اس کے ساتھ ہو لیا کچھ کینروں کو بھی مردانہ لباس پہنا کر ہمراہ لیا اور سب حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ایاز جو کہ سلطان کے بھیس میں تھا اس نے آپ کو سلام کیا آپ نے جواب دیا لیکن اس پر کوئی خاص توجہ نہ کی سلطان (جو کہ ایاز کے بھیس میں تھا) نے فرمایا بادشاہ اسلام آپ کے

پاس آیا ہے لیکن آپ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے نہیں ہوئے شیخ نے فرمایا کہ سلطان کون سا ہے۔ سلطان نے ایاز کی طرف اشارہ کیا تو آپ مسکرا دیئے اور فرمایا کہ تم نے غلاموں کا لباس پہن رکھا ہے اور یہ کہہ کر سلطان کا ہاتھ پکڑ لیا اپنے سامنے بیٹھایا اور فرمایا کہ ان نامحرم عورتوں کو باہر بھیج دو جنہیں تم مردانہ لباس پہنا کر اپنے ساتھ لائے ہو سلطان نے سب کو باہر بھیج دیا تو آپ نے سلطان کو کچھ نصیحتیں فرمائیں اور جاتے ہوئے آپ نے اپنے بدن سے قمیص اتار کر سلطان کو تہ کا "عنایت فرمائی اسی سال سلطان کو ہندوستان فتح کرنے کی مہم پر جانا پڑا۔ سومنات کے مقام پر ایک بہت بڑی جنگ ہوئی سلطان کے مقابلہ پر ہندوستان کے بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اکٹھے تھے کیونکہ سومنات ان کا ایک بڑا مقدس مقام تھا اس لشکر جرار کے مقابلہ میں سلطان کی فوج بہت قلیل تھی لڑائی شروع ہوئی اور بہت زور کارن پڑا قریب تھا کہ سلطان کو شکست ہو جاتی سلطان اپنے گھوڑے سے اترا اور ایک طرف ہو کر حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کا عنایت کردہ کرتہ مبارک کو وسیلہ بنا کر فتح کی دعا کی چنانچہ اسی وقت دشمن آپس میں الجھ پڑے اور اپنے ہی ایک لشکر کو سلطان کا لشکر سمجھ کر اس پر حملہ آور ہوئے اور ہزاروں دشمن اپنے ہی ساتھیوں کے ہاتھوں مارے گئے اور باقی ماندہ بھاگ گئے۔ اور سلطان کو جنگ میں فتح نصیب ہوئی۔ اسی رات سلطان نے خواب میں حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ کو دیکھا فرماتے ہیں اے سلطان تو نے میرے خرقہ کی توہین کی اگر تو اس وقت دعا کرتا کہ تمام اہل ہند دائرہ اسلام میں داخل ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ یہ دعا بھی قبول فرماتا سلطان بیدار ہوا تو بہت پچھتا یا لیکن اب پچھتانا بے سود تھا۔

جب شیخ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ میری قبر میں گزر گہری کھودی جائے کیونکہ بسطام اس سطح زمین سے بہت نیچے ہے اور یہ خلاف ادب ہوگا کہ میرا جسم حضرت بایزید بسطامیؒ سے اونچا ہو۔

آپ اپنے وقت کے غوث اور قطب تھے بلکہ سلطان المشائخ اور قطب الاقطاب تھے۔ طریقت میں آپ کی نسبت حضرت شیخ بایزید بسطامیؒ کی روحانیت سے متعلق تھی۔ آپ کے چند فرمودات نقل کئے جاتے ہیں۔

فرمایا جو دل اللہ تعالیٰ کے درد میں مبتلا ہو وہ دل تو بہت ہی مبارک دل ہے اس

لئے کہ اس درد کی شفاء بھی اللہ تعالیٰ ہے فرمایا جو انمردی ایک ایسا دریا ہے کہ تین چشمے اس سے جاری ہیں ایک سخاوت، دوسرا خلق خدا پر شفقت تیسرا خلق سے بے پروائی اور خالق سے پروائی اور آشنائی۔

فرمایا جب تو نیکیوں کا ذکر کرتا ہے تو اس وقت ایک سفید نورانی ابر آتا ہے اور نیکیوں کے ذکر کرنے والوں پر اس نورانی ابر سے رحمت برستی ہے اور جب اللہ عزوجل کا ذکر کرتا ہے تو ایک ہرا ابر چڑھ کر آتا ہے اور اللہ کے ذکر کرنے والے پر اس ہرے ابر سے عشق برستا ہے اور ذاکر کا دل اور دل کی کھیتی ہری بھری ہو جاتی ہے آپ کا مزار بسطام میں واقع ہے۔

حضرت شیخ ابو علی فارمدیؒ

آپ کا اسم گرامی فضیل بن محمد ہے۔ طوس کے مضافات کے ایک گاؤں ”فارمدیہ“ کے رہنے والے تھے۔ آپ کی نسبت طریقت حضرت شیخ المشائخ حضرت ابو الحسن خرقانیؒ سے تھی اور شیخ ابو القاسم گورگانی طوسی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نسبت تھی۔ جوانی میں آپ شیخ ابو سعید ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے جمال کے عاشق ہو گئے فرماتے ہیں کہ ایک دن میں ان کے پاس گیا تو محفل سماع تھی میں چھپ کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ شیخ ابو سعیدؒ پر جب خاص کیفیت طاری ہوئی اور وجد آیا تو کپڑے پھاڑ لئے جب وجد کی کیفیت سے باہر آئے تو مرید آپ کے لباس کے گلڑے تبرک کے طور پر لینے لگے شیخ ابو سعیدؒ نے اپنے لباس کی آستین اور ایک دمچی اپنے ہاتھ میں پکڑی اور آواز دی ”اے ابو علی طوسی کہاں ہو“ آپ کے دو تین مرتبہ آواز دینے پر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے یہ دونوں چیزیں آستین و تمبرز مجھے عنایت فرمائیں اور فرمایا کہ تم ہمارے نزدیک اس آستین و تمبرز کی مانند ہو فوراً میرے قلب میں روشنی ظاہر ہوئی اور روز بروز اس میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا اور کیفیتیں طاری ہونے لگیں اس کے بعد آپ تحصیل علم میں تین سال مصروف رہے ایک دن آپ نے قلم ودوات میں ڈالی تو قلم سفید باہر نکلی۔ آپ نے اپنے استاد سے ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ چونکہ قلم نے تمہیں چھوڑ دیا ہے تم بھی اسے چھوڑ دو اور دوسرے کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ ایک دن آپ کے استاد حضرت ابو القاسم نما رہے تھے کہ آپ نے کتویں سے چند ڈول نکال کر حمام میں ڈالے غسل سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو دریافت کیا کہ پانی کے ڈول حمام میں کس نے ڈالے۔ آپ نے جب اقرار کیا تو حضرت ابو القاسمؒ نے فرمایا کہ میں نے ستر سال میں جو حاصل کیا تو نے پانی کے ایک ڈول سے وہ سب کچھ لے لیا۔ ایک عرصہ تک آپ ان کے پاس ریاضت و مجاہدہ میں مصروف رہے پھر استاد محترم کی اجازت سے حضرت ابو القاسم گورگانیؒ کے پاس آئے اور ان سے فیض پایا مگر دل کی خواہش روز بروز بڑھتی جاتی تھی چنانچہ حضرت ابو الحسن خرقانیؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور بے حد و حساب فیوض و برکات سے مستفیض ہوئے بالاخر آپ اپنے

خالق حقیقی سے جا ملے انا اللہ وانا الیہ راجعون آپ کا سن وفات ۴۷۷ ہجری ہے۔ آپ کا مزار مبارک طوس میں واقع ہے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانیؒ

آپ کا نام یوسف اور کنیت ابو یعقوب ہے۔ آپ کا تعلق ہمدان سے تھا آپ کی نسبت شیخ ابو علی فار۔ مدی رحمتہ اللہ علیہ سے ہے آپ نے شیخ ابو اسحاق شیخ عبد اللہ جوئی اور شیخ احسن سمنانی رحمتہ اللہ علیہم سے فیض صحبت اٹھایا۔ اٹھارہ سال کی عمر میں ہمدان سے بغداد تشریف لائے۔ حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ کی مجلس میں بھی حاضر ہو کر فیض حاصل کیا۔ آپ اولیاء اہل کمال میں سے تھے آپ نے اصفہان، عراق، خراسان، سمرقند اور بخارا کے پیران عظام سے استفادہ کیا اور مخلوق خدا کو اپنا فیض پہنچایا۔ کافی عرصہ ”مرد“ میں رہے اس کے بعد ہرات میں کچھ عرصہ قیام کیا دوبارہ ”مرد“ کا ارادہ کیا لیکن راستہ میں وفات پائی۔ آپ کا سن پیدائش ۴۴۰ یا ۴۴۱ھ جبکہ سن وفات ۵۳۵ یا ۵۳۶ھ ہے آپ کا مزار مبارک مرد میں مرجع خلافت ہے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق نجدوانیؒ

آپ خواجگان نقشبند میں ایک ممتاز مقام رکھتے ہیں آپ کے والد کی نسبت چند واسطوں سے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچتی ہے جبکہ آپ کی والدہ ماجدہ ملائک روم میں سے تھیں۔ روایت ہے کہ جب آپ اپنی والدہ کے بطن مبارک میں تھے تو حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور آپ کے والد کو بیٹے کی بشارت دے کر عبدالخالق نام رکھنے کو کہا ایک دن آپ اپنے باغ کے باہر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ضعیف العمر شخص تشریف لائے خواجہ صاحب نے ان کی بہت عزت و تکریم کی وہ شخص بہت خوش ہوئے اور خواجہ صاحب سے فرمایا کہ میں خضر ہوں اور تمہیں اپنی فرزندگی میں لیتا ہوں نیز آپ کو ذکر خفی کی تعلیم دی خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ میں بیس سال کا تھا کہ خضر علیہ السلام مجھے ماوراالنہر میں خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے اور مجھے ان کے سپرد کر دیا میں نے خواجہ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ سے کمال استفادہ کیا اور اپنے عمل میں وسعت و کشادگی پائی۔ صاحب رشحات لکھتے ہیں خواجہ عبدالخالق ہر روز ایک وقت کی نماز خانہ کعبہ میں پڑھتے تھے اور واپس آجاتے یہ آپ کی سب سے بڑی خرق عادت تھی۔

آپ نے ۵۷۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار نجدوان میں مرجع خلافت ہے۔

حضرت خواجہ عارف ریوگریؒ

آپ خواجہ عبدخالق نجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اعظم تھے۔ تمام عمر اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں رہے اور باطنی فیوض و برکات حاصل کرتے رہے۔ بعد وفات خواجہ نجدوانی رحمۃ اللہ علیہ آپ مسند ارشاد پر فائز ہوئے اور ہدایت خلق میں مصروف ہوئے۔ آپ علم و حلم زہد و تقویٰ ریاضت و متابعت سنت میں ایک اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ آپ کا وصال ۶۱۶ھ میں ریوگر نزد بخارا میں ہوا اور وہیں آپ کا مزار مبارک ہے۔

حضرت خواجہ محمود الخیر فغنویؒ

آپ کا مولد موضع ابخیر فغنی متصل بخارا میں واقع ہے حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ کے عظیم خلیفہ بہترین دوست معتمد خاص اور خلوت و جلوت کے ساتھی تھے۔ آپ نے گلکاری کا کام زندگی بھر اختیار کئے رکھا آپ نے حلال کمائی کے لئے یہ پیشہ اختیار کیا ہوا تھا۔ آپ کو ذکر خفی کی نسبت ذکر جہر سے زیادہ لگاؤ تھا ایک مرتبہ آپ ذکر جہر میں مشغول تھے کہ بخارا کے ایک عظیم عالم خواجہ حافظ الدین آپ کے پاس آئے اور سوال کیا کہ نقشبند تو ذکر خفی کرتے ہیں آپ ذکر جہر میں مشغول ہیں آپ نے فرمایا تاکہ سوئے ہوئے جاگیں۔ غافل آگاہ ہوں اور خواب غفلت سے جاگ کر صبح راستہ پر آجائیں۔ آپ کا انتقال ۱۵۷۵ھ میں ہوا آپ کا مزار مبارک ابخیر فغنوی میں واقع ہے

حضرت خواجہ علی رامیتینی المعروف حضرت عزیزاںؒ

حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ کے کبار خلقاء میں سے تھے خواجہ صاحبؒ نے آپ کو خلافت عطا کی اور اپنے جمع اصحاب بھی تربیت کے لئے آپ کے سپرد کر دئے۔ آپ حضرت خضر علیہ السلام کے کہنے پر حضرت خواجہ محمود الخیرؒ کے مرید ہوئے تھے اور آپ کی تربیت بھی حضرت خضر علیہ السلام نے کی اہل طریقت آپ کو حضرت عزیزاں کہتے ہیں کسی نے آپ سے پوچھا ایمان کس کو کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا توڑنا اور جوڑنا یعنی خلق سے رشتہ توڑنا اور خالق سے جوڑنا۔ آپ نے فرمایا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی صحبت رکھو اور اگر یہ میسر نہ ہو تو ایسے کے ساتھ صحبت رکھو جو اللہ کے ساتھ صحبت رکھتا ہو۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے۔ آپ کا وصال ۲۸۔ ذیقعد ۷۷۱ھ میں ہوا آپ کا مزار مبارک خوارزم علاقہ بخارا میں ہے۔

حضرت خواجہ محمد بابا ساسیؒ

آپ خواجہ عزیزاں را میتینی کے خلیفہ تھے حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آخری وقت آیا تو آپ کو خرقہ خلافت عنایت فرمایا اور تمام اصحاب بھی تربیت کے لیے آپ کے حوالے کر دیئے آپ ہمیشہ استغراق میں رہتے۔ جب آپ کا گزر شہر کوٹک ہندوان پر ہوتا تو آپ فرماتے اس جگہ سے ایک مرد خدا کی بو آتی ہے اور قریب ہے کہ کوٹک ہندوان قصر عارفان بن جائے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے کھانا کھانے کے بعد کچھ نان میرے پاس رکھوا دیئے اور فرمایا اسے سنبھال کر رکھنا آپ ایک جگہ روانہ ہوئے اور ایک تخلص کے مکان پر قیام فرمایا وہ تخلص آپ کے تشریف لانے سے بہت خوش ہوا لیکن وہ پریشانی میں کبھی اندر اور کبھی باہر جاتا حضرت خواجہ نے اس سے پریشانی کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ حضرت دودھ موجود ہے مگر روٹی نہیں ہے۔ حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ روٹی ہمارے پاس موجود ہے اور حضرت خواجہ صاحب کو نان لانے کو کہا۔

آپ کا وصال ۷۷۵ھ میں ہوا۔ آپ کا مزار ساسی میں واقع ہے۔

حضرت سید امیر کلالؒ

آپ حضرت بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء اجل میں سے تھے آپ صحیح النسب سید تھے آپ نے کلالی (برتن سازی) کا پیشہ اختیار کیا تھا آپ مادر زاد ولی تھے آپ کی والدہ ماجدہ فرمایا کرتی تھیں کہ جب آپ میرے شکم مبارک میں تھے اس وقت اگر میں کوئی لقمہ مشتبہ غذا کا کھا لیتی تو مجھ کو درد شکم ہو جاتا اور جب تک تے نہ کر لیتی آرام نہ آتا۔ آپ کو جوانی میں کشتی لڑنے کا بہت شوق تھا ایک مرتبہ آپ کشتی لڑ رہے تھے حضرت بابا ساسی رحمۃ اللہ کا وہاں گزر ہوا باباجی وہاں کھڑے ہو گئے اس دوران سید امیر کلالؒ کی آپ پر نظر پڑی تو آپ ان سے فوراً "متاثر ہو گئے اور کشتی چھوڑ کر آپ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ حضرت بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو خلوت میں طلب فرما کر تلقین طریقہ فرمایا اس کے بعد سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں تیس سال رہے حضرت باباجیؒ کی نظر کرم سے آپ ولایت میں درجہ کمال کو پہنچے۔ آپ کا وصال ۸ جمادی الاول ۷۷۲ھ میں ہوا اور آپ کا مزار قصبہ سوخار میں مرجع خلائق ہے۔

امام الاولیاء حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ

کے احوال و آثار

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی ولادت مبارک آٹھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہوئی۔ آپ کی ولادت کے سلسلہ میں مستند ترین تذکرات میں اس قدر مرقوم ہے کہ حضرت بابا سماسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مریدین کی ایک جماعت کے ساتھ بخارا کے قریب سے گزرے تو آپؒ نے فرمایا اس شہر سے عجیب و غریب قسم کی لطیف خوشبو مشام جان کو معطر کر رہی ہے معلوم ہوتا ہے کہ سلسلہ ولایت کا کوئی عظیم الشان فرد اس سر زمین میں ظہور کرنے والا ہے۔ ایک مدت بعد پھر آپ کا گزر وہیں سے ہوا تو حضرت بابا سماسی رحمۃ اللہ نے فرمایا اس لطیف خوشبو میں اضافہ ہو گیا ہے یقیناً وہ ہستی کہ جس کا ہمیں انتظار تھا اور جس کے نور عرفاں سے چار دانگ عالم منور ہو جائے گا۔ وہ عالم امکان میں جلوہ افروز ہو چکی ہے آپ اس خوشبو کے پیچھے پیچھے بخارا کے گلی کوچوں سے ہوتے ہوئے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کے مولد مبارک پہنچ گئے۔

اس وقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ العزیز کو اس دنیا میں قدم رکھے ہوئے صرف تین دن گزرے تھے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے احوال و آثار اور آپ کے مقام کا صحیح تعین کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ آپ کے ادوار اور صدیوں کا ایک سرسری جائزہ لیا جائے۔ آپ کی ولادت باسعادت سے پہلے وسط ایشیا کا علاقہ منگولوں کی بربریت اور ہولناکیوں سے شعلہ زار بنا ہوا تھا کشت و خون کا بازار گرم تھا۔ اہل اسلام کی تہذیب و ثقافت پاکیزہ اسلامی اقدار سب حس نس ہو چکی تھیں۔ انسانیت چنگیزیوں کی دست برد سے نوحہ کناں تھی۔ جس طرح فطرت الہیہ کا اصول ہے کہ ہر شر انتہا پر پہنچنے کے بعد خیر کے لیے جگہ بنا دیتا ہے اور خزاں کے بعد بہار کا دور دورہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اس تاخت و تاراج اور بربادی و خونریزی کے بعد چمن زار ہست و بود میں حضرت بہاؤ الدین نقشبندؒ کا وجود اقدس ابر بہاراں بن کر آیا جس نے ملت بیضا کے کشت زار کو از سر نو اتباع سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات سے زعفران زار بنا

دیا۔

حضرت خواجہؒ کے دور مبارک میں چنگیزیوں کا ظلم و استبداد ختم ہو چکا تھا۔ خون آشام تلواریں آسودہ نیام ہو چکی تھیں۔ وہ منگول جو انسانوں کے خون کے پیاسے تھے اور قتل و غارت ان کی فطرت ثانیہ تھی۔ انہی کی اولاد آج مسلمان ہو کر سر پر آرائے سلطنت تھی اور حامی دین اور ناصر اسلام بن چکی تھی۔ آپ کے مبارک زمانے میں میراں شاہ بخارا کافرماں روا تھا اور حضرت خواجہؒ کا فقید المثال عقیدہ مند تھا حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ نے اپنے مکتوبات میں میراں شاہ کی ارادتمندی کا ایک واقعہ تحریر فرمایا ہے جو عقیدت و نیاز مندی کے دفتر کا شاہکار ہے صورت واقعہ اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خواجہؒ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا کہ خانقاہ کی دریاں اور چادریں باہر لے جا کر جھاڑ دیں اتفاقاً اس وقت بازار سے میراں شاہ عمائد سلطنت کے ساتھ گزر رہا تھا۔ گردوغبار کو دیکھ کر وہ وہیں رک گیا۔ اعیان مملکت نے مشورہ دیا کہ آپ گردوغبار سے بچنے کے لیے ایک طرف ہو جائیں۔ اس پر میراں شاہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ حضرت نقشبند علیہ الرحمۃ کے آستانہ عالیہ کی چٹائیوں کا گردوغبار میرے جسم پر پڑ جائے اور میری نجات کا موجب بن جائے۔ اس کے انتقال پر حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”میراں شاہ مرد و ایمان بہ سلامت برد“ سبحان اللہ کیا عظیم الشان ہستی تھی کہ جس کے آستانہ پاک کی خاک پاک بھی نجات ابدی اور رضائے الہی کے حصول کا ذریعہ بن گئی۔

حضرت خواجہؒ کی تعلیمات اور اسرار و معارف ایک بحرناپیداکنار ہے۔ آپ کے جملہ اسرار کا طرہ امتیاز احکام خداوندی کی اتباع، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی پیروی اور بدعات سے اجتناب ہے۔ حضرت خواجہؒ کے نزدیک تمام عبادت و ریاضت کا مقصود رضائے الہی ہے۔ آپ کے نزدیک انوار و تجلیات الہیہ محمود ہیں مقصود نہیں، آپ کا ایک ارشاد گرامی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے اور جس کے بارے میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا کہ حضرت نقشبند علیہ الرحمۃ کے ایک جملے کے باعث ان کا مرید ہو گیا ہوں وہ ارشاد یہ ہے :

”معرفت حق بر بہاؤ الدین حرام است اگر ابتدائے ادا نہتائے بایزید نہ باشد“

خود حضرت امام ربانیؒ نے اس ارشاد کی توضیح حیرت انگیز انداز سے کی ہے فرماتے ہیں کہ

”حضرت بایزید .سغایٰؒ فنا کے آخری مقامات تک انوار و تجلیات میں سرگرم و سرشار رہے لیکن حضرت نقشبندؒ نے فرمایا کہ جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سنا سب غیر ذات ہے کلمہ لا کے ساتھ اس کی نفی کرنی چاہئے گویا جو مقامات عالیہ حضرت بایزید .سغایٰؒ کے نزدیک مجہتم بالشان تھے حضرت خواجہ اپنے فکری اور نظریاتی انداز سے ایک ہی جست میں انہیں طے کر گئے یعنی جہاں حضرت بایزید .سغایٰؒ کی انتہا تھی حضرت نقشبندؒ کی وہ ابتدا ہے۔“

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی شان میں یہ اشعار کہے ہیں:

سکہ کہ در یثب و بطحا زوند
نوبت آخر بہ بخارا زوند
از خط آل سکہ نشد بہرہ مند
جزودل بے نقش ش نقشبند
اول او آخر ہر خسی
ز آخر او حیب تمنا خسی

حضرتؒ کے ارشادات اور آپ کی پاکیزہ تعلیم و تربیت نسبت نقشبندیہ میں سنگ میل کا درجہ رکھتی ہیں۔ آپ نے فرمایا:

۱۔ کسی حالت میں جاہد شریعت اور استقامت سے قدم باہر نہ رکھنا چاہئے۔ عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور رخصت اور بدعت سے دور رہنا چاہئے۔ اخبار رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ

علیم اجمعین کے متلاشی رہنا چاہئے اور احادیث نبویؐ کو ہمیشہ اپنا پیشوا بنانا چاہیے۔

۲۔ ہمارے طریقے میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں مگر اتباع سنت نبویؐ کی رعایت بدرجہ کمال رکھنا اور آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کرنا لازم ہے۔

۳۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ سب سے طے چلے رہنے کا ہے کیونکہ خلوت نشینی میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

۴۔ آپ فرماتے ہیں خدا کی معرفت حاصل کرنے کے تین راستے ہیں، مراقبہ۔ مشاہدہ۔ محاسبہ۔

مراقبہ یہ ہے کہ نِسْبَانَ رُؤْيَةِ الْمَخْلُوقِ بِدَوَامِ النَّظْرِ إِلَى الْخَالِقِ ہمیشہ خالق حقیقی کی جانب نظر رکھنے اور مخلوق کی طرف سے نظریں پھیر لینے کو مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبہ کی مداومت نادر چیز ہے اور حضرات نقشبند نے اس کے حصول کا طریقہ مقرر فرمایا ہے یعنی نفس کی مخالفت کرنا۔

مشاہدہ واردت خمبی کو کہتے ہیں جو سالک کے دل پر نزول کرتی ہیں۔ محاسبہ جو کچھ ہم پر گزرتا ہے ہم ہر گھڑی اس کا حساب کرتے ہیں اگر کوئی عمل نقصان دہ ہے تو اس سے باز رہتے ہیں اور اگر کوئی عمل بہتر ہے تو اس میں کوشش کرتے ہیں اور دوام اختیار کرتے ہیں۔

۵۔ آپ فرماتے ہیں کہ بات یہ نہیں ہے کہ جو شخص خدا کی جانب دوڑا اس نے خدا کو پالیا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ خدا کو وہ پائے گا جو اس راہ میں دوڑتا رہے گا یعنی ہمیشہ اس راہ میں سعی کرتا رہے گا۔

۶۔ آپ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کو چھپی ہوئی باتوں کی اطلاع دی جاتی ہے مگر وہ بغیر حکم الہی کے ان کو ظاہر نہیں کرتے۔

۷۔ آپ فرماتے ہیں کہ ہر کام میں نیت کی صحت نہایت ضروری ہے۔

۸۔ آپ فرماتے ہیں کہ اگر طالب کو مرشد کا کوئی کام ناپسند ہو تو چاہیے

کہ بقدر طاقت صبر کرے اور انتظار کرے ممکن ہے اس کا راز اس پر ظاہر کر دیا جائے لیکن اگر طالب مبتدی ہو اور طاقت صبر کی نہ رکھتا ہو تو وہ شیخ سے دریافت کر لے کیونکہ بدظنی میں جھٹلا ہو کر ہلاک ہونے سے بچ جائے گا۔ مگر متوسط الحال طالب کے لیے لب کشائی یا سوال حلال نہیں ہے۔

کرامات

۱- خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز ابر تھا۔ حضرت خواجہ قدس سرہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا نماز ظہر کا وقت ہو گیا ہے، میں نے اپنی دانست کے مطابق جواب دیا کہ ابھی نہیں ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو۔ میں نے اوپر دیکھا۔ تو بالکل ابر نہ تھا اور تمام ملائکہ آسمان پر نماز ظہر کی ادائیگی میں مصروف تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تم تو کہہ رہے تھے کہ ابھی وقت نہیں ہوا۔ میں نے نادم ہو کر استغفار کی۔

۲- حضرت خواجہ قدس سرہ زیارت بیت اللہ شریف کے لیے تشریف لے گئے حاجی عید کے دن مقام منیٰ میں قربانی کر رہے تھے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا ہم بھی قربانی کرتے ہیں۔ ہمارا ایک لڑکا ہے چاہیے کہ اسی کو ہم قربان کر دیں۔ واپسی پر بخارا پہنچنے پر معلوم ہوا کہ عین عید کے دن آپ کے فرزند نے انتقال کیا تھا۔

ذکر جبر اور رقص سے اجتناب کی تاکید

آپ کے ایک درویش نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ مقام قرشی میں درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ خلوت میں رقص کر رہا تھا۔ میرے پاس ایک عمدہ رومال تھا۔ میں نے وہ رومال قوال کو دے دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب کسی کام کے لیے گھر سے نکلا تو سامنے حضرت خواجہ قدس سرہ کھڑے تھے۔ میں ہی وہ پہلا شخص تھا جس نے حضرت خواجہ قدس سرہ سے ملاقات کی۔ حضرت نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا اہل قرابت فقراء کی صحبت رکھنی چاہیے۔ ہمارے طریقہ میں ذکر جبر اور رقص نہیں ہے۔ اس ارشاد

کے ساتھ ہی میرا حال متغیر ہوا۔ حضرتؒ نے ایک مدت تک مجھ کو اپنی صحبت میں نہ آنے دیا جب تک کہ درویشوں کی ایک جماعت نے میری سفارش نہ کی۔

مرید کے احوال پر نظر

ایک اور درویش کہتے ہیں کہ حضرت خواجہؒ نے مجھ کو ایک کام کے لیے کسی جگہ روانہ کیا۔ موسم سخت گرمی کا تھا۔ واپسی پر میں ایک درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اور درخت سے پیٹھ لگا کر سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ آپؒ ہاتھ میں عصا لیے ہوئے میری طرف تشریف لارہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ سونے کی جگہ نہیں ہے اٹھو۔ میں بے قرار ہو کر خواب سے بیدار ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو بھیڑیے خونخوار میرے قریب کھڑے ہیں میں فوراً "قصر عارفان روانہ ہو گیا۔ جب میں بستی کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضرت خواجہؒ راستہ میں کھڑے فرما رہے ہیں کہ کوئی شخص یہاں سو رہا ہے۔

وقت رحلت

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب میرا وقت رحلت آئے گا تو میں درویشوں کو مرنے کی ترکیب سکھلاؤں گا۔ جب حضرت خواجہ قدس سرہ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے کاروان سرائے میں قیام فرمایا اور بیماری کے ایام اسی سرائے کے ایک حجرے میں مقیم رہے۔ چند خاص مرید آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ حضرت ان کے حال پر نظر مرحمت و الطاف فرماتے رہے۔ آخر وقت میں لیٹے لیٹے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے اور بہت دیر مصروف دعا رہے پھر دست مبارک چہرہ انور پر رکھے اور اس عالم سے رحلت فرمائی وصال سے ایک روز قبل آپ نے ارشاد فرمایا کہ جس کو ہمارے دیکھنے کی آرزو ہو وہ خواجہ محمد پارسا کو دیکھ لے۔ "آپ نے چوتھویں سال میں دو شنبہ کے دن ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ کو وفات پائی۔ مزار شریف بخارا میں ہے۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطارؒ

حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول اور داماد تھے آپ کا نام نامی محمد بن محمد البخاری تھا آپ بچپن سے فقیری کی طرف مائل تھے۔ والد کی وفات کے بعد ان کے ترکہ کی طرف مائل نہ ہوئے بلکہ حصول علم میں مصروف رہے۔ حضرت بہاؤ الدین نقشبندؒ کی بیٹی جب بالغ ہوئی تو آپ خود قصر عارفاں سے چل کر شہر میں حضرت علاؤ الدین کے پاس ان کے مدرسے میں تشریف لائے دیکھا کہ وہ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ایک کتاب کے مطالعے میں مصروف ہیں اور ایک پکی اینٹ تکیہ کے طور پر سر کے نیچے رکھی ہے۔ آپ نے خواجہ علاؤ الدین سے فرمایا کہ میری ایک بیٹی ہے جو آج ہی بالغ ہوئی ہے اگر تم رشتہ قبول کرو تو میں تمہاری اس سے شادی کر دوں خواجہ صاحب نے عرض کی کہ یہ اس کمترین کے لئے بڑا باعث سعادت ہے لیکن میرے پاس دنیاوی اسباب میں سے کچھ نہیں جس سے میں خرچہ کے اخراجات پورے کر سکوں۔ فرمایا میری بیٹی ہی تیرے لئے رزق ہے تجھے غیب سے رزق ملتا رہے گا اس کے بعد حضرت بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹی کا نکاح آپ سے کر دیا۔ نکاح کے بعد حضرت خواجہ علاؤ الدینؒ حضرت شاہ نقشبندؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور طریقت سیکھنے میں مشغول ہو گئے۔ حضرتؒ نے ان کی خاندانی رعونت ختم کرنے کے لیے حکم دیا کہ ایک ٹوکری میں سیب رکھ کر بیچا کرو اور رزق حلال کماؤ خواجہ صاحبؒ نے یہ حکم خوشی سے قبول کیا اور ٹوکری سر پر رکھ کر بازار میں سیب بیچنے لگے کافی عرصہ یہ عمل جاری رہا حتیٰ کہ شاہ نقشبندؒ نے آپ کو خرقہ خلافت و نیابت سے نوازا جس کے بعد آپ مخلوق خدا کی رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔ آپ کا مزار مبارک نوجھائیاں میں واقع ہے۔

حضرت یعقوب چرخي

آپ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب و احباب میں سے ہیں آپ غزنی کے قریب موضع چرخ کے رہنے والے تھے آپ نے جامع ہرات اور کچھ عرصہ مصر میں تعلیم حاصل کی جب حضرت یعقوب چرخي خواجہ نقشبند صاحب کی ارادت کے لئے حاضر ہوئے تو حضرت شاہ نقشبند نے فرمایا ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے آج رات استخارہ کریں گے اگر تجھے قبول کر لیا گیا تو ہم بھی قبول کر لیں گے۔ مولانا یعقوب چرخي بیان کرتے ہیں کہ میں نے وہ رات بڑی بے چینی سے گزاری کہ آیا قبول بھی کرتے ہیں یا نہیں علی الصبح آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تبسم فرمایا جس سے میں سمجھ گیا کہ مجھے قبول کر لیا گیا ہے اس کے بعد مجھے آپ نے بیعت کیا اور طریقت کی تلقین کی۔ کچھ مدت حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں گزاری اور اس کے بعد آپ نے سفر کی اجازت عنایت فرمائی اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ ہم سے ملا ہے وہ بندگان خدا کو پہنچانا اور تین مرتبہ یہ فرمایا ”تجھ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں“ حضرت شاہ نقشبند کے وصال کے بعد کافی عرصہ تک آپ حضرت علاؤ الدین عطار کی خدمت میں رہ کر فیوض و برکات حاصل کرتے رہے ان کے وصال کے بعد حضرت خواجہ شاہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا حکم یاد آیا کہ ہم سے جو ملا ہے وہ مخلوق خدا کو پہنچانا چنانچہ اس حکم کے مطابق آپ مخلوق خدا کی رہبری کے کام میں مشغول ہو گئے۔ آپ نے ۸۵۱ھ میں وصال فرمایا آپ کا مزار مبارک قصبہ بلغنور میں مرجع خلافت ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ شاہ احرارؒ

آپ ماہ رمضان ۸۰۴ھ میں موضع باغستان (تاشقند) میں پیدا ہوئے پیدائش کے بعد ایام نفاس میں ہونے کی وجہ سے چالیس روز اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نہیں پیا۔ آپ کی والدہ ماجدہ شیخ عمر باغستانی کی اولاد میں سے تھیں جن کی نسبت سولہ واسطوں سے حضرت عمر خطاب رضی اللہ عنہ تک پہنچتی ہے آپ کے والد ماجد محمود شاشی اپنے عہد کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ آپ کی نسبت خاص حضرت یعقوب چرخئیؒ سے تھی۔ حضرت خواجہ احرارؒ کے دادا خواجہ شہاب الدینؒ کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے اپنے بیٹوں اور پوتوں کو اپنے پاس بلایا جب آپ کی نظر اپنے پوتے خواجہ احرارؒ پر پڑی تو آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور خواجہ عبید اللہؒ کو گود میں لے کر فرمایا ”جس بیٹے کی حق تعالیٰ کی طرف سے بشارت ملی ہے وہ یہی ہے جلد ہی یہ پیر عالمگیر ہو گا شریعت کی ترویج کرے گا اور طریقت کو رونق بخشنے گا۔“

جب خواجہ احرارؒ سمرقند میں تھے مرزا بابر او مرزا شاہ رخ نے لاکھوں کا لشکر جرار لے کر سمرقند کا محاصرہ کر لیا حاکم سمرقند مرزا سلطان ابو سعیدؒ حضرت خواجہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی فوجی طاقت کی کمی کی وجہ سے فرار کا عندیہ ظاہر کیا حضرت خواجہؒ نے اسے تسلی دی اور فرمایا شہر میں ہی رہو فتح تمہاری ہو گی۔ سلطان ابو سعید کی کچھ فوج قلعہ سمرقند سے باہر نکل آئی اور دشمن سے جنگ شروع کر دی معمولی جنگ کے بعد مخالف فوج کا سپہ سالار خلیل ہندو گرفتار ہو گیا اور بابر کی فوج کی کافی تعداد کو قیدی بنا لیا گیا جنگ رک گئی اور چند دن بعد بابر کی فوج میں طاعون کی وبا پھیل گئی جس کی وجہ سے ہزاروں فوجی مر گئے مرزا بابر نے مجبور ہو کر صلح کر لی۔ آپ تمام عمر خلق خدا کی رہنمائی میں مصروف رہے اور آخر ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے آپ کا مزار مبارک سمرقند میں واقع ہے۔

حضرت مولانا محمد زاہدؒ

حضرت مولانا محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ حضرت یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے تھے حضرت خواجہ احرارؒ سے بیعت سے قبل کئی سال تک خوب ریاضت و مجاہدے میں مصروف رہے اور شب بیداری کرتے رہے آخر اشارہ نہیں پا کر خواجہ احرارؒ کی طرف روانہ ہوئے تاکہ آپ سے بیعت کریں خواجہ احرارؒ آپ کی آمد کی اطلاع باطنی طور پر پا کر آپ کے استقبال کے لیے نکلے خواجہؒ نے مولاناؒ کو اپنی بیعت سے نوازا اور روحانی فیوض و برکات آپ تک منتقل فرما کر اسی وقت خرقہ خلافت عنایت فرمایا اور آپ کو رخصت کر دیا چنانچہ مولاناؒ کو خواجہ احرار رحمۃ اللہ سے دوبارہ شرف ملاقات نصیب نہ ہوا حضرت مولاناؒ نے حضرت یعقوب چرخنیؒ کے دوسرے خلفاء سے بھی کافی اکتساب فیض کیا اور زہد و ریاضت میں مصروف رہ کر اسم باسٹمی بن گئے اور غلق خدا کی رہنمائی میں مصروف ہو گئے۔

آپ نے ۹۳۴ھ میں دنیا کو خیر باد کہا۔ آپ کا مزار پر انوار رخش میں زیارت گاہِ خلافت ہے۔

حضرت خواجہ درویش محمدؒ

آپ حضرت خواجہ محمد زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے تھے آپ بیعت سے پہلے پندرہ سال ریاضت و مجاہدات میں مشغول رہے اور یہ عرصہ جنگوں اور دیرانوں میں گزارا۔ ایک روز بھوک سے سخت مجبور تھے آسمان کی طرف منہ کیا فوراً "حضرت خضر علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ اگر صبر و قناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمد زاہد کے پاس چلے جاؤ وہ تمہیں صبر و قناعت سکھائیں گے پس وہ ان کی طرف روانہ ہوئے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے بیعت کی اور طریقت کی تعلیم کی تکمیل میں مصروف ہو گئے اور حضرت خواجہ محمد زاہدؒ سے خرقہ خلافت حاصل کیا آپ کے وصال کے بعد مسند ارشاد پر بیٹھے اور سینکڑوں لوگوں کو راہ حق کی طرف لائے۔

آپ کا وصال ۹۷۰ھ میں ہوا مزار مبارک "استقرار" میں ہے جو کہ "بستر" شہر کے مضافات میں ہے۔

حضرت خواجہ خواجگی امکنگی

آپ خواجہ محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے اور خلیفہ تھے۔ سمرقند کے مضافات میں واقع قصبہ امکنگ میں سکونت تھی عابد و زاہد تھے تیس سال تک آپ منہ ارشاد پر مخلوق خدا کی رہنمائی کرتے رہے رونق السلام میں مقتول ہے کہ ایک بادشاہ پیر محمد سلطان ایک عظیم فوج لے کر سمرقند پر حملہ آور ہوا لیکن آپ کی دعا کی برکت سے وہ پچاس ہزار کی فوج کے ساتھ شکست کھا کر پسا ہوا اور بھاگ گیا۔

حضرت نے اپنے انتقال سے پہلے اپنے خلیفہ خواجہ محمد باقی باللہ کے نام ایک خط لکھا اس خط کے آخر میں یہ دو شعر لکھے:

زمان	تازمان	مرگ	یاد	آیدم
ندانم	کنون	تاچہ	پیش	آیدم
جدائی	مبادا	مرا	از	خدا
دگر	ہر	چہ	پیش	آیدم

آپ کا وصال ۱۰۰۸ھ میں ہوا مزار مبارک امکنگ میں ہے۔

بلاوہند میں نسبت نقشبندیہ کا ظہور

سولہویں صدی عیسوی میں ہندوستان پر مغلوں کی حکومت تھی جلال الدین اکبر اس وسیع و عریض سلطنت کا شہنشاہ تھا۔ اس کے دربار میں ہندو راجاؤں کا غلبہ تھا۔ حتیٰ کہ اس کے محلرائے کی بااثر رائیاں بھی ہندو گھرانوں سے تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شہنشاہ اکبر نے مشرکانہ رسوم و روایات اختیار کر لیں اور بمصداق الناس علی دین ملوکھم رعایا بھی صحیح اسلامی اور مشرکانہ رسوم میں تمیز کرنے سے عاری ہو گئی۔ درباری علماء اہل ہوس تھے اسلامی علوم سے بے بہرہ بادشاہ کو ٹوکنے کی کسی کوجرات نہ تھی نوجوان شہزادہ سلیم (نور الدین جہانگیر) بھی اسی رنگ میں رنگا گیا اور وہ بھی اپنی ابتدائی زندگی میں مذہب اسلام سے اتنا ہی بیگانہ تھا جتنا کہ اس کا باپ شہنشاہ اکبر۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ کا ہندوستان میں ورود مسعود

کفر و شرک کی تاریکیاں جب کشور ہندوستان میں ہر طرف پھیلنے لگیں اور مغل شہنشاہوں نے اپنی تائید و حمایت سے ان کی گنہگاریوں میں اضافہ کرنے کی ٹھان لی تو اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور ان کی اصلاح کا سامان فراہم کر دیا۔ اطراف سمرقند سے حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز اپنے مرشد حضرت مولانا خواجگی اکنگی رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق روانہ ہوئے اور دارالحکومت دہلی میں پہنچ کر سکونت اختیار کر لی۔

خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت کابل میں ۹۷۱ھ میں ہوئی۔ ابتدا میں کابل سے سمرقند تشریف لائے علوم ظاہری کی تحصیل کے بعد باطنی علوم حضرت خواجہ اکنگیؒ سے حاصل کئے۔ بچپن ہی سے آپ کے چہرہ مبارک سے آثار ولایت ہویداتھے اکثر گوشہ تنہائی میں بیٹھے رہا کرتے اور بہت سادہ زندگی گزارتے تھے۔

ایک مرتبہ دوران تعلیم ایک کتاب کے مطالعہ میں معروف تھے کہ ایک تجلی کا ظہور ہوا جس سے آپ بے اختیار ہو گئے دراصل اس وقت حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ کی

روح پر فتوح نے وارد ہو کر تلقین ذکر و القا کا جذبہ عطا فرمایا تھا۔

ایک روز خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے امام کے پیچھے الحمد پڑھنی شروع کی اسی وقت حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روح مبارک آپ کے سامنے ظاہر ہوئی اور فرمایا یا شیخ میرے پیرو کاروں میں چھوٹے بڑے ہزاروں اولیاء کرام داخل ہیں تمام نے بلا تفاق امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا چھوڑا ہے لہذا اس کا ترک کرنا ہی مناسب ہے چنانچہ اس کے بعد سے آپ نے امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنی ترک کر دی۔ خواجہ صاحب "کم کھاتے کم سوتے اور کم بولتے تھے نماز عشاء کے بعد نوافل اور دیگر وظائف کے علاوہ نماز فجر تک ۲۱ بار سورۃ یاسین پڑھتے صبح ہوتی تو فرماتے کہ یا اللہ رات کو کیا ہو گیا ہے کہ اتنی جلدی گزر گئی۔ آپ نے چالیس سال کی عمر میں بروز سوموار ۲۶۔ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ کو وفات پائی آپ کا مزار مبارک دہلی (انڈیا) میں مرجع خلافت ہے۔

احوال و مناقب

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ

ولادت و طفولیت

آنحضرت قدس سرہ کی ولادت باسعادت ماہ شوال ۹۷۱ھ میں شہر سرہند میں ہوئی آپ کے والد بزرگوار حضرت شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ مشہور عالم دین اور بزرگ تھے جنہیں حضرت عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے خلافت اور سلسلہ چشتیہ و قادریہ سے نسبت و اجازت حاصل تھی۔ حضرت کا نام احمد رکھا گیا۔ پیدائش کے وقت سے ہی حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی حضرت پر توجہ خاص رکھتے تھے۔ بچپن میں ایک دفعہ آپ بیماری کی وجہ سے نہایت لاغر ہو گئے تو آپ کے والد ماجد آپ کو لے کر حضرت شاہ کمال کیتھلی کے پاس آئے حضرت ممدوح نے دعا فرمائی اور بولے ”خاطر جمع رکھو“ صاحبزادہ عمر دراز پائے گا۔ بڑا عالم اور عارف کامل ہو گا اور ہم ایسے بہت سے لوگ اس سے ہدایت پائیں گے۔“

تحصیل علوم ظاہری و باطنی

حضرت نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد شیخ عبدالاحد سے حاصل کی پھر ایک مکتب میں داخل ہو گئے اور بہت جلد قرآن حکیم حفظ کر لیا۔ ازاں بعد آپ نے حصول علم کے لیے لاہور، دہلی اور سیالکوٹ میں مشہور علماء سے استفادہ کیا۔ سیالکوٹ میں مولانا کمال کشمیری سے جو آپ کے زمانہ کے محقق اور جید عالم اور عابد و زاہد تھے معقول کی بعض کتابیں ان سے پڑھیں اور علم حدیث مولانا یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا تحصیل علوم سے فارغ ہو کر اپنے والد ماجد کے حضور میں درس علوم میں مشغول ہوئے کتب تفسیر و حدیث صحاح ستہ وغیرہ کے درس میں آپ دقائق و رموز بیان فرمایا کرتے تھے خداداد ذہانت و قابلیت کی وجہ سے تحصیل علم میں وہ کمال حاصل کیا کہ عوامی مسائل و مخیم کتابوں پر حواشی تحریر کیے حتیٰ کہ عمد اکبری کے مشہور علماء ابوالفضل اور فیضی سے

جب تبادلہ خیالات ہوا تو انہوں نے آپ کے تبحر علمی کا اعتراف کیا۔
 کمالات باطنیہ کے اکتساب اور انوار سلسلہ قادریہ و چشتیہ کے حصول کے لیے آپ
 نے اپنے والد بزرگوار کی صحبت کو لازم پکڑا۔ آپ کے والد ماجد نے آخر وقت میں اپنے
 تمام صاحبزادوں میں سے خرقہ خلافت حضرت ”کو بی عطا فرمایا“ اور اپنا جانشین مقرر کیا
 ایک مقام پر آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ:

”فقیر کو توفیق عبادات نافذہ خصوصاً ”ادائے صلوة نافذہ میں اپنے والد سے مدد
 پہنچی ہے اور ان کو یہ سعادت سلسلہ چشتیہ کے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی
 سے حاصل ہوئی تھی۔“

عزم سفر حج اور ملاقات حضرت خواجہ بیرنگ خواجہ باقی باللہ

آپ ہمیشہ زیارت حرمین شریفین کے لیے بیقرار رہتے تھے مگر اپنے والد ماجد کی
 خدمت اور تحصیل کمالات کی وجہ سے یہ کام معرض التواء میں رہا۔ ۱۰۰۷ھ میں حضرت
 شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا اور اس کے بعد آپ ”با ارادہ حج و زیارات سفر
 پر روانہ ہو گئے۔ کسی کو اس ارادہ کی اطلاع نہ دی۔ جب آپ ”دہلی پہنچے تو شیخ حسن
 کشمیری“ سے ملاقات ہوئی وہ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہ کے تخلص قدیمی تھے ان
 سے حضرت خواجہ ”کے مناقب اور فضائل و کرامات کا ذکر سنا تو سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے
 اس عظیم المرتبہ بزرگ کی زیارت کے شوق نے غلبہ کیا۔ آپ ”کو اس نسبت عزیز الوجود
 کا عرصہ سے اشتیاق تھا۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ قدس سرہ کی خدمت بابرکت میں
 حاضر ہوئے تاکہ حضرت سے ذکر و مراقبہ حاصل کر کے اسے راہ حرمین کا توشہ
 بنائیں۔ حضرت خواجہ بزرگوار نے ملاقات ہوتے ہی فرمایا ”آپ زیارت بیت اللہ کے
 لیے جا رہے ہیں اگر چند روز یہاں قیام کریں تو ممکن ہے جس چیز کی طلب میں آپ وہاں
 جا رہے ہیں وہ یہیں پالیں۔“ نیز یہ بھی فرمایا کہ صرف تین دن یہاں مقیم رہو اگر اس
 کے بعد بھی ارادہ سفر معموم رہے تو روانہ ہو جانا۔“ چنانچہ تین دن کی مختصر مدت میں
 حضرت خواجہ قدس سرہ کے اخلاق ظاہری اور تصرف باطنی سے آپ نے ارادہ سفر ملتوی

کر دیا اور حضرت کی صحبت اختیار کر لی۔ برسوں کا معاملہ ساعتوں میں پورا ہو گیا۔
تھوڑی ہی مدت میں آپ مقصود سے واصل ہو گئے اور مراتب کمال و تکمیل اور تطہیریت
و فردیت پر فائز ہو گئے۔ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

”اس فقیر کو یہ نسبت ابتدائے تعلیم ذکر سے دو ماہ اور چند روز میں حاصل ہو
گئی اس نسبت کے بعد ایک اور فنا حاصل ہوئی جسے فناء حقیقی کہتے ہیں۔ دل
میں اس قدر وسعت پیدا ہو گئی کہ تمام عالم عرش سے لے کر مرکز زمین تک
اس وسعت کے مقابلہ میں رائی کے دانہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔“

سرہند میں واپسی

اسکے بعد آپ وطن مالوف سرہند تشریف لے گئے وہاں سے تین مرتبہ اپنے شیخ
حضرت خواجہ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔

پہلی دفعہ --- حضرت خواجہ قدس سرہ نے دولت کمال و تکمیل کے حصول اور
مدارج قرب و نہایت میں ترقی کی آپ کو خوشخبری دی۔

دوسری دفعہ --- طالبان حق کی ہدایت اور ارشاد کی اجازت دی اور خلعت
خلافت عطا فرما کر اپنے چیدہ اصحاب کی ایک جماعت حضرت کے ہمراہ کر کے ان کی تربیت
آپ کے سپرد فرمائی۔

تیسری دفعہ --- جب آپ حضرت قدس سرہ کی خدمت میں آئے تو خواجہ
بزرگوار قلعہ فیروزی سے چل کر کابل دروازہ پہنچے اور آپ کا استقبال فرمایا۔ نہایت
اعزاز و اکرام سے آپ کو ہمراہ لے کر جائے سکونت پر آئے۔ اپنے تمام مریدوں کو آپ
کے حوالے کیا اور شہسخت و ارشاد کا معاملہ بالکل علیہ آپ کے سپرد فرما دیا۔ اپنے فرزند ان
گرای کو جو ہنوز بچے تھے طلب فرما کر ان کے بارہ میں آپ سے توجہ کی خواہش فرمائی اور
ارشاد فرمایا کہ مقصود ہماری پیری مریدی سے صرف آپ کا ظہور تھا۔ اس لیے ہم نے
اب شہسخت کو ترک کر دیا ہے۔ نیز حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے یہ
حکم سرقد و بخارا سے لا کر ہند میں بویا۔“

آنجناب ” حسب الارشاد حضرت قدس سرہ سرہند شریف میں تشریف لائے اور تربیت سا لکین میں مصروف ہوئے۔ اس آفتاب علم و عرفان کی روشنی چاروانگ عالم میں سرعت سے پھیلنے لگی۔ حصول فیضان کی غرض سے ہر طرف سے کثیر تعداد میں تشنگان حق آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے لگے۔ عوام الناس سے لے کر اکثر اعیان سلطنت تک سب آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

فتنہ الحاد و ارتداد کی سرکوبی

سلطنت مغلیہ کے پایہ تخت دہلی سے دور اپنے وطن مالوف سرہند میں حضرت اقدس نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ طالبان راہ حق کی تربیت و ہدایت میں مصروف ہو گئے مشرکین ہند کی ریشہ دوانیوں سے کفر و الحاد کی آندھیوں نے بلاد ہند کو گھیر لیا یہ زمانہ مغل شہنشاہ اکبر کے طویل عہد حکومت کا آخری دور تھا۔ پہلے ہندو راجاؤں اور ہندو رعایا کو خوش کرنے کے لیے دربار سے ایسے احکام صادر کیے جو سراسر احکام اسلام کے منافی تھے۔ اسی پر بس نہ کی بلکہ ایک نئے خود ساختہ مذہب دین الہی کی داغ بیل ڈال دی۔ یہ نیا مذہب ایسے اصولوں پر مبنی تھا جو دین اسلام سے بیزار اور بغاوت پر آمادہ کرتے تھے۔ مقصد صرف غیر مسلموں کی خوشنودی حاصل کرنا تھا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی غیرت ایمانی اس کو خاموشی سے کب برداشت کر سکتی تھی۔ آپ نے بادشاہ کے مقربین کو متنبہ فرمایا:

”بادشاہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا باغی ہو گیا ہے یاد رکھو اس کی بادشاہی اور طاقت کا گھمنڈ ایک دن مٹ جائے گا۔ بہتر ہے کہ وہ لہذا خیالات و افعال سے توبہ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا انتظار کرے۔“

اکبر بادشاہ اپنی بادشاہت کے نشے میں چور تھا۔ اس انتباہ کو درخور اعتنا نہ سمجھا اور اپنے کوتاہ اندیش منیروں اور وزیروں کے مشورہ سے حضرت امام ربانی کو ایک

خصوصی دربار میں شرکت کی دعوت دی۔ دربار کا انتظام اس طرح کیا گیا کہ ایک طرف دنیاوی جاہ و جلال کا ساز و سامان تھا۔ پر تکلف کھانے اور پھل تھے اور اس حصے کا نام اپنے دین الہی کی نسبت سے دربار الہی رکھا۔ دوسرے حصے کا نام دربار رسول رکھا اور اس میں روکھے پھیکے کھانے اور درویشانہ ساز و سامان تھا، پھر اعلان ہوا کہ اپنی اپنی پسند کے حصہ میں سب لوگ جگہ حاصل کر لیں۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے معتقدین دربار رسالت میں داخل ہو کر باطمینان بیٹھ گئے اور بادشاہ اور اس کے خوشامدی درباری دربار الہی میں چلے گئے۔ اچانک غیرت حق جوش میں آئی اور ایک خوفناک طوفان نے بادشاہ اور اس کے مصاحبین کو گھیرے میں لے لیا۔ آراستہ و پیراستہ خیمے آن واحد میں زمیں بوس ہو گئے اور سب سامان عیش و طرب خاک میں مل گیا۔ خود بادشاہ اکبر کے سر میں ایک چوب لگی جس سے وہ مجروح ہو گیا۔ مگر جس حصہ میں حضرت امام ربانی کے احباب فروکش تھے وہ بالکل محفوظ رہا۔ بادشاہ اسی حادثہ کی وجہ سے کچھ دنوں بعد راہی ملک عدم ہو گیا بعض مورخین لکھتے ہیں کہ شہنشاہ اکبر نے آخری ایام میں توبہ کر لی تھی اور ملحدانہ خیالات سے باز آ گیا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جہانگیر کا عہد

نور الدین جہانگیر نوجوانی کے عالم میں تخت سلطنت پر بیٹھا اس کے گرد بھی متعصب ہندوؤں کا وہی حلقہ تھا بلکہ اس کی بیگم نور جہاں کے اثر کی وجہ سے دربار میں اور بھی بے دینی بڑھ گئی۔ بادشاہ کے تنگ نظر امراء نے حضرت امام ربانی کے خلاف بادشاہ کے کان بھرنے شروع کر دیئے حتیٰ کہ انہوں نے بادشاہ کو یہ یقین دلا دیا کہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے بیشتر مریدوں کی مدد سے تخت سلطنت پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ اسی لیے وہ عوام کو ظل سبحانی کے روبرو سجدہ کرنے سے منع کرتے ہیں، چنانچہ بادشاہ نے حضرت کو دربار شاہی میں طلب کیا اور حضرت سے آداب شاہی (سجدہ کرنا) بجالانے کا مطالبہ کیا۔ حضرت نے سختی سے انکار کیا اور فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ جائز نہیں پھر میں ایک انسان کو بھلا کیسے سجدہ

کر سکتا ہوں۔“

بادشاہ نے ناراض ہو کر حضرت ”کو وسطی ہند کے ایک قلعہ (گوالیار) میں نظر بند کر دیا۔
حضرت نے اپنے متوسلین کو لکھا:

”مجھے جو قید خانے میں ڈالا گیا ہے۔ اس میں مشیت الہی ہے تم بادشاہ کی
اطاعت قبول کرو اور بغاوت سے باز آؤ۔ میں بھی انشاء اللہ جلد قید سے آزاد
ہو جاؤں گا۔“

دو سال تک قید و بند کی مصیبتیں صبر و استقلال سے برداشت کیں۔ زمانہ نظر بندی
میں قلعہ کے اندر بہت سے غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے اور
آپ کا فیضان قلعہ کے اندر اور باہر یکساں طور پر جاری رہا آخر جماعتگیر کا دل آپ کی
طرف سے صاف ہوا تو اس نے آپ کو قید سے رہا کرنے پر آمادگی ظاہر کی آپ نے
مندرجہ ذیل شرائط پر رہا ہونے کے لیے رضامندی کا اظہار فرمایا:

- ۱۔ بادشاہ وقت کے حضور سجدہ کرنے کی رسم بند کی جائے۔
- ۲۔ مسلمانوں کو گائے کے ذبیحہ سے نہ روکا جائے اور بادشاہ خود اپنے ہاتھ سے
گائے ذبح کرے۔
- ۳۔ جو مسجدیں شہید کی گئی ہیں وہ نئے سرے سے تعمیر کی جائیں۔
- ۴۔ کفار سے شرع شریف کے مطابق جزیہ لیا جائے۔
- ۵۔ قوانین شریعت محمدی کا نفاذ کیا جائے۔
- ۶۔ تمام قیدی رہا کیے جائیں۔

جماعتگیر نے تمام شرطیں قبول کر لیں اور آپ قید خانے سے باہر تشریف لے
آئے۔ بادشاہ جماعتگیر میں بھی آپ کی توجہ سے تبدیلی آچکی تھی اور وہ آپ کا گرویدہ ہو

چکا تھا۔ اعیان سلطنت، امیران دربار اور عوام الناس سب آپ کے گرد جمع ہو گئے اور کب فیض کے لیے بہت سے مشائخ بھی مشیخت ترک کر کے صحبت بابرکت میں پہنچ گئے۔ ایک سو کے قریب علماء و صلحاء و حفاظ آپ کی خدمت میں عموماً "مقیم رہتے اور حضور و آگاہی سے لذت آشنا رہتے۔

اتباع سنت کی تاکید

آپ اعمال کی ادائیگی میں پیروی سنت کا خاص خیال رکھتے تھے عمل میں عزیمت آپ کا شعار تھا۔ بدعت اور رخصت سے ہمیشہ اجتناب فرماتے۔ اپنے عقیدت مندوں کو بھی یہی تلقین فرماتے ہر کام میں استخارہ فرماتے قبروں کو بوسہ دینا اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ہاں کبھی کبھی اپنے والد بزرگوار اور اپنے پیر بزرگوار کی قبروں کو تیر کا ہاتھ سے چھوتے تھے۔ کسی خاص دعوت میں تو تشریف لے جاتے لیکن عام دعوت میں جانے سے گریز کرتے مجالس سماع و سرور و مولود خوانی میں حاضر نہیں ہوتے تھے ذکر خفی آپ کا معمول تھا۔ آپ کا ارشاد ہے:

”چنین آہستہ کن ذکرش کہ از خود نیز اخفاء کن“

نبوت کو ولایت سے افضل قرار دیتے تھے۔ غلبہ صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے۔ جمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رضوان اللہ علیہم کو جمع اولیاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے افضل سمجھتے تھے۔ طریقہ نقشبندیہ کو سب طریقوں سے افضل تصور فرماتے تھے۔ حضور کا خلق عین خلق محمدی کے مطابق تھا تسلیم و رضا بر قضا اور شفقت و تواضع بر خلق خدا کا ہر وقت خیال رہتا تھا اہل حقوق سے نیک سلوک کرتے اور صلہ رحم کی بے حد کوشش فرماتے۔

حضور کے خوارق و کرامات

حضورؐ کے خوارق و کرامات بے شمار ہیں بعض حضرات نے سات سو تک کا شمار کیا ہے مگر آپ کے نزدیک کوئی کرامت خدائے جل و علا کی محبت اور حضور سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے بڑھ کر نہیں۔ قلوب پر تصرف اور اہل اللہ کے احوال کو سمجھنا بڑی کرامت ہے۔ اس میں آپ کو کامل دسترس حاصل تھی۔ کشف و کرامات کے بے شمار واقعات تھے اور آنحضرتؐ کی توجہ سے مشکلات کا آسان ہونا کوئی بڑی بات نہ تھی۔ ہزاروں کفار آپ کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے اور بیشار فاسق و فاجر لوگ تائب ہو کر متقی و پرہیزگار بن گئے۔ آپ کے دیدار سے ہی لوگ ذکر و فکر میں جذب ہو جاتے تھے اور سالہا سال کی ریانتوں کی بجائے مختصر مدت میں رشد و ہدایت حاصل ہو جاتی تھی۔

مکشوفات و ملفوظات

یہاں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ کے بعض اہم مکشوفات و ملفوظات کا ذکر اس لیے ضروری ہے کہ حضورؐ کے بلند مقام کا اندازہ ہو سکے۔ عزت سے محبت بہتر ہے۔۔۔۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

”ایک دفعہ میرا اردہ ہوا کہ کسی مقام خلوت میں جا کر گوشہ نشینی اختیار کروں۔ بارگاہ رب العزت سے ارشاد ہوا کہ مناسب و لائق اور محبوب و پسندیدہ طریقہ یہی ہے جس پر آپ قائم ہیں نہ کہ طریقہ گوشہ نشینی و تنہائی۔

نسبت مہدی موعود علیہ السلام کے متعلق۔۔۔۔

۱۔ آپؐ نے ایک روز فرمایا کہ:

”مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے زمانہ سے حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور تک یہ کمالات اور معاملات جو کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر افاضہ فرمائے ہیں کسی

اور پر ظاہر نہیں ہوں گے۔“

۲- آپ نے فرمایا کہ۔۔۔۔

مجھ پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہمارے معارف و حقائق تحریر کردہ حضرت مہدیؑ موعودؑ کی نظر اقدس سے گزریں گے اور ان کی بارگاہ میں مقبول ہوں گے۔“

۳- آپ نے فرمایا کہ۔۔۔۔

”مجھ پر منکشف ہوا کہ حضرت مہدی موعود علیہ السلام اسی نسبت علیہ پر ہوں گے۔“ اس میں آپ نے اپنی نسبت خاصہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔

مکاشفہ : آپ نے فرمایا ہے کہ :

”جو لوگ داخل طریقہ ہو چکے ہیں یا قیامت تک بالواسطہ یا بے واسطہ داخل ہوں گے وہ سب مرد اور عورتیں مثالی صورت میں میرے سامنے لائے گئے اور ہر ایک کا نام و نسب اور مولد و مسکن بتایا گیا۔ اگر میں چاہوں تو سب بیان کر سکتا ہوں۔“

ملفوظ : آپ نے فرمایا کہ :

”جو کچھ ہم کو عطا کیا گیا ہے وہ محض کرم حق ہے۔ اگر اس کے لیے کوئی بہانہ ہوا ہے تو وہ متابعت حضرت سید الانبیاء علیہ السلام ہے۔ جو کچھ ہم کو دیا گیا ہے اتباع کے راستہ سے دیا گیا ہے۔ اگر کچھ ملنے سے رہ گیا ہو گا تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ہم سے بتقاضائے بشریت اتباع نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ کمی رہ گئی ہوگی۔“

تلقین کثرت ذکر

آپ ہمیشہ اپنے اصحاب کو کثرت ذکر و دوام حضور و مراقبہ کی ترغیب دلایا کرتے

تھے اور فرماتے تھے کہ دنیا دار عمل ہے اور مزرعہ آخرت۔

آداب شریعت کا لحاظ

لوگ ریاضات و مجاہدات کی خواہش رکھتے ہیں۔ حالانکہ کوئی ریاضت اور مجاہدہ آداب شریعت کی رعایت کے برابر نہیں ہے۔ خصوصاً "فرض و واجب و سنت نمازیں حسب اصول شریعت ادا کرنا بہت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وانہا الکبیرۃ الاعلیٰ الخاشعین (نماز بھاری ہے مگر ڈرنے والوں پر)

ناقص درویشوں کا بیان

بعض ناقص درویش اپنے کشف پر اعتماد کر کے شریعت بیضا کا انکار اور مخالفت کرنے لگتے ہیں۔ حالانکہ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام بھی عمد نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوتے تو بجز اتباع شریعت مصطفوی کے ان کو بھی اور چارہ کار نہ ہوتا اس لیے ان کو باطنوں کو مخالفت کا کوئی حق نہیں ہے۔

نسبت نقشبندیہ الکی افضلیت

حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اسرارہم نے فرمایا ہے کہ: "ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بالا ہے"

چونکہ ان کا طریق اتباع سنت سنیہ اور رعایت عزیمت ہے اس لیے ان کی نسبت بھی افضل ہے۔

ملفوظ

جب تک کسی کو علم ظاہری میں پوری پوری مہارت نہ حاصل ہو جائے اس وقت تک اسرار صوفیہ سے کما حقہ استفادہ نہیں کر سکتا۔

ملفوظ

احوال تابع شریعت ہیں اور شریعت تابع احوال نہیں کیونکہ شریعت قطعی ہے اور

وحی الہی سے ثابت ہو چکی ہے اور احوال ظنی امور ہیں کیونکہ ان کی بنیاد کشف و الہام پر ہے۔“

حضرت امام ربانیؒ کے علوم و معارف آپ کی متعدد تصنیفات میں بھرے پڑے ہیں اور آپ کی کرامات میں سے سب سے بڑھ کر وہ جدید علوم و معارف ہیں جن کی اشاعت کتاب و سنت کی پیروی میں آپ سے ہوئی۔ آپ کے مکتوبات شریف کے تین دفتر ہیں جن میں آپ کے علوم ظاہری و باطنی، کمالات قرب و ولایت اور افادہ فیوض الہی کا بیان ہے آپ کی تحریروں کی برکت سے کفر، شرک اور بدعت کی تاریکیاں دور ہوئیں اور دنیا نور معرفت سے بھر گئی۔

رحلت

۱۰۳۲ھ میں آپؒ کی عمر مبارک اکٹھ سال کی ہوئی تو آپؒ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی قدس سرہ کے مزار مبارک پر حاضری کے لیے اجیر شریف تشریف لے گئے۔ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر فتوح سے بے حد لطف و کرم کا مشاہدہ کیا۔ مراجعت فرماتے ہوئے عازم سرہند ہوئے تو فرمایا کہ ہماری عمر تریسٹھ سال معلوم ہوتی ہے ۱۰۳۳ھ میں نصف شعبان کی شب خلوت میں گزارا خلوت سے باہر آئے تو ایک شخص نے کہا ”معلوم نہیں اس سال کس کا نام زندہ رہنے والوں کی فہرست سے کاٹ دیا گیا ہے؟“ آپ نے فرمایا ”تو شک کے طور کہ رہا ہے اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنا نام مرنے والوں کی فہرست میں دیکھتا ہے۔“

اس کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مخلوق خدا کی ہدایت کا کام اپنے فرزند ان گرامی کے سپرد کر دیا اور خود عبادت و تلاوت و اذکار میں مصروف ہو گئے صرف نماز پنجگانہ کے لیے حجرہ مبارک سے باہر تشریف لاتے۔ ماہ رمضان میں صیام و قیام کا پورا اہتمام رکھا اور صدقہ و خیرات کثرت سے کرتے رہے۔ ماہ ذی الحجہ میں بیماری شدت اختیار کر گئی۔ بارہویں محرم کو ارشاد فرمایا کہ اب چالیس پچاس دن کے اندر جہان فانی سے عالم جاودانی کو روانگی ہوگی۔ آخر کار ۲۸ صفر ۱۰۳۳ھ جرمی کو تریسٹھ سال

کی عمر میں نہایت استغراق اور غلبہ ذکر اسم ذات کی حالت میں رحلت فرمائی۔ حضرتؒ اپنی وصیت کے مطابق اپنے فرزند حضرت خواجہ محمد صادقؒ کے پہلو میں سرہند شریف میں آرام فرماہیں اور روضہ پر انوار مرجع خواص و عوام ہے۔

حضورؒ کے صاحبزادگان

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ کے وصال کے بعد یہ نسبت عزیز حضور کے فرزندان گرامی خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ قیوم ثانی اور خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ خازن رحمت کے حصہ میں آئی جہاں سے یہ نسبت تمام اطراف عالم میں پھیل گئی۔ بلاد ہند اور بلاد سندھ بھی اس کی فضاء سے منور ہو گئے۔ سندھ میں خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ لواری شریف اور مخدوم ولایت حضرت خواجہ قاضی احمد رحمۃ اللہ اس کے حامل ہوئے۔ اطراف سندھ میں ان بزرگواروں نے دین اسلام کی بہت خدمت کی۔ متعدد مقامات پر خانقاہیں قائم کیں۔ جہاں طالبان ہدایت فیض حاصل کرتے اور اشاعت اسلام کے لیے کمر بستہ ہو جاتے۔ ان صاحب کمال بزرگوں کے طفیل پنجاب اور سندھ کا چپہ چپہ فیضان سردی سے سرشار ہو کر نور توحید سے جگمگا اٹھا۔

فضائل سلسلہ عالیہ نقشبندیہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
 کہ برنداز رہ پنہاں بحرم قافلہ راہ
 نقشبندی بزرگ عجب قافلہ سالار ہیں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلہ کو حرم تک پہنچا دیتے
 ہیں۔ (حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ)

اے سلسلہ نقشبند تیری کیا شان ہے
 ہمہ اولیاء و اتقیاء کو تیرا فیضان ہے

امام ملت و دین شیخ احمد سرہندی المعروف حضرت مجدد الف ثانی
 قدس سرہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

اے برادر اس بلند طریق سلسلہ عالیہ نقشبند کے سر حلقہ حضرت سیدنا صدیق اکبر
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد بالتحقیق تمام بنی آدم سے
 افضل ہیں اور اسی اعتبار سے اس طریق نقشبندیہ کے بزرگوں کی تحریروں میں آیا ہے کہ
 ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص
 حضوری اور آگاہی ہے بعینہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضوری ہے
 جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے اور اس طریق میں انتہا اس کی ابتدا میں مندرج ہے اور
 اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا اس سلسلہ نقشبندیہ کے ابتدا میں مل گئی تو پھر ان
 کی انتہا کیا ہوگی جبکہ دوسروں کی انتہا وصول بحق ہے تو پھر ان کو حق سے آگے کہاں تک
 سیر میسر ہوگا۔ تو میں (حضرت مجدد الف ثانی) اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ:

”اس طریقہ عالیہ کی انتہا اگر میسر ہو جائے تو وصل عریانی
 ہے“

وصل عریانی سے یہ مراد ہے کہ حجاب سب کے سب اٹھ جائیں اور تمام رکاوٹیں دور ہو

جائیں۔

اولیاء کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ عالیہ نقشبندیہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے پس صحو کی نسبت ان میں غالب ہوگی اور ان کی دعوت اتم (مکمل) ہوگی اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کمالات ان پر ظاہر ہوں گے اور ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر۔

میرا (حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ) کا خیال ہے کہ حضرت امام مہدی موعود علیہ السلام جو ولایت کی اکمیت کے لئے مقرر ہیں ان کو یہ نسبت عالیہ نقشبندیہ حاصل ہوگی اور اس سلسلہ عالیہ کی تنصیم و تکمیل فرمائیں گے کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت سے نیچے ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۵۱)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی پوری تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ سب شروع سے اخیر تک اس طریقہ کا بیان ہے جس طریقہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اس فقیر کو ممتاز کیا ہے اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے جس کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا مندرج ہے اس بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی تو معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا یعنی بخارا اور شمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر ریش و بطحا کی خاک سے ہے بویا اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی جب وہ کھیتی کہاں سے کہاں پہنچ گئی تو ان علوم و معارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا۔

جاننا چاہیے کہ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا سلوک شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پر وابستہ ہے جس نے سیر مرادی سے اس کو ملے کیا ہو اور قوت انجذاب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا ہو۔ اس کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ باطنی امراض کو ختم کرتی ہے۔ ان کمالات کا حاصل اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانے کا خلیفہ ہے۔ اقطاب و ابدال اس کے مقامات کے ظلال میں خوش ہیں۔ ہمارے اس طریقہ نقشبندیہ میں استفادہ انعکاسی ہے۔

مرید اپنے مرشد سے محبت کے رابطہ سے دم بدم اس کا رنگ پکڑتا ہے اور انعکاس

کے طریق پر اس کے نور سے منور ہوتا جاتا ہے اور صاحب دولت (پیر) کی محبت یا توجہ سے اپنے بلند مقاصد حاصل کر لیتا ہے (مکتوب نمبر ۲۶۰)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ طریقہ صوفیہ میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان نقشبندیہ بزرگوں نے اتباع سنت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے (مکتوب ۲۶۶)

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ”جاننا چاہیے کہ وہ طریقہ جو نزدیک تر۔ جلد پہنچانے والا کتاب و سنت کے زیادہ موافق۔ زیادہ مضبوط زیادہ محفوظ زیادہ پختہ زیادہ سچا۔ زیادہ رہنمائی کرنے والا بہت اونچا۔ بہت بزرگ بہت بلند مرتبہ اور بہت کامل ہے وہ صرف طریقہ عالیہ نقشبندیہ ہے۔“

اس طریقے کی یہ تمام بزرگی اور اس سلسلے کے بزرگوں کی یہ بلند شان و شوکت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مطابعت اور پابندی اور ناپسندیدہ اور بدعت سے اجتناب کی وجہ سے ہے۔ یہ نقشبندی بزرگ ہی ہیں جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ کی طرح ان کے کام کی نہایت ان کی ابتدائی شان میں ہی درج ہو چکی ہے اور ان کے حضور اور آگاہی نے دوام پیدا کیا ہے اور درجہ کمال تک پہنچنے کے بعد ان کی آگاہی دوسروں سے فوقیت لے گئی ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۹۰)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حدیث قدسی میں آیا ہے اپنے نفس سے دشمنی رکھ کہ یہ میری دشمنی پر کھڑا ہے“ تو طریق مشائخ میں سے ہر وہ طریقہ جس میں احکام شرعیہ کی زیادہ رعایت ہوگی اللہ تعالیٰ کی طرف قریب ترین راستہ ہوگا کیونکہ اس میں نفس کی مخالفت زیادہ ہے اور سن لو وہ ہے طریقہ نقشبندیہ۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے سردار قبلہ اجل شیخ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے ”میں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سب طریقوں میں سے قریب ترین راستہ پایا ہے کیونکہ اس میں نفس کی زیادہ مخالفت ہے۔“ (مکتوب ۹)

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”ولائت کے بہت سے درجات ہیں کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس سے خاص ہے اور سب سے اعلیٰ درجہ کی ولایت وہ ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے ساتھ مخصوص ہے اور علم و عین ہر لحاظ سے تمام وجودی اور اعتباری حجابات کا اٹھ جانا اسی مقام میں حاصل ہوتا ہے اس وقت وصل پوری طرح نصیب ہوتا ہے اور وجد درجہ گمان میں نہیں بلکہ حقیقتاً حاصل ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے والوں میں سے کالمین کو نصیب کامل اور حصہ وافر اس نادر الوجود مقام سے حاصل ہو جاتا ہے۔ تو تم لوگ اس بلند پایہ درجہ کے حصول کی تمنا رکھتے ہو تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع اور پیروی کو لازم جانو۔ اکثر مشائخ کے نزدیک یہ تجلی برقی ہے یعنی حضرت ذات سبحانہ سے تمام حجابات کا اٹھ جانا بجلی کی طرح تھوڑے سے وقت کے لیے ہوتا ہے پھر اسماء و صفات کے پردے لٹکا دئے جاتے ہیں اور انوار ذات کی شعاعیں پھر پوشیدہ ہو جاتی ہیں تو حضور ذاتی بجلی کی طرح ایک لمحہ کے لیے ہوتا ہے اور اکثر اوقات غیبت ذاتی ہی رہتی ہے مشائخ نقشبند کے نزدیک حضور ذاتی دائمی کا اعتبار ہے زائل ہونے اور غیبت سے بدل جانے والے حضور کا کوئی اعتبار نہیں لہذا ان اکابر نقشبند قدس اللہ اسرارہم کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے اور نسبت سے مراد حضور ذاتی دائمی ہے۔ ان کالمین نقشبند کے طریقہ میں ابتدا انتہا میں درج ہے اور اس معاملہ میں ان کی اقتداء حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے ساتھ ہے کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ پاگئے جو دوسروں کو نہایت میں میر آتا ہے اور نہایت کے ہدایت میں درج ہونے سے ہوتا ہے تو جس طرح محمد الرسول اللہ علیہ وسلم کی ولایت تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ولایتوں سے فائق و اعلیٰ ہے اسی طرح ولایت نقشبندیہ تمام اولیاء کی ولایت سے اعلیٰ اور فائق ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ان کی ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف منسوب ہے (مکتوب نمبر ۲۱)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے اکابر قدس اللہ اسرارہم کی عبادات میں جو واقع ہوا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے فائق اور اعلیٰ ہے اس سے مراد حضور و آگاہی کی نسبت ہے۔ جو حضور ان کے ہاں معتبر ہے وہ حضور بے غیبت ہے جس کو انہوں نے ”یادداشت“ سے عبارت ہے اور تجلی ذاتی حضور ذات تعالیٰ سبحانہ کا ظہور اس کے اسماء صفات شیون اور اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر حضور ذات سے عبارت ہے اور اسی تجلی کو تجلی برقی کہتے ہیں یعنی لمحہ بھر کے لئے شیون اور اعتبارات (پردے) اٹھ جاتے ہیں اور پھر انہی پردوں میں وہ ذات پوشیدہ ہو جاتی ہے یعنی لمحہ بھر کے لئے حضور نصیب ہوتا ہے اور اکثر اوقات حضوری نصیب نہیں رہتی اس طرح کی وقتی نسبت ان بزرگان نقشبند کے ہاں کوئی اعتبار نہیں رکھتی بلکہ انہیں حضوری دوام رہتی ہے اور کسی وقت پوشیدہ نہیں ہوتی اس لئے یہ نسبت نقشبندیہ باقی تمام سلسلہ ہائے ولایت سے فائق و اعلیٰ ہے۔

(مکتوب نمبر ۲)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اس اعلیٰ نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے ہم فقراء کو اہل سنت و جماعت کی آراء کے مطابق عقائد درست کرنے کے بعد طریقہ عالیہ نقشبندیہ سے مشرف فرمایا اور اس بزرگ خاندان کے نسبت یافتہ مریدوں میں شامل کیا۔ فقیر کے نزدیک اس طریق نقشبند میں ایک قدم آگے بڑھانا دوسرے طریقوں میں سات قدم آگے بڑھانے سے بہتر ہے وہ طریقہ جو طبیعت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے وہ اسی طریقہ نقشبند کے ساتھ مخصوص ہے دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کے انتہا تک موقوف ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا۔ یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگان نقشبند کا طریقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے وافر حصہ حاصل کیا

اس طریق نقشبند کے فہمی بھی تیبعیت کے طور پر ان کمالات سے کامل حصہ پاتے ہیں۔ وہ مبتدی اور متوسط جنہوں نے اس طریق کو لازم پکڑا ہے اور اس طریق کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں وہ بھی کمالات نبوت میں حصہ کے امیدوار ہیں۔
(مکتوب نمبر ۲۸۱)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اس دولت عظمیٰ (ولایت) کا حصول اس بلند طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے ساتھ کامل اخلاص اور اس کی طرف توجہ اور رجوع کے ساتھ وابستہ ہے۔ ریاضات شاقہ اور مجاہدات شدیدہ سے بھی وہ چیز میسر نہیں آسکتی جو ان بزرگوں کی ایک صحبت سے میسر آ جاتی ہے ان بزرگان نقشبند کا طریقہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا طریقہ ہے کہ ان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اول صحبت میں وہ کمالات میسر آگئے جو اولیاء امت کو انتہا میں پہنچ کر بھی شاید ہی نصیب ہوں اور یہ چیز نہایت کے بدائت (ابتدا) میں درج ہونے کے طور پر ہے۔ یہ اولیاء نقشبند بھی پہلی صحبت میں وہ عطا کر دیتے ہیں جو منتہیوں کو انتہا پر جا کر میسر آتی ہے تو تم پر اکابر اولیاء کے ساتھ محبت و عقیدت رکھنا لازم ہے کیونکہ اس معاملے پر ہی دار و مدار ہے۔ (مکتوب نمبر ۹۰)

نقشبندی سلسلہ کیا ہے؟

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ نقشبند صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت اور صحبت سے مراد موافقان طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفان طریقت کی کیونکہ ایک کا دوسرے میں فنا ہونا صحبت کی شرط ہے جو بغیر موافقت میں میسر نہیں ہوتا (مکتوب نمبر ۲۶۵)

جاننا چاہیے کہ حضرت خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کے طریقہ کا حاصل اور خلاصہ اہل سنت و جماعت کا اعتقاد۔ روشن سنت مصطفوی علیہ السلام کی اتباع اور بدعت اور نفسانی خواہشات سے پرہیز اور حتی الامکان احکام شرعیہ میں عزیمت پر عمل اور رخصت پر عمل کرنے سے پرہیز ہے (مکتوب نمبر ۲۹۵)

حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”اس طریقہ نقشبند کا دار و مدار دو اصولوں پر ہے ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی (عمل کرنا) کہ اس کے چھوٹے چھوٹے آداب کے ترک کرنے پر راضی نہ ہو یعنی شریعت مطہرہ پر پورا پورا عمل کرنا۔

دوسرے شیخ طریقت (پیر) کی محبت اور اخلاص پر اس طرح راسخ اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں بلکہ اس کی تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں دلکش اور محبوب دکھائی دیں اور اللہ کی مہربانی سے یہ دو اصول درست ہو گئے تو دنیا اور آخرت کی سعادت نصیب ہو گئی۔ (مکتوب نمبر ۲۲۸)

اس راہ کے طالب کو چاہیے کہ اہل حق کی درست آراء کے مطابق عقائد کی درستی کے بعد اور احکام قہیہ ضروریہ کے بعد اور اس علم کے مطابق عمل کرنے کے بعد اپنے تمام اوقات کو ذکر الہی جل شانہ میں مصروف رکھے لیکن شرط یہ ہے کہ اس ذکر کو

کسی شیخ کامل اکمل سے اخذ کیا ہو کیونکہ ناقص کامل نہیں بنا سکتا اور اپنے اوقات کو ذکر سے اس طریقہ پر آباد رکھے کہ فرائض و سنن موکدہ کی ادائیگی کے بغیر کسی چیز میں مشغول نہ ہو یہاں تک کہ تلاوت قرآن مجید اور نقلی عبادتوں کو بھی موقوف رکھے اور با وضو ذکر کرے اور کھڑے بیٹھے اور لیٹے ہوئے بھی اسی کام (بیر کے بتائے عمل / ذکر) میں مشغول رہے اور آمدورفت خوردونوش اور سوتے جاگتے کسی وقت بھی اس ذکر سے خالی نہ رہے۔

اس طرح ہمیشہ ذکر میں مصروف رہے کہ مذکور (حق سبحانہ) کے سوا ہر چیز اس کے سینہ کے میدان سے اپنا سامان باندھ کر کوچ کر جائے۔ اور اس کے باطن میں ماسوا کا کوئی نام و نشان باقی نہ رہے یہاں تک کہ بطور وسوسہ بھی ماسوا اس کے دل میں گزر نہ کرے اور اگر تکلف سے بھی غیر کو دل میں لانا چاہے تو اس نسیان کی وجہ سے جو اس کے دل کو مذکور (حق سبحانہ) کے سوا حاصل ہو چکا ہے میسر نہ ہو اور یہ نسیان جو دل کو مطلوب کے سوا تمام ماسوا سے حاصل ہوا ہے حصول مطلوب کا مقدمہ ہے اور اس کے وصول کی بشارت دینے والا ہے اور حصول مطلوب اور وصول حقیقی کے مقصود کے متعلق کیا لکھوں کہ وہ وراء الوراء ہے

جس راستے کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں وہ سارا سات قدم ہے جس طرح انسان کے سات لطفے ہیں۔ دو قدم تو عالم خلق میں ہیں جو قالب (بدن) اور نفس سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ قدم عالم امر میں ہیں جو قلب، روح، سر، خفی اور اخفی سے تعلق رکھتے ہیں اور ان سات قدموں میں سے ہر قدم میں دس ہزار حجابات اٹھاتے ہیں یہ حجابات نورانی ہوں یا ظلمانی (سیاہ):

اِنَّ لِلّٰهِ سَبْعِيْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرِ وَظُلْمَةٍ (مکھواۃ شریف)

بے شک اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ستر ہزار پردے ہیں نور اور ظلمت کے۔

اول قدم میں جو عالم امر میں رکھتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے دوسرے قدم میں تجلی صفات، تیسرے قدم میں تجلیات ذاتیہ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ پھر تجلیات کے فرق کے مطابق آگے ترقی کرتا چلا جاتا ہے، جیسا کہ اہل معرفت سے پوشیدہ نہیں اور ان سات

قدموں میں سے ہر قدم میں بندہ اپنے سے دور اور حق سبحانہ کے نزدیک ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ ان قدموں کے مکمل ہونے کے ساتھ قرب الہی بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ اس وقت وہ فنا اور بقا سے مشرف کر دیے جاتے ہیں اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچا دیے جاتے ہیں۔

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ نے اس سیر کی ابتداء عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو بھی اس سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ بخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ قدس سرہم کے۔ لہذا طریقہ نقشبندیہ وصول کے لیے دوسرے سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے تو ضروری طور پر دوسروں کی انتہا ان کی ابتدا میں درج ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا
میرے گلستان سے میری بہار کا اندازہ کر لو۔

ان بزرگوں کا طریقہ بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کیونکہ ان بزرگوں (صحابہ کرام) کو حضور خیرا بشر علیہ وعلى آلہ الصلوٰت والتسلیمات کی پہلی صحبت میں ہی وہ کچھ حاصل ہو گیا جو کامل اولیاء امت کو نہایت پر پہنچ کر بھی بہت کم ہی میر آتا ہے۔ (مکتوب نمبر ۱۲۰)

حق سبحانہ اپنی کمال مہربانی سے بعض بزرگوں کو جذبہ کے حصول اور اس جہت کے مکمل کرنے کے بعد دولت سلوک سے مشرف فرماتا ہے۔ تو جذبے کی مدد سے مسافت بعیدہ کو جس کا اندازہ پچاس ہزار سالہ راستہ لگایا گیا ہے اور آیہ کریمہ :

تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ

چڑھتے ہیں فرشتے اور روح ان کی طرف ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔

میں اسی اندازے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ پچاس ہزار سال کی مسافت تھوڑی مدت میں طے ہو سکتی ہے اور بندہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی حقیقت تک پہنچ سکتا ہے سلوک کی انتہا سیرالی اللہ کی نہایت تک ہے جسے فنائے مطلق سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کے بعد پھر

جذبے کا مقام ہے۔ جسے سیر فی اللہ اور بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ سیرالی اللہ اس سیر سے عبارت ہے جو اس اسم تک ہوتی ہے جس کا سالک مظہر ہوتا ہے اور سیر فی اللہ اس اسم میں سیر کا نام ہے کیونکہ ہر اسم لاتعداد اسماء کا جامع ہے۔

لہذا اس میں سیر بھی بے نہایت ہوگی اور یہ اسم مراتب عروج میں عین ثابتہ کے اوپر ہے اس لیے کہ سالک کی عین ثابتہ اسی اسم کا سایہ اور اس کی صورت ملیبہ ہے اور وہ جماعت جو فضل ایزدی جل شانہ کے ساتھ مخصوص ہے اس اسم سے بھی عروج فرما جاتی ہے اور بے نہایت ترقیات جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے حاصل کرتی ہے۔

اگرچہ دوسرے سلسلوں کے واصل حضرات جہت ثانی میں ان مشائخ نقشبندیہ کے ساتھ شریک ہیں اور فتانی اللہ و بقا باللہ کے ساتھ موصوف ہیں لیکن وہ مسافت جسے دوسرے سلسلوں کے ارباب سلوک ریاضات اور مجاہدات کے ساٹھ ملے کرتے ہیں اور زمانہ ہائے دراز کے بعد اس کام کی نہایت تک پہنچتے ہیں اس بزرگ سلسلہ نقشبندیہ کے اکابر دولت شہود کی لذت اور مقصود کے ذوق یافت سے اس مسافت کو تھوڑے سے وقت میں طے کر لیتے ہیں اور کعبہ مطلوب تک پہنچ جاتے ہیں اور مقصود تک پہنچنے کے بعد انہیں بے نہایت ترقیات نصیب ہوتی ہیں کہ دوسرے سلسلوں کے انتہا کو پہنچ جانے والے ارباب سلوک کو اس ترقی اور قرب سے بہت کم حصہ ملتا ہے کیونکہ جذبے کا سلوک پر مقدم ہونا ایک طرح کا معنی محبوبیت چاہتا ہے جب تک کوئی شخص مراد نہ ہو، اسے جذب عطا نہیں کرتے اور جب اپنی طرف کھینچتے ہیں، تو بہت نزدیک جا پڑتا ہے اور بہت زیادہ قرب پیدا کر لیتا ہے۔ چاہے ہوئے (مطلوب و مراد) اور خود چاہنے والے (طالب و مرید) میں بہت فرق ہے:

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَّشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ عظیم فضل والا ہے۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ دوسرے سلسلوں کے مراد ارباب طریقت بھی اس ترقی اور قرب میں شریک ہیں کیونکہ جذبہ ان کے سلوک پر بھی مقدم ہے تو اس طریقہ نقشبندیہ کی دوسرے طریقوں پر فضیلت اور زیادتی کس طرح ہوگی اور اس سلسلے کو دوسرے سلسلوں سے قریب ترین راستہ کیوں کہا گیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے طریقے اس معنی کے حصول کے لیے وضع نہیں کیے گئے۔ بلکہ ان میں سے بعض کو بر سبیل اتفاق یہ دولت ہاتھ آ جاتی ہے اور یہ طریقہ وضع ہی اس دولت کے حصول کے لیے کیا گیا ہے اور ”یادداشت“ جو اس بلند سلسلہ کے اکابر کی عبارت میں واقع ہے ان دونوں جہت و جذبہ و سلوک کے پائے جانے کے بعد سامنے آتی ہے اور اسے نہایت کمناشودو آگاہی کے مراتب کے نہایت کے اعتبار سے ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ شہود یا تو صورت کے آئینہ یا معنی کے آئینہ میں ہو گا یا صورت و معنی سے باہر ہو گا اس بے پردہ شہود کو برقی کہتے ہیں۔ یعنی اس شہود کا حصول بجلی کی مانند ہوتا ہے۔ پھر پردے میں روپوش ہو جاتا ہے۔ یہی شہود اگر محض فضل ایزدی جل سلطانہ سے دوام پذیر ہو جائے اور کمال طور پر پردوں کی تنگی سے باہر آ جائے تو اسے ”یادداشت“ سے تعبیر کرتے ہیں اور یہی حضور بے غیبت ہے۔ اس لیے کہ جب بھی شہود پردے میں ہو گا غیبت موجود ہوگی۔ جب تک بے پردگی پیدا نہ ہو۔ یادداشت کا نام اس پر اطلاق نہیں کر سکتے۔

یہاں ایک دقیق بات ہے جاننا چاہیے کہ ہر داصل کے باطن کے لیے رجوع نہیں ہوتا اور اس کی آگاہی دائمی ہوتی ہے لیکن اس نسبت کا اس کے بدن میں سرایت کرنا بجلی کی طرح ہوتا ہے۔ بخلاف محبوبوں کے کہ جذبہ ان کے سلوک پر مقدم ہوتا ہے اور یہ سرایت کرنا ان میں دائمی ہوتا ہے اور ان کا بدن باطن کا حکم اختیار کر چکا ہوتا ہے اور باطن کا کام کرتا ہے جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے ان کے جسم نرم ہو چکے ہوتے ہیں جس طرح ان کی رو میں نرم ہو چکی ہوتی ہیں یہاں تک کہ ان کے ظاہر ان کے باطن کی طرح ہو چکے ہوتے ہیں اور ان کے باطن ان کے ظاہر کی طرح پس لازمی طور پر غیبت کے لیے انکی آگاہی میں گنجائش نہیں ہوتی لہذا یہ نسبت تمام

نسبتوں سے فوقیت رکھتی ہے اور اسی معنی کی وجہ سے ان حضرات نقشبندیہ کی کتابوں اور رسالوں میں یہ عبارت شائع اور عام ہے کیونکہ نسبت آگاہی سے عبارت ہے اور آگاہی کے مراتب کی انتہا یہ ہے کہ بے پردہ میسر آئے اور ہمیشہ رہے۔

اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ مطلق نہایت وراء الوارء ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس آگاہی کے پائے جانے کے بعد اگر عروج واقع ہو تو حیرت کے بھنور میں پڑ جاتا ہے اور اس آگاہی کو باقی مراتب عروج کی طرح اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے۔ یہ وہی حیرت ہے جس کا نام حیرت کبریٰ ہے۔ جو اکابر الاکابر کے ساتھ مخصوص ہے۔

اس حیرت کے حاصل ہونے کے بعد مقام معرفت ہے دیکھیں کہ اس دولت سے مشرف فرماتے ہیں اور کفر حقیقی کے بعد ایمان حقیقی کے حصول کے ساتھ جو مقام حیرت ہے نوازتے ہیں۔ اس بارے میں محققین کا نہایت مطلوب ایمان اور مقام دعوت اور حضرت صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام والتجیہ کا ہے کہ:

أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَىٰ بَصِيْرَةٍ أَنَا وَمَنْ اتَّبَعَنِي

میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میرے پیروکار کامل بصیرت پر ہیں۔

اسی مقام میں ہے:

اور وہ سرور دین و دنیا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس ایمان کو طلب کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں:

اللَّهُمَّ اعْطِنِي إِيمَانًا صَادِقًا وَتَقِيْمًا لَيْسَ بَعْدَهُ كُفْرٌ

اے اللہ مجھے ایمان صادق عطا فرما اور ایسا یقین دے جس کے بعد کفر نہ ہو۔

اور آپ کفر حقیقی سے جو مقام حیرت سے ہے پناہ پکڑتے ہیں اور فرماتے ہیں:

أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْكَفْرِ۔

اسے اللہ میں نقر اور کفر سے تیرے پاس پناہ لیتا ہوں۔
یہ مرتبہ مراتب حق الیقین کی انتہا ہے اس جگہ علم اور عین ایک دوسرے کا حجاب
نہیں ہوتے

ان بزرگوں کا جذبہ دو قسم کا ہے۔ قسم اول جو حضرت صدیق اکبرؓ سے پہنچی ہے اور
اس اعتبار سے ان مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف منسوب ہے اور
اس کا حصول طریقہ خاص سے توجہ پر موقوف ہے اور یہ جذبہ تمام موجودات کا قیوم ہے
اور فنا و اضمحلال اس میں نصیب ہوتا ہے۔

دوسری نوع وہ ہے کہ اس طریقہ میں اس کے ظہور کا مبداء حضرت خواجہ نقشبندؒ
ہیں اور وہ معیت ذاتیہ کے راستے سے ابھرتا ہے اور وہ جذبہ حضرت خواجہؒ سے ان کے
خلیفہ اول خواجہ علاؤ الدینؒ کو پہنچا۔ اور چونکہ آپ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے اس
لیے آپ نے بھی اس قسم کے جذبہ کے حصول کے لیے ایک طریقہ وضع فرمایا اور وہ
طریقہ آپ کے خاندانہ کے خلفاء میں طریقہ علائیہ سے مشہور ہے ان کی عبارت میں
واقع ہے کہ تمام طریقوں سے اقرب طریقہ، طریقہ علائیہ ہے اگرچہ اس جذبے کا اصل
آغاز حضرت خواجہ نقشبندؒ سے ہے۔ لیکن اس جذبہ کے حصول کے لیے طریقے کا وضع
کرنا حضرت خواجہ علاؤ الدینؒ قدس اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہے بلاشبہ یہ طریقہ
کثیر البرکت ہے۔ اس طریقے کا تھوڑا حصہ بھی دوسروں کے بہت سے طریقوں سے زیادہ
نافع ہے۔

جذبہ کی نوع اول جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس
کے حصول کے لیے ایک علیحدہ طریقہ مقرر ہے اور وہ وقوف عددی کا راستہ ہے اور وہ
سلوک جو اس جذبہ کے حصول کے لیے ہوتا ہے وہ بھی دو قسم کا ہے۔ بلکہ کئی قسم کا ہے
ایک قسم تو وہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس طریقہ سے مقصود تک
پہنچے اور حضرت رسالت خاتمت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بھی جذبہ کے اس خانہ سے
اسی طریقہ سے پہنچے ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال اخلاص کی جہت
سے جو آپ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے رکھتے تھے اور آپ میں فانی تھے تمام صحابہ

کرام رضوان اللہ تعالیٰ و تقدس علیہم اجمعین کے درمیان اس راستے کی خصوصیت کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں اور یہی نسبت جذبہ و سلوک حضرت امام جعفر صادقؑ تک اسی خصوصیت کے ساتھ پہنچی اور جب کہ امام جعفر صادقؑ کی والدہ ماجدہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد کرام سے تھیں۔ اس بنا پر امام جعفرؑ نے اپنے آبائے کرام سے بھی ایک الگ نسبت حاصل کی۔ تو آپ ان دونوں طریقوں کے جامع ہوئے اور اس جذبے کو آپ نے ان کے سلوک کے ساتھ جمع فرما دیا اور اس سلوک کے ذریعے مقصود تک پہنچے اور ان دونوں سلوک کے درمیان فرق یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے ملے ہوتا ہے اور حضرت صدیق اکبرؑ کا سلوک سیر آفاقی سے کوئی خاص تعلق نہیں رکھتا۔ یوں دکھائی دیتا ہے کہ حضرت صدیق اکبرؑ نے جذبہ کے مکان میں سوراخ کیا اور مطلوب تک پہنچے حضرت علیؑ کے سلوک میں معارف حاصل ہوتے ہیں اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سلوک میں محبت کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی بنا پر لازماً حضرت علیؑ علم کے شہر کے دروازے قرار پائے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ دوستی اور غلت کی قابلیت پیدا کی نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا أَحَدًا خَلِيلًا لَا تَخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا
 اگر میں نے کسی کو اپنا خاص دوست بنانا ہوتا تو ابو بکر صدیق کو بناتا۔

اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جنت جذبہ کی جامعیت کے اعتبار سے جس کا منبع محبت ہے اور سلوک آفاقی کی جنت سے جو علوم و معارف کا منبع ہے محبت اور معرفت سے وافر حصہ حاصل کیا اس کے بعد امام موصوف نے اس نسبت مرکبہ کو بطور امانت سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس اللہ تعالیٰ سرہ کے سپرد کیا۔

طریقہ نقشبندیہ میں نئی چیزوں کی اختراع

اس طریقہ علیہ کے متاخرین بزرگوں کے کچھ خلفاء نے اس طریقہ میں کچھ نئی چیزیں داخل کر دی ہیں اور اس سلسلہ کے اکابر کی روش کو ترک کر دیا ہے ان لوگوں کے مریدوں کی ایک جماعت یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ ان محدثات سے انہوں نے اس طریقہ کی تکمیل کی ہے۔ حاشاؤ کلا (پناہ بخدا) کبرت کلمتہ تخرج من افواہہم (بہت بڑی بات ان کے مونہوں سے نکل رہی ہے) جن لوگوں نے اس سلسلہ میں بعض نئی اور بے اصل باتیں داخل کی ہیں ان سے اس سلسلے کی تکمیل نہیں بلکہ اس میں سلسلے کی تخریب اور اسے ضائع کرنا ہے افسوس ہزار افسوس بعض وہ بدعات جن کا دوسرے سلسلوں میں وجود تک نہیں۔ انہیں اس سلسلہ میں جاری کر دیا گیا ہے مثلاً "اس سلسلہ کے بعض لوگ نماز تہجد جماعت سے ادا کرتے ہیں اردگرد سے لوگ تہجد کے وقت جمع ہوتے ہیں اور پھر یہ لوگ پوری جمعیت کے ساتھ یہ نماز باجماعت ادا کرتے ہیں۔ ان کا یہ عمل مکروہ تحریمہ ہے۔ جن فقہاء نے اس جماعت کی کراہت کے لئے تداعی (لوگوں کو بلانا) کو شرط قرار دیا ہے۔ انہوں نے بھی ایک گوشہ مسجد میں اسے جائز کہا ہے وہ بھی اس صورت میں کہ تین افراد سے زیادہ نہ ہوں۔ تین سے زیادہ افراد کامل کر یہ نماز جماعت سے ادا کرنا فقہاء کے نزدیک بالاتفاق مکروہ ہے۔ نیز اس طرح نماز تہجد ادا کرنے میں تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں۔ بارہ رکعات کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور دو رکعت بیٹھ کر اور ان دو کو ایک رکعت تصور کرتے ہیں اور اس طرح تیرہ رکعت تصور کرتے ہیں حالانکہ بات یوں نہیں ہمارے نبی کریم علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات نے جو بعض دفعہ تیرہ رکعات ادا فرمائی ہیں اور بعض دفعہ گیارہ رکعات اور بعض دفعہ نو رکعات تو وہ وتروں کو ساتھ ملا کر جفت رکعات کے بجائے طاق رکعات قرار دی ہیں یوں نہیں کہ دو رکعات نفل کو جو بیٹھ کر ادا کی ہوں ایک تصور کیا ہے اس قسم کے علم و عمل کا منشا روشن سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیت کی عدم تحقیق ہے۔

حضرت "مخدوم زادہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اس بلند طریقہ کی بلندی اور طبقہ نقشبندی کی رفعت التزام سنت اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔ اس لئے اس بلند

طریقہ کے اکابر نے ذکر جبر سے اجتناب فرمایا ہے اور ذکر قلبی کی تلقین کی ہے اور سماع رقص وجد و توجہ سے جو آنسرد علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ میں نہیں تھا، منع کیا ہے اور خلوت نشینی اور چلہ کشی جو زمانہ صحابہ میں نہیں تھی اس کے بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے۔ تو لازماً "اس التزام و پابندی پر نتائج عظیمہ مرتب ہوئے ہیں اور بدعت سے بچنے پر ثمرات کثیرہ حاصل ہوئے ہیں۔ اسی بنا پر یہ بات ہے کہ دوسروں کی انتہا ان کی ہدایت (ابتدا) میں درج ہے اور ان کی نسبت دوسروں کی نسبتوں سے فائق و اعلیٰ ہے ان کا کلام امراض قلبیہ کے لیے دوا اور ان کی نظریہ بیماریوں سے شفا بخشتی ہے اور ان کی اعلیٰ توجہ طالبوں کو کونین کی گرفتاری سے نجات عطا کرتی ہے اور ان کے بلند ہمت مریدوں کو پستی سے بلندی تک پہنچاتی ہے"

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برنداز رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک راہ جاز بہ صحبت شان
برد دوسرہ خلوت و فکر چلہ را

نقشبندی بزرگ عجب قافلہ سالار ہیں جو پوشیدہ راستے سے قافلے کو حرم تک پہنچا دیتے ہیں۔ سالک راہ کے دل سے ان کی صحبت کا جاذبہ و سوسہ خلوت اور فکر چلہ کو مٹا دیتا ہے۔

لیکن اس زمانہ میں کہ یہ نسبت شریفہ عنقا اور نایاب ہو چکی ہے اور اپنا چہرہ پوشیدگی میں چھپا چکی ہے اسی طبقہ کی ایک جماعت نے اس دولت عظمیٰ اور نعمت غیر مترقبہ کے حاصل نہ ہونے کی وجہ سے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں اور ان نفس موتیوں کے عوض چند ٹھیکریوں پر خوش ہو چکے ہیں اور بچوں کی طرح اخروٹ و منقاکے ساتھ آرام پذیر ہو چکے ہیں۔ انتہائی اضطراب و حیرانی کے باعث اکابر کا طریقہ چھوڑ کر کبھی ذکر جبر سے تعلق پکڑتے ہیں اور کبھی سماع و رقص سے آرام حاصل کرتے ہیں اور انجمن میں ان کو خلوت میسر نہیں آئی تو انہوں نے چالیس روزہ خلوت کے چلے اختیار

کئے۔ عجب تر بات یہ ہے کہ ان بدعات کو اس نسبت شریفہ کا متمم و مکمل گمان کرتے ہیں اور اس تخریب کو عین تعمیر شمار کرتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ان کو انصاف کی توفیق عنایت کرے اور ان کے کمالات کا ایک شہ ہی ان کی جانوں کے دماغ تک پہنچائے اور اس کی برکت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل پاک کی حرمت کے صدقہ سے۔ ان بدعات و محدثات نے جو اس علاقہ میں پھیل چکی ہیں بہت حد تک اکابر کے اصل طریقہ کو پوشیدہ کر دیا ہے اور وہاں کے ہر شریف و کمینہ نے نئی اور جدید وضع اختیار کر لی ہے اور اصل اور قدیم راستہ سے روگرداں ہو چکے ہیں۔ (مکتوب نمبر ۱۶۸)

اس طریق میں مایوس اور خسارہ والا وہ شخص ہے جو اس طریق (نقشبند) میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مد نظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں پیدا کرے اور طریقت کے برخلاف اپنے واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرے۔ اس صورت میں طریق کا کیا گناہ ہے وہ اپنے واقعات و منامات کی راہ پر چلتا ہے یعنی اپنے اختیار سے کعبہ کی طرف سے منہ پھیر کر ترکستان کی طرف جا رہا ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۸۲)

اور طریق صوفیہ میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں اور اگر احوال کے باوجود متابعت میں فتور جائیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے اسی لئے ان بزرگواروں نے سماع و رقص کو جائز نہیں سمجھا اور ان احوال کا جو ان پر مرتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ ذکر جبر کو بھی بدعت جان کر اس سے منع کیا ہے اور وہ فوائد و ثمرات جو اس پر مرتب ہوتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کیا۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں اپنے پیر حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس طعام میں حاضر تھا۔ شیخ کمال جو حضرت کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرتے وقت آپ کے حضور بسم اللہ کو بلند آواز سے کہا۔ حضور کو بہت ناگوار معلوم ہوا اور یہاں تک جھڑکا اور فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے پیر رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر کلال قدس سرہ کے پاس لے گئے تھے تاکہ ان کو ذکر جبر سے منع کریں۔ علماء نے حضرت امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی کہ ذکر جبر بدعت ہے نہ کیا کریں انہوں نے جواب میں فرمایا کہ آئندہ نہ کریں گے۔ (مکتوب نمبر ۲۶۶)

آداب مریدین

ارشادات امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَدَّبَنَا بِالْأَذَابِ النَّبَوِيِّ وَهَدَانَا بِالْأَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ
 عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَتَمَّتْهَا وَأَكْمَلَهَا.

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں آداب نبوی سکھائے اور ہمیں
 اخلاق مصطفوی کی ہدایت دی علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات

امام ربانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ اے عزیز جان لے کہ اس راہ فقر پر چلنے والے
 دو حال سے خالی نہیں یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہوں تو انہیں مبارک ہو۔ کیونکہ
 انہیں انجناب اور محبت کے راستے سے کشاں کشاں لے جائیں گے اور مطلب اعلیٰ تک
 پہنچادیں گے اور ہر ادب جو درکار ہو بلاواسطہ یا بلاواسطہ انہیں سکھادیں گے اور اگر ان
 سے کوئی لغزش واقع ہوگی تو اس پر انہیں جلدی آگاہ فرمادیں گے اور ان پر گرفت نہیں
 کریں گے اور اگر انہیں ظاہری پیر کی ضرورت ہوگی تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت
 تک پہنچادیں گے۔

مختصر یہ کہ عنایت ازلی جل شانہ ان بزرگوں کے حال کی کفیل ہے بلاواسطہ یا
 بلاواسطہ ان کے کام کے لیے اللہ تعالیٰ کافی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں جسے چاہتا
 ہے برگزیدہ بنا لیتا ہے۔

اور اگر مرید ہوں گے تو ان کا کام کامل اور کامل کرنے والے پیر کے واسطہ کے بغیر
 دشوار ہے بلکہ ایسا پیر چاہیے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف اور فتا و بقا کی
 سعادت سے بھی سعادت مند ہو چکا ہو اور سیرالی اللہ، سیرنی اللہ، سیر عن اللہ باللہ اور سیر
 فی الاشیا باللہ کو کھل طور پر طے کر چکا ہو اور اگر اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہو
 اور مرادوں کی تربیت کا پروردہ ہو تو نہایت ہی اکسیر ہے اس کا کلام دوا ہے اور اس کی
 نظر شفا۔ مردہ دلوں کی زندگی اس کی توجہ شریف سے وابستہ ہے اور پڑمردہ جانوں کی

تازگی اس کے التفات لطیف کے ساتھ مربوط ہے اور اگر اس طرح کا صاحب دولت پیر
میر نہ آئے تو سالک مجذوب ہی غنیمت ہے اور ناقصوں کی تربیت اس سے بھی ہو جائے
گی اور اس کے واسطے سے فنا اور بقا کی دولت تک پہنچ جائیں گے۔

اور اگر عنایت خداوندی جل سلطانہ سے کسی طالب کو اس طرح کے کامل اور
کامل کرنے والے پیر تک پہنچادیں تو چاہیے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے اور
اپنے آپ کو کھل طور پر اس کے سپرد کر دے اور اپنی نیک بختی کو اس کی رضامندی کے
کاموں میں جانے اور اپنی بد بختی کو اس کی ناراضگی میں خیال کرے۔ مختصر یہ کہ اپنی ہر
خواہش کو اس کی رضا کے تابع کر دے۔

حدیث نبوی علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات اتمہا واکملہا میں وارد ہے۔

لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ يَكُونَ هُوَ تَبَعًا لِمَا جِئَتْ بِهِ

تم میں سے اس وقت تک کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی خواہش نفس
کو اس چیز کے تابع نہ کر دے جسے میں لے کر آیا ہوں۔

یہ بات بھی مرید کے ذہن میں رہنی چاہیے کہ آداب صحبت اور شرائط کا لحاظ بھی
اس راہ کی ضروریات سے ہے تاکہ فائدہ پہنچانے اور فائدہ حاصل کرنے کا راستہ کھلے۔
اس کے بغیر صحبت کا کوئی نتیجہ نہیں اور نہ مجلس کا کوئی فائدہ ہے۔ بعض آداب اور
ضروری شرائط بیان کی جاتی ہیں گوش ہوش سے سنیں۔

اے عزیز! تو جان کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کے چہرے کو تمام اطراف سے
موڑ کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے اور پیر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر
نوافل اور اذکار میں مشغول نہ ہو اور اس کے غیر کی طرف التفات نہ کرے اور اپنے
آپ کو کلیتہً اس کی طرف متوجہ کر کے بیٹھے یہاں تک کہ اس کے حکم کے بغیر ذکر میں
بھی مشغول نہ ہو اور فرض و سنت نماز کے علاوہ کوئی نماز اس کی مجلس میں ادا نہ کرے۔
موجودہ بادشاہ کے متعلق منقول ہے کہ اس کا وزیر اس کی سامنے کھڑا تھا اتفاقاً اس
دوران میں وزیر کی توجہ اپنے کپڑوں کی طرف ہو گئی اور اس نے اپنے کپڑے کے کسی

بند کو اپنے ہاتھ سے درست کیا۔ اس دوران بادشاہ کی نظر اس پر پڑی دیکھا کہ وزیر اس کی طرف متوجہ نہیں تو ڈانٹ کر کہا کہ میں اس بات کو برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے سامنے اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔

غور کرنا چاہیے کہ جب کمپنی دنیا کے وسائل کے لیے باریک آداب درکار ہیں تو جو چیزیں (مرشد وغیرہ) خدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہیں ان کے آداب کی رعایت تو بہت کامل طریقہ پر کرنی لازم ہوگی اور جہاں تک ممکن ہو ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑوں پر یا پیر کے سائے پر پڑتا ہو اور پیر کی جاء نماز پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو خانہ میں وضو نہ کرے اور اس کے خاص برتنوں کو اپنے استعمال میں نہ لائے اور اس کے سامنے پانی نہ پئے اور نہ کھانا کھائے اور نہ کسی سے بات کرے بلکہ کسی کی طرف بھی متوجہ نہ ہو اور پیر کی عدم موجودگی میں اس طرف پاؤں نہ کرے جس طرف پیر ہو اور نہ اس طرف تھوکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہو اسے درست جانے اگرچہ بظاہر درست نظر نہ آئے کیونکہ پیر جو کچھ کرتا ہے الہام اور اذن سے کرتا ہے لہذا ایسی صورت میں اعتراض کی گنجائش نہیں ہے۔

اور اگر اس کی بعض الہامی صورتوں میں خطا بھی واقع ہو جائے تو خطا الہامی اجتہادی کی طرح ہے کہ اس پر ملامت یا اعتراض جائز نہیں۔ نیز چونکہ اس مرید کو اپنے پیر کے ساتھ محبت پیدا ہو چکی ہے اس لیے محبوب سے جو کچھ صادر ہو محب کو اچھا ہی نظر آتا ہے لہذا اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں اور تمام کلی و جزوی امور میں اپنے پیر کی اقتدا کرے کیا کھانے میں کیا پینے میں اور کیا سونے اور ہر نیک کام میں۔ نماز کو اپنے پیر کی طرح ادا کرنا چاہیے اور فقہ کو اس کے عمل سے اخذ کرنا چاہیے۔

اور اپنے پیر سے خوارق و کرامات کا مطالبہ نہ کرے اگرچہ یہ طلب دل میں وسوسے و خطرے کی شکل میں ہو تم نے کبھی سنا ہے کہ کسی مومن نے اپنے نبی سے معجزہ طلب کیا ہو معجزے طلب کرنے والے کفار اور منکر لوگ ہیں۔

معجزات از بہر قہر دشمن است
بوائے جنیت پئے دل برون است

موجب ایمان نباشد معجزات
 بوئے جنیت کند جذب صفات

معجزات دشمن کو مغلوب کرنے کے لیے ہیں اور دل قابو کرنے کے لیے جنیت کی بو ہے
 معجزات ایمان کا باعث نہیں بلکہ جنیت کی بو صفات کو جذب کرتی ہے۔
 اگر دل میں کسی قسم کا شبہ بھی آجائے تو بلا توقف پیر کی خدمت میں عرض کرے۔
 اگر حل نہ ہو تو اپنی کوتاہی تصور کرے پیر پر کوئی عیب نہ لگائے اور جو بھی واقعہ ظاہر ہو
 پیر سے پوشیدہ نہ رکھے اور واقعات کی تعبیر اس سے دریافت کرے اور جو تعبیر خود
 طالب پر منکشف ہو وہ بھی عرض کرے اور درستی اور خطا کو اس سے تلاش کرے اور
 اپنے کشفوں پر ہرگز اعتماد نہ کرے کیونکہ اس دنیا میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے اور
 درستی خطا کے ساتھ ملی ہوئی ہے اور بے ضرورت اور بلا اجازت اس سے الگ نہ ہو۔
 کیونکہ اپنے لیے پیر کے غیر کو اختیار کرنا عقیدت کے منافی ہے اور اپنی آواز کو اس کی
 آواز سے بلند نہ کرے اور اونچی آواز سے اس کے ساتھ گفتگو بھی نہ کرے کہ بے ادبی
 ہے اور ظاہر و باطن میں فتوح اور کشائش حاصل ہو تو اپنے پیر کے توسط سے جانے اور
 واقعہ میں دیکھے کہ دوسرے مشائخ سے فیض پہنچا ہے اسے بھی اپنے پیر کی طرف سے
 جانے اور یہ اعتقاد رکھے کہ جب پیر کمالات و فیوض کا جامع ہے تو پیر کا خاص فیض مرید
 کی خاص استعداد کے مناسب شیوخ میں سے ایک شیخ کے مناسب کہ افاضہ کی صورت
 اس سے ظاہر ہوئی ہے اور پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ جو اس فیض سے مناسبت
 رکھتا ہے مرید تک پہنچا ہے اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے مرید کی آزمائش کے
 طور پر وہ لطیفہ دوسرا شیخ خیال کر لیا گیا ہے اور فیض کو اس کی طرف سے جانا ہے یہ عظیم
 مغالطہ ہے حق سبحانہ لغزش قدم سے بچائے اور پیر کے ساتھ حسن اعتقاد اور اس کی محبت
 پر قائم رکھے۔ حرمتہ سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰت والتسلیمات مختصر یہ کہ طریقت
 سب ادب ہے مثل مشہور ہے کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور اگر مرید بعض
 آداب کی رعایت میں اپنے آپ کو کوتاہ جانے اور ان کی مناسب ادائیگی تک نہ پہنچ سکے
 اور کوشش و سعی کے باوجود عمدہ برانہ ہو سکے تو اس کے لیے معافی ہے لیکن اپنی اس

کو تہی کا اعتراف ضروری ہے اور اگر عیاذ باللہ سبحانہ آداب کی رعایت نہ کرے اور اپنی کو تہی کا اعتراف بھی نہ کرے تو ایسا مرید ان بزرگوں کی برکات سے محروم رہتا ہے۔ (مکتوب نمبر ۲۹۲)

اہل اللہ کی خدمت میں خالی ہو کر آنا چاہیے تاکہ پر ہو کر واپس لوٹے اور اپنے افلاس اور محتاجی کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ وہ اس پر شفقت اور مہربانی فرمائیں اور فیض پہنچانے کا راستہ کھلے۔ سیر ہو کر آنا اور سیر ہو کر ہی چلے جانا بے مزہ ہے اپنے پر ہونے کا خیال مرض کے باعث ہے اور بے نیازی سرکشی میں ڈال دیتی ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرماتے ہیں پہلے نیاز مندی اور خستہ دلی درکار ہے پھر دل شکستہ کی طرف توجہ مبذول ہوتی ہے لہذا بندگان حق کی توجہ کے لیے نیاز مندی شرط ہے۔

اے سعادت کے نشان والے جو کچھ ہم اور تم پر لازم و ضروری ہے وہ علماء حق شکر اللہ تعالیٰ کے طریقہ کے مطابق کتاب و سنت کے تقاضے کے موافق عقائد کی تصحیح ہے اور اپنے آپ کو ان عقائد پر قائم رکھنا ہے جو علمائے اہل سنت نے قرآن و سنت سے اخذ کئے ہیں کیونکہ ہمارا اور تمہارا قرآن و سنت کے کسی معنی کو سمجھنا کچھ اعتبار نہیں رکھتا اگر ان بزرگوں کی آراء کے مطابق نہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے احکام باطلہ کو قرآن و سنت سے ہی سمجھنے کا دعویدار ہے اور ہمیں سے اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ ان کا گمان حق کے مقام پر کچھ نفع نہیں دے سکتا۔ مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو متحمل یعنی رعب و داب سے آراستہ رکھیں اور مریدوں کے ساتھ کثرت سے میل جول اور انس اختیار نہ کریں کہ سخت اور سبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے اور حدود شرعیہ کی اچھی طرح محافظت کریں اور جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل نہ کریں کہ یہ بھی اس طریقہ علیہ کے منافی اور سنت کی تابعداری کے دعوے کے مخالف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ رِبَاءُ الْعَارِفِينَ خَيْرٌ مِّنْ إِخْلَاصِ الْمُرِيدِينَ۔ عارفوں کا ریا یا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے کیونکہ عارفوں کا ریا طالبوں کے دلوں کو حق تعالیٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لیے ہوتا ہے پس ضرور مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہو گا نیز عارفوں کے اعمال طالبوں کے لیے اعمال بجالانے میں موجب

تقلید ہیں اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہیں گے پس عارف اس واسطے ریا کرتے ہیں۔ تاکہ طالب ان کی اقتدا کریں یہ ریا عین اخلاص ہے بلکہ اس اخلاص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لیے ہو۔

اس بات سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ عارفوں کے عمل محض طالبوں کی تقلید کے لیے ہیں اور عارفوں کو عمل کی حاجت نہیں ہے نعوذ باللہ منہا یہ الحاد و زندقہ ہے بلکہ عارف اعمال کے بجالانے میں عام طالبوں کے ساتھ برابر ہیں اور اعمال کے بجالانے سے کسی کو چارہ نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بسا اوقات عارفوں کے اعمال میں طالبوں کا نفع مد نظر ہوتا ہے جو تقلید پر وابستہ ہے اس اعتبار سے اس کو ریا کہتے ہیں۔

غرض قول و فعل میں بڑی محافظت کریں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ فساد و ہنگامہ کے درپے ہیں کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو اس مقام کے متانی ہو اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع مل جائے اور حضرت حق تعالیٰ سے استقامت طلب کرتے رہا کریں۔ (مکتبہ نمبر ۱۵)

خواجہ محمد معصوم ملقب بعروۃ الوثقہ

آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے درمیانے صاحبزادے ہیں آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۷ھ میں ہوئی حضرت مجدد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم کی ولادت بہت بابرکت ثابت ہوئی کہ ان کی پیدائش کے تھوڑے ہی عرصہ بعد میں حضرت باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور سلسلہ نقشبندیہ کا فیض حاصل ہوا۔ ابتدائی طور پر آپ کو مدرسہ میں داخل کیا گیا جہاں آپ نے بہت قلیل عرصہ میں قرآن پاک حفظ کر لیا اس کے بعد دیگر علوم حاصل کرنے کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ نے اکثر علوم حضرت مجدد صاحب اور اپنے بڑے بھائی محمد صادق، شیخ محمد طاہر لاہوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے حاصل کئے بچپن سے ہی مجدد صاحب کی آپ پر خصوصی نگاہ تھی اور آپ حضرت معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی باطنی استعداد کی ہمیشہ تعریف کرتے تھے سولہ سال کی عمر میں آپ جمیع علوم معقول و منقول سے فارغ ہو کر ہمہ تن متوجہ باطن ہو گئے اور بہت جلد حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کی توجہ خاص سے اعلیٰ روحانی کمالات کے وارث بن گئے۔ حضرت مجدد صاحب آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ محمد معصوم محبوب خدا تعالیٰ ہے اور اسی وجہ سے آپ کو بہت عزت اور تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے تھے حضرت مجدد صاحب رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری عمر میں اپنے مریدوں کی تربیت کے لیے ان کو آپ کے حوالے کر دیا تھا خواجہ معصوم کی توجہ سے مرتبہ ولایت پر پہنچنے والے آپ کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے جب آپ زیارت حرمین شریفین کے لیے تشریف لے گئے تو بے شمار اہل عرب و عجم آپ کے مرید ہو گئے۔ میر عسکری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص کا بیٹا فوت ہو گیا اس کے والدین بہت گھبرائے ہوئے تھے اور حضرت شیخ کے حضور فریاد کر رہے تھے آخر شیخ محمد معصوم نے میت کے سرہانے بیٹھ کر توجہ کی ایک ساعت گزری تھی کہ متوفی کی لاش میں حرکت ہوئی وہ اٹھا اور مکمل طور پر صحت مند ہو گیا۔ میر محمد بدخشانی نے اپنی کتاب تذکرہ مشائخ "معصومیہ" میں یہ کرامت نقل کی ہے۔ وفات سے ایک روز قبل جمعہ کے دن آپ نماز جمعہ کے لیے تشریف لائے بعد نماز آپ نے فرمایا کہ امید نہیں کہ میں کل اس

وقت تک دنیا میں رہوں اور آپ پند و نصائح فرما کر خلوت میں تشریف لے گئے۔ صبح آپ نے نماز ادا کی مراقبہ کیا نماز اشراق پڑھی بعد ازاں آپ پر سکرات الموت طاری ہو گیا دوپہر کے وقت ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ کو آپ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے آپ کا روضہ مبارک سرہند شریف (انڈیا) میں مرجع خلافت ہے۔

حضرت خواجہ محمد سعیدؒ

آپ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے دوسرے صاحبزادے تھے آپ نے علم ظاہری اور فیض باطنی اپنے والد بزرگوار سے حاصل کیا آپ مظهر جمال و کمال تھے مخزن برکات و معدن کرامات تھے آپ منبع انوار واقف الاسرار، کریم الاخلاق، عمیم الاشفاق اور صاحب مقامات جلیلہ و مدارج عالیہ تھے۔ صاحب ”در المعارف“ فرماتے ہیں کہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت مجدد رضی اللہ عنہ کے دونوں صاحبزادگان خواجہ محمد سعیدؒ اور خواجہ محمد معصومؒ میں بے بہا جوہر ہیں یہ دونوں بچپن میں ہی ”مقامات احمدیہ“ تک پہنچے در المعارف میں مزید لکھا ہے کہ حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرا اور میرے بیٹوں کا معاملہ صاحب شرح و قایہ کے معاملے کی طرح ہے ان کے دادا و قایہ تحریر کرتے تھے تو صاحب شرح و قایہ اسے حفظ کر لیتے تھے اسی طرح جو معارف مجھ پر منکشف ہوتے ہیں میرے بیٹے انہیں بطور خود یاد کر لیتے ہیں۔ صاحب حضرات القدس اور رونتہ السلام فرماتے ہیں کہ خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ میں اس قدر جمال ظاہری اور کمال باطنی تھا کہ جو کوئی بھی ایک بار سامنے آتا آپ کے کمالات حسن و جمال پر فریفتہ ہو جاتا۔ ایک دفعہ سرہند شریف میں وہاں عظیم طاعون نمودار ہوئی سینکڑوں لوگ اس وبا سے ہلاک ہو گئے چنانچہ لوگوں نے آپ کی طرف رجوع کیا تو آپ نے فرمایا کہ آج سے کوئی شخص مرض طاعون سے ہلاک نہیں ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔ آپ کا وصال ۸۰ سال کی عمر میں ۱۰۷۰ھ کو ہوا۔ آپ کا مزار مبارک سرہند شریف (انڈیا) میں واقع ہے۔

حضرت شیخ عبدالاحد المشهور بشاہ گل تخلص وحدت قدس سرہ

آپ حضرت مجددؒ کے پوتے شیخ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے آپ کی ولادت باسعادت سرہند شریف میں ۱۰۳۹ھ میں ہوئی آپ کے والد آپ کو دوسرے فرزندوں کی نسبت بہت عزیز رکھتے تھے اور ان کے رخساروں پر گفتگو کی وجہ سے انہیں گل کہا کرتے تھے چنانچہ اس نام ”شاہ گل“ سے مشہور تھے بچپن میں قرآن پاک حفظ کر کے علوم ظاہری و باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور ان میں کمال حاصل کیا پندرہ بیس سال کی عمر میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ سفر حج پر گئے اور حالات سفر حرمین شریفین پر ایک رسالہ عربی زبان میں ایسی فصاحت و بلاغت سے تحریر کیا کہ پڑھنے والے حیران رہ جاتے اپنے والد بزرگوار کی ۱۰۷۰ھ میں وفات کے بعد زیادہ وقت اپنے چچا حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں گزارتے حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ عبدالاحد تو تمام عقل ہے اور کبھی فرماتے عبدالاحد عقل مجلس ہے ایک روز شیخ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ نے نماز مغرب پڑھائی بعد نماز فرمایا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ جس نے تیرے پیچھے نماز پڑھی وہ بخشا جائے گا اور فرمایا جو اس حلقہ نقشبندیہ میں داخل ہے وہ مغفور ہے۔ آپ نے ۷۸ سال کی عمر میں دہلی میں بعارضہ جس بول درد مثلاً ۱۱۲۶ھ میں انتقال فرمایا اور سرہند شریف (انڈیا) حضرت خواجہ معصوم رحمۃ اللہ علیہ کی مسجد کے مشرقی جانب دفن کئے گئے۔

حضرت خواجہ محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو نسبت سلوک اور فیض صحبت حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ سے ہے اور آپ انہیں کے اکابر خلفاء میں سے ہیں کابل کے قریب بامیال نامی ایک گاؤں میں تلقین و ارشاد اور تبلیغ میں معروف رہے اس علاقہ میں طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کو متعارف کرانے والے آپ ہی ہیں۔ آپ کا روضہ مبارک بامیال میں مرجع خلافت ہے۔

حضرت شیخ محمد ذکی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کو نسبت فیض حضرت خواجہ محمد حنیف کابلی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی اور ان کے خلیفہ مجاز تھے آپ مقربان بارگاہ الہی کے امام و پیش رو انتہائے کمالات کے مدارج طے کرانے والے صاحب تعرف تھے۔ حضرت شاہ صاحب کلانوری رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق آپ کی جائے سکونت ملک عرب کی اتقی نامی ایک بستی ہے آپ مشہور و معروف شیخ المشائخ حضرت علی بن علم رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں لوگ آپ کی محض صحبت سے بغیر کسی ریاضت مجاہدہ اعلیٰ روحانی مقامات حاصل کر لیتے ملک عرب میں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی نشوونما آپ ہی کے ذریعے ہوئی آپ کے خلفاء میں اس وقت کے قطب حضرت شیخ محمد ٹھنوی سندھی رحمۃ اللہ شامل تھے جنہیں آپ الامام الہی کے تحت 'عرب سے سندھ میں آکر صرف دو ہفتہ کے اندر منازل سلوک طے کرا کے واپس ملک عرب تشریف لے گئے۔

حضرت شیخ محمد قدس سرہ العزیز

آپ شیخ محمد ذکی رحمۃ اللہ علیہ کے اکابر خلفاء میں تھے آپ سندھ میں ٹھنہہ کے مقام پر پیدا ہوئے آپ آسمان شریعت و طریقت کے روشن ستارہ تھے آپ کی بہت سی کرامتیں مشہور ہیں۔

حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت شیخ محمد ٹھٹھوی سندھی قدس سرہ العزیز کے خلفاء میں سے تھے آپ سندھ میں لواری شریف کے رہنے والے تھے آپ علوم ظاہری میں کمال حاصل کرنے کے بعد درس و تدریس میں لگ گئے اور کسی پیر کامل کی تلاش میں سرگرداں رہے ایک رات حضرت شیخ محمدؒ کو خواب میں حضور اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواجہ صاحب کی تربیت و تکمیل کے لیے ارشاد فرمایا چنانچہ حضرت شیخ نے چودہ روز کی قلیل مدت میں روحانیت میں درجہ کمال کو پہنچا دیا خواجہ صاحب اپنے شاگردوں کو جو بھی پڑھاتے وہ انہیں اسی وقت ازبر ہو جاتا ایک دن ایک شاگرد چند اعتراضات کم فہمی اور بیوقوفی سے بنا کر لایا آپ نے ان کے شافی جواب دے دیئے لیکن اس شاگرد کو بے ادبی کی وجہ سے نقصان پہنچا اور وہ پڑھا ہوا سب کچھ بھول گیا بہت عرصہ ندامت میں گرفتار رہتا رہا ایک روز اس کے رونے پر آپ نے ترس کھایا اور اس پر نظر التفات فرما کر اس کو درجہ کمال تک پہنچا دیا۔ آپ کا وصال لواری شریف میں ہوا اور وہیں مزار مبارک ہے۔

حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مسکن سندھ کا ایک گاؤں قاضی احمد ضلع نواب شاہ تھا ظاہری علم حاصل کرنے کے بعد باطنی علم کے لئے لواری شریف خواجہ محمد زمان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے جنہوں نے کئی سال آپ کو اپنے پاس رکھا اور فیض باطنی سے نوازا اور خرقہ خلافت عطا فرما کر آپ کو اپنے وطن واپس بھیج دیا۔ وہاں پہنچ کر آپ نے مخلوق خدا کی رہنمائی کا بیڑا اٹھایا اور لاکھوں بندگان خدا کو راہ حق پر لگایا۔ آخر آپ ۱۲۲۳ھ کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے قاضی احمد (سندھ) میں آپ کا مزار مبارک ہے۔

شہباز توحید حضرت سید شاہ حسینؒ (المعروف بھورے والے)

شمالی ہند افغانستان اور ترکستان میں نسبت نقشبندیہ کے فروغ کے لیے کئی پاک ہستیاں کام کر رہی تھیں۔ حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے بے شمار خلفاء اور فرزندان گرامی اور ان کے خلفاء نے ملت اسلامیہ کی خدمت اور بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے اپنی بہترین صلاحیتیں وقف کر دیں یہی پاک نسبت سرزمین سندھ سے شہباز توحید حضرت سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ کے وجود پاک میں منتقل ہو کر پنجاب میں آئی۔ دریائے راوی کوہ ہمالیہ سے اتر کر جس جگہ میدانی علاقے میں داخل ہوتا ہے وہاں دریا کے کنارے پر ایک گاؤں رتڑ چھتڑ آباد تھا۔ اس گاؤں کے نصیب جاگے اور حضرت سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ المعروف ”بھورے والی سرکار“ کے وجود پاک کی برکت سے اس کا نام مکان شریف ہو گیا۔

حضرت سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ بتاریخ ۱۰ ذیقعدہ ۱۱۸۰ھ اسی گاؤں میں پیدا ہوئے ان کی پیدائش سے ساڑھے تین سو سال پہلے ان کے مورث اعلیٰ حضرت شاہ دانیالؒ عرب سے آکر یہاں آباد ہوئے تھے حصول تعلیم کے بعد حضرت سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ پشاور چلے گئے۔ وہاں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کا شغل بھی جاری رہا اور کسب معاش کے لیے گھوڑوں کی تجارت بھی شروع کر دی قدرت نے کسی اور کام کے لیے یہ گوہر یکساں پیدا کیا تھا ایک دن بازار سے گزرتے ہوئے حفیظ نامی رنگریز کے منہ سے مثنوی شریف کے اشعار رقت انگیز لہجے میں نئے عشق حقیقی کی چنگاری کام کر گئی اور حضرت سید شاہ حسینؒ سب کچھ چھوڑ کر خالق حقیقی کی تلاش میں کساروں، جنگلوں، بیابانوں، بستیوں اور شہروں میں سات سال تک گھومتے رہے۔ آخر مخدوم ولایت حضرت قاضی احمد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سندھ کے ایک گاؤں قاضی گوٹھ جا پہنچے۔ حضرت مخدوم ولایت پہلے ہی اس شہباز توحید کے منتظر تھے۔ جب در اقدس پر پہنچے تو ارشاد فرمایا:

”جب ہم مدینہ منورہ میں تھے تو ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا تھا کہ ہمارا ایک عزیز علاقہ پنجاب سے بڑی مصیبت جمیل کر
تمہارے پاس آئے گا۔ وہ سرمست مقبول بارگاہ اور مخمور بادہ وحدت
ہوگا۔ جب وہ بلند ہمت آپ کے پاس آئے تو وہ امانت جو آپ کو سونپی
گئی ہے اس کے حوالے کر دیتا۔“

چند دنوں کے بعد ہی حضرت کے فیضان صحبت سے حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ
پر جذب و مستی کی حالت طاری ہو گئی۔ دیوانہ وار کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف نکل
گئے۔ جب ذرا افاقہ ہوتا تو سوز فراق میں ڈوبے ہوئے عاشقانہ اشعار پڑھتے اور دیار
محبوب کی طرف رخ کرتے۔ جوں ہی نگاہ درودیوار پر پڑتی پھر بسمل کی طرح زمین پر
لوٹتے اور جنگل کو بھاگ جاتے۔ کچھ عرصہ کے بعد پیر و مرشد کی توجہ سے جذب و سکر
میں سکون پیدا ہوا اور انہیں خلافت کی سند عطا فرما کر اپنے وطن مالوف واپس جانے کا حکم
دیا۔

حضرتؒ جب واپس وطن شریف میں آئے تو اطراف و اکناف سے لوگ پروانہ وار
اس شمع توحید کے گرد جمع ہو گئے۔ بے شمار لوگ حلقہ ارادت میں داخل ہو کر مقصود کو
پہنچے۔ حضرتؒ کا زمانہ بہت پر آشوب تھا۔ سکھوں نے ملک میں لوٹ مار مچا رکھی تھی۔
سرہند شریف کی بے حرمتی ہو رہی تھی۔ مسلمانوں کے گھروں کو برباد کر کے تل چلائے
جاتے تھے حضرت تشریف لائے تو اس علاقہ سے نہ صرف کفر و شرک کی بالادستی ختم ہو
گئی بلکہ جا بجا ذکر و فکر تسبیح و تحلیل کی صدائیں از سر نو بلند ہوئیں ویران مسجدیں پھر آباد
ہو گئیں اور مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا ہو گئی۔

وصال

حضرتؒ نے بعمر تریسٹھ سال ۷ صفر ۱۲۳۳ھ مکان شریف میں ہی دنیائے ناپائیدار
کو خیر باد کہا اور خالق حقیقی سے واصل ہو گئے۔ ابتداء میں حضرت کی قبر شریف بہت
سادہ اور کچی تھی کسی قدر گہرائی میں ہونے کی وجہ سے حضرت کا مدفن ”بھورہ“ کے نام
سے مشہور ہوا۔ اسی نسبت سے حضرتؒ کو ”بھورے والی سرکار“ کے نام سے یاد کیا جاتا
ہے۔ خلفاء میں سید بڑھن شاہ کلانوری اور ابوالبرکات حضرت سید امام علیؒ شاہ کو بہت
قبول عام حاصل ہوا۔

قطب الاقطاب قیوم العالم ابو البرکات حضرت سید امام علی شاہؒ

ولادت ۱۲۱۲ھ رحلت ۱۲۸۲ھ مزار شریف رتڑ چھتڑ (مکان شریف)

حضرت سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۲۱۲ھ بمقام رتڑ چھتڑ میں ہوئی۔ حضرت کے والد بزرگوار سید حیدر علی شاہ طبابت میں شغف رکھتے تھے بچپن میں ہی باپ کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔ ابتدائی دینی تعلیم اور آبائی پیشہ طبابت کی کتب حافظ محمد رضا اور مولانا فقیر اللہ دین کوئی سے پڑھیں۔ انہی ایام میں نخر خاندان حضرت شاہ حسین رحمۃ اللہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت نے دریافت فرمایا ”صاحبزادے کون سی کتاب پڑھتے ہو؟“ یہ ابھی جواب بھی نہ دینے پائے تھے کہ خود ہی ارشاد فرمایا ”مثنوی شریف پڑھا کرو۔ اس کے مطالعہ سے عمل میں اصلاح، اعتقاد میں پختگی، قلب میں روشنی اور روح میں قوت پیدا ہوتی ہے۔“

اگلے روز حضور نے انہیں طلب کیا اور مثنوی شریف کے چند اشعار کی تشریح فرمائی۔ حضرت بہت متاثر ہوئے اور اس کے بعد ہر روز کتاب لے کر حضور کے پاس پہنچ جاتے اور باقاعدہ سبق لیتے۔

ادھر اعلیٰ حضرت ”مثنوی شریف کا سبق پڑھاتے تھے اور ادھر ان کے دل میں ان کی عظمت گہر کر رہی تھی۔

بیعت و خلافت

دوران تعلیم ایک دفعہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ حافظ محمود صاحب کے پاس سوال شریف ضلع جہلم جانے کا اتفاق ہوا۔ دونوں اولیاء کامل راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے گرد و نواح کے لوگ حضرت حافظ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے۔ انہوں نے بھی حلقہ ارادت میں داخل ہونے کے لیے درخواست پیش کر دی اس پر حافظ صاحب نے فرمایا: ”اللہ پاک تمہیں اپنے مرشد پاک کی محبت کاملہ عطا فرمائیں۔“ اسی دن سے ان کے دل میں اعلیٰ حضرت کی محبت اٹھ آئی اور واپس گھر پہنچ کر بیعت کی التجا کر دی اعلیٰ

حضرتؒ نے ازراہ عنایت درخواست قبول فرما کر سلسلہ میں داخل کیا اور ذکر کی تلقین فرمائی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں اعلیٰ حضرتؒ کی توجہ سے انہیں وہ مقام حاصل ہو گیا جس کے لیے سالک سالہا سال مجاہدے کرتے ہیں، کئی کئی رات مراقبہ میں مشغول رہتے اور تنہائی میں اللہ اللہ کرتے اور ادو وظائف کا جو معمول حضرت کے پیرو مرشد نے ان کے لیے مقرر فرمایا تھا اس پر تمام عمر کاربند رہے۔ اعلیٰ حضرتؒ کا بے حد احترام فرماتے اور خوشنودی طبع مبارک کے لیے ان کی خدمت گزاری کے لیے کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت اور ان کے گھوڑے کا بول و براز مٹی کے برتن میں بھر کر سر پر رکھتے اور ہر روز دریا میں بہا دیتے اور طبیعت میں کبھی کراہت محسوس نہ کرتے بلکہ جب لوگ طنزاً دریا یافت کرتے کہ سر پر کیا ہے تو جواب دیتے کہ اس میں عطر ہے۔ حضرت کو ان بے با خدمات کے صلہ میں حق سبحانہ نے بے شمار نعمتوں سے نوازا۔ حضرت کے چہرہ مبارک پر انوار کی بارش ہوتی رہتی تھی۔

ارشادات

اعلیٰ حضرتؒ نے اپنی زندگی میں ہی حضرت قیوم العالمؒ کو بیعت کی اجازت دے دی تھی۔ حضرت نے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو بہت فروغ دیا۔ حضرت نے مریدین اور طالبین کو جو ارشادات فرمائے وہ بیش بہا جواہرات سے کم نہیں ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:

احترام پیر

”مرید کے دل میں شیخ کا ادب اس درجہ تک چاہیے کہ پیر کے روبرو بغیر اجازت کے بات نہ کرے پیر کی طرف بے باکانہ نہ دیکھے پیر کی محبت کو دنیا کی ہر چیز پر ترجیح دے طریقت ادب کا نام ہے بے ادب دین و دنیا کی نعمتوں سے محروم رہتا ہے۔ شیخ کا کلام ہمہ تن گوش ہو کر سنے کیونکہ ان ارشادات کا سننا ہزاروں کتابوں کے مطالعہ سے بڑھ کر ہے اور پیر جس کام کا حکم دے اسے دل و جان سے بجالائے۔“

مرید صادق کی تعریف

”مرید وہ ہے جس کی نفسانی خواہشات کو محبت اور شوق الہی کی آگ نے جلا کر رکھ دیا ہو۔ جب صبح سویرے اٹھے تو حسرت اور افسوس کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں آنسو بہتے ہوں۔ عاجزی اور انکساری اس کا شعار ہو۔ گذشتہ اعمال پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے پناہ مانگتا ہو۔ مصیبت، تکلیف، اور سختی میں صبر کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے جانے۔ اپنے تصور کا اقرار کرتا رہے اور بخشش کا طلب گار رہے۔ کوئی سانس ذکر الہی کے بغیر نہ لے اور یہی سمجھے کہ یہ اس کا آخری سانس ہے۔

فرماتے ہیں توبہ اس طرح کرے کہ گناہ کا خیال ہی دل میں نہ آئے۔
فرماتے ہیں

کل عبادات کا مقصود اللہ جل شانہ کا ذکر ہے پس کسی حالت میں بھی اس سے غافل نہ رہے ذکر کی بے شمار فضیلتیں ہیں جس کا دل غیر اللہ سے پاک ہوتا ہے دنیا کی ہر چیز اس کے تابع ہوتی ہے۔

فرمایا

بوجہ لحاظ و فضیلت حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم حق سبحانہ و تعالیٰ کو پہلی نافرمان امتوں کی طرح امت محمدی کے چہروں اور جسموں کا مسخ منظور نہیں۔ البتہ معبود حقیقی سے ڈرنے اور توبہ نہ کرنے سے لوگوں کے دل مسخ ہو جاتے ہیں۔ لہذا وہ گناہوں میں آلودہ ہو جاتے ہیں“

فرمایا

ہر حالت میں متوکل رہ کر کام کاج میں مشغول رہنا چاہیے۔ بے کار نہ بیٹھے اور رزاق حقیقی پروردگار عالم کو سمجھے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہر ذی جان کو رزق پہنچاتے ہیں البتہ مقوم زیادہ ملنا محال ہے۔ تنگی میں حق سبحانہ کی شکایت نہ کرے کیونکہ یہ نافرمانی ہے اس میں دونوں جہان کا خسارہ ہے۔ زیادہ لالچ حرام ہے۔

کرامات

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کامل کے صلے میں حضرتؑ کو دو خصوصی انعام عطا فرمائے تھے اول نگاہ اکسیر صفت، دوسرے پرکشش نورانی چہرہ۔

حضرتؑ کی نگاہ مبارک جس کو رباطن پر پڑ جاتی اس کی سب سیاہیاں دھل جاتیں اور جو شخص حضور کا روئے منور دیکھتا اس کا قلب زندہ ہو جاتا۔ چنانچہ ہزاروں غیر مسلم اور بے دین لوگ حضرتؑ کی زیارت سے شرف بہ اسلام ہوئے اور صحیح معنوں میں مسلمان بن گئے۔ حاجت مندوں، بیماروں اور دکھیا مخلوق خدا کو جو فوائد آپ کی ذات سے پہنچے ان کے ذکر کے لیے ایک علیحدہ دفتر کی ضرورت ہے۔

خلفاء و رحلت

آخری ایام میں حضرت اکثر بیمار رہتے تھے ۱۳ شوال ۱۲۸۲ھ بروز جمعرات اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے اور مکان شریف میں ہی دفن ہوئے۔ حضرت کے وصال کے بعد صاحبزادہ سید صادق علی شاہؒ مسند ہدایت پر رونق افروز ہوئے۔

حضرت صاحبزادہ سید صادق علی شاہؒ

حضرت قبلہ قطب الاقطابؒ کے نقش قدم پر چلتے تھے اور بے شمار مخلوق خدا کو راہ ہدایت دکھائی پینتیس (۳۵) سال تک درگاہ مبارک کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے چلایا اعلیٰ حضرت کے خلفاء اور معتقدین سے خاص محبت رکھتے تھے اور سب وابستگان سلسلہ ان کا بہت احترام کرتے تھے حضرت خواجہ بابا امیرالدین رحمۃ اللہ علیہ کو آپ نے ہی کوئٹہ شریف میں کار خاص پر بھیجا اگرچہ خلعت خلافت حضرت قطب الاقطاب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔

حضرت خواجہ امیرالدینؒ

ولادت : ۱۲۰۷ھ رحلت : ۱۳۳۱ھ . عمر ۱۲۵ سال

مزار شریف : کوٹلہ پنجوبیک (ضلع شیخوپورہ)

ابتدائی حالات

حضرت بابا امیرالدین رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۰۷ھ میں ایک معزز گے زئی خاندان میں بہ مقام دھرم کوٹ رندھاوا متصل مکان شریف (ضلع گورداسپور پنجاب انڈیا) پیدا ہوئے۔ معمولی تعلیم حاصل کی۔ بچپن سے ہی ان کو بزرگان مکان شریف سے گہری محبت و عقیدت تھی۔ حضرت قطب الاقطاب سید امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مسند خلافت پر جلوہ گر ہوئے اور مخلوق خدا ان سے اکتساب فیض کرنے لگی تو حضرت بابا امیرالدینؒ بھی حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے ہر وقت اپنے پیر و مرشد کی چوکھٹ پر پڑے رہتے اور ایک لمحہ کی جدائی بھی گوارا نہ فرماتے حضرت قبلہؒ بھی بہت محبت فرماتے اور ان کے حال پر ہمیشہ نظر کرم رکھتے۔

تھانیداری

اعلیٰ حضرتؒ کے حکم کے مطابق ابتدا میں پولیس میں تھانیدار بن گئے لیکن تین برس کے بعد ملازمت ترک کر کے پیر و مرشد کی صحبت اختیار کر لی طبیعت کا میلان یاد الہی کی طرف تھا اور دل میں اسم ذات ساچکا تھا دریا کے کنارے یاد حق میں محو رہنے لگے۔ اس قدر دل جمعی حاصل ہوئی کہ فیوض و برکات کی بارش ہونے لگی اور منازل سلوک طے کر کے بلند مقامات پر پہنچ گئے۔

نئی تقرری

پنجاب میں سکھوں کی شورش ختم ہو رہی تھی اور انگریزی حکومت کے پاؤں جم رہے تھے حضرت سید صادق علی شاہ صاحب نے کوٹلہ پنجوبیک ضلع شیخوپورہ کے مقام پر زرعی اراضی کا وسیع رقبہ خرید کیا۔ اس رقبہ پر قبضہ حاصل کرنے اور اس کا انتظام

درست کرنے کے لیے متعدد اشخاص کو حضرتؒ نے وہاں روانہ کیا لیکن کسی کو خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی آخر یہ کام حضرت خواجہؒ کے سپرد ہوا انہوں نے وہاں پہنچ کر تھوڑے ہی عرصہ میں اپنی ذاتی وجاہت، ظاہری فراست اور باطنی ہمت سے جاگیر کا انتظام درست کر لیا۔ پھر حضرتؒ کے ایما سے وہاں کوٹلہ میں ہی رہائش اختیار کر لی۔ باطنی فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے لوگ ان کی خدمت میں آنے لگے اور جوق در جوق داخل سلسلہ ہونے لگے۔

کرامات

آپؒ کی بے شمار کرامات ہیں لیکن سب سے بڑی کرامت شہباز ولایت، قطب الاقطاب حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دام عقیدت میں لا کر باطنی تربیت سے مقام کمال تک رہنمائی کرنا ہے خود فرمایا کرتے تھے:

”جب قیامت کے دن حق سبحانہ مجھ سے سوال کریں گے کہ دنیا سے ہمارے حضور پیش کرنے کے لیے کیا تحفہ لائے ہو تو میں ”شیر محمدؒ“ کو پیش کر دوں گا۔“

نیز یہ بھی فرمایا کہ: ”میری اور میاں شیر محمدؒ کی مثال حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔“

وصال

آپؒ کا وصال ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ میں کوٹلہ شریف میں ہوا اور یہیں آپؒ کا مزار مبارک ہے۔ ایک سو پچیس سال کی طویل مدت حیات پائی۔ آپؒ نے خلافت کا منصب دریکما حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا۔ آپؒ کی نسبی اولاد میں دو صاحبزادے تھے جن کی اولاد اب بھی کوٹلہ شریف میں موجود ہے۔

مجدد دوراں قطب زماں حضرت میاں شیر محمدؒ

ولادت : ۱۲۸۲ھ رطلت : ۱۳۳۷ھ

مزار مبارک : شرق پور شریف

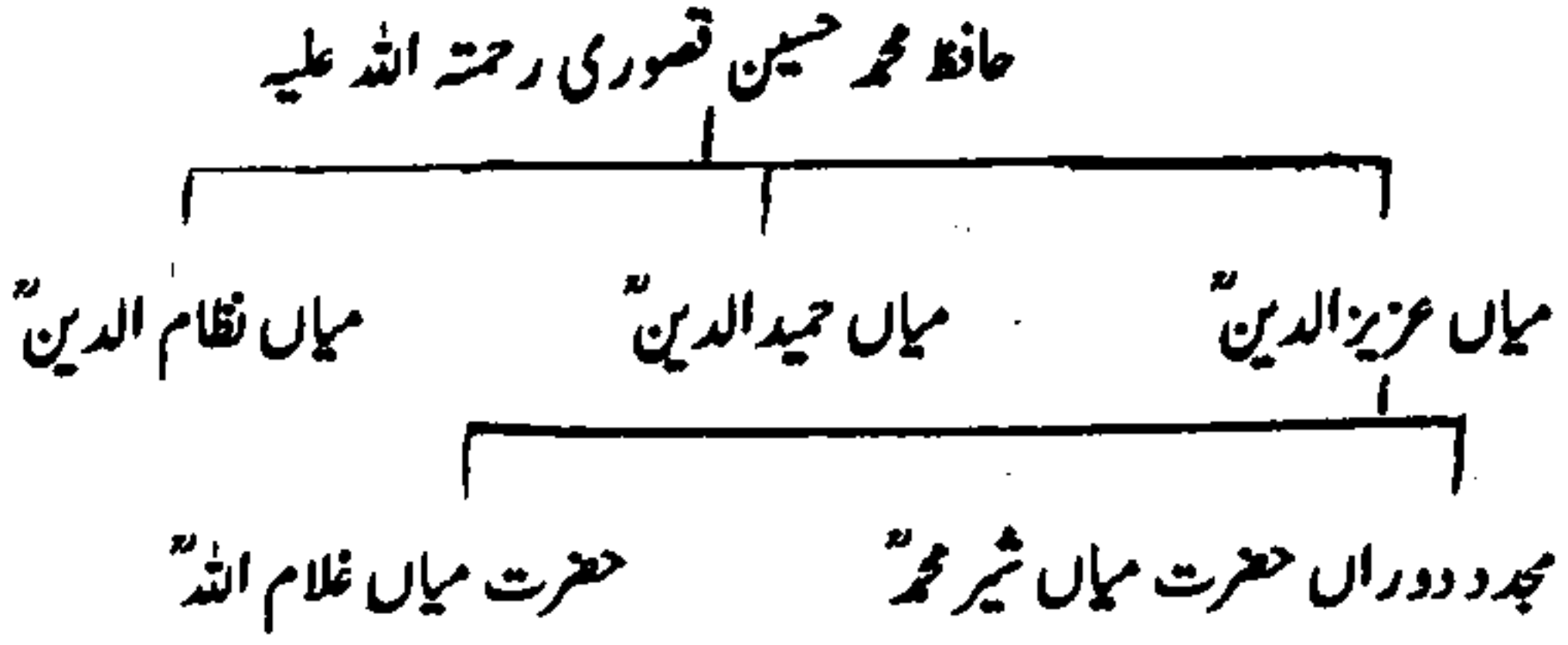
علم و عرفان کا گوارہ ”شہر لاہور“ دریائے راوی کے بائیں کنارے پر آباد ہے۔ اس سے بیس میل دور جنوب مغرب کی جانب اسی دریا کے دائیں کنارے پر شرق پور کا قصبہ آباد ہے۔ رنجیت سنگھ کا زمانہ تھا۔ سکھوں نے دو مرتبہ قصور شہر کو لوٹا اور اس بارونق قصبہ کے باشندوں کو امن و امان سے محروم کر دیا۔ اہل کمال قصور کو خیر باد کہہ کر ادھر ادھر بکھر گئے۔

آباؤ اجداد

اسی پر آشوب زمانہ میں ایک نہایت نیک اور پاک باز ہستی حضرت مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ قصور سے نقل مکانی کر کے بالآخر قصبہ شرق پور میں آکر آباد ہو گئے۔ اہالیان شرق پور نے ان کی آمد پر اظہار خوشنودی کیا اور ان کی رہائش کے ضروری انتظامات کر دیئے شاملات کا ایک قطعہ مسجد کی تعمیر کے لیے ان کے سپرد کر دیا۔ انہوں نے اس جگہ کی صفائی کروائی اور ایک ”قلمی جمائل شریف“ جو ان کے فن خطاطی کا نادر نمونہ تھی ایک سو پچیس روپے میں ہدیہ کر کے اس رقم سے وہاں کتواں کھدوایا اور مسجد کے دروازے کی چوکھٹ تیار کروائی۔ اس مبارک ابتدا سے ایک بابرکت مسجد تیار ہو گئی جہاں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا اور علوم دینیہ کی ابتدائی تعلیم کا مرکز قائم ہو گیا شہر کے وسط میں اب یہی مسجد حضرت میاں صاحبؒ کی مسجد مبارک مشہور ہے۔

قیام شرق پور کے دوران حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی شادی شرق پور کے معزز زمین دار گھرانے میں ہوئی۔ انہوں نے بیٹی کو ایک کتواں مع ملحقہ اراضی (ڈیک والا کتواں) بطور جیز دیا۔ حضرت کی اولاد میں ایک لڑکی بی بی آمنہ تھیں۔ ان کا نکاح اپنے خاندان کے ایک صالح نوجوان حافظ محمد حسین قصوریؒ سے کر دیا اور نکاح کے بعد وہ

قصور سے شرق پور ہی چلے آئے۔ ۱۲۸۲ھ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ حضرت کے بعد ان کے داماد حافظ محمد حسین قصوری نے شرق پور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ان کے تین فرزند تھے۔



ولادت باسعادت

تینوں بھائیوں میں سے بڑے بھائی میاں عزیز الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں اس مرد حق، شیر محمد نے جنم لیا۔ جس کی برکت سے سرزمین پنجاب میں اعلائے کلمۃ الحق اور احیائے سنت کے عظیم کارنامے سرانجام پائے سکھ عمل داری کی نحوست اور انگریزوں کی نجاست سے مسلمانان پنجاب میں مذہب اسلام سے بیگانگی اور ارکان اسلام سے غفلت بہت بڑھ چکی تھی۔ یہ خطہ کسی ایسے صاحب کمال کے فیضان کو ترس رہا تھا جو مسلمانوں میں خود اعتمادی پیدا کر کے ان کو غفلت اور لادینی کے پنجے سے نجات دلائے۔ اعلیٰ کردار اور یقین محکم والی ہستی اور کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے والی شخصیت ہی اس عظیم کام کا بیڑا اٹھا سکتی تھی۔ قدرت نے یہ عظیم کام اس نو مولود مسعود سے لیتا تھا جس کی آمد کی راہ کئی بزرگ تک رہے تھے۔

امیر طریقت حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلہ میاں صاحب کی ولادت سے بہت پہلے ہر سال شرق پور شریف تشریف لاتے اور فرماتے کہ ہم پر اللہ تعالیٰ نے بذریعہ کشف ظاہر فرمایا ہے کہ اس مقام پر ایک عظیم المرتبہ شیر خدا پیدا ہوگا۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب کی ولادت سے لے کر سن شعور تک حضرت امیر طریقت رحمۃ اللہ علیہ آپ کی باطنی خبر گیری فرماتے رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت

سے بہت سال پہلے ایک مجذوب بھی حضرت قبلہ کے مولد پاک کے ارد گرد چکر لگایا کرتے تھے لوگوں نے جب پوچھا تو کہا ”اس محلہ میں ایک مقبول بارگاہ رب العظیم پیدا ہوگا میں اس کی بوئے مست سے روح کو سرور اور دل و دماغ کو تازہ کرتا ہوں۔“

۱۲۸۲ھ کے اوائل میں وہ ساعت سعید آ پہنچی کہ حضرت میاں عزیزالدین رحمۃ اللہ علیہ کے کاشانہ مبارک میں اس پاک اور پر نور وجود کی آمد ہوئی جس کی ضیاء سے شرک والہام کی تاریکیاں چھٹ جائیں خلاف سنت رسوم کے سلسلے کٹ جائیں اور عشق الہی اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سرشار و مست ہو جائیں۔ آپ پیدا ہوئے تو گھر بھر میں عجیب کیفیت پائی جاتی تھی۔ سب خوردو کلاں خوش و خرم تھے ولادت کے وقت حضرت مولانا غلام رسولؒ اس مولود مسعود کے استقبال کے لیے بھی موجود تھے آپ نے حضرت قبلہ کو گود میں لیا اور خوب پیار کیا پھر اپنی زبان مبارک آپ کے منہ میں ڈال دی اور حضرت نے اسے چوسا بار بار سینے سے لگاتے اور چوتھے ساتویں روز اسم مبارک ”شیر محمد“ رکھا گیا۔

حضرت ”مادر زاد ولی تھے بچپن سے ہی کھیل کود سے بیزار اور متنفر تھے۔ تنہائی بہت پسند تھی والد بزرگوار کے اصرار پر مدرسہ میں پانچویں جماعت تک تعلیم حاصل کی پھر اپنے محترم چچا میاں حمید الدین صاحبؒ کے پاس مسجد میں دینی کتابیں پڑھیں اور قرآن حکیم ناظرہ نہایت ذوق و شوق سے پڑھا خطاطی کا بہت شوق تھا بڑے بلند پایہ طغری لکھے رفتہ رفتہ سعادت ازلی نے اس کام کی طرف پورے طور پر متوجہ کر دیا جو قدرت کاملہ نے آپ سے لیتا تھا۔

ہر کے را بہر کا رے سلختند
میلش اندر طبع او انداختند

کبھی مسجد کے گوشہ میں بیٹھے اللہ اللہ کر رہے ہیں تو کبھی قبرستان یا ویرانوں کی تنہائیوں میں محو ذکر و فکر ہیں۔ جوں جوں زمانہ شعور آتا گیا غلبہ جذب و مستی بڑھتا گیا ٹوٹی پھوٹی قبروں میں لیٹ جاتے اور انتہائی کیف و سرور محسوس کرتے۔ حتیٰ کہ کسی کے ہاتھ میں ”بوٹل دیکھتے تو حالت سکر میں گر پڑتے کہیں جلتی دیا سلائی دیکھ لیتے تو بے خودی طاری ہو جاتی کنوئیں کی چرخی کی آواز سن کر جذب طاری ہو جاتا اور گھنٹوں بے ہوش

پڑے رہتے اس حالت بے خودی میں آپؐ کی نظروں سے بجلیاں سی کوندتی تھیں۔
 کہتے ہیں انہی ایام میں آپ کے والد بزرگوار ایک دن صبح سویرے گھوڑے پر سوار
 ہو کر جا رہے تھے کہ کسی مرد غیب نے راستہ روک کر گھوڑے کی باگیں تھام لیں اور
 فرمایا۔ جس لڑکے کو آپ دیوانہ سمجھتے ہیں اور ناراض ہوتے ہیں وہ ایک دن بہت بلند
 اقبال ہوگا اور اس کے بڑے چرچے ہوں گے اگرچہ آپ نہیں دیکھیں گے۔ ”حضرت
 قبلہؒ کے والد بزرگوار اس دن سے حضرت قبلہؒ کی طرف سے مطمئن ہو گئے اور ہر طرح
 خیال رکھنے لگے۔

بیعت و خلافت

حضرت قبلہؒ خود ذکر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت خواجہ امیرالدین رحمۃ اللہ علیہ اکثر
 کوئٹہ شریف سے شرق پور آتے اور آپؐ کے جد امجد کے پاس مسجد میں قیام فرماتے اور
 پھر واپس چلے جاتے کچھ عرصہ کے بعد پھر لوٹ آتے۔ یہ آمدورفت کا سلسلہ جاری رہتا
 لیکن حضرت میاں صاحبؒ ابتدا میں اس عمر رسیدہ بزرگ کی طرف ملقت نہ ہوتے تھے
 آخر حضرت خواجہؒ کی توجہ اور کشش کام کر گئی اور جب ایک نظر خاص آپؐ پر پڑی تو
 آپؐ نے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ
 میں منسلک ہونے کی آرزو ظاہر کر دی۔ حضرت بابا صاحبؒ تو اسی شہباز کو اپنے دام میں
 لانے کے لیے چکر لگا رہے تھے۔ نہایت شفقت اور توجہ سے ذکر کی تلقین فرمائی اور
 داخل سلسلہ کر لیا۔

اس کے بعد غلبہ جذب و سکر سے آپؐ پر بے خودی کی کیفیت طاری رہتی تھی
 گریبان چاک کرتے تڑپتے زمین پر لوٹتے بے قراری کے عالم میں مسجدوں کے دروازوں
 پر پہنچ کر زور زور سے اللہ اللہ کے نعرے بلند کرتے۔ کبھی جنگل کی طرف نکل جاتے اور
 راستہ میں لٹے والوں سے اللہ کا پتہ پوچھتے۔ اکثر قبرستان کی طرف نکل جاتے اور کسی
 ٹوٹی پھوٹی قبر میں دیر تک لیٹے لیٹے اسم ذات کے ذکر میں محو رہتے۔ ہوش میں آتے تو
 حضرت بابا صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے: ”مجھے کیا ہو گیا ہے۔“
 آپؐ خاموش رہتے تو پھر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی چنانچہ نہایت قلیل عرصہ میں کمال

حاصل کر لیا اور منازل سلوک طے کر کے مقام قرب و قبول پر پہنچ گئے حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عطاءِ خلافت کی تحریر آپ کے حوالے کرنا چاہی لیکن آپ کی عالی ظرفی نے نہایت انکساری سے خدمت والا میں عرض کیا۔ ”حضور! میں خلیفہ بننے کے لیے مرید نہیں ہوا ہوں بیعت سے میرا مقصود معبود حقیقی کا بندہ بننا ہے۔“ اسی طرح کچھ وقت گزر گیا تو ایک روز حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ ”میں آپ کا مرشد ہوں اور آپ پر تعمیل ارشاد لازم ہے اس امانت کا آپ سے بڑھ کر میری نظر میں اور کوئی اہل نہیں۔“ اس پر آپ خاموش ہو گئے اور رضائے مولا کو مقدم سمجھا۔

رشد و ہدایت

منصب خلافت حاصل ہو جانے کے بعد بھی آپ کچھ عرصہ اصلاح احوال کی طرف ہی متوجہ رہے اور مخلوق خدا کی ہدایت و رہبری کا جو کام آپ کے سپرد ہوا تھا اس سے کنارہ کش رہے۔ آپ ازراہ انکسار فرماتے:

”میں خود کو ہرگز اس منصب کا اہل نہیں پاتا ہوں۔ کیا کروں حضرت پیر و مرشد مجبور کرتے ہیں۔“

”خزینہ معرفت“ میں صوفی محمد ابراہیم قصوری نے اسی زمانہ کے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ حضرت قبلہ کے ہمراہ ایک گاؤں میں گئے۔ وہاں ایک نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بیان کیا کہ وہ متعدد مرتبہ حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا لیکن پذیرائی نہ ہوئی۔۔۔ اب وہ ایک ایسے پیر کے دام تلبیس میں گرفتار ہو گیا ہے جس نے پہلے اس نوجوان سے اپنے باپ کو سجدہ کروایا اور پھر اپنے آپ کو سجدہ کرنے کا حکم دیا۔ صوفی صاحب نے یہ بات سن کر بہت افسوس کیا اور حضرت میاں صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ خلق خدا کی ہدایت پر کمر بستہ نہ ہوئے تو لوگ اسی طرح شرک و ضلالت میں مبتلا ہوتے رہیں گے چنانچہ حضرت قبلہ نے اس

کے بعد طالبان راہ ہدایت کی راہنمائی کا کام ہاتھ میں لے لیا۔ شمع توحید کے پروانے نزدیک و دور سے آپ کے گرد جمع ہو کر فیض یاب ہونے لگے۔

صورت و سیرت مبارک

حضرت قبلہؑ ممانہ قد اور نحیف الجثہ تھے کتابی چہرہ، پیشانی چوڑی، بینی بلند، داڑھی مبارک گھنی جس میں کچھ بال سفید اور ہاتی سیاہ تھے۔ اکہرے جسم کے تھے۔ آنکھیں سیاہی مائل کثرت گریہ کی وجہ سے آخری عمر میں بینائی کمزور پڑ گئی تھی۔ مطالعہ کے وقت عموماً چشمہ کا استعمال کرتے تھے۔ رنگ گندی تھا۔ چہرہ مبارک پر ذکر و فکر کی گہرائی کے اثرات نمایاں تھے۔

جمعہ کے روز غسل کے بعد صاف ستھرے کپڑے زیب تن فرماتے اور خوشبو بھی لگاتے۔ طبیعت بے حد لطیف پائی تھی۔ ہاتھوں کی انگلیاں ریشم کی طرح ملائم پائی تھیں۔ حیا داری کا یہ عالم تھا کہ حضرت قبلہؑ جب گھر سے نکلتے تو چہرہ مبارک کپڑے سے ڈھانپ لیتے۔ محلہ کی عورتیں انہیں دیکھ کر کہیں۔ ”ہمارے محلے میں یہ لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوئی ہے جو سب سے منہ چھپاتی پھرتی ہے۔“

لباس میں انتہائی سادگی ہوتی تھی۔ سر پر پانچ پلی ٹوپی اور اس کے اوپر دستار مبارک ہوتی تھی۔ ڈھیلی آستینوں کا کرتہ اور تہبند زیب تن فرماتے۔ جاڑوں میں بند گلے کی واسکت اور بند گلے کا کوٹ پہنتے تھے۔ چلتے پھرتے وقت عموماً ”گز بھر کا سفید یا کالا رومال کندھے پر رکھتے تھے۔ سردیوں میں چڑے کے موزے بھی استعمال فرماتے تھے اور سر پر لمبی روئی دار ٹوپی بھی رکھتے تھے۔ تہبند ٹخنوں سے اونچا ہوتا تھا۔ سفید لباس پسند تھا۔

گرمی کے موسم میں کبھی کبھی دو کرتے بھی بیک وقت پہنتے کوئی ضرورت مند آجاتا تو ایک اتار کر اس کو دے دیتے۔ بعض اوقات کسی کو بغیر پگڑی کے دیکھتے تو اپنی آدمی پگڑی پھاڑ کر اس کو دے دیتے یا نئی دلوادیتے۔ قصوری زرد رنگ کا جوتا استعمال کرتے سیاہ جوتے سے نفرت کرتے۔

بیشہ دوزانو بیٹھتے کھانے کے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کر لیتے۔ آنے والے سے السلام

علیم کی خود پہل فرماتے۔ چلتے ہوئے نظریں نیچی رکھتے۔ راستہ سے اینٹ پتھر یا پھل کے چھلکے جن سے ایذا کا خطرہ ہو خود ہاتھ سے ہٹا دیتے۔ رفتار میں تیزی ہوا کرتی تھی۔
 وتر کی خاص رعایت رکھتے۔ مہمانوں کے آگے روٹیاں بھی تین تین رکھتے کسی خادم کو اپنا جوتا چھونے نہ دیتے۔ اگال دان بھی خود ہی اٹھاتے۔ حضرت چٹائی (صف) پر ہی دوزانو بیٹھتے کوئی پر کلف فرش یا قالین نہیں ہوتا تھا۔ اسی پر بعض اوقات سر کے نیچے اینٹ رکھ کر لیٹ بھی جاتے۔

معمولات

حضرت میاں صاحبؒ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر کاربند تھے اور غلق محمدی کا صحیح نمونہ تھے۔ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے اور بات چیت میں وہی رنگ نمایاں تھا۔ نماز، تسبیح، نوافل اور وظائف میں وقت کی پابندی کو ہمیشہ ملحوظ رکھتے اور ان کی ادائیگی میں استقامت اختیار فرماتے۔ حضرت قبلہؒ صلہ رحمی فرماتے۔ غریبوں اور ناداروں کی اعانت کرتے۔ مقروضوں کا ہار اٹھاتے، مظلوم کی حمایت کرتے برائی کے بدلے برائی نہ کرتے بلکہ معاف فرمادیتے۔ ذاتی معاملہ کے لیے کبھی کسی سے رنجیدہ نہ ہوتے تھے۔ البتہ دین کے معاملہ میں غصہ میں آجاتے تھے مگر جب کوئی شخص اپنی غلطی کا احساس کر کے اظہارِ ندامت کرتا تو اس پر بے حد مہربان ہو جاتے۔

ہر طبقہ اور ہر خیال کے لوگوں سے ملتے اور ان کی اصلاح کی انتہائی کوشش کرتے۔ مہمانوں کی تواضع اور عمدہ کھانوں سے ان کی خاطر مدارات کرتے مگر خود سادہ خوراک کھاتے اور بعض اوقات لذیذ اور عمدہ سالن میں پانی ملا لیتے تاکہ نفس کی سرزنش ہوتی رہے۔

ہم نشینوں میں کبھی امتیاز سے نہ بیٹھتے۔ حضرت قبلہؒ کے زانو ہم نشینوں سے بڑھے ہوئے نہ ہوتے تھے۔ کسی کی بات کو قطع نہ کرتے۔ سب سے باری باری گفتگو فرماتے ملنے والے سے سلام کی خود پہل کرتے۔ رخصت کرتے وقت کبھی کبھی مصافحہ بھی فرماتے۔ کسی کو اپنے سامنے جھکنے نہ دیتے۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرتے۔ پاؤں سے جوتے بھی اپنے ہاتھ سے نکالتے۔ کوئی شخص بھول کر آپ کے جوتوں کو ہاتھ لگاتا تو سخت

خفا ہوتے۔

عموماً ہر نماز کے لیے تازہ وضو فرماتے۔ وضو کے دوران بات چیت سے اجتناب کرتے۔ ریش مبارک میں ظلال کرتے اور کنگھی بھی کرتے۔ ہر وضو کے ساتھ مسواک بھی استعمال میں لاتے۔ وضو میں زیادہ پانی صرف نہ کرتے نماز مغرب ادا کرنے کے بعد مسجد کی چھت پر تشریف لے جاتے۔ چھ رکعت نماز نفل ادا کرتے۔ اس کے بعد حاضرین صفیں باندھ کر بیٹھ جاتے اور ان سے معروف گفتگو ہوتے۔ عشاء کی نماز تاخیر سے پڑھتے۔ وتر پہلی رات ہی ادا کر لیتے۔ تہجد کی نماز گھر میں ادا کرتے۔ نماز جمعہ حنفی طریقہ کے مطابق ادا فرماتے۔ نماز تراویح میں رکعت پڑھتے۔ ہر چار رکعت کے بعد تسبیح بڑی دل جمعی اور شوق سے پڑھتے۔ سفر ہو یا حضر نماز تراویح میں کمی نہ کرتے تھے جنازے کی نماز میں اکثر شرکت فرماتے۔ متونی کے پس ماندگان کے پاس تعزیت اور فاتحہ خوانی کے لیے بھی جاتے۔ وہاں پہنچ کر سب سے پہلے ہاتھ اوپر اٹھاتے اور زبان مبارک سے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد پڑھتے پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر متونی کے لیے دعائے مغفرت کرتے اور تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے جاتے۔ اکثر زیارت قبور کے لیے قبرستان جاتے اور سب کے لیے دعائے مغفرت فرماتے۔ کسی قبر کو ہاتھ نہ لگاتے فرماتے: ”ہاتھ لگانے سے کیا ہوتا ہے جب تک دل نہ لگے۔“ مزارات کو عبرت کی نگاہ سے دیکھتے۔ دن چڑھے حضرت قبلہؐ نماز اشراق ادا کرتے اور کبھی بچوں کو قرآن پاک کا درس بھی دیتے۔ جو لڑکا سبق کی طرف سے بے توجہی کرتا یا بھاگ جانے کا عادی ہوتا حضرت قبلہؐ اس کے ایسی چٹکی لیتے کہ وہ شرارتیں بھول جاتا۔

مہمانوں کے لیے کھانا آپؐ خود گھر سے اٹھا کر لاتے اور اپنے ہاتھ سے دسترخوان پر چنتے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے ان کے ہاتھ دھلاتے۔ ایک ایک لقمے پر بسم اللہ شریف پڑھتے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی تلقین کرتے۔ کھانے کے بعد مہمانوں کے ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے اور پھر سب کو ہاتھ دھونے کی تاکید فرماتے۔ دوپہر بعد از طعام قیلولہ فرماتے اور دوستوں سے بھی آرام کرنے کو کہتے۔ فرماتے:

”اگر ہمارا کھانا، پینا، لیٹنا، اٹھنا، بیٹھنا، شرع شریف کے مطابق ہو تو یہ بھی

عبادت میں داخل ہے۔“

سجد ہو یا گھر جوتے کا سر ہمیشہ قبلہ رخ رکھتے۔ اگر کوئی شخص بے خبری میں اپنا جوتا قبلہ رخ نہ رکھتا تو خود اپنے دست مبارک سے اسے سیدھا کر دیتے۔ لوٹے کی ٹونٹی بھی ہمیشہ قبلہ رو رکھتے۔ سمت قبلہ کا بہت خیال رکھتے۔

نماز باجماعت ادا کرنے کی تاکید فرماتے۔ نماز کے لیے جب صفیں بندہ جاتیں تو ان کی درستی کا بہت خیال فرماتے۔ دائیں بائیں نظر دوڑا کر نمازیوں کے پاؤں سیدھے کرتے۔ جس شخص کی ایڑیاں ملی ہوتیں اور پنچے کھلے ہوتے اسے درست کر کے کھڑا کرتے فرماتے نماز میں کھڑے ہوتے وقت پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رخ ہونا چاہیے۔ نیز فرماتے کہ دونوں پاؤں کے درمیان چار تا چھ انگلیوں کا فاصلہ ہونا چاہیے نماز کے بعد خشوع و خضوع سے دعا مانگتے۔ درود شریف بڑے ذوق شوق سے بکثرت پڑھتے فرماتے:

”جب درود شریف پڑھا جائے تو یہ خیال ہونا چاہیے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دربار احدیت میں جلوہ افروز ہیں اور اس ذات گرامی کے روبرو درود شریف پڑھ رہا ہوں اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں۔“

ارشادات عالیہ

بندہ مومن جب عشق و محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وادیوں سے گزرتا ہوا معرفت الہی کی منزل میں قدم رکھتا ہے تو اس کی کایا پلٹ چکی ہوتی ہے اس کے قول و فعل فکر و عمل کے سب نقوش قرآن و سنت کے اتباع کامل پر مبنی ہوتے ہیں عقل و دانش کے یہی دونوں سرچشمے دراصل ہر قسم کے عیب سے پاک ہیں۔ قیامت تک ان میں کوئی نقص یا رخسہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ مومن کامل بھی قرآن و سنت کی روشن قندیلوں کی ضیاء سے رہنمائی حاصل کرتا ہے اس کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ اور اس کے روزمرہ کے اعمال کا ہر جزو کتاب و سنت سے پوری پوری مطابقت رکھتا ہے عارفِ رومیؒ فرماتے

ہیں:

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از علقوم عبد اللہ بود

حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے جو کلمات نکلتے وہ کتاب اللہ کی تفسیر اور سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح و تعبیر ہوتی تھی۔ ایسی بات زبان سے نہ نکالتے جس پر خود عمل پیرا نہ ہوتے۔ تصنع یا بناوٹ کو مطلق دخل نہ ہوتا تھا۔ مثلاً نمونہ از خردارے کے طور پر یہاں تمہارا "آپ کے کچھ ارشادات نقل کئے جاتے ہیں یہ قیمتی موتی حرز جان بنانے کے قابل ہیں۔"

فرمایا: کم بخت وہ ہے جس کو آخرت کی فکر نہیں اور دنیا کی لذات میں مبتلا ہے۔ ایسی دولت جمع کرو جو تمہارے ہمراہ جاسکے۔ دنیا کا مال و متاع تو اسی دنیا میں رہ جائے گا۔

فرمایا: حماقت یہ ہے کہ اعتقاد رکھے اور عمل نہ کرے۔

فرمایا: ایک بری عادت کو چھوڑنا سو برس کی عبادت سے افضل ہے۔

فرمایا: ایمان کی بنیاد چار اصولوں پر ہے بارگاہ الہی میں تقرب حاصل کرنے کے لیے ان کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔ اصول یہ ہیں:

۱۔ زبان کا اقرار ۲۔ دل کی تصدیق ۳۔ تن کا عمل
۴۔ سنت کی مطابقت

۱۔ جو زبان سے اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ منافق ہے اور منافق کافر سے بدتر ہے۔

- ۲- جو شخص زبان سے اقرار کرے اور دل سے بھی تصدیق کرے مگر عمل نہ کرے وہ فاسق ہے اور فاسق اپنے قصور کے مطابق دوزخ میں جائے گا۔ کم سے کم ایک ساعت یا زیادہ سے زیادہ ستر برس۔
- ۳- جو شخص زبان سے اقرار کرتا ہے، دل سے تصدیق بھی کرتا ہے اور عمل بھی کرتا ہے مگر سنت نبویؐ کی متابعت میں تغافل کرتا ہے وہ بدعتی ہے اور بدعتی دوزخ میں جائے گا۔

فرمایا: اگر تم میں یہ تین عادتیں ہوں تو حساب آخرت میں آسانی ہوگی اور مولا کریم جنت میں داخل کریں گے۔

- ۱- جو تم کو نہ دے تم اس کو دو اور محروم نہ رکھو
- ۲- جو تم پر ظلم کرے تم اس کو معاف کر دو۔
- ۳- جو رشتہ دار تم سے قطع تعلق کرے تم اس سے ملو جلو اور قطع نہ کرو۔

فرمایا:

حدیث شریف وہی ہے جو کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلا۔ اور قرآن شریف بھی حضور کی زبان مبارک سے نکلا گویا قرآن شریف بھی حدیث ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق پر ہی قرآن شریف کی صداقت ہے۔

فرمایا:

ہر کام شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ لیا کرو۔

فرمایا:

دنیا ایک دریا کی مانند ہے آخرت اس کا کنارہ ہے اور اس دریا سے پار اترنے کے لیے ”تقویٰ“ کی کشتی چاہیے اس کے بغیر پار اترنا محال ہے۔ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ مسلمان بیکار باتوں کو چھوڑ دے اور ان میں مشغول ہو کر وقت ضائع نہ کرے۔

ظاہر کی پاکی باطن کی پاکی کے موافق ہو جب ہاتھ دھوئے تو چاہیے کہ دل کو حب دنیا سے دھو ڈالے جب استنجا کرے تو جس طرح ظاہر کی پلیدی سے نجات حاصل کی اسی طرح باطن کو غیر کی دوستی سے پاک کرے۔

فرمایا:

تمام مخلوق ان تین صفات پر ہے۔

- ۱۔ فرشتے عقل رکھتے ہیں، مگر خواہش اور غضب نہیں رکھتے۔
- ۲۔ حیوان خواہش اور غضب رکھتے ہیں مگر عقل سے محروم ہیں۔
- ۳۔ انسان خواہش اور غضب اور عقل تینوں رکھتا ہے اگر انسان خواہش اور غضب کو تابع عقل کرے تو فرشتہ کا اعلیٰ درجہ حاصل کرے لیکن عقل کو خواہش اور غضب کے تابع کرنے سے یہ حیوان سے بھی بدتر ہے۔ انسان لذت حیوانی اور خواہش نفسانی کی طلب تو کرے مگر بقدر ضرورت وہ بھی ایسی جیسے مصالحہ کی مقدار طعام میں ہوتی ہے۔

زندگی کو بہتر نہ سمجھو جب تک کوئی بہتر کام تم سے نہ ہو۔
کسی میت کو دیکھ کر اپنی موت کو یاد کرو۔

شریر وہ ہے جو کہ شرارت کرے اور غریبوں کو ستائے
جس کو طعام سے سیری ہو جاتی ہے وہ ہمیشہ بھوکا رہتا ہے۔

جس کو مال سے تو نگری ہوتی ہے وہ ہمیشہ درویش ہے۔
 جو لوگوں سے حاجت چاہتا ہے وہ محروم ہے۔
 جو اپنے کام میں خدا سے یاری نہیں چاہتا خوار ہوتا ہے۔
 جو آدمی جوانی میں خدا کے فرمان کو ضائع کرتا ہے خداوند تعالیٰ
 بڑھاپے میں اس کو خوار کرتے ہیں۔
 جو آدمی ایک دن صدق دل سے خدمت کرتا ہے اس ایک دن
 کی برکت ساری مخلوق کو پہنچتی ہے پس اس کا کیا حال ہوگا جو
 ساری عمر خدمت میں رہتا ہے۔

فرمایا چھ آدمی چھ چیزوں کے سبب دوزخ میں جائیں گے۔

- ۱- عرب کے لوگ تعصب اور عداوت کی وجہ سے
- ۲- گاؤں کے رئیس تکبر کی وجہ سے
- ۳- سوداگر دغا بازی کی وجہ سے
- ۴- عوام جہل کے سبب سے
- ۵- حاکم ظلم کی وجہ سے
- ۶- عالم حسد کی وجہ سے، کیونکہ حسد نیکیوں کو جلا دیتا ہے اور حاسد کا کوئی
 مددگار نہیں۔

ارشاد فرمایا کہ حضرت علی المرتضیٰ اسد اللہ الغالب مطلوب کل مظہر العجائب
 والغرائب کرم اللہ وجہہ نے ایسی حکمت آموز باتیں بیان کیں جن کی طرف کسی کا ذہن
 نہیں دوڑا:-

- ۱- جس کی بات میں نرمی ہوگی اس کے دل میں محبت کا ضرور مادہ ہوگا۔
- ۲- جس بندہ نے اپنے نفس کی قدر پہچانی۔ وہ کبھی ہلاک نہ ہوا۔
- ۳- جس سے چاہے مانگ مگر اس بات کا یقین کر لے کہ تو اس کا قیدی ہو چکا

ہے تو جس کو چاہے دے اس کا حاکم و امیر ہوگا تو جس سے چاہے استغنا اور بے پروائی برت، انجام کار اسی جیسا ہو جائے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسلمانوں کو کفر سے اجتناب کرنے کے بعد چاہیے کہ اپنی آنکھ، کان، پیٹ، شرمگاہ، ہاتھ پاؤں دل اور زبان کو صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے روکے

فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عنقریب ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اسلام اور قرآن کا صرف نشان باقی رہ جائے گا۔ مسلمانوں کی مسجدیں آباد ہوں گی، مگر درحقیقت وہ ہدایت سے خالی ہوں گی اس زمانے کے علما روئے زمین کے آدمیوں میں سب سے زیادہ شریر ہوں گے انہیں کی طرف سے فتنہ و فساد شروع ہوگا اور انہیں پر ختم ہوگا۔

حضور نے فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ پیٹ کے دھندوں میں گرفتار ہوں گے ان کی بڑائی دنیا کی دولت کے لحاظ سے ہوگی ان کا قبلہ عورتیں ہوں گی، ان کا مطلوب سیم و زر ہوگا یہ لوگ خدا کے بندوں میں سب سے زیادہ بڑے ہوں گے حالانکہ خداوند کریم کے نزدیک ان کی کچھ وقعت نہ ہوگی اور یہ وہ زمانہ ہوگا جب لوگ دین کو مٹادیں گے اور بدعتیں جاری کریں گے اس وقت جو کوئی میری سنت پر عمل کرے گا غریب شمارہ جائے گا اور جو بدعت کی پیروی کرے گا پچاس ساٹھ سے زیادہ اس کے مصاحب بن جائیں گے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، کیا ہمارے بعد کوئی ہم سے افضل ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں“ صحابہؓ بولے حضور وہ لوگ کس طرح رہیں گے۔

فرمایا ”جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اسی طرح سے ان کے دل کھلا کریں گے، ان کی زندگی اس طرح ہوگی جیسے سرکہ کے کپڑے سرکہ میں بسر کرتے ہیں پھر صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ لوگ دین کی حفاظت کس طرح کریں گے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

جس طرح تم انگیٹھی کی حفاظت کرتے ہو، چھوؤ تو بچھ جائے ہاتھ لگاؤ تو جل جائے۔“

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تم نماز پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزہ رکھتے رکھتے تیر کی طرح دبلے ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارے یہ اعمال قبول نہ کرے گا۔ جب تک حرام سے نہ بچو

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ اس کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے پیٹ میں حرام ہوتا ہے۔
سہل تشتری رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ آدمی ایمان کی تہہ کو نہیں پہنچتا جب تک اس میں چار خصلتیں نہ ہوں۔

- ۱۔ فرائض کا ادا کرنا (معہ سنن کے)
- ۲۔ حلال کھانا پرہیز کے ساتھ
- ۳۔ ظاہر و باطن کو منع کی گئی چیزوں سے بچانا
- ۴۔ ان باتوں پر موت تک جما رہنا

فرماتے جو آدمی چالیس دن تک مال شبہ کا کھاتا ہے اس کا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ بقول حضرت ابن مبارک ”کہ شبہ کا ایک درم واپس پھیر دینا میرے نزدیک ایک سے چھ لاکھ درم تک خیرات کرنے سے بہتر ہے“ فرمایا شبہ کے مال سے ایک آدمی لقمہ کھاتا ہے اس سے اس کا دل چمڑے کی طرح بگڑ جاتا ہے اور اصلی حالت پر نہیں آتا۔

واردات

ایک روز حضرت قبلہ نے فرمایا کہ میں اٹاری جا رہا تھا کہ راستے میں آندھی آگئی، بارش اور اولے بھی پڑنے لگے، آندھی چونکہ زوروں پر تھی اس لئے درخت گرنے لگے تھے۔ حضرت قبلہؒ نے سوچا کہ سڑک سے ایک طرف ہو جائیں الہام ہوا کہ سڑک پر ہی چلو۔۔۔۔۔ چنانچہ اولے بھی پڑ رہے تھے اور بارش بھی ہو رہی تھی اور آندھی سے درخت بھی گر رہے تھے مگر یہ نہایت امن سے اٹاری پہنچ گئے لوگوں نے ان کے یوں سلامتی سے پہنچنے پر تعجب کا اظہار کیا جب وہاں سے لوٹے تو سڑک پر بہت سے درخت گرے پڑے تھے۔ سبحان اللہ! اللہ پاک اپنے بندوں کو ہر بلا و وبا سے محفوظ و مامون رکھتا ہے۔

ایک روز فرمایا کہ جب حجام ہماری حجامت بناتا ہے تو استرے کے پھیرنے سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ میرے دل پر پھیر رہا ہے نیز فرمایا جب میں چلتا ہوں تو نیچے سے اوپر تک تمام بدن میں ایک ایسی حرکت پیدا ہوتی ہے کہ تمام دل ہی معلوم ہوتا ہے اور ہر روگنے سے اسم ذات ظاہر ہوتا ہے۔

مکاشفات و کرامات

اس عنوان کے تحت اگر حضرت اعلیٰ قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات کا ذکر شروع کیا جائے تو ایک ضخیم دفتر کی ضرورت ہے مگر یہ بیان پھر بھی تشنہ تکمیل ہی رہے گا۔ آپ کی حیات مبارکہ کے ہر لمحہ میں بی شمار کرامتوں کا ظہور ہوا۔ دنیا کی حاجات والے آتے تو آپؒ دنیا اور آخرت کی برکتیں ان کے دامن میں ڈال دیتے دین سیکھنے کے لیے کوئی آتا تو اس کے دل کا کاسہ ذوق و شوق اور محبت الہی و عشق محبوبؐ سے بھر دیتے دروازے پر آنے والا کوئی شخص خالی ہاتھ نہ جاتا اپنے سوال کے مطابق متاع دو جہاں حاصل کرتا۔

ایک ولی اللہ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہوتی ہے کہ وہ کھل طور پر کتاب و سنت کا پابند اور اسوہ رسولؐ کا شیدائی ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ

اللہ علیہ کا ایک منفرد مقام تھا۔ آپؐ قرونِ اولیٰ کے بزرگواروں کی صف میں نظر آتے ہیں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ کسی کے دل کی بات جان لینا کچھ بڑی چیز نہیں۔ ہاں اس کے دل کو حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف پھیر دینا البتہ بڑی بات ہے میرے ہاوی و مرشد حضرت سرکار ”کرماں والے“ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان اتنی بلند ہے کہ آپؐ کے دربار میں فرشتے بھی حکم کے منتظر دست بستہ کھڑے رہتے ہیں۔

منشی محمد حسین فیروز پوری کے چچا قصور میں رہتے تھے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ وہ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قصور سے پیدل روانہ ہوئے راستہ میں باتوں باتوں میں ایک شخص نے کہا ہم تو حضرت میاں صاحبؒ کو تب بزرگ مانیں گے جب آپ ہمیں ایسی چیز کھلائیں جو پہلے کبھی نہ کھائی ہو۔ یہ لوگ جب خدمت عالیہ میں پہنچے کھانے کا وقت تھا حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے حسب معمول ان کی خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد خادم کو کھانا لانے کا حکم دیا۔ جب یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے تو حضرت قبلہؒ نے آہستہ سے ارشاد فرمایا۔ ”فقیروں کا امتحان نہیں لینا چاہیے۔“ اور کھیر کی ایک تھالی ان کی طرف بڑھائی کھیر بے حد لذیذ تھی۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپؐ نے دریافت فرمایا بھلا یہ کھیر کس چیز کی تھی۔ ”جب انہوں نے لالچی کا اقرار کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ کھیر ہرنی کے دودھ کی تھی۔ سبحان اللہ! انہیں وہی چیز کھلا دی جس کی راستہ میں ان میں سے ایک نے طلب کی تھی۔

میاں عبد اللہ ساکن بھرجو کی کے ہمراہ ایک مرتبہ ایک نوجوان طالب علم بھی حضرت قبلہؒ کے پاس حاضر ہوا۔ راستہ میں کئی کے ہرے بھرے کھیت دیکھ کر اس کا جی لپجانے لگا جب بارگاہ عالیہ میں پہنچا تو ایک رکاب میں اہلی ہوئی کئی کے بٹھے رکھے تھے حضرت نے فرمایا۔ ”یہ کھالو۔“ اسی اثناء میں گلی سے ایک شخص کی آواز اس کے کانوں میں پڑی ”کالے راجامن“ طالب علم کو پھر جامن کھانے کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت قبلہؒ نے گھر کے دریچہ سے جامن سے بھری ہوئی تھالی اٹھا کر ان کی طرف بڑھادی اور فرمایا۔ ”لو یہ بھی کھاؤ۔“ تھوڑی دیر کے بعد ارشاد فرمایا۔ ”ہر وقت کھانے پینے کی طرف ہی دھیان نہیں رکھنا چاہیے کچھ اللہ اللہ بھی کرنا چاہیے۔“

اہل حاجت کی امداد

کوئی حاجت مند حضرت قبلہؒ کے دربار میں حاضر ہوتا تو حضرتؒ اس کی شکستہ حالی سے آگاہی فرماتے ہوئے چپکے سے اس کے پلے اتنی رقم باندھ دیتے کہ اس کی حاجت روائی ہو جاتی۔

قاضی ضیا الدین لاہوری فرماتے ہیں کہ میں مقروض تھا اور اسی دوران ایک روز حضرت قبلہؒ کے پاس حاضر ہوا طبیعت میں سخت پریشانی تھی جب آپ سے رخصت کا وقت آیا تو ارشاد فرمایا۔ ”تمہارے ذمہ کچھ قرضہ تو نہیں ہے۔“ بولے۔ ”جی حضور تقریباً تین صد روپیہ کی رقم کا مقروض ہوں۔“ فرمایا۔ ”خداوند کریم اپنے فضل سے ادائیگی کا سبب بنا دیں گے۔“ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ واپسی پر نہایت عمدہ طریقہ سے رقم کی فراہمی اور قرضہ کی ادائیگی کا چند دنوں کے اندر انتظام ہو گیا۔

مولانا مفتی محمد غلام جان متولی اونچی مسجد لاہور بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بڑے اشتیاق کے ساتھ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سب لوگوں کے ساتھ نیچے والے کمرے میں بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سادہ لباس میں ملبوس ایک صاحب بالائی منزل سے تشریف لائے اور میرے روبرو دو زانو بیٹھ گئے۔ میری یہ پہلی ملاقات تھی اور میں حضرت قبلہؒ کا صورت آشنا نہ تھا میرے ذہن میں حضرتؒ کا جو تصور تھا حضرت صاحبؒ اس سے بالکل مختلف سادگی کا مرقع تھے۔ آپ نے دریافت فرمایا ”کہاں سے آئے ہو“ عرض کیا لاہور سے حاضر ہوا ہوں۔“ فرمایا ”کیا کام کرتے ہو۔“ عرض کیا مدرسہ نعمانیہ میں پڑھاتا ہوں۔“ فرمایا ”مولویوں کا فقیروں کے پاس آنے سے کیا مطلب۔“ یہ بولے۔ ”انہیں بھلا فقراء سے کیا عداوت ہو سکتی ہے۔“ پھر مولوی غلام مرشد صاحب اور مولوی احمد علی صاحب کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ بھی فقراء کو نہیں مانتے۔ آپؒ نے فرمایا ”آپؒ تو خفا ہو گئے۔ اچھا آپؒ کو کیا کام ہے؟“ مولوی صاحب نے کہا حضرت میاں صاحب سے ملنا ہے ابھی تک وہ اسی خیال میں تھے کہ ان کا مخاطب کوئی حضور کا خادم ہے حضرت قبلہؒ اس کے بعد کسی دوسرے شخص کی طرف متوجہ ہو گئے۔ پاس سے کسی شخص نے مولانا صاحب کو اشارہ سے بتلایا کہ

حضرت میاں صاحب تو یہی ہیں۔ مولانا صاحب بہت پشیمان ہوئے کہ ان سے لاعلمی میں کیا کچھ سرزد ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت قبلہؒ پھر نیچے تشریف لائے ہاتھ میں کشف المحجوب کی ایک جلد تھی کتاب مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر فرمایا ”چار جگہ نشانیاں رکھ دی ہیں دیکھ لیں۔“ اور خود پھر بالا خانہ پر تشریف لے گئے مولوی صاحب نے کتاب کھولی اور چاروں پر ان کے چاروں سوالات کے جواب تھے۔

- ۱۔ قرآن پاک کی تلاوت بلا ناغہ کرنی چاہیے۔
- ۲۔ برادری میں کسی سے مخالفت پیدا نہ کرو۔
- ۳۔ فقراء کی صحبت کو غنیمت جانو۔
- ۴۔ حتی المقدور علماء کی خدمت کرو۔

جوابات پر غور کر رہے تھے تو کاندھے سے رومال لینے کے لیے ہاتھ ادھر اٹھایا۔ اتنے میں سامنے سے حضرت میاں صاحبؒ پھر نیچے تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا ”دیکھ لی آپ نے کتاب۔“ اور اس ارشاد کے ساتھ ہی مولوی صاحب کا رومال ان کے کندھے پر رکھ دیا اور ان کو رخصت کیا۔ مولوی صاحب رومال سنبھال کر اٹھے تو اس کے ایک کونے میں کچھ نقدی بندھی ہوئی تھی جو مولوی صاحب کا آمدورفت کا کرایہ تھا۔

ماسٹر محمد احسان صاحب مرحوم بانی پیکو آرٹ پریس، حافظ عبدالرزاق اور ایک ہندو دوست کے ہمراہ حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ماسٹر صاحب ایک اعتقادی مسئلہ میں الجھے ہوئے تھے اس کے حل کے متنبی تھے اور ہندو دوست سوچتے تھے کہ ماس کھانا چاہیے یا نہیں۔

پہلی ملاقات تھی حضرت قبلہؒ جب بالا خانے سے تشریف لائے تو حاضرین سے پرسش احوال کرتے ان کے سامنے آگئے ماسٹر صاحب بوجہ رقیق القلبی زبان سے کچھ نہ کہہ سکے آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی تھی۔ آپ نے تسلی آمیز لہجے میں فرمایا

”تفسیر حقانی پڑھا کریں کہیں سے مل جائے گی۔“ ان دنوں تفسیر حقانی باسانی دستیاب نہیں ہوتی تھی لاہور پہنچ کر ان کو کافی تلاش کے بعد کتاب مل گئی اور اس کے مطالعہ سے ان کے شکوک و شبہات جاتے رہے۔

ہندو بابو سے آپ نے ارشاد فرمایا کہ منو سمرتی کا مطالعہ کرو۔ اس نے منو سمرتی کا مطالعہ کیا تو اس میں گوشت خوری کے متعلق سب کچھ لکھا تھا۔ سبحان اللہ کیا بے پایاں علم ہے کہ غیر مذاہب کے عقائد کی باتوں اور کتابوں کے حوالہ جات بھی بیان فرمادینے۔

اصلاح عقاید

حضرت قبلہ ہدایت خلق کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ اس زمانے میں سب سے بڑا فتنہ انگریزی تعلیم اور تہذیب کے اثرات بد تھے جن کی وجہ سے عوام الناس اور بالخصوص نوجوان طبقہ میں شعائر اسلامی سے بیگانگی دن بدن بڑھتی جا رہی تھی۔ حضرت قبلہ بر ملا انگریزی تہذیب کی تباہ کاریوں سے نوجوان نسل کو آگاہ کرتے اور اس کی پیروی سے باز رہنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ یہ خبر حکمرانوں کے کانوں تک بھی پہنچ گئی۔ چنانچہ آپ کی نگرانی اور تفتیش احوال کے لیے سرکاری جاسوس مقرر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا ”تم خواہ کتنی مدت یہاں پڑے رہو تمہیں کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔ کلمہ طیبہ کو ہم چھوڑنے سے رہے۔“ آخر دوسرا شخص آیا تو آپ نے اس سے دریافت کیا ”تم تھانیدار ہو یا حوالدار“ ”وہ شرمندہ ہو کر بولا۔“ ”جی حوالدار ہوں کیا کروں ملازمت ہے۔ جیسا حکم ہو کرنا پڑتا ہے۔“ مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی نادام ہو کر واپس چلا گیا۔

صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ حضرت قبلہ کے ہمراہ شاہ عالمی بازار لاہور سے گزر رہے تھے۔ حضرت قبلہ کے ہاتھ میں عصا تھا۔ جب شاہ عالمی دروازہ کے اندر پری محل کے چوک میں آئے تو حضرت قبلہ رک گئے چہرہ مبارک کا رنگ سرخ ہو گیا۔ بازار پر نظر ڈالتے ہوئے عصا پر زور دے کر فرمایا۔ ”یہ مکان کب نذر آتش ہوں گے“ تین مرتبہ بلند آواز سے یونہی ارشاد فرمایا۔ صوفی صاحب پریشان تھے کہ ہندوؤں کا گڑھ ہے کہیں کوئی فتنہ نہ اٹھ کھڑا ہو لیکن پھر آپ وہاں سے روانہ ہو گئے اور کسی نے بات کرنے کی جرات نہ کی۔ اس فرمان کے

تیس بتیس سال بعد یعنی ۱۹۴۷ء میں یہ جگہ فرقہ دارانہ فسادات کا مرکز بن گئی اور سب مکانات اور دکانات نذر آتش ہو گئیں۔ اب اس جگہ پھر نئی عمارات تعمیر ہوئی ہیں۔ اللہ کے بندوں کی نظر سے ماضی یا مستقبل کی کوئی چیز چھپی نہیں ہوتی۔

صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہؒ قصور میں تشریف فرما تھے۔ چوہدری نبی بخش سکھ ترن تارن پکے شرابی تھے اور ہر وقت نشہ میں چور رہتے تھے۔ قصور میں حضرت قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شراب خوری سے توبہ کرنے کی تمنا کا اظہار کیا۔ اس وقت حضرت قبلہؒ کے ایک خاص خادم بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بھی چوہدری نبی بخش کے حق میں سفارش کی۔ حضرت قبلہؒ نے نبی بخش کے کاندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر دو مرتبہ فرمایا: ”تو پی لیا کر۔۔۔ تو پی لیا کر۔“ چوہدری نبی بخش نے بیان کیا کہ اسی وقت اس کے دل میں شراب سے سخت نفرت پیدا ہو گئی اور پھر اس کی بو بھی ان کے لیے بے حد تکلیف دہ ہوتی۔

تحصیل دار صاحب دیبال پور حضرت قبلہؒ کے معتقد تھے۔ حجرہ شاہ مقیم کے گدی نشین پیر عارف علی شاہ صاحب اور پیر سید علی شاہ صاحب حضرت قبلہؒ کے پاس تشریف لائے اور تحصیل دار صاحب مذکور کے نام ایک سفارشی رقعہ تحریر کرنے کی درخواست کی۔ آپؒ نے فرمایا کہ آپ کا نشانہ یہ ہے کہ بھائی کا حصہ بھی آپ کو مل جائے۔ مگر وہ رقعہ حاصل کرنے پر اصرار کرتے رہے۔ بالاخر حضرت قبلہؒ نے رقعہ تحریر کر دیا کہ قرآن پاک کی رو سے ان کا فیصلہ کر دیا جائے۔

شاہ صاحب نے باہر آ کر جب یہ الفاظ پڑھے تو مایوس ہوئے اور رقعہ تحصیل دار صاحب کو نہ پیش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تاریخ مقررہ پر جب عدالت میں حاضر ہوئے تو تحصیل دار صاحب نے سب سے پہلا سوال ہی کیا۔ ”لائیں حضرت میاں صاحب کا خط مجھے دے دیں۔ وہ خط کہاں ہے۔“ انہوں نے پس و پیش کی اور ادھر ادھر کی باتوں میں ٹالنا چاہا کیونکہ وہ تحریر ان کے خلاف تھی۔ تحصیل دار صاحب نے مقدمہ کی سماعت کے بعد عین قرآن پاک کے مطابق فیصلہ سنا دیا جس سے طرفین میں سے کسی کی حق تلفی نہ ہوئی۔

حکیم محمد اسحاق مزنگ والے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ حکیم صاحب اور ایک ساتھی کے ہمراہ حضرت میاں صاحبؒ کے حکم کے مطابق دیوبند گئے اور شیخ الحدیث حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جب حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو معلوم ہوا کہ یہ حضرات شرق پور سے تشریف لائے ہیں تو بیساختہ فرمایا۔ ”وہ جہاں اللہ کا شیر رہتا ہے۔ تمنا ہے کہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر شرف نیاز حاصل کروں۔ چنانچہ وہ حضرت قبلہؒ کی حاضری کے لیے شرق پور تشریف لائے اور بوقت رداغی حضرت قبلہؒ سے پیٹھ پر بغرض حصول فیوض و برکات ہاتھ پھیرنے کی خواہش فرمائی اور خوشی خوشی رخصت ہوئے۔

حضرت قبلہؒ کے خالہ زاد بھائی میاں سر محمد شفیع مرحوم ایک مرتبہ علامہ اقبالؒ کے ہمراہ در دولت پر حاضر ہوئے۔ میاں صاحبؒ نے ڈاکٹر صاحب کی آمد کی اطلاع کی۔ حضور میاں محمد شفیع صاحبؒ نے فرمایا۔ ”میں نہیں جانتا تجھے یا تیرے ڈاکٹر کو۔“ سر شفیع اپنا سامنہ لے کر رہ گئے لیکن جلد ہی دریائے رحمت جوش میں آ گیا اور ان کو شرف باریابی حاصل ہوا۔ حضرتؒ نے ان کے سامنے انگریزی معاشرت کی بھرپور مذمت کی اور فرمایا کہ انگریزی تمدن اور معاشرت نے ہمیں تباہ کر دیا ہے اور اس کا اثر ہمارے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا ہے اس نے ہمیں دین کا چھوڑا ہے نہ دنیا کا ہم نے جب سے اسے اپنایا ہے ہم پر خیر و برکت کے دروازے بند ہو گئے ہیں۔ ”داڑھی منڈانے پر ان کو ٹوکا اور انگریزی طور طریقوں کی مذمت فرمائی۔ علامہ جمعہ حضرت قبلہ سے معروض ہوئے۔ ”بے شک حضرتؒ کو گناہوں سے نفرت ہونی چاہیے مگر گناہ گار سے نہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شفیع المذنبین ہیں۔“ ان کا یہ کہنا تھا کہ حضور میاں صاحبؒ دھیمے پڑ گئے آقائے دو جہاں کے نام نامی اور ذکر خیر من کر سب جوش و خروش (جو محض غیرت دین مبین تھی) ٹھنڈا پڑ گیا۔ علامہ صاحب مرحوم کی خاطر تواضع کی اور خوشی خوشی ان کو رخصت کیا۔

ایک دن ملک مہدی زمان خان ڈپٹی کمشنر گجرات حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضورؒ نے مجھے حضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی پوری اور حضرت پیر سید مر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا حکم دیا

تھا۔ وہاں گیا تھا مگر تفشلی پھر حضورؐ کے پاس کھینچ لائی ہے مکان شریف بھی حاضری دی تھی۔ وہاں کچھ سکون قلب حاصل ہوا تھا۔ قرآن پاک کی تلاوت میں کبھی ناغہ ہو جاتا ہے حضرت دعا فرمائیں کہ ناغہ نہ ہو۔“ حضرت نے فرمایا۔ ”کسی کام کے لیے جب کبھی آپ کو حکم بھیجتا ہے تو آپ تعمیل کرتے ہیں یا اسے دعا کے لیے لکھتے ہیں۔ افسوس اس وقت تو خود بخود عمل ہو جاتا ہے۔“

دوپہر کے وقت ان کے لیے دسترخوان بچھایا گیا۔ وہ کھانا کھانے کے لیے آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئے حضرت قبلہؐ نے فرمایا۔ ”اس طرح تو شہاد ہامان اور فرعون بیٹھتے تھے۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں بندہ ہوں اور بندوں کی طرح بیٹھتا ہوں۔ اس لیے ہم مسلمانوں کو اس طرح بیٹھنا چاہیے کہ جس طرح ہمیں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔ ہمیں بائیں پاؤں کو زمین پر بچھا کر دائیں گھٹنے کو کھڑا کر کے کھانے کے لیے بیٹھنا چاہیے۔ اسلام ادب سکھاتا ہے۔ افسوس کہ مسلمانوں میں تکبر آ گیا ہے۔“

بے شک

آمین جو انمرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں رو باہی

خدمت انسانیت

صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شرق پور شریف میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی ایک شخص اس موذی مرض میں مبتلا ہو کر چل بسا لوگ اس کی میت چھوڑ کر بھاگ گئے سب ڈرتے تھے کہ کہیں وہ خود اس مرض میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ میت کسمپرسی کے عالم میں دیر تک پڑی رہی۔ حضرت قبلہؐ کو خبر ملی تو ایک خادم کو ہمراہ لے کر اس مکان میں پہنچ گئے اور میت کو لے کر ایک قریبی مسجد کی طرف بڑھے تو لوگوں نے مسجد کے کونوں پر میت کو غسل دینے سے روک دیا۔ آپ میت کو لے کر ایک اور کونوں پر گئے وہاں بھی لوگوں نے رکاوٹ ڈالی۔ آخر آپ نے کونوں سے دور ایک کھیت میں میت کو رکھ کر وہاں سے غسل دیا گھڑوں میں پانی بھر بھر کر لے

جاتے رہے اور خود ہی اس کی تدفین کا انتظام کیا۔ انسانی ہمدردی کا یہ جذبہ خاصانِ خدا میں ہی نظر آتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت قبلہؒ اپنی مسجد میں بیٹھے تھے۔ مسجد کی تعمیر مکمل ہی ہوئی تھی حاجی عبدالرحمن پاس ہی تھے ان سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا۔ ”کچھ دیکھا ہے“ وہ ادھر ادھر نظر دوڑا کر بولے: ”جی نہیں۔“ آپ نے فرمایا: ”ابھی دیکھ لو گے“ چند منٹ کے بعد حاجی صاحب بول اٹھے: ”جی ہاں دیکھ لیا ہے۔“ فرمایا: ”کیا“ بولے: یہی کہ حضرت قبلہ امام علی شاہؒ صاحب تشریف لائے ہیں۔“ سبحان اللہ مسجد کی تعمیر دیکھنے کے لیے کس شان کے بزرگ کا فیضان آیا۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا: ”ایک وقت ایسا تھا کہ دنیا مجھے ایک تھالی کی مانند معلوم ہوتی تھی۔“
نیز ایک بار یہ بھی فرمایا کہ:

”میں ایک دفعہ شاہی مسجد لاہور گیا تو وہاں ایسے معلوم ہوا کہ خانہ کعبہ میرے پاس آگیا ہے اور میں نے اس کا طواف کیا ہے۔“

وفات

عمر کے آخری ایام میں حضرت قبلہؒ کی صحت بہت کمزور ہو گئی تھی حتیٰ کہ اٹھنے بیٹھنے میں بھی دقت محسوس ہوتی تھی۔ رحلت سے چند ماہ قبل تو جمعہ کی نماز کے لیے بھی مسجد میں جانا دشوار ہو گیا تھا عقیدت مند اور احباب دور دور سے نماز جمعہ کی برکات میں شامل ہونے کے لیے آتے تھے اور زیارت سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون حاصل کرتے تھے لیکن اب انہیں اس شرف سے بھی محرومی ہونے لگی تھی۔ مرض شدت اختیار کر گیا تو مخلص احباب کے مشورہ کے مطابق تہذیبی آب و ہوا کے لیے کشمیر کا سفر اختیار کیا چند ہی دنوں میں طبیعت اکتا گئی اور واپس لاہور تشریف لے آئے۔ لاہور کے تمام ڈاکٹروں اور حکیموں نے تپ محرقہ تشخیص کیا لیکن علاج معالجہ سے کچھ افادہ نہ ہوا چند دنوں کے بعد حضرت قبلہؒ لاہور سے شرق پور تشریف لے آئے۔ کہتے ہیں کہ رحلت سے دو ہفتے پہلے اردو زبان میں گفتگو فرمانے لگے اور نماز اشاروں سے ہی ادا کرتے

تھے۔ وصال سے چند یوم پیشتر اپنے چھوٹے بھائی حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ کو بلایا اور حضرت سید نور الحسن بخاری شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور بابا عبداللہ فیروز پوری کی موجودگی میں وصیت فرمائی۔

”گھبرانا نہیں۔ مہمانوں کی خدمت میں کوتاہی نہ کرنا۔ جمعہ کی نماز پڑھانا باقی نمازوں اور مسجد کا اہتمام قاری ابراہیم اور حاجی عبدالرحمن کے سپرد کر دینا۔ جمعہ کی نماز کے علاوہ وقتاً فوقتاً اور نمازیں بھی مسجد میں پڑھانا۔“

انہی ایام میں آپ عصا کے سہارے سے زنان خانہ میں تشریف لے گئے اور سب کو پیار کیا اور الوداع کہتے ہوئے فرمایا:

”اب میں ڈوہراں والا جانا چاہتا ہوں۔“

۳ ربیع الاول ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۲۸ء بروز دوشنبہ آپ نے اس عالم ناپائیدار سے رخت سنباندھ رات کے ساڑھے گیارہ بجے حضرت قبلہ کی روح مبارک قفس عصری سے پرواز کر گئی۔ بوقت رحلت آپ کی عمر پینسٹھ برس تھی۔ آپ کو قبرستان ڈوہراں والا میں دفن کیا گیا۔ حضرت قبلہ نے خود اپنی قبر کے لیے زمین کے اس ٹکڑا کو پسند فرمایا تھا۔ یہ پاک قطعہ زمین اب انوار السیہ کا مرکز اور فیض کا سرچشمہ ہے۔

خلفائے کرام

حضرت اعلیٰ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی فیض کا یہ عالم تھا کہ طالبان راہ حق دور نزدیک سے کشاں کشاں چلے آتے تھے آپ سب کو سیراب کرتے چلے جاتے تھے۔ جو شخص بھی دین کی طلب میں یا دنیا کی غرض سے در دولت پر حاضر ہوا محروم نہ لوٹا۔ سب کے ظاہر و باطن کو کتاب و سنت کے مطابق ڈھالنے کی سعی فرماتے رہے۔ یہ حضور کا ہی کمال ہے کہ جو شخص بھی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اس پر آپ کی نظر عنایت پڑی تو کایا پلٹ کر رکھ دی۔ دین حق کی پیروی کا جذبہ اور اللہ اور اس کے محبوب

صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کے دل میں بھردی۔ آپ کے ملنے والے اپنے چہرے کے نور اوضاع و اطوار اور لباس کی پاکیزگی سے فوراً پہچانے جاتے۔ آپ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا لاکھوں بندگان خدا نے اس چشمہ معرفت سے فیض حاصل کر کے دولت دو جہاں حاصل کی۔ آپ کے متوسلین نے اپنی اپنی استعداد کے مطابق فیضان حاصل کیا۔ پاک ہستیوں کے اس انبوہ کثیر میں بعض مقربین نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کے زہد و تقویٰ عشق و محبت اور منازل سلوک میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے کی وجہ سے آپ نے ان کو خلق خدا کی ہدایت و رہنمائی پر مامور فرمایا ان باکمال ہستیوں نے آپ کے بعد آپ کی تعلیم اور طریقہ کو جاری رکھا حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حقیقی جانشین اور خلیفہ مجاز تھے اعلیٰ حضرت سرکار شہر قہوری رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق آپ نے تیس برس تک انتہائی خوش اسلوبی سے آستانہ عالیہ شہر قہور شریف کا انتظام چلایا اور عقیدہ تہمدان دربار کی روحانی تربیت فرماتے رہے۔ آپ کے خلفاء میں سے مندرجہ ذیل حضرات بالخصوص قابل ذکر ہیں۔

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری المعروف ”حضرت کرمانوالے“
رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کیلیاں والا شریف
حضرت صاحبزادہ حافظ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ، بیرہل شریف
حضرت صاحبزادہ مظہر قیوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مکان شریف
حضرت حاجی عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، قصور

مندرجہ بالا نامور اور باکمال ہستیوں کے علاوہ معرفت کے اس نیر اعظم کے نور سے اور بھی کئی سینے منور ہوئے۔ جن کے ذکر کے لیے الگ دفتر مطلوب ہیں۔ انشاء اللہ پھر کسی وقت ان کے احوال جمع کیے جائیں گے۔

اس کتاب میں قطب دوراں، شاہباز ولایت حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی پاکیزہ زندگی کے حالات قارئین کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کی گئی

ہے۔ حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات جامع جمیع کمالات تھی۔ کتاب کے مطالعہ سے قارئین کو اس کی ایک جھلک نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اس عاجز کو یہ ذکر دل نشیں انداز میں بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اسے میری نجات اخروی کا ذریعہ بنائیں۔ اس کتاب کے موجودہ ایڈیشن میں حضرت قبلہ کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے لخت جگر، منظور نظر قطب دوراں پیر طریقت غوث زمان سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی کا مختصراً ذکر کیا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کے بڑے صاحبزادہ سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادہ جناب پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی کا بھی مختصراً ذکر کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اس سعی مشکور کو قبول و منظور فرمائے۔

ارشادات / ملفوظات حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ

چونکہ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو چشتیہ سلسلہ سے بھی بہت محبت تھی اور آپ اکثر ہاکیٹن شریف، سیال شریف، چشتیاں شریف اور بالخصوص تونسہ شریف تشریف لے جاتے تھے اور اکثر اپنے جمعہ کے خطبات میں حضرت خواجہ محمد سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال بھی بیان فرماتے تھے مناسب ہو گا کہ حضرت خواجہ صاحب کے چند ارشادات و ملفوظات کا بھی تمہرکا ذکر کیا جائے (بحوالہ تذکرہ خواجہ تونسوی رحمۃ اللہ علیہ اردو ترجمہ نافع السالکین)

فرمایا کہ ہر کسی نے ازلی نصیب کے مطابق اس دنیا میں ظہور کیا ہے چنانچہ حدیث نبوی ہے:

السَّعِيدُ سَعِيدٌ فِي بَطْنِ أُمَّهِ وَالشَّقِيُّ شَقِيٌّ فِي بَطْنِ أُمَّهِ
(نیک بخت اپنے ماں کے پیٹ سے نیک بخت پیدا ہوتا ہے بد بخت اپنی ماں کے پیٹ سے بد بخت پیدا ہوتا ہے)

پس فرمایا آنحضرت سرور کائنات علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم ایک روز بچپن کے زمانہ میں ایک کوچہ سے گزر رہے تھے ایک راہب نے آپ کو دیکھا تو آنحضرتؐ کو سجدہ کیا لوگوں نے اس سے سجدہ کرنے کا سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ تمام فرشتے، درخت اور پتھر اس لڑکے کو سجدہ کرتے ہیں جب حق تعالیٰ نے اس کو اس قدر بزرگی عطا کی ہے تو مجبوراً میں نے بھی اس کو سجدہ کیا ہے۔

میاں محمد یار منشی نے جو کہ حضور انور کی خدمت میں بیٹھا تھا۔ بیان کیا کہ ابو جہل نے جس کا زمانہ جاہلیت میں ”ابو الحکم“ نام تھا۔ ایک اعرابی کے اونٹ ظلم و تعدی سے چھین لئے وہ اعرابی مصلحتاً ”مشورتاً“ جناب رسالت علیہ وعلی آلہ افضل التیمات واکمل الصلوٰۃ جو کہ ابھی بچے ہی تھے کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے اونٹوں کو چھڑانے کے

واسطے سفارش چاہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ تو میرے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔ میرے کہنے سے کیسے تیرے اونٹوں کو رہا کر دے گا۔ لیکن وہ نہ مانا اور نہایت عاجزی سے اصرار کیا مجبوراً "آپ اس کے ساتھ چل پڑے" ابو جہل آنحضرت سرور کائنات علیہ السلام کو دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا اور دست بستہ آپ کی خدمت میں عرض کرنے لگا کہ جناب اس جگہ کیسے تشریف لائے ہیں فرمایا کہ اس اعرابی کے اونٹوں کے چھڑانے کے واسطے آیا ہوں اس نے کہا کہ اونٹوں کو رہا کر دیا جائے سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی واپسی کے بعد حاضرین نے حضور کی تعظیم کرنے اور آپ کا حکم ماننے کا سبب پوچھا اور کہا کہ ہم حیران ہیں کہ پہلے تو تجھے اس لڑکے کے ساتھ دشمنی تھی کیا وجہ ہے کہ آج اتنی تعظیم کی اور ان کا حکم بجالایا۔ کہنے لگا کہ جب وہ میرے پاس آئے تو مجھ کو ان کے دونوں کندھوں کے برابر دو شیر منہ کھولے ہوئے نظر آئے ان کے دیکھنے سے مجھ پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ اگر بال برابر بھی ان کی تعظیم اور فرما برداری میں کوتاہی کرتا تو مجھے ڈر تھا کہ وہ میری گردن توڑ دیتے۔

حضرت نے فرمایا کہ ایک روز حضرت بایزید بسطامی قدس سرہ جنگل میں جا رہے تھے جب قصبہ خرقان کی جگہ پہنچے تو ٹھہر گئے اور بو سو گھننے لگے لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی کہنے لگے کہ یہاں ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام ابو الحسن خرقانی ہو گا میری وفات کے کچھ سال بعد پیدا ہو گا اور میری قبر پر آکر مجھ سے مستفیذ ہو گا۔

ولی کامل

آپؐ نے فرمایا کہ ہر ولی کا آخری مرتبہ تسلیم و رضا ہے اس پر میاں محمد منزل جو کہ آپؐ کے حضرتؑ کے عشاق میں سے تھے عرض کیا کہ جب اولیاء اللہ کا یہ حال ہے کہ وہ ہر بات پر سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں تو اہل حاجت جو ان کے پاس آتے ہیں ان کی حاجتیں کیسے پوری ہوتی ہیں فرمایا کہ چونکہ حق تعالیٰ چاہتے ہیں کہ یہ بندہ تسلیم و رضا کی وجہ سے ہماری جناب میں عرض نہیں کرتا خود بخود اس کی حاجت کو پورا کر دیتے ہیں چنانچہ آیت کریمہ قاتخذہ وکیلا اس معنی پر صریحاً دلالت کرتی ہے نیز فرمایا کہ ہر قول و فعل جو کہ کاملین سے سرزد ہوتا ہے وہ عین شریعت ہوتا ہے اگرچہ عوام الناس کے فہم میں نہ آئے۔ ★

★ اس کا مطلب یہ نہیں کہ کامل اگر خلاف شریعت بھی کرے تو اسے شریعت ہی کہا جائے گا بلکہ یہ مطلب ہے کہ کامل ہوتا ہی وہ ہے جس کا ہر قول شریعت کے مطابق ہو۔ **الْأَيْنَ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ**۔

خبردار: جان لو کہ اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے نہ ہی ملال یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔ (مترجم)

لیکن حقیقت میں وہ شریعت کے عین مطابق ہوتی ہیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ مجھے حضرت کے ساتھ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے جانے کا اتفاق ہوا، راستے میں ایک روز ایک کنوئیں پر قیلولہ کے لیے ٹھہرے فقیروں نے جسارت کر کے اس کنوئیں کی زراعت خربوزہ اور منگ وغیرہ کو حضرت کے سامنے کھانا شروع کیا آپ نے کسی کو منع نہ فرمایا۔ میں اس بات سے بہت متعجب اور حیران ہوا جب اس کنوئیں کا مالک حاضر ہو کر حضرت کی قدم بوسی سے مشرف ہوا تو کہنے لگا کہ اس غلام کی بہت ہی خوش نصیبی ہے کہ ذات گرامی اس کنوئیں پر تشریف لائی ہے اور اس غلام کے ہاتھ کی کاشت کردہ زراعت درویشوں کے کام آئی ہے اس کنوئیں کا آباد کرنا اور زراعت کا کاشت کرنا میری ابدی سعادت کا باعث بنا ہے اس کے بعد باقی زراعت بھی خوشی سے درویشوں کے حوالہ کر دی پس معلوم ہوا کہ درویشوں کا (خربوزے وغیرہ) کھانا اور حضرت کا منع نہ فرمانا شریعت کے خلاف نہ تھا۔ اس لئے کہ نص شریعت سے ثابت ہے کہ صدیق کا مال بغیر اجازت کے کھانا جائز ہے۔

نیز فرمایا کہ زیتون کی تسبیح پر پڑھنا مستحب ہے اور پتھر کی تسبیح پر پڑھنا منع ہے اس لئے کہ یہ دل کو سخت کرتی ہے اور تسبیح کو کھائی پر لپیٹنا اور گلے میں ڈالنا نحوست کا سبب ہے اور کپڑے کو الٹا کر سینا بھی اوبار کے اسباب میں سے ہے۔ ان باتوں سے احتراز کرنا چاہیے۔

حضرت قبلہؑ نے فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ دنیا داروں کی صحبت سے دور رہے کیونکہ یہ لوگ حب دنیا میں مستغرق ہو جاتے ہیں تو خدا کا خوف ان کے دلوں سے نکل جاتا ہے حتیٰ کہ ان کے دلوں میں چوٹی کے کاٹنے کے خوف کے برابر بھی خوف نہیں رہتا

جیسا کہ اگر کوئی چوٹی کسی کے بدن پر چڑھ جائے تو وہ اس کے
 ڈنگ مارنے کے خوف سے اس کو اپنے بدن سے دور کر دیتا ہے۔
 نیز فرمایا کہ دنیا داروں کو خدا تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کے قول کے ساتھ نصیحت نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ان
 کی تو حق تعالیٰ کے ساتھ نسبت دشمنی پیدا ہو چکی ہے لہذا دشمن
 کے سامنے بات نہ کرنی چاہیے بلکہ پہلے ان کی دشمنی کو دوستی میں
 تبدیل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

حضرت قبلہؒ ایک روز بعد نماز عصر مسجد مبارک میں بیٹھے
 ہوئے تھے۔ آپ کی خدمت میں بے شمار علماء صلحاء اور اغنیاء ہر
 علاقہ کے حاضر تھے کہ ایک شخص شیخ احمد نام جس کو عرف عام میں
 زنبو کہتے تھے ایک برتن پانی کا بھرا ہوا حضورؐ کی خدمت میں لایا
 اور کہنے لگا کہ میں نے جو نیا کنواں کھدوایا ہے یہ اس کا پانی ہے
 آپ اس کو چکھیں کہ کیا ہے؟ حضرت قبلہؒ نے اس میں سے
 تھوڑا سا پانی نوش فرما کر فرمایا۔ کہ تیرے کنویں کا پانی چاہ داد والہ
 کے پانی سے زیادہ میٹھا اور تر ہے اس نے جواب دیا کہ یہ جناب
 ہی کے طفیل ہے کیونکہ اگر جناب والا اس غلام کو مبلغ دو سو روپیہ
 عطا نہ فرماتے تو اس کی تعمیر نہ ہو سکتی کیونکہ میرے گھر میں جو کچھ
 موجود تھا میں نے خرچ کر دیا تھا لیکن کنواں کی تکمیل نہیں ہو سکی
 تھی۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ بات اس طرح نہیں ہے جس طرح
 تم کہتے ہو بلکہ دینے اور دلانے والا تو وہی ہے۔ میں درمیان میں
 نہیں ہوں اس لیے کہ آخر شب میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرے دل نے
 کہا کہ مبلغ مذکور شیخ زنبو کو دینے چاہئیں اور چونکہ تمہارا مکان شہر
 سے باہر تھا اس لیے ایک دن کا توقف ہو گیا تھا اور عادت کے
 مطابق کہ مسنون طریقہ بھی ہے میں سونے کے لیے لیٹ گیا تھا اور
 نماز فجر کے بعد تجھے بلا کر جب تک مبلغ مذکور ادا نہیں کر دیا گیا مجھے

آرام نہیں آیا۔۔۔ مولف ملفوظات کہتا ہے حضرتؐ کی یہ بات سن کر میرے دل میں فوراً یہ بات آئی کہ حضرت قبلہؐ کا یہ قول اسی طرح ہے جس طرح کہ مولانا روم قدس سرہ نے فرمایا ہے:

ازپئی روپوش عامہ مومنوں
وحی دل گوئیز این را صوفیوں

اس لیے کہ حضرت قبلہؐ نے دل کے کہنے کے بعد قرار نہیں کیا (یعنی جو دل نے کہا اسے کر گزرے پس معلوم ہوا کہ وحی دل سے مراد (مجازاً) وحی ہی ہے۔

ایک شخص واصل نامی مجلس میں حاضر تھا اس نے کہا کہ میں نے عرب و عجم کی سیر کی ہے لیکن جناب کی ذات مبارک کی نظیر میں نے کہیں نہیں دیکھی کہ آپ گھوڑے اونٹ اور دوسرے جانور اور نقد اور جنس کپڑے اور آٹا اور طعام لوگوں کو دیتے ہیں اور مریضوں کے لیے دوائیں عطا فرماتے ہیں پھر اس کے ساتھ گمراہوں کو حق تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ بھی بتاتے ہیں۔ حضرت قبلہؐ نے جواب میں فرمایا کہ اے میاں واصل! میری بات توجہ سے سنو! میں جب اپنے وطن کوہ درگ سے علم پڑھنے کے لیے اس شہر میں آکر مسجد سفید میں سکونت پذیر ہوا تو ایک نور بانف نے میرا وظیفہ مقرر کیا، اس کے دروازہ پر ایک کتا تھا اور میں اس سے بہت ڈرتا تھا۔ پہلے مسجد کے صحن سے۔۔۔ جو کہ اس کے گھر سے اونچا تھا۔۔۔ جھانک کر دیکھتا تھا۔ اگر کتا اس کے دروازہ پر اس وقت نہ ہوتا تو دوڑ کر اپنا وظیفہ لے آتا اور کھا لیتا۔ ورنہ سارا دن فاقہ سے گزار دیتا۔۔۔ میں تو دعویٰ ہوں لیکن حق تعالیٰ کی ذات کریم ہے کہ اس نے مجھے اپنی عنایات سے نوازا۔۔۔ مولف کہتا ہے کہ غور کرنا چاہیے کہ مردان خدا باوجود یہ کہ ان کا مقام نہایت بلند ہوتا ہے کس طرح اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے اور تحدیثِ نعمت کرتے ہیں اور ان کے کلام اور ان کے وجود میں نفسانیت کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا، اسی لیے عراقی قدس سرہ نے فرمایا ہے

گل توحید زوید بہ زمینے کہ درد

خار شرک و حسد و کبر و ریا دکیں است

نیز حضرت قبلہؐ نے فرمایا کہ والعفو عند رسول اللہ مقبول یعنی عفو و

بخشش رسول اللہ کے ہاں مقبول ہے نیز فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ چار چیزیں اپنے اوپر لازم کر لے۔ قِلَّةُ الطَّعَامِ وَقِلَّةُ الْكَلَامِ وَقِلَّةُ الْمَنَامِ وَقِلَّةُ الصُّحْبَةِ مَعَ الْأَنَامِ یعنی تھوڑا کھانا، تھوڑا بولنا، تھوڑا سونا اور لوگوں سے کم ملنا جلنا اختیار کرے تاکہ کامل ہو جاوے۔

نیز فرمایا کہ صُحْبَةُ الْأَغْنِيَاءِ نَمِيتُ الْقَلْبِ وَلَوْ كَانَتْ سَاعَةً أَمْرَاءَ کی صحبت میں دل مردہ ہو جاتا ہے اگرچہ وہ ایک ساعت ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت نے فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ دنیا سے دور رہے کیونکہ دنیا کی مثال کوڑا کرکٹ کی سی ہے اور دنیا کا طالب مانند گدھے کے ہے اس بات کی دلیل کے لیے یہ شعر پڑھا

صیت دنیا سرسبز بے سر شدن
درپی آں کو لخن چوں خر شدن

نیز فرمایا کہ اگر درویش کو کشفی طور پر معلوم ہو جائے کہ حق تعالیٰ کی مرضی فلاں کام کے پورا نہ ہونے میں ہے پھر بھی اس کے لیے ہمیشہ دعا کرتا رہے کیونکہ بندہ کے لائق بندگی ہی ہے اور فقر کا کمال بھی عبودیت و عجز ہی میں ہے۔ نیز اس کے حکم کی تعمیل بھی اسی میں ہے کیونکہ اس نے دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اَدْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا) القرآن۔

نیز فرمایا کہ سالک کو چاہیے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی جناب میں خشوع خضوع کرتا رہے اور اس کی جناب میں گریہ زاری کر کے اپنا مقصود دلی طلب کرے تاکہ اس پر رحمت کے دروازے کھولے جائیں بعدہ یہ شعر ارشاد فرمایا

تاگرید کود کے حلوا فروش
بہر بخشائش کجا آید بہ جوش
تانه گرید اید کے خند و چمن
تاگرید طفل کے جو شد لبن

نیز فرمایا کہ دونوں جہانوں کی بادشاہی تو حق تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو عطا فرمائی ہے چنانچہ ایک دفعہ نادر شاہ خراسانی نے جاسوسی کے لیے ایک شخص کو ہندوستان کی طرف

بھیجا۔ وہ شخص اجیر شریف پہنچا اور حضرت خواجہ معین الحق والدین کے تصرف کو دیکھ کر حیران ہو گیا کہ ان کی عجب حکومت ہے کہ تمام اشیاء کا نرخ روزانہ ان کی خدمت میں عرض کیا جاتا ہے اور لوگ اپنی حاجات سے متعلق درخواستیں ان کے دربار میں عرض کرتے ہیں۔ جب وہ شخص شاہ مذکور کے پاس لوٹ کر گیا تو اس نے حال احوال پوچھا۔ اس نے جو دیکھا سنا تھا بیان کیا اور کہنے لگا کہ ہندوستان کے عجائبات میں سے ایک یہ بات بھی ہے کہ وہاں ایک قبر ہے جو کہ بادشاہی کر رہی ہے۔

نیز فرمایا کہ حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخی قدس سرہ سفر میں ایک رات کے لیے ایک مسجد میں ٹھہرے۔ مسجد کا متولی مسجد کا دروازہ بند کر کے چلا گیا۔ رات کو شیخ قدس سرہ قضائے حاجت کے لیے اٹھے۔ باہر جانے کے لیے دروازہ کھٹکھٹایا لیکن وہ کھلا نہیں۔ آخر مجبوراً انہوں نے مسجد کے ایک گوشہ میں ایک موٹے کپڑے میں قضائے حاجت کر کے اس کو مسجد کے ایک طاق میں رکھ دیا صبح سویرے مسجد کا متولی آیا۔ مسجد کا دروازہ کھولا شیخ قدس سرہ مسجد سے باہر چلے گئے۔ جب نمازی ادائیگی نماز کے لئے آئے تو مسجد کو ایک ایسی خوشبو سے معطر پایا جو کہ مشک و عطر سے بڑھ کر تھی انہوں نے متولی سے پوچھا کہ یہ عجیب قسم کی خوشبو کہاں سے آگئی۔ اس نے کہا مجھے کچھ خبر نہیں۔ جب انہوں نے مسجد کے طاق میں سے اس ٹاٹ کو اٹھا کر سونگھا تو کہنے لگے کہ ایسی خوشبو تو دنیا بھر میں کہیں بھی نہیں پائی جاتی۔ چنانچہ یہ خبر سارے شہر میں پھیل گئی حتیٰ کہ اس علاقہ کے بادشاہ کو بھی اس کی خبر پہنچی اس نے وہ خوشبو طلب کی اور اس کو اپنے تاج میں رکھ لیا نیز ہفت اقلیم کے بادشاہوں کو ہدیہ کے طور پر بھیجی سب نے اسے بہت پسند کیا اور اپنے تاجوں میں رکھا۔ بعدہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم قدس سرہ الاقدس کی طرف الہام کیا کہ ہم نے تجھ کو دنیا کے چھوڑ دینے کے سبب سے ایسا مرتبہ عطا فرمایا ہے کہ تیرے فضلہ کو دنیا کے بادشاہ اپنے سروں پر رکھتے ہیں۔

نیز فرمایا کہ ایک رات حضرت سلطان ابراہیم قدس سرہ برنباری سے بچنے کے لیے ایک غار میں گئے اور ایک بڑے سانپ کی پیٹھ کی پٹم پر آرام کیا اور ساری رات وہاں گزار دی۔ سانپ نے حکم الہی کے مطابق حضرت کو کوئی تکلیف نہ دی۔ جب دن چڑھا تو حضرت اس واقعہ سے مطلع ہوئے اور صحیح سلامت غار سے باہر آئے۔ اس وقت حق

تعالیٰ نے اس خطاب سے سرفراز فرمایا۔ کہ :

نَجَّيْنَاكَ عَنِ الْمُتَلَفِ بِالْمُتَلَفِ

(یعنی ہم نے تم کو ہلاک کرنے والی چیز (برف) سے دوسری ہلاک کرنے والی چیز (سانپ) کے ذریعہ بچالیا۔۔)

حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ ایک عام اور خاص شخص کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ جو کوئی خداوند تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق پر قناعت کرتا ہے اور اس کے دل میں زیادتی کی طلب اور حرص نہیں ہوتی وہ خواص میں سے ہوتا ہے اور جس کا حال اس کے برعکس ہو وہ عوام میں سے ہوتا ہے۔

ایک روز میرے حضرتؒ نے یہ شعر پڑھا:

آن تلخوش کہ صوفی ام الجباش خواند

آشی لنا واحلکی من قبلہ العذارا

حاجی کاتب حضورؒ کی خدمت میں حاضر تھا۔ یہ فقیر بھی تھا۔ اس نے حضور انورؐ سے سوال کیا کہ یا حضرت اس شعر کے کیا معنی ہیں، جواب میں فرمایا کہ جب صوفی مقام جمع میں پہنچتا ہے تو واجب اور ممکن اسے ایک نظر آتے ہیں (یعنی ممکن کو واجب میں فانی دیکھتا ہے) اور تفرقہ اس کی نظر سے اٹھ جاتا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ مستی سے مراد فتائیت اور مست سے مراد فانی فی اللہ ہے اس کے بعد یہ شعر کہا

مستی بچشم شاہد و دلبند ماخوش است

زاں رو سپردہ اندبہ استان زام

نیز فرمایا

حافظ چوروزہ رفت کل نیزے رود

لاچار بادہ نوش چوررفت است کارما

روزہ سے مراد زہد ہے کل سے مراد تجلیات اور مے سے مراد عشق ہے۔

نیز فرمایا کہ سالک کے لیے چند چیزوں کے بغیر چارہ نہیں ہے اور صوفیاء ان کو دنیا

میں شمار نہیں کرتے بلکہ ان کو امور دینیہ میں شمار کرتے ہیں جیسا کہ قوت لایموت عبادت کے لیے، کپڑا ستر عورت کے لیے اور کپڑا بقدر حاجت بقاء زندگی کے لیے اور ٹھکانا عبادت کے لیے اور علم بقدر ضرورت عمل کے لیے۔ چنانچہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار کے مطابق ماسوائے پانچ چیزوں کے ساری دنیا فضول اور بے کار ہے وہ پانچ چیزیں یہ ہیں:

- ۱- اتنی خوراک جس سے قوت باقی رہے۔
- ۲- پانی جس سے پیاس بجھ سکے۔
- ۳- علم جس پر عمل کیا جاسکے۔
- ۴- گھر جس میں سکونت اختیار کی جائے۔
- ۵- پانچویں بات کا مولف نے ذکر نہیں کیا غالباً "کپڑا ہو گا جس سے بدن ڈھانپا جاسکے.... احقر مترجم)

چنانچہ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص ہمہ تن دنیا کمانے میں لگ جائے وہ بد بخت ہے اور جو کوئی ہمہ تن آخرت کے کام میں مشغول ہو وہ نیک بخت ہے اور جو کوئی کچھ وقت اپنے اور اپنے اہل و عیال کی روزی کے لیے کسب دنیا میں صرف کرے اور باقی وقت حق تعالیٰ کی یاد میں گزارے وہ بھی نیک بخت ہے لیکن کامل وہی ہے جو اپنے سارے اوقات اپنے مولیٰ کی یاد میں صرف کرے اور تمام اسباب سے قطع نظر کر کے مولیٰ پر توکل کرے کیونکہ بغیر توکل کے مرتبہ ولایت حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت قبلہ نے فرمایا کہ جب سالک اپنے شیخ کی زیارت کو جائے تو چاہیے کہ اس کے پاس ہی قیام کرے کیوں کہ صحبت سے ہی کچھ حاصل ہوتا ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ شیخ کی صحبت کے ساتھ اس کا ادب بھی ملحوظ رہے کیونکہ بغیر ادب کے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا اور اگر اپنے شیخ کے

مزار کی زیارت کے لیے جائے تو بھی اپنے شیخ کے مزار کے قریب قیام کرے اور شہر میں نہ ٹھہرے تاکہ اسے کچھ حاصل ہو صرف شیخ کے شہر میں ٹھہرنے سے فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔

عورت سجادہ نشین نہیں ہو سکتی۔

آپ نے فرمایا کہ عورت کے واسطے نہ پیغمبری ثابت ہے نہ عمدہ قضا نہ بیعت لینا اور نہ سجادہ نشینی۔ مگر باوجود اس کے حاجی شیخ احمد کی موجودگی میں جو کہ ایک مرد صالح اور لائق سجادگی تھے حکومت خراسان نے دنیا کے لالچ کی وجہ سے حضرت بہاؤ الدین ذکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کی مسند سجادگی پر ایک عورت کو مقرر و مسلط کر دیا اس روز سے شاہ خراساں کے حکم میں خلل ظاہر ہوا اس لیے کہ بعض مردان کامل نے دیکھا کہ صاحب مزار مزار سے سینے تک باہر آکر فرماتے ہیں کہ ان کتوں کو مار مار کر یہاں سے نکال دو۔ عورتوں کو مسند سجادگی پر انہی خراسانی حاکموں کے حکم سے بٹھایا گیا تھا۔

ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں عورتوں کے لیے ثابت نہیں ہیں ایک نبوت، دوسرے شہیت، تیسرے قضا کیونکہ یہ ناقص العقل اور ناقص الدین ہیں پھر آپ نے یہ حدیث مبارک ارشاد فرمائی **هُنَّ نَاقِصَاتُ الْعَقْلِ وَالِدِّينَ** (عورتیں ناقص العقل اور ناقص دین ہیں)

عورتوں سے بچو

آپ نے فرمایا کہ پیر میراں سید بھیک نے فرمایا کہ ایک روز ان کے حجرہ کے پاس کسی عورت کی آواز آئی تو انہوں نے اپنے درویشوں کو بلا کر فرمایا اے سالکان حق عورتوں کی صحبت سے ہمیشہ دور رہو کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے راستہ میں رکاوٹ ہیں۔ جو کوئی بھی عورت کی صحبت میں پڑا وہ حق تعالیٰ کے وصال سے محروم رہ گیا۔

ایک عورت نے عرض کیا کہ غریب نواز! ہم سے بغیر آپ کی امداد باطنی کے کوئی کام دین و دنیا کا نہیں ہو سکتا۔ دعا فرمائیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ نیک عمل کی توفیق عطا فرمائیں کیونکہ مقصود دارین اسی میں منحصر ہے حضرت قبلہ قدس سرہ نے فرمایا کہ ہم دعا کرتے

ہیں ' حق سبحانہ و تعالیٰ ہمارے تمام دوستوں کو ہدایت کاملہ نصیب فرمائیں۔ کیونکہ بغیر ہدایت کے اور کچھ مقصود نہیں ہے۔

اللَّهُمَّ اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ آمِينَ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ۔

نیز فرمایا کہ امرنا مشروع ہے ہمیشہ دور نہ ہو، اور مثال بیان فرمائی کہ فقیر مانند ایک سفید چادر کے ہوتا ہے۔ جس طرح ایک سفید چادر میں داغ برا معلوم ہوتا ہے اسی طرح اگر عیاذاً " باللہ فقیر سے کوئی برا کام صادر ہو تو وہ زیادہ برا ہے۔ بعض لوگوں نے عرض کیا کہ غریب نواز! ہماری معاش کا دار و مدار اسباب ظاہر پر ہے ہم نے زراعت کاشت کی تھی، لیکن بندش باراں کے سبب خشک ہو گئی ہے۔ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ اکثر لوگ اسباب پر نظر رکھتے ہیں لیکن ہزاروں میں ایک ایسا بھی ہوتا ہے جو سبب حقیقی پر نظر رکھتا ہے اور اسباب کو ترک کر دیتا ہے نیز فرمایا کہ ترک اسباب کا یہ مرتبہ ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتا پھر آپ نے یہ شعر پڑھا

اگر ڈالہ ہر قطرہ در شدے
چو خرمہ بازار از و پر شدے
کسب اسباب زہمت پستی است
ترک اسباب نہ بالا دستی است

نیز فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی کو اپنی درگاہ سے دور کر کے مردود بنانا چاہتے ہیں تو نفس و شیطان کا اس پر غلبہ ہوتا ہے اور مرکب منہی ہوتا ہے چنانچہ شراب خوری کرتا، بھنگ اور چرس پیتا، اور دوسرے غیر مشروع کاموں میں لگ جاتا ہے نعوذ باللہ من ذالک اور جب کسی کو اپنی درگاہ کا مقبول و محبوب بناتے ہیں تو اس سے تمام کام نیک ہی صادر ہوتے ہیں کوئی غیر مشروع کام وہ نہیں کرنے پاتا اور نفس و شیطان بھی اس پر غلبہ نہیں پا سکتے۔

قَوْلُهُ تَعَالَى: مَنْ يَهْدِي اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلَّهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ،
نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا۔

ایک سال حضرت قبلہؒ قدس سرہ کی خدمت میں صاحبزادہ نور احمد رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی غریب نواز! صادق خان کی ملاقات کے لئے میرے ساتھ تشریف لے چلے حضرت

قبلہ نے فرمایا کہ میں صرف جناب کی دلجوئی کے واسطے چلتا ہوں ورنہ مجھے ملاقات کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ایک سال قبلہ عالم مہاروی قدس سرہ کی زندگی میں میں ایک دفعہ حضرت قبلہ عالم کی زیارت کے واسطے جا رہا تھا، اچانک راستے میں ایک شخص نمودار ہوا اور میرے پاس آ کر سلام کہا، میں نے سلام کا جواب دیا۔ اس کے سوا اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی، اور چل پڑے، دو بارہ اس شخص نے سلسلہ کلام چھیڑا قیامت کے روز ہمارا کیا حال ہوگا حضرت قبلہ قدس سرہ نے فرمایا کہ فقرا تو نگروں سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے الحمد للہ علی ذالک

ایک رات حضرت قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ نیک درویش کا مال چور چرا کر لے گئے اس درویش نے چوروں سے مال طلب کیا لیکن چوروں نے انکار کیا درویش نے ان کے لیے بد دعا کی کہ تم کو چیونٹیاں کھائیں گی اس کے بعد وہ چور جہاں بیٹھتے چیونٹیاں ان کے گرد جمع ہو جاتیں حتیٰ کہ ان کو ہلاک کر دیا۔

نیز فرمایا کہ ایک شخص کو کسی نے کچھ تکلیف پہنچائی اس نے تنگ دل ہو کر کہا کہ تجھے کھیاں ہلاک کریں چنانچہ اسی طرح ہوا کہ اس شخص کو کھيوں نے ہلاک کر دیا۔

حضرت قبلہ قدس سرہ نے فرمایا کہ افضل الناس انبیاء اور اولیاء ہیں جنہوں نے دنیا کو ترک کر دیا ہے اور حق تعالیٰ کی یاد کو حق تعالیٰ ہی کے لیے اختیار کیا ہے نہ کہ کسی اور غرض کے واسطے

حضرت قبلہ قدس سرہ نے فرمایا کہ روپا نام ہندو متو خان کے کارداروں میں سے تھا اس نے ہمارے سامنے بیان کیا کہ میری ایک کسان کے ساتھ دشمنی تھی میں نے اپنے ایک آشنا سے کہا کہ جب فلاں کسان اپنی زراعت میں سے گھاس لے آوے تو تم خفیہ طور پر گھاس کے گٹھے میں چند خوشے چھپا دینا تاکہ اسے چور ثابت کیا جاسکے) اس شخص نے اسی طرح کیا جب وہ کسان اپنے گھر کے قریب لے آیا تو شخص مذکور نے اس کی تلاشی لی لیکن اس کی گھاس میں سے کوئی خوشہ برآمد نہ ہوا اسی طرح تین روز تک اس کے ساتھ کیا گیا۔ لیکن کوئی خوشہ گھاس میں سے برآمد نہ ہو سکا۔ جب حق تعالیٰ خود اس کے حافظ و ناصر اور ستار تھے ہمارا کوئی فریب اس کے ساتھ نہ چل سکا اس کے بعد روپا مذکور کہنے لگا کہ میں نے جب سے یہ معاملہ دیکھا ہے لوگوں کے ساتھ دشمنی کرنے سے

توبہ کر لی ہے۔

نیز فرمایا کہ ایک شخص پر اس کے دشمن نے اٹھارہ دفعہ تنگ کے ساتھ حملہ کیا لیکن چونکہ حق تعالیٰ اس کے محافظ تھے۔ اس کو موت سے بچا لیا۔

حضرت قبلہؒ قدس سرہ نے فرمایا کہ ہر شے کی اپنے وقت پر قدر ہوتی ہے چنانچہ پانی کی قدر گرمیوں میں معلوم ہوتی ہے گرمیوں میں اگر ایک دو وقت روٹی نہ ملے تو آدمی صبر کر سکتا ہے لیکن اگر پانی نہ ملے تو جان لبوں تک آ پہنچتی ہے اور پیاس پر صبر نہیں ہو سکتا اور چونکہ سب چیزوں سے زیادہ پانی کی احتیاج بہت ہوتی ہے اس لئے حق تعالیٰ نے اس کو عام کر دیا ہے اگر پانی کی بھی قیمت ہوتی تو غریب لوگ مارے پیاس کے مر جاتے۔ اسی طرح آگ کی قدر سردیوں میں معلوم ہوتی ہے غریب لوگ آگ کے بغیر سردیوں میں گزارہ نہیں کر سکتے پھر آپ نے یہ قول ارشاد فرمایا

النَّارُ فِى الشَّيْءِ خَيْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ

نیز فرمایا کہ ایک سال مکڑی بہت آئی ہم نے سرفراز خان کو کہا کہ مکڑی کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو کہ اس ملک سے نکل جاؤ ورنہ ہم اسے سزا دیں گے۔ سرفراز خان نے پیغام پہنچا دیا کہ میرے پیر صاحب نے فرمایا ہے کہ یہاں سے چلی جا ورنہ تمہیں قید کر دیں گے مکڑی نے جب یہ پیغام سنا اسی وقت علاقہ سنگھڑ سے نکل کر دوسری طرف کوچل دی۔

دوسرے سال پھر مکڑی علاقہ سنگھڑ میں آئی اور لوگوں کی زراعت کو خراب کرنے لگی۔ لوگوں نے حضرت قبلہؒ کی خدمت میں دعا کے واسطے بہت عاجزی و زاری کی فرمایا کہ ایک آثار طعام میری طرف سے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے ایصالِ ثواب کے واسطے خیرات کیا جائے حق تعالیٰ اس بلا سے نجات دیں گے جن لوگوں نے نذر مقرر نہ کی ان کی کھیتی کو مکڑی نے تباہ کر دیا۔

نیز فرمایا کہ آدمی کا کوئی دشمن نفس امارہ سے زیادہ سخت نہیں ہے اس لیے کہ ہر دشمن متابعت اور تواضع کے ذریعے مطیع ہو جاتا ہے بخلاف اس کے کہ یہ متابعت اور پیروی کرنے میں دشمنی میں زیادہ قوی ہو جاتا ہے اور انسان کو گناہوں کے سمندر میں اوندھا ڈال دیتا ہے اور آدمی جس کو اپنی زندگی سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے جب

اپنے نفس کو بوجھاتا ہے تو اس کی پیروی میں اپنی زندگی تک کو برباد کر دیتا ہے۔ نفس کے سخت دشمن ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسرا دشمن تو کبھی کبھار سامنے آتا ہے اس لئے اس کا خطرہ بھی کبھی ہوتا ہے اور کبھی نہیں لیکن نفس سے مرتے دم تک ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے کیونکہ یہ ہر لمحہ آدمی کے پہلو میں موجود ہے اور حضرت قبلہؐ کا یہ کلام اس حدیث مبارک کے معنی کے مطابق ہے

أَعْدَاءُ عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبِكَ

اس کے بعد فرمایا کہ اس رہزن سے تو وہ شخص نجات پاتا ہے جو ہر وقت اس کی مرضی کے خلاف کرنے پر کمر بستہ رہے

نفس را سرکوب دوائم خواردار

تا تو انی دورش از مردار دار

نیز فرمایا کہ انسان کا نفس اس کے تمام دشمنوں سے زیادہ سخت دشمن ہے کیونکہ جس دشمن کے ساتھ بھی مہربانی کی جاوے وہ فرمانبردار ہو جاتا ہے بخلاف نفس کے کہ جس قدر اس کے ساتھ مہربانی کرو گے زیادہ دشمنی کرے گا جیسا کہ سعدیؒ فرماتے ہیں

مراد ہر کہ بر آری مطیع امر شود

خلاف نفس کہ فرماں و ہد چویافت مراد

اور مولانا روم قدس سرہ فرماتے ہیں مثنوی

اے شاکستم ما خصم بیرون

ماند خصی زو ہر دور اندرون

کشتن این کار عقل و ہوش

شیر باطن سخرہ خرگوش نیست

خصم بیرون قصد جان ماند

نفس قصد بیرون ایمان کند

حدیث مبارک

أَعْدَاءُ عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِي بَيْنَ جَنْبِكَ

(تمہارے تمام دشمنوں سے زیادہ سخت دشمن تمہارا اپنا نفس ہے جو کہ تمہارے دونوں

پہلوؤں کے درمیان ہے۔)

حدیث دیگر

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ وَرَعَ نَفْسَكَ وَتَعَالَى
ہم چھوٹے جہاد (میدان جنگ) سے بڑے جہاد زندگی کی طرف لوٹے ہیں اپنے
نفس کو چھوڑ اور آ جا!



زینۃ العارفين ، قطب الاقطاب ،

مُكَلَّمُ الْمَلَكِ الْمُتَكَلِّمِ
سَيِّدُ الْقُرَّةِ الْعَزِيزِ

المعروف بحضرت کرمانوالے

سن لادت : ۱۲۹۷ ہجری ————— وصال : ۲۷ - رمضان المبارک ۱۳۸۵ ہجری



ماہرچہ خواندہ ایم فراموش کردہ ایم
الاحدیث یار کہ تکراری مکشیم

ولادت باسعادت و عہد طفلی اعلیٰ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ

حضور رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب سادات اُچ شریف حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد سندھ سے سرزمین پنجاب میں آئے اور مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر سکونت اختیار کرتے رہے۔ آپ کے بزرگوار جد امجد بالاخر تیرھیوں صدی ہجری کے شروع میں دریائے ستلج کے کنارے ضلع فیروز پور کی حدود میں آکر آباد ہو گئے۔ آپ کے والد بزرگوار سید علی شاہ المعروف سید سکندر علی شاہ اپنی خاندانی وجاہت، نیکی اور پاک بازی کی وجہ سے علاقہ کے لوگوں میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

حضرت سید سید علی شاہ بخاری کے گھر کی چار دیواری اللہ تبارک و تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایک باسعادت بچے کی پیدائش سے مطلع انوار بننے والی تھی۔ تیرھویں صدی ہجری کے آخری سالوں میں اس وجود مسعود نے عالم شہود میں قدم رکھا آپ کے جد پاک کی شکل میں اس نور نے ظہور فرمایا جس کی روشنی سے ایک عالم منور ہونے والا تھا۔ آپ موضع کرموں والا ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ یہ گاؤں دریائے ستلج کے بائیں کنارے تھوڑے سے فاصلے پر ریت کے ٹیلوں میں واقع ہے اور شہر فیروز پور سے تقریباً پندرہ میل مشرق میں ہے۔ آپ کا سن ولادت ۱۲۹۷ھ یا ۱۲۹۸ھ ہے۔ سن عیسوی کے مطابق یہ مبارک سال ۱۸۸۳ء یا ۱۸۸۴ء تھا۔ آپ کا اسم مبارک محمد اسمعیل شاہ تجویز ہوا۔

زمانہ طفولیت سے ہی آپ کو لہو و لعب کی طرف رغبت نہ تھی۔ عام بچوں میں کھیلنا آپ کی عادت نہ تھی۔ آپ اپنے چچا سید قطب الدین شاہ سے زیادہ مانوس تھے اور زیادہ وقت ان کے پاس ہی گزارتے تھے۔ جب آپ نے ہوش سنبھالا تو مکتب کی طرز پر تعلیم شروع کرائی گئی۔ ایک متقی اور شریف الطبع استاد نے آپ کو بسم اللہ کرائی اور قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کے بعد آپ نے مروجہ عربی فارسی کتب کی تعلیم حاصل کی۔

حصول علوم دینیہ

ابتدائی کتابیں پڑھ لینے کے بعد آپ تقریباً بیس سال کی عمر میں اعلیٰ دینی علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہوئے۔ سہارنپور میں مدرسہ مظاہر العلوم ان دنوں تشنگان علم دین کے لیے ایک چشمہ فیض تھا۔ آپ نے وہیں کا قصد کیا۔ بوقت رخصت آپ کے مشفق چچا نے فرمایا، ”برخوردار! وہ علم حاصل کر کے آنا جس سے مخلوق خدا کو نفع پہنچے نہ کہ وہ علم جو خشک ہو اور صرف قفل و قال تک محدود ہو۔“ چنانچہ ابتدا سے ہی آپ کے دل میں علم اور عمل کی لگن پیدا ہو گئی۔ یہ بات آپ کے دلشیں ہو چکی تھی کہ علم دینی فائدہ مند ہے جس سے عمل صالح کی راہیں ہموار ہوں۔

مدرسہ مظاہر العلوم میں ان دنوں مولانا ظلیل احمد رحمۃ اللہ علیہ صدر مدرس تھے۔ وہاں سے تکمیل علم کی سند حاصل کر کے آپ نے دہلی میں مدرسہ مولوی عبدالرب میں داخل ہو کر شیخ الحدیث مولانا عبدالعلی صاحب قاسمی جیسے تبحر عالم سے دورہ حدیث ختم کیا۔

قیام دہلی کے دوران ایک موقع پر مدرسہ میں مجلس مذاکرہ منعقد ہوئی۔ ایسی مجالس اس مدرسہ میں وقتاً فوقتاً ہوتی رہتی تھیں۔ نو آموز طلبہ تقریروں کی مشق کیا کرتے تھے۔ آپ کے اساتذہ اور زیر تعلیم طلبہ کثیر تعداد میں شریک محفل تھے۔ علمی تقریریں ہو رہی تھیں۔ طلبہ اپنی قابلیت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ صدر مجلس نے آپ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا، ”آپ بھی کچھ کہیں گے؟“

مشفق استاد کا اشارہ پا کر آپ تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔

آپ نے آیتہ مبارک:

أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ

تلاوت فرمائی اور اس کی تفسیر میں اردو زبان میں ایسی تقریر دل پذیر کی کہ سب اساتذہ عس عس کراٹھے اور آپ کے ہم عصر ہندوستانی طلبہ انگشت بندھاں رہ گئے۔ دنیا کی بے

ثباتی اور یاد اہنی کی اہمیت کو نہایت وضاحت سے بیان کیا۔ اس دن سے اساتذہ آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

علوم دین کی تحصیل کے لیے آپ مدرسہ نعمانیہ لاہور میں بھی کچھ عرصہ زیر تعلیم رہے۔ شمالی ہندوستان میں یہ مدرسہ علوم دین کا سرچشمہ تھا اور ان دنوں جامع عالمگیری (بادشاہی مسجد) سے ملحق تھا۔ بڑے بڑے فاضل علماء یہاں درس و تدریس کا کام سرانجام دیتے تھے۔

منازل سلوک

جن دنوں آپ نے تکمیل علوم ظاہری کی غرض سے سہارنپور اور دہلی کا عزم کیا، ان ہی ایام میں حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ایک بزرگ حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ فیروز پور شہر میں جلوہ افروز تھے۔ ان کا شہرہ ہر طرف پھیلا ہوا تھا۔ سلسلہ چشتیہ کے یہ بزرگ تشنگانِ راہ حقیقت کو جام معرفت سے سیراب کر رہے تھے۔ آپ بھی حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلسلہ چشتیہ میں نسبت حاصل کی۔ مگر کچھ عرصہ کے بعد آپ سہارنپور چلے گئے۔

تحصیل علوم ظاہری کے بعد آپ وطن مالوف موضع کرموں والا میں واپس آگئے۔ ایک چھوٹی سی مسجد میں چند طالب علم جمع کر کے درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا۔ مگر اب کچھ اور ہی لگن اور تڑپ ہر وقت بے قرار رکھتی تھی۔ دل میں علم باطن کے حصول کے لیے بے پناہ تشنگی پیدا ہو چکی تھی۔ وطن واپس آئے تو حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو چکا تھا۔

جلد ہی بخت نے یاوری کی اور مشائخ نقشبندیہ قدس اسرارہم کی ارواح طیبہ نے رہبری کی۔ ان دنوں شہر لاہور سے جنوب مغرب کی جانب قصبہ شہر پور شریف میں شبلی دوراں، جنید زماں، قدوة العارفین، زبدة الواسلین، محبوب حبیب رب العالمین حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے آفتاب عالم تاب بن کر آسمان طریقت پر چمک رہے تھے۔ توحید و رسالت کے پروانے دیوانہ وار اس شمع دل افروز کے گرد جمع

ہو رہے تھے۔ شمالی ہندوستان میں آپ کے تقویٰ اور علم و عرفان کی دھوم مچی ہوئی تھی۔ چنانچہ جذبہ شوق آپ کو بھی کشاں کشاں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں لے آیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بوقت ملاقات دریافت فرمایا، ”شاہ جی! کچھ علم بھی پڑھا ہے؟“ آپ نے عرض کیا ”حضور پڑھا تو ہے لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا“ قبلہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”اللہ کریم سمجھ بھی عطا فرمادیں گے۔“ اس پہلی ہی ملاقات میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نسبت نقشبندیہ القا فرمائی اور دیر تک توجہ عالیہ سے مستفیض فرمایا۔ پھر حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”یہ فضل الہی ہے جسے چاہے عطا کرے۔“ شیخ کامل کی پہلی نظر کیسیا اثر نے آپ کے دل کی دنیا میں انقلاب عظیم برپا کر دیا۔

یک لکھ عتایت تو اے بندہ نواز
ہتر زہزار سالہ تسبیح و نماز

بعد ازاں آپ نے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں کئی بار حاضری دی اور جلدی جلدی منازل سلوک طے کرتے گئے۔ حتیٰ کہ شیخ کامل نے کھل طور پر اپنے رنگ میں رنگ دیا اور مسد ارشاد پر شہاد دیا۔ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضلع فیروزپور اور اس نواح سے آنے والے طالبان طریقت سے فرما دیا کرتے تھے کہ شاہ صاحب (حضرت کرمانوالے) وہاں موجود ہیں۔ ان سے مل لیا کرو۔ ایک ہی بات ہے اتنی دور آنے کی کیا ضرورت ہے:

درخانہ عشق سلطنت نیت
جر درد و نیاز و مسکت نیت
ہر کس کہ بود نیاز مند
کارش زہم بود بلند تر

سال عیسوی ۱۹۴۵ء تک آپ موضع کرموں والا میں مقیم رہے۔ یہی مقام مرجع خاص و عام بنا رہا۔ اہل طلب کے لیے یہی کعبہ مقصود تھا۔ اس آفتاب ولایت کی روشنی دن بدن دور دور تک پھیلتی جا رہی تھی اور لوگ جوق در جوق اس آستانہ عالیہ پر اکتساب فیض کے لیے حاضر ہوتے تھے۔ طالبین کے احوال کی درستی اور ان میں شریعت

و سنت کی پیروی کا جذبہ پیدا کرنے کے لیے آپ کی ہمت باطنی کام کر رہی تھی۔ غیر مذاہب کے لوگ بھی کثیر تعداد میں آتے اور فیضیاب ہوتے۔ ان میں سے بعض ہندو اور سکھ حضرات کو میں نے خود ذکر و فکر میں مشغول، تہجد گزار اور صوم و صلوة کا پابند دیکھا۔ بعد میں یقیناً ان کا ظاہری حجاب بھی اسی طرح دور ہو گیا ہو گا جیسے کہ ان کے باطنی حجاب ختم ہو چکے تھے۔

پاکستان بننے سے دو سال پہلے ہی آپ اپنے آبائی گاؤں کرموں والا کو چھوڑ کر فیروزپور چھاؤنی کے قریب موضع اچھے والا میں اقامت گزین ہو گئے تھے۔ دو سال کا عرصہ (یعنی ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان تک) آپ نے اسی موضع میں ایک کونٹوں پر چھوٹے سے خیمہ میں گزار دیا۔ یہ ترک علاقے کی ایک منزل تھی۔ اس خیمے میں آپ کے بستر، کپڑوں کی گٹھڑی اور چند کتابوں کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اسی جگہ آپ نے ایک مرتبہ فرمایا ”مولوی صاحب! ایسی جگہ ہونی چاہیے جہاں مکانات قبلہ رخ ہوں پاس ہی ہکی سڑک ہو۔ ریلوے لائن ہو اور نہ ہو۔ سب ساتھ ساتھ ہوں تاکہ سیلیوں (دوستوں) کو آمدورفت میں آرام رہے۔ وہاں سے ریل میں سوار ہو کر سیدھا مدینے شریف چلیں“ کے معلوم تھا کہ آپ موجودہ دربار حضرت کرمانوالہ شریف کا نقشہ اپنی نظر کے سامنے رکھ کر زبان مبارک سے اس کی نشاندہی فرما رہے تھے اور مدینہ شریف جانے سے آپ کی کیا مراد تھی۔ یقیناً ”وصال محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ تھا۔

قیام پاکستان کے بعد آپ ہجرت کی سنت پر عمل کر کے قصور سے ہوتے ہوئے پاکپتن شریف پہنچے۔ مہراہیوں کو عاف والا کے قریب ایک گاؤں چک نمبر ۷۷-۵۔ ای بی میں آباد کرنے کے بعد آپ ۱۹۵۰ء میں حضرت میاں صاحب کے عرس مبارک کے موقع پر شرقپور شریف حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ تقریباً تین ہفتے لاہور میں ہی مقیم رہے اور درگاہ مبارک حضرت مخدوم غلی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دیتے رہے۔ یہیں سے آپ رخصت ہو کر اوکاڑہ پہنچے اور ایک چھوٹے سے ریلوے کوارٹر میں ڈیرہ لگا دیا۔ جب کچھ عرصہ بعد موضع ۵۶-۲۔ ایل میں مکان مل گیا اور مزدورہ اراضی بھی مل گئی تو آپ نے اس گاؤں میں مستقل رہائش اختیار

فرمائی۔ یہ گاؤں پکا چک آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے حضرت کرانوالہ شریف
بن گیا۔ ہمیں اب رشد و ہدایت کا دریا ٹھاٹھیں مارنے لگا اور تشنگن جام وحدت اپنی
پاس بچھانے لگے۔ یہی مقام توحید و رسالت کے نور سے معمور ہو گیا۔ آپ تا دم آخر
اسی جگہ قیام پذیر رہے حتیٰ کہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ مطابق ۲۰ جنوری ۱۹۶۶ء
رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اللہ کریم کی بے شمار رحمتیں آپ کی روح پاک پر نازل ہوں

بر زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سالما سجدہ صاحب نظراں خواہد بود

حلیہ مبارک

ذکر و فکر اور مراقبہ و مجاہدہ بے شک روحانی ترقی کا موجب ہیں لیکن اپنے شیخ سے
رابطہ قائم رکھنا قرب الہی حاصل کرنے کے سب راستوں سے قریب کا راستہ ہے۔ آپ
کا حلیہ مبارک اسی مقصد کے پیش نظر بیان کیا جاتا ہے کہ سالکان راہ طریقت و حقیقت
اس کو وصول الی اللہ کا ذریعہ جان کر صاحب حلیہ کی طرف راغب ہوں اور فیوض و
برکات اس ذریعہ اور رابطہ سے حاصل کریں

سایہ رہبر بہ است از ذکر حق

(رہبر کامل کا سایہ ذکر حق سے بہتر ہے۔)

آپ کا رنگ گندی اور قد متوسط تھا۔ جسم اطہر مائل بہ فرہی تھا۔ لیکن اتنا نہیں کہ
تناسب اعضاء باقی نہ رہے۔ آپ کی پیشانی مبارک کشادہ تھی اور رخساروں اور پیشانی پر
نور کی چمک تھی۔ آپ کشادہ ابرو تھے۔ آپ کے ابرو بصورت قوس منحنی اور باریک
تھے۔ آپ کی آنکھیں معرفت الہی کے نشے سے مست اور چمکدار تھیں۔ بینی مبارک بلند
تھی۔ بائیں رخسار پر آنکھ کے گوشے کے قریب ایک بڑا مہاسہ تھا۔ آپ کا دہن مبارک
نہ دراز تھا نہ کوتاہ دندان مبارک زمانہ جوانی میں خوشنما تھے۔ ریش مبارک زیادہ گھنی نہ
تھی جس کی لمبائی قدرتی طور پر ایک قبضہ پر رک گئی تھی۔ آپ لیوں کے بال کٹواتے
تھے۔ سر کے بال مبارک ریشم کی طرح نرم تھے۔ مینے میں ایک بار مشین سے کٹوا دیا
کرتے تھے اور کبھی کبھی استرے سے بھی صاف کرواتے تھے۔ دونوں ہتھیلیاں پر گوشت

تھیں اور انگلیاں باریک، پاؤں مبارک صاف اور نکوے نرم تھے۔ آپ کے پینے سے خوشبو آتی تھی۔ آپ حسنِ صلح کے مالک تھے اور وجہہ اور پر شوکت نظر آتے تھے۔

لباس

آپ سفید لباس پسند فرماتے تھے کبھی کبھی آپ نے صوفیانہ رنگدار لباس بھی زیب تن کیا۔ پانچ گز لمبائی کا سفید باریک ململ کا عمامہ استعمال فرماتے تھے۔ عمامہ کے نیچے پانچ کلیوں والی ململ یا چکن کی بنی ہوئی کلاہ نما ٹوپی ہوتی تھی۔ کریم لبا اور سفید پہنا کرتے تھے۔ جس کا چاک سامنے کی طرف ہوتا اور تین ٹین ٹین لگے ہوتے تھے۔ آستین کھلے ہوتے تھے۔ بند بازوؤں والی یا کالر والی قمیض نہیں پہنتے تھے۔ متوسط موسم اور سردیوں میں کرتے کے اوپر بند گلے کی لمبی صدری زیب تن فرمالتے تھے۔ مخمل ہو یا تھمائی آپ کبھی بنگے سر نہیں رہتے تھے۔ حتیٰ کہ رات کو یا دن کو آرام کرتے وقت بھی سر مبارک پر ٹوپی موجود ہوتی۔ جب کبھی ٹوپی سر سے ذرا سرکتی اسی وقت آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے پھر اسے درست فرمالتے۔ ایک سفید بڑا رومال یا چارخانہ رومال یا ململ کا دوپٹہ ہر وقت ہمراہ رہتا۔ رات چلتے وقت یہ رومال بائیں کندھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ تمہ بند سفید لٹھے کا ہی پسند خاطر تھا۔ میں نے آپ کو پاجامہ یا شلوار پہنے کبھی نہیں دیکھا۔ پاؤں مبارک میں ہمیشہ سادہ جو تانسی ساخت کا پہنتے جس کی نوک نہیں ہوتی تھی۔ انگریزی طرز کا جو تانسی آپ نے استعمال نہیں کیا۔ سیاہ رنگ کا جو تانسی نہیں فرماتے تھے۔ اس لیے عموماً جو تانسی کارنگ براؤن یا زرد ہوتا تھا۔ جراب یا موزہ بھی کسی موسم میں آپ نے نہیں پہنا۔ ہر روز فجر کی نماز کے بعد جو تانسی کا پاؤں بدل لیا کرتے تھے۔

خورد و نوش

آپ سادہ غذا پسند فرماتے تھے۔ چھلنی میں چھانے بغیر گندم کے موٹے آٹے کی روٹی مرغوب تھی۔ جسے سالن کے ہمراہ استعمال فرماتے۔ لنگر میں پکتے والی دال اور کھڑا ہوا پیاز یا کوٹا ہوا پیاز اور سبز مرچ استعمال میں لے آتے تھے۔ کھانا شروع کرنے سے پہلے ہاتھ ضرور دھویا کرتے تھے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانے کی ابتداء کرتے۔

گوشت یا سالن روٹی کے اوپر رکھ کر نہیں کھاتے تھے۔ لقمے چھوٹے ہوتے تھے اور خوب چبا کر تناول فرماتے۔ کدو اور کرلیہ پسند فرماتے تھے۔ چائے پینے کی عادت نہ تھی بلکہ کلی اجتناب تھا۔ میٹھے کھانوں یا مٹھائی سے بھی رغبت نہ تھی۔ گائے کا تازہ دودھ نماز فجر کے بعد اور پھر نماز عصر کے بعد نوش فرماتے اس کے ہمراہ اسبغول کا چھلکا بھی پھا سکتے۔ دودھ میں میٹھا نہیں ملائے تھے۔ ہر موسم کے پھل کبھی کبھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ دھوتے اور منہ میں انگلی پھیر کر کلی کرتے تھے۔ دانتوں میں خلال بڑے اہتمام سے کیا کرتے تھے تولیہ یا رومال سے ہاتھ صاف کرنے کے بعد دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعائیں لگتے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي اطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَكَسَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ

بعض اوقات ان کلمات کا بھی اضافہ فرماتے: مِنْ أُمَّةٍ سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ بعد ازاں خلال استعمال فرماتے خلال کبھی ہاتھ دھوتے وقت بھی استعمال فرماتے۔

رمضان شریف میں عموماً آپ دودھ سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ سحری آخری وقت میں اور افطاری اول وقت پر کرتے۔ رمضان المبارک میں کھانا بہت تھوڑا کھایا کرتے۔ سحری اور افطاری کی دعائیں بلند آواز سے پڑھتے۔ افطاری سے پہلے کافی دیر تک خاموشی سے دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ عام ایام میں آپ دن رات میں دو دفعہ کھانا تناول فرماتے۔ صبح کا کھانا عموماً دوپہر سے دو گھنٹی پہلے کھا لیتے۔ رات کا کھانا نماز عشاء سے پہلے کھایا کرتے تھے۔

معمولات و عبادات

پچھلی رات بیدار ہوتے ہی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے۔ تھوڑی دیر ستانے کے بعد آپ پھر بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے ہوئے بستر سے اٹھتے اور بیت الخلاء کا رخ کرتے۔ اندر داخل ہوتے وقت بائیں قدم پہلے رکھتے اور باہر آتے وقت دایاں قدم پہلے

باہر لاتے۔ پھر وضو کرتے۔ وضو کرتے وقت تمام اعضاء کو اچھی طرح دھوتے اور دعائیں پڑھتے جاتے۔ بوقت ضرورت تیم مٹی کی کچی اینٹ یا پتھر کے ٹکڑے پر دونوں ہاتھ مار کر روئے مبارک پر اور پھر دوسری دفعہ اینٹ یا پتھر پر ہاتھ مار کر دائیں اور بائیں بازو پر مسح فرماتے۔

تہجد کے بارہ نفل دو دو رکعت سے ادا کرنے کے بعد بڑے انہماک اور ذوق سے درود شریف تسبیح کے دانوں پر پڑھتے۔ تسبیح لکڑی کے پانچ سو باریک دانوں کی تھی۔ قبلہ رخ دو زانو بیٹھ کر انتہائی محویت اور حضور قلب سے درود شریف پڑھتے۔ فراغت کے بعد اکثر سجدہ ہائے شوق و عجز میں مصروف ہو جاتے اور کئی کئی طویل و قصر سجدے بیک وقت کرتے چلے جاتے۔ اس وقت ایک قسم کا وجد و کیف آپ پر طاری ہوتا تھا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے جو کافی دیر تک جاری رہتی۔

صبح صادق پر موذن اذان کہتا تو آپ سنبھل کر بیٹھ جاتے۔ ساتھ ساتھ کلمات اذان دہراتے جاتے۔ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ كِي اواز پر احترام کے ساتھ دونوں ہاتھوں کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور پڑھتے: قَرَّةٌ عَيْنًا يٰ بَكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّيْ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ حَسْبِيَ عَلَي الصَّلٰوةِ اور حَسْبِيَ عَلَي الْفَلَاحِ پَر لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ پڑھا کرتے تھے۔ اذان کے خاتمہ پر دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مسنونہ پڑھا کرتے تھے۔ صبح کی روشنی کھل جاتی تو دو سنتیں ادا کرتے اور پھر کچھ وقفہ کے بعد نماز فجر باجماعت ادا کرتے۔ نماز میں آپ عموماً "صف کے ایک سرے پر ہوتے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں اندر رکھتے اور دعا پڑھتے

اللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

نماز کے بعد سفید چادریں بچھا دی جاتیں اور ان پر کھجور کی ٹھلیوں کے شمارے بکھیر دیے جاتے پھر اس چادر کے دونوں جانب دو زانو بیٹھ کر سب حاضرین درود شریف:

صَلَّيْ اللّٰهُ عَلَي حَبِيْبِهِ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهِ وَّ سَلِّمْ پڑھتے۔ اختتام پر ہاتھ اٹھا کر آپ ایک سرے پر بیٹھے ہوئے یہ دعا پڑھتے:

اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَي سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلَي اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَّ سَلِّمْ۔

وَصَلِّ عَلَيَّ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعَلَى مَلَائِكَتِكَ الْمُقَرَّبِينَ وَ
 عَلَيَّ عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ وَعَلَى أَهْلِ طَاعَتِكَ أَجْمَعِينَ وَإِرْحَمْنَا مَعَهُمْ
 بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ ○ اللَّهُمَّ يَا رَبَّ بِحَاهِ نَبِيِّكَ الْمُصْطَفَى وَ
 حَبِيبِكَ الْمُرْتَضَى طَهِّرْ قُلُوبَنَا مِنْ كَلِّ وَصَفِّ يَبَاعِدْنَا عَنْ
 مُشَاهَدَتِكَ وَمُحِبَّتِكَ وَأَمِئْنَا عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ الشُّوقِ إِلَى
 لِقَائِكَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ ○

خدایا بدو شوق ذات رسول
 بدرود محمدؐ مراکن قبول
 شب و روز در عشق حضرت مدار
 ہمہ عمر در وصل احمدؑ گزار
 حیاتی مماتی ہمہ وقت ما
 عطا کن وصال مرا مصطفیٰ
 نداریم غیر از تو فریادرس
 تویی عاصیاں را خطا بخش و بس
 گنہدار مارا زراہ خطا
 خطا در گزار و صواب نما

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے
 امت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

زمجوری برآمد جان عالم
 ترم یا نبی اللہ ترم
 تو ابر رحمتی آن بہ کہ گاہے
 کنی بر حال لب خشکان نگاہے

ہمہ انبیا در پناہ تو اند
 ہمہ معین در بارگاہ تو اند
 تو مر منیری ہمہ اختر اند
 تو سلطان مکی ہمہ چاکر اند

وَكُلُّ عَلَىٰ قَدَمِ النَّبِيِّ بَدْوٍ الْكَمَالِ
 وَوَلِيَّ لَهُ قَدَمٌ وَوَلِيَّ انِّي

سج بخش فیض عالم مظهر نور خدا
 ناقصاں را پیر کامل کمالاں را رہنما
 وز برائے حضرت خواجہ امیرالدین" ولی
 آنکہ چون خضر است پیر کامل مرد جلی
 وز برائے حضرت شیر محمد" بدر عید
 آنکہ از تیغ محبت کرد بسمل ہر کہ دید

نوٹ: مولف کتاب ہذا (محمد اکرم) نے مندرجہ ذیل دو اشعار کی منظوری حضرت پیر و
 مرشد رحمۃ اللہ علیہ سے عین حیات میں ہی لے لی تھی اور بندہ یہ اشعار بھی اب اس دعا
 میں اضافہ کرتا ہے:

وز برائے خواجہ ما سید اسماعیل شاہ
 در دو عالم ہست ذات پاک او مارا پناہ
 نور چشم مصطفیٰ و سید عالی مقام
 می نوازد خلق را از لطف خاص و فیض عام

ظاہر و باطن ہو برائے خدا

ہا ہیں خدا سے نہ سوائے خدا
 دیدہ و دینا ہو ہر اک مومے تن
 محو تجلی رہے روح و بدن
 اے مرے مولا مرے والی ولی
 کر عطا مجھ کو بہ طفیل نبی
 اور جو مسلمان ہیں بھائی میرے
 ان کو تو فضل سے اپنے رتبہ دے

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَرُسُلِهِ وَحَمَلَةِ عَرْشِهِ وَجَمِيعِ اُمَّتِهِ
 عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِيعِنَا وَحَبِيبِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِهِ اَصْحَابِهِ
 وَارْوَادِهِ وَاَهْلِ بَيْتِهِ وَعِتْرَتِهِ وَعَشِيرَتِهِ اَجْمَعِينَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ
 الرَّحِمِيْنَ۔

اس وقت حاضرین پر عجیب کیف و مستی کا عالم طاری ہوتا تھا۔ کوئی شخص دوران دعا
 یا اختتام پر اونچی آواز سے آمین نہیں کہتا تھا۔
 قیام حضرت کرمانوالہ شریف کے دوران یہ دعا اکثر اوقات فقیر مولف (محمد اکرم)
 ہی پڑھا کرتا تھا۔

پھر آپ تخلید میں تشریف لے جاتے اور دن چڑھے تک وظائف میں مشغول
 رہتے۔ طلوع آفتاب کے بعد نہایت خشوع و خضوع سے قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے
 دعا سے فارغ ہو کر استنجا کے بعد تازہ وضو یا نیا تیمم کرتے اور یاران طریقت و حاضرین
 سے ملتے۔ سب حاضرین صفوں میں دو زانو بیٹھ جاتے اور آپ بھی ایک مقام پر تشریف
 فرما ہوتے۔ آنے والوں کی باتیں غور اور توجہ سے سنتے اور سب کے لیے حسب حال دعا
 فرماتے۔ اسی دوران قرآن کریم کی تفسیر یا احادیث مبارکہ کا بیان ہوتا۔ بعض شرعی
 مسائل پر بھی روشنی ڈالتے اولیاء اللہ اور صلحاء امت کا نہایت دلنشین انداز میں ذکر
 فرماتے۔ سیاسی اور دنیاوی باتوں کے تذکرے نہیں ہوتے تھے۔ کبھی نمنا کوئی ذکر آ

جائے تو اس پر بھی مذہبی نکتہ نگاہ سے روشنی ڈالتے۔ جس خوش نصیب کو حلقہ غلامی میں قبول کرنا ہوتا تھا۔ اسے اسم ذات کے تصور اور ذکر کی تلقین فرماتے اور ادو وظائف اور تہجد کے نفلوں اور درود شریف پڑھنے کی اجازت مرحمت فرماتے۔ گرمیوں کے موسم میں دوپہر کو قیلولہ فرماتے۔ ظہر کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بعد پھر احباب سے ملاقات ہوتی اور حاضرین کی طرف متوجہ ہوتے۔ عصر کی چار سنتیں ہمیشہ ادا کرتے۔ اس کے بعد مغرب تک عموماً "تخلیہ" فرماتے۔ لیکن بعد میں اس دوران میں بھی آنے جانے والوں سے ملنے میں تاہل نہیں فرماتے تھے۔ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد سب حاضرین اسی طرح صفوں میں دو زانو بیٹھے ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے اور آپ بھی ایک جانب تشریف فرما ہوتے۔ آپ خود دعا فرماتے یا کوئی اور صاحب جن کو اجازت ہوتی تھی دعا پڑھتے۔ اس سے تھوڑی دیر بعد دسترخوان بچھ جاتا۔ کوئی شخص با وضو بھی ہوتا مگر کھانے کے لیے ہاتھ دھونے کا سب کو یکساں حکم تھا۔ دسترخوان پر بیٹھتے وقت دایاں گھٹنا کھڑا کر کے اور بائیں لٹا کر بیٹھنے کا حکم تھا۔ سب مل کر اکٹھا کھانا کھاتے۔ بعض علماء اور رؤسا کے لیے حسب مراتب الگ بھی کھانے کا انتظام ہوتا۔ کھانے سے فارغ ہو کر سب مل کر دعائے نعتیہ اور ہاتھ دھو کر کلی کرتے۔ عشا کے بعد عموماً "آپ تخلیہ" فرماتے اور و تراول شب ہی ادا فرماتے۔

جمعہ مبارک کے دن آپ بعض باتوں کا خاص اہتمام فرماتے تاکہ اس دن کی عظمت سب پر واضح ہو جائے۔ وظائف سے فارغ ہو کر احباب سے مختصر ملاقات کے بعد آپ حجامت بنواتے لیوں کے بال قہنجی سے کٹواتے۔ ہاتھوں اور پاؤں کے ناخن اس طرح کٹواتے کہ دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ابتدا کر کے چھنگلی پر ختم کرتے پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلی سے شروع کر کے انگوٹھے پر ختم کرتے۔ سب سے آخر میں دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن اترواتے اور یہی مسنون طریقہ ہے۔ پھر آپ غسل خانہ میں تشریف لے جاتے اور غسل کرتے وقت موسم کے مطابق دافر مقدار میں گرم یا تازہ پانی استعمال فرماتے۔ غسل خانہ کے اندر ہی اجلا اور پاکیزہ لباس زیب تن فرماتے۔ اور وضو کر کے باہر تشریف لاتے۔ پہلے دایاں پاؤں باہر رکھتے پھر بائیں۔ پاکیزگی اور نفاست کا یہاں تک خیال ہوتا تھا کہ دست مبارک سے تہبند کا گوشہ پکڑ کر دروازہ بند کرتے، گیلا ہاتھ کڈے

یا دستی کو نہ لگاتے۔ پھر آپ بیٹھ کر آئینہ سامنے رکھ کر ریش مبارک میں شانہ کرتے۔ شانہ دائیں جانب سے شروع فرماتے۔ سرمہ اور عطر لگاتے اور اس طرح نماز جمعہ کی تیاری مکمل ہو جاتی۔ نماز جمعہ میں آپ منبر کے اوپر بیٹھ کر خطبہ پڑھتے اور وعظ و تلقین فرماتے۔ اوائل میں کرموں والا ضلع فیروز پور میں آپ زمین پر کھڑے ہو کر طویل خطبے دیا کرتے تھے۔ خطبوں کے دوران معارف و اسرار کی بارش ہوا کرتی۔ وعظ مبارک عام فہم پنجابی زبان میں ہوتا جس میں شاذ و نادر ہی کوئی شعر پڑھا کرتے تھے اور وہ بھی بغیر ترنم کے۔

ایک دفعہ جمعہ مبارک کے وعظ کے دوران فرمایا:

”یلو میریاں گلاں غور نال سنو۔ میریاں گلاں سادیاں سادیاں پنجابی زبان
 وچ ہندیاں نے۔ پر نہ جائے انہاں نوں کوئی عارف دی ورلا ای کجھ
 سکدا ہووے۔“

اول وقت پر تمام نمازوں کی ادائیگی کا بہت اہتمام فرماتے اور اکثر اوقات صفیں بچھاتے وقت خود ساتھ امداد فرماتے اس کے باوجود جب نمازی جماعت کے لیے کھڑے ہوتے تو آپ نمازیوں کے موڈھے پکڑ کر صفیں درست کرتے۔ قیام نماز میں دونوں پاؤں کے درمیان پانچ انگشت کا فاصلہ رکھنے کی تاکید فرماتے۔ رکوع و سجود میں تسبیحیں زیر لب پڑھنے کی تاکید ہوتی تھی۔ ہر نمازی کو خواہ وہ تنہا نماز پڑھ رہا ہو یا فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کر رہا ہو آپ نہایت خاموشی کے ساتھ پڑھنے کی تاکید فرمایا کرتے تھے۔ تا آنکہ ساتھ والے آدمی کو بھی آواز سنائی نہ دے۔ پہلی صف میں صرف وہ نمازی کھڑے ہوتے جن کی داڑھی شریعت کے مطابق ہوتی تھی۔ داڑھی منڈوانے والے اور کٹوانے والے اگلی صف میں نہیں کھڑے ہو سکتے تھے۔

کرموں والا (ضلع فیروز پور) میں سکونت کے ایام میں آپ خود بھی کبھی کبھی عصر کی نماز میں امامت فرماتے مگر وہاں عموماً ایک صاحب نسبت اور صاحب حال بزرگ المعروف میاں بالا رحمۃ اللہ (جو آپ کے مریدان با اخلاص میں سے ایک با کمال فرد

تھے) امت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ موجودہ دربار شریف کے قیام کے دوران مختلف اصحاب امت کرتے رہے ہیں۔

اخلاق کریمانہ

آپؐ نہایت خوش خلق اور خوش ذوق تھے۔ اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کے مالک تھے۔ اپنے عقیدتمندوں کے علاوہ دیگر حضرات جو خدمت عالیہ میں حاضر ہوتے، سب سے نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ویسے یہ ایک قدرتی امر تھا کہ سب حاضرین مجلس پر آپ کی ذات مبارک کی ایک ہیبت اور رعب سا طاری ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ بعض قلبی اور روحانی بیمار جن کی باطنی حالت اصلاح طلب ہوتی تھی جب محفل مبارک میں آجاتے تو آپ پر جلالی رنگ غالب ہوتا تھا۔ لیکن اس طرح اس شخص پر ہیبت اور رقت طاری ہو کر اس کی اصلاح کا کام آسان ہو جاتا تھا۔ بالعموم آپ جمالیات کا مرقع تھے۔

نمود و نمائش اور ریا سے سخت نفرت تھی۔ حاضرین میں بھی اگر کوئی شخص ان امراض باطنی کا شکار ہوتا تو آپ پوری توجہ کے ساتھ اس کی اصلاح کا خیال فرماتے دست بوسی کرنا یا پاؤں کو چھونا سخت ناپسند تھا حتیٰ کہ رسمی مصافحہ کے شائقین کو سمجھانے کے لیے آپ کبھی فرمایا کرتے تھے کہ:

”ہر انسان کے دل میں سب سے زیادہ ماں کی محبت ہوتی ہے مگر یہ بتاؤ کہ گھر میں آتے جاتے وقت ماں سے کتنی دفعہ مصافحہ کیا جاتا ہے۔ محبت اور احترام دل سے ہوتا ہے۔ دل محبت سے لبرز ہونا چاہیے۔“

ویسے آپ مصافحہ کے خلاف نہ تھے۔ مجلس میں آپ کی تشریف آوری پر اگر کوئی شخص تعظیماً اٹھنے کا قصد کرتا تو آپ روک دیتے۔ کسی کو اٹھ کر کھڑا ہونے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ رخصت کرتے وقت محبت اور دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا کرتے تھے۔ بعض اوقات یہ محبت بھرے الفاظ زبان مبارک پر ہوتے:

”ایسا کہنا تو نہیں چاہیے کہ جاؤ۔ اچھا خراماں خراماں جائیں۔ اللہ حَافِظُنَا وَحَا فِظْکُمْ فِی کُلِّ أُمُورِ الدِّینِ وَالدُّنْیَا“

پیدل سفر کے دوران ایک مہراہی اپنے ساتھ رکھتے اور باقی ساتھیوں کو آگے یا پیچھے کچھ فاصلے پر چلنے کا حکم ہوتا تاکہ جلوس اور نمود و نمائش کی شکل نہ بنے۔ ساتھ چلنے والے شخص کو اپنی دائیں جانب لے کر چلتے۔ آپ ہر موقع پر سفر و حضر میں تسبیح کی نمائش کو ناپسند فرماتے تھے۔

مجلس میں حاضر ہونے والوں کی عرضداشتیں سنتے جاتے اور دعا فرماتے جاتے۔ آپ کے فیضان نظر سے لا علاج مریض شفا یاب ہو جاتے اور مشکلات میں گھرے ہوئے لوگ مشکلات سے نجات پاتے۔ دعا کرنے میں آپ ذرا بھی بخل نہیں کرتے تھے۔ لیوں پر عموماً ”یہ دعائیہ کلمہ ہوتا تھا۔ ”اللہ فضل کرے“۔ دنیاوی امور کے لیے دعا کی غرض سے حاضر ہونے والے اگر سچی بات بیان کر دیتے تو آپ دعا فرمانے میں دیر نہ کرتے چونکہ آپ کے کشف کے سامنے کوئی چیز پوشیدہ نہ تھی اس لیے غلط بیانی کرنے والوں کو ناپسند فرماتے تھے۔ آپ نے فقیر سے کئی دفعہ فرمایا کہ مجھے لوگوں کے حالات کی جستجو اور تفتیش کی ضرورت نہیں ہے۔ سچی بات بتانے سے اقرار گناہ کی شکل پیدا ہوتی ہے اور اقرار گناہ میں توبہ کا پہلو ہے۔ پس جب بات توبہ تک آ جاتی ہے تو رحمت حق جوش میں آ جاتی ہے۔ مولا کریم غفور الرحیم ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ
الرَّسُولَ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ۝

اور وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کر لیں (یعنی گناہ کا ارتکاب کر لیں) اور آپ کے در
دولت پر حاضر ہو جائیں اور اللہ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کریں اور رسول بھی
ان کی مغفرت کی سفارش کریں تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاؤ گے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ عموماً "قرض" مرض یا غرض لے کر آتے ہیں۔ یعنی
دنیاوی مقاصد لے کر آتے ہیں۔ اللہ اللہ سیکھنے والا اور ذکر فکر کا شوق رکھنے والا تو کوئی
ہی آتا ہے میں تو ایسے ہی لوگوں کے لیے بیٹھا ہوں۔

آپ کی مجلس میں سب لوگ دوزانو بیٹھتے تھے۔ صرف بعض بیماروں کو رخصت ہوتی
تھی۔ آپ خود بھی دوزانو ہی بیٹھا کرتے تھے۔ ضعیفی کے زمانے میں آپ زمین یا چارپائی
پر اس صورت میں لیٹتے کہ سر مبارک قبلہ کی جانب اور پاؤں مشرق کی جانب ہوتے۔
ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر آپ کبھی نہیں لیٹے اور نہ ہی گھٹنے کھڑے کر کے۔ کہتے اللہ کی
جانب پشت کرنا ناپسند فرماتے۔ شعائر اللہ کی تعظیم بدرجہ اتم فرماتے۔ غیر جاندار اور غیر
مکلف اشیاء مثلاً "جاروب" "لونا" درانتی وغیرہ کو بھی قبلہ رخ رکھنا سکھاتے۔ مقصد اس
سے یہ تھا کہ ہر ذی شعور انسان بھی اپنا رخ مالک حقیقی کی طرف ہی موڑ لے۔ اصحاب
ذکر و فکر اور متبعین سنت کو دیکھ کر مسرت کا اظہار فرماتے۔ ہر چیز میں طاق عدد کو پسند
فرماتے۔ اللہ وتر، و یحب الوتر۔

باجود کشف کے آپ نام لے کر کسی کی اصلاح نہ فرماتے۔ بلکہ ستر احوال کا خیال

رکھتے اور عمومی رنگ میں کسی کی لغزش یا خامی کا تذکرہ کر کے اس کے ترک کرنے کی طرف توجہ دلاتے۔ اصلاح میں بڑی کوشش فرماتے۔ آپ کے فیضانِ صحبت سے دلوں سے غفلت کے پردے اٹھ جاتے اور ذکر و فکر میں مشغولیت حاصل ہو جاتی تھی۔ لوگ ذکرِ خفی کی تاثیر سے سرشار اور مسحور ہو جاتے تھے۔ حتیٰ کہ بعض کی زبان سے بے اختیار ہو کا نعرہ نکل جاتا تو آپ فرماتے:

”بات تو یہ ہے کہ آدمی سمندر پی جائے اور لبِ خشک ہی رہیں۔“

آپ پردہ نسواں کے سخت پابند تھے۔ کبھی کوئی عورت آپ کی مجلسِ مبارک میں نہیں آ سکتی تھی بلکہ پانچ چھ سال کی بچیوں کے آنے کی بھی ممانعت تھی۔ آپ نے اگر کسی وقت زنان خانہ میں جانا ہوتا تو پردے کا اہتمام ہو جاتا۔ محرم مستورات کے سوا کوئی عورت آپ کے روبرو نہیں آتی تھی۔ بچوں سے آپ شفقت سے پیش آتے اور بچوں کو انواع و اقسام کی اشیاء کھانے کے لیے دیتے۔ ان سے محبت اور پیار کی باتیں کرتے۔ ان کے سر اور پشت پر دستِ شفقت پھیرتے۔ بچے بھی آپ سے بہت محبت کرتے تھے۔ انسان تو کیا حیوانوں اور پرندوں سے بھی آپ ایسی نرمی سے پیش آتے کہ وہ بھی آپ سے بے حد مانوس ہو جاتے۔ جب کسی کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا اور لڑکے کا نام پوچھا جاتا تو آپ بالعموم یہ نام تجویز فرماتے لہر اللہ، لطف اللہ، انعام اللہ، عزیز اللہ، فتح اللہ وغیرہ وغیرہ۔

آپ نہایت نفاست پسند اور راست رو تھے۔ کسی امر میں ذرا سی کجی بھی آپ کی طبیعت پر ناگوار گزرتی تھی۔ مسجد کی صفیں ہوں یا کھیتوں کے راستے یا حد بندی۔ کانڈ کی تراش ہو یا کانڈ پر کوئی لکیر، ہر چیز میں ذرا سا ترچھاپن بھی برداشت نہیں فرماتے تھے۔

اسی طرح آپ ہمیشہ اپنے عقیدتمندوں کے احوال کی درستی کی جانب متوجہ رہتے۔ شریعت مطہرہ یا سنت سنیہ سے انحراف یا روگردانی آپ برداشت نہیں فرمایا کرتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عشق و محبت آپ کو حاصل تھا اس کا تقاضا بھی یہی تھا۔ آپ ہمیشہ اس امر کے متنبی تھے کہ آپ کے عقیدت مند اور متوسلین دین و دنیا میں اعلیٰ مدارج پر پہنچیں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا اور اس کمال و دولت بری چیزیں نہیں ہیں ان کا ناجائز مصرف ان کو برا بناتا ہے۔ مال کی محبت بری چیز ہے۔ مال و دولت حاصل کر کے نیک کاموں پر خرچ کرنا برا نہیں۔ دنیا کی دولت ایک خوشنما سانپ کی مانند ہے۔ جو شخص اس سانپ کا منتر جانتا ہے وہ اسے قابو میں رکھتا ہے ورنہ اس کا زہر ہلاک کر دیتا ہے۔

احوال و ارشادات عالیہ

آپ نے جب اپنے شیخ علیہ الرحمۃ کے ارشاد کے مطابق متلاشیان حق کو راہ ہدایت کی دعوت دینی شروع کی اور نسبت نقشبندیہ کو پھیلانا شروع کیا تو آپ جس شخص کو ذکر کی تلقین فرماتے اور ورد و وظائف پڑھنے کے لیے جاتے، اس کا فوری اثر اس شخص میں ظاہر ہوتا اور اس کی دنیا ہی بدل جاتی۔ ابتدا میں بعض اوقات آپ کی توجہ کا اتنا گہرا اثر ہوتا تھا کہ لوگ بے قرار ہو جاتے اور جوش و خروش میں نعرے لگاتے اور بعض لوگ کنویں میں چھلانگ تک لگا دیتے تھے۔ کرموں والا ضلع فیروز پور میں ایک شخص سراج دین نامی آپ کی توجہ کے بعد غلبہ حال سے اس قدر بے خود ہوا کہ بے اختیار اللہ کا نعرہ لگا کر کنویں میں جاگرا۔ سب نے سمجھا کہ اب وہ زندہ سلامت نہیں نکل سکتا لیکن جب ایک اور شخص کو کنویں میں مضبوط رسوں کی مدد سے اتارا گیا تو اس نے کنویں میں سے آواز دی کہ یہاں صرف سراج دین ہی نہیں ہے بلکہ ایک اور شخص بھی اسی طرح ذکر میں محو ہے دونوں کو باہر نکالا گیا تو وہ صحیح سلامت تھے۔ کنویں کے اندر اللہ کے ذکر میں محو اور دنیا و مافیہا سے بے خبر تھے۔ باہر نکلنے کے بعد بھی ان کی وہی حالت کافی دیر تک قائم رہی۔ لیکن اس حالت میں بھی وہ صوم و صلوٰۃ کے پابند رہے۔ ایک دفعہ آپ پاک تہن شریف میں شیخ عبدالرحمن کے مکان میں دوسری منزل میں

قیام فرماتے۔ آپ کے ایک درویش نے غلبہ حال سے بے قرار ہو کر اللہ کا نعرہ لگایا اور اچھل کر نیچے سڑک پر جاگرا۔ ناک اور منہ سے خون جاری ہو گیا اور بیہوشی کی حالت میں اسے جلدی سے ہسپتال پہنچایا گیا۔ وہ بدستور اللہ، اللہ، کہہ رہا تھا۔ ہسپتال کے ہندو انچارج نے اس کا معائنہ کرنے کے بعد کہا کہ اس شخص کو بہت تیز نشہ پلایا گیا ہے اور اس کے زندہ بچ رہنے کی کوئی امید نہیں۔ رات بھر وہ ہسپتال میں رہا۔ صبح کو خود ہی چل کر پھر اسی مکان کی سیڑھیوں میں آگیا اور بلند آواز سے کہہ رہا تھا۔ ”باباجی میں آگیا ہوں۔“

حضرت کرمانوالہ شریف میں ایک دن لوگ باہر سے مٹی لا کر پلاٹ میں ڈال رہے تھے۔ آپ مکان کے شمالی چبوترے پر بستر پر لیٹے ہوئے تھے۔ بہاولنگر کا مستری علی محمد اور اس کے دو کسن بچے بھی مٹی لا رہے تھے۔ باہر سے چھوٹے لڑکے کے سر پر مستری نے مٹی کا ڈھیلا رکھا اور اسے کہا کہ بیٹا حضرت صاحب (رحمتہ اللہ علیہ) کے پاس سے گزرو تو اللہ، اللہ، کہتے چلو۔ جب بچہ آپ کے پاس سے اسی طرح گزرا تو آپ نے اس فقیر کو ارشاد فرمایا ”مولوی صاحب! اس بچے کو منع کریں کہ ایسا نہ کرے اور خاموشی سے کام کرے۔“ چنانچہ میں نے بچے کو اور اس کے باپ کو سمجھایا لیکن باپ نے کہا کہ ”جو کچھ ہو گا دیکھا جائے گا۔ چلو بیٹا اسی طرح اللہ اللہ کرتے چلو“ جب بچہ اسی طرح کرتا ہوا پھر آپ کے پاس سے گزرنے لگا تو اس کی حالت بدل گئی۔ آنکھیں بند کر کے بیہوشی کے عالم میں زور زور سے اللہ اللہ کے نعرے لگانے لگا اب اس کے باپ کو فکر لاحق ہوئی۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اسے میرے پاس مت لاؤ۔ باہر لے جاؤ۔ پھر آپ نے اس فقیر کو ارشاد فرمایا کہ درود شریف پڑھ کر بچے کو دم کرو اور درود شریف پانی پر دم کر کے پلاؤ۔ تب کہیں بچے کو سکون ہوا۔ کئی سالوں تک بچے کو ذکر میں محویت حاصل ہو جایا کرتی تھی۔

آپ کو اپنے شیخ طریقت قطب زماں حضرت میاں شیر محمد شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ آپ اکثر اوقات اپنے شیخ معظم رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف میں رطب اللسان رہتے۔ جب بھی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر

شروع ہوتا آپ پر عجیب کیفیت طاری ہوتی تھی اور پھر آپ بے اختیار فرماتے ”بڑی شان ہے حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی۔“ اکثر اوقات آپ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نوازشات کا ان الفاظ میں اعتراف کیا کرتے تھے۔

”ہمیں کون جانتا تھا۔ یہ سب حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم کا صدقہ ہے۔“

آپ اپنی عرضداشتوں میں حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لکھا کرتے، ”میرے روف و رحیم“۔۔۔۔۔ اسی بات کا ذکر کرتے ہوتے آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ میں شرتپور شریف اعلیٰ حضرت کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا تو آپ نے ذرا زور دار لہجہ میں فرمایا ”یہ کیا طریقہ ہے خط لکھنے کا؟“ لیکن جب میرے ذہن میں بِالْمُؤْمِنِينَ رَوْفٌ وَرَحِيمٌ کی آیہ مبارکہ آئی تو آپ نے فوراً ”تسلی دیتے ہوئے فرمایا ”ہاں تو یہ بھی ٹھیک ہے۔ میں ناراض تو نہیں ہوں۔“

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ذکر مبارک کے دوران اس واقعہ کا بھی کبھی کبھی ذکر فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ مکان شریف (رتڑ چھتڑ۔ ضلع گورداسپور) جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ ایک راستہ سے گزرتے ہوئے جب مجھے سامنے کچھ بچے کھیلتے اور گردوغبار اڑاتے نظر آئے تو میں نے ذرا پیچھے ہٹ کر بچوں کو ہاتھ کے اشارہ سے ایک طرف ہٹنے کے لیے کہا آپ نے فوراً ”پیچھے مڑ کر میری جانب دیکھا اور فرمایا:

”ہونہہ! ہونہہ! شاہ جی یہ مکان شریف کے رہنے والے بچے ہیں اور دھول بھی مکان شریف کی ہے۔“

آپ نہایت سادہ الفاظ اور دلنشین طریقے سے اصلاح احوال کی کوشش فرمایا کرتے تھے۔ بے معنی اور بے مقصد باتوں سے آپ کی محفل پاک ہوتی تھی۔ بات کی وضاحت

کے لیے آپ بزرگان دین کے اقوال اور ان کی حکایات بیان فرمایا کرتے تھے۔ استقامت احوال پر ہمیشہ زور دیتے تھے۔

أَمْ سِنْقَامَةٌ فِي الشَّرِيعَةِ وَالطَّرِيقَةِ فَهِيَ فَوْقَ الْكِرَامَةِ
(ترجمہ) شریعت اور طریقت میں استقامت ہی کرامت سے بڑھ کر ہے۔ "حقیقی عرفان حاصل کرنے کے لیے شریعت مطہرہ کے احکام کی کماحقہ پابندی ضروری ہے اور عمل صالحہ میں استقامت ایک لازمی امر ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا:

"الْإِيْمَانُ بَيْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ"

ترجمہ: ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔"

تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

"خوف اس کے عدل اور امید اس کے فضل سے ہے۔ پس اس کی بارگاہ میں کامیابی وہی حاصل کر سکتا ہے۔ جس میں دونوں باتیں اپنے اپنے محل پر موجود ہوں۔"

پھر آپ نے فرمایا:

گر عدل کنی ہم مارے ' ہم مارے ' ہم مارے
گر فضل کنی ہم تارے ' ہم تارے ' ہم تارے

ایک دفعہ آپ نے ارشاد فرمایا:

الْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ وَعِلْمُ اللِّسَانِ عِلْمُ الْقَلْبِ فَذَلِكَ الْعِلْمُ
النَّافِعُ عِلْمُ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ وَعِلْمُ اللِّسَانِ فَذَلِكَ حُجَّةُ اللَّهِ عَلَى
بَنِي آدَمَ

ترجمہ:

علم دو طرح کا ہے ۱۔ علم قلب اور ۲۔ علم لسان (یعنی ایک دل سے تعلق رکھتا ہے

اور دوسرا زبان سے۔)

علم قلب : یہ ایک نفع دینے والا علم ہے۔ یہ علم انبیاء اور مرسلین کو حاصل ہے۔

علم لسان : یہ علم اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے بنی نوع انسان کی طرف حجت ہے یعنی علم باطن علم ظاہر پر فوقیت رکھتا ہے جس کو علم باطن حاصل ہو جائے وہی صحیح معنوں میں عالم ہے۔ پھر آپ یہ شعر پڑھا کرتے

علم باطن ہچو مسکہ علم ظاہر ہچو شیر
کے بود بے شیر مسکہ کے بود بے پیر

ذکر فکر کی رغبت دلانے کے لیے آپ فرمایا کرتے:

”ہتھ کارول دل یارول“

اور علم ظاہری پر فخر کرنے والے یا بھروسہ کرنے والے سے آپ فرمایا کرتے:

”صد کتاب و صد ورق درنارکن جان و دل را جانب دلدارکن“

آپ نے ارشاد فرمایا:

”شیطان تین راستوں سے مومن کے دل پر حملہ کرتا ہے۔ یہ ازلی دشمن آنکھ، کان اور منہ کے راستے حملہ آور ہوتا ہے۔ منہ سے کسی کو عیب جوئی، غیبت، جھوٹ یا مشرکانہ باتوں کا اعلان کروانا ہے۔ آنکھ سے بری اور حرام چیزوں کو دیکھنے کی رغبت پیدا کرتا ہے اور کان سے چغلی یا بری باتوں کے سننے پر

اکساتا ہے۔ اس طرح یہ غارت گر ایمان نیکیاں اور متاع
ایمان لوٹ کر لے جاتا ہے۔“

پھر آپ فرماتے ہیں:

”آنکھ، کان، منہ، بند کر نام زنجن لے
اندر کے پٹ تب کھلیں جب باہر کے پٹ دے“
ساتھ ہی پڑھے لکھے لوگوں کے لیے مثنوی شریف کا یہ شعر بھی پڑھتے

:

”چشم بند و گوش بند و لب بہ بند

گر نہ بنی ذات حق بر من بخند“

پھر آپ فرماتے:

”کم کھاؤ۔۔۔ کم سوؤ۔۔۔ اور کم بات کرو“

مگر اور ریا کی مذمت کرتے ہوئے ایک دفعہ فرمایا:
ہتھ وچہ مالا مکر دی دھاگے لئی پروئے
دل وچہ گھنڈی پاپ دی نام جے کیا ہوئے

ساتھ ہی ہندی کا یہ دوہا بھی پڑھا:

نمائے دھوئے کیا بنے جد اندر میل سمائے

مچھلی جل میں نت رہے دھوئے باس نہ جائے

(یعنی ظاہری میل کچیل دور کرنے کی بجائے باطنی کدورتوں کو دور کرنے

کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے)

آپ فرمایا کرتے تھے:

”سالک کو حصول مقصد کے لیے دو چیزوں کا خیال رکھنا چاہیے۔ اکل حلال اور صدق مقال۔ حلال روزی کما کر اپنا اور اپنے متوسلین کا پیٹ پالنے والا شخص اللہ تعالیٰ کو بہت پیارا ہوتا ہے۔“

نیز جھوٹ سے بچنا درجات کی بلندی کا باعث ہوتا ہے۔“

آپ نے فرمایا:

”جس شخص نے گوشت کے دو لو تھڑوں کو اپنے قابو میں کر لیا وہ کامیاب ہوا۔ ایک زبان اور دوسرے شرم گاہ۔ بول اور بول کی جگہوں پر قابو پالیا تو انسان تباہی سے بچ گیا۔“

آپ نے فرمایا:

”حقوق اللہ ادا کرنے کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کا ادا کرنا بھی اشد ضروری ہے۔ کوئی شخص ساری ساری رات ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر عبادت کرتا ہو اور دو وظائف میں دن رات مشغول رہتا ہو مگر اس کے ماں باپ اس سے خوش نہ ہوں یا بیوی بچے اس سے مطمئن نہ ہوں یا کسی انسان کی دل آزاری کا باعث ہو تو وہ عبادت اور ریاضت اسے کچھ نفع نہیں دے سکتی۔“

دل بدست آور کہ حج اکبر است
از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است
کعبہ بنگاہ خلیل آذر است

دل گزر گاہ جلیل اکبر است

اس ضمن میں آپ وہ واقعہ بیان فرماتے جو حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ترقی مدارج کا سبب بنا۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے جاڑے کے موسم میں ان سے ایک رات پانی طلب کیا جب وہ پانی لے کر واپس آئے تو مائی صاحبہ سو چکے تھے۔ آپ پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیے ساری رات غنجر کھڑے رہے۔ صبح کے وقت جب مائی صاحبہ نے آنکھ کھولی تو بیٹے کو پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیے کھڑا دیکھا۔ دل سے اس کے حق میں دعا کی اور بیٹے کو علم و عرفان کی دولت عطا ہوئی۔

اپنے عقیدت مندوں کو سنت کی پیروی کرنے کی تاکید فرماتے۔ اپنا ظاہر درست کرنے کی طرف توجہ دلاتے بالخصوص لباس پر زور دیتے۔ سر پر ٹوپی اور ٹوپی کے اوپر عمامہ رکھنے کی تلقین فرماتے۔ کھلے آستینوں والا کرتہ پہننے کا ارشاد فرماتے واڑھی بڑھانے اور لیوں کے بال کٹوانے کی تاکید فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ظاہر کو درست کرنا خود انسان کا کام ہے اس کے بعد باطن کو درست کرنا اللہ تبارک و تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

ایک دفعہ فرمایا:

”روزی کمانے کے جائز اور شرعی اسباب کو چھوڑ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جانے کو توکل نہیں کہتے۔ سبب کی طرف نظر نہیں رکھنی چاہیے۔ سبب تو دروازے کی مانند ہے جس میں سے گزر کر مسبب کی طرف پہنچا جا سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص دروازہ اس امید پر بند کر لے کہ رزق اس کے منہ میں کہیں سے خود بخود پہنچ جائے گا تو یہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بے ادبی ہے۔ کیونکہ دروازہ یا سبب بھی اسی کا بنایا ہوا ہے پس دروازہ کو بند نہیں کرنا چاہیے ویسے اس قادر مطلق کے اختیار میں ہے کہ دروازہ سے بھیجے یا غیب سے عطا کرے پھر

آپ نے مثنوی مولانا روم علیہ الرحمۃ کا یہ شعر پڑھا:

گفت پیغمبرؐ باواز بلند
بہ توکل زانویٰ اشتر بند

یعنی ظاہری اسباب کو حتی المقدور کام میں لانے کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا جائے (آپ فرمایا کرتے تھے کہ توکل یہ ہے کہ جو کچھ مل جائے اس پر قناعت کرے۔

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ:

”اللہ کریم رات اور دن کی ساعات میں ہر بندے کی جانب تین سو ساٹھ مرتبہ نظر رحمت سے دیکھتے ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تین سو ساٹھ مرتبہ رسالت کی نظر کرم سے دیکھتے ہیں۔ اسی طرح خاصان خدا بھی تین سو ساٹھ مرتبہ اپنے متوسلین پر نظر لطف فرماتے ہیں۔ کتنی بے پناہ محبت ہے۔ ذات باری تعالیٰ کو اپنے بندوں سے اور کتنی عظیم شفقت ہے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی امت پر اور کتنے مہربان ہوتے ہیں خاصان خدا مخلوق خدا پر مگر کتنے افسوس کی بات ہے کہ انسان غفلت میں وقت گزار دے اور ان رحمتوں اور برکتوں سے اپنا دامن بھرینے کی طرف توجہ نہ دے۔ اسی ضمن میں آپ فرمایا کرتے تھے کہ کسی وقت نیچے سر نہ رہو۔ معلوم نہیں وہی وقت نظر رحمت یا نظر شفقت کا ہو۔“

آپ نے فرمایا کہ:

ارکان اسلام میں سے اقرار توحید و رسالت کے بعد نماز کو اولیت حاصل ہے ہر مسلمان عاقل بالغ مرد عورت پر نماز فرض عین ہے۔ نماز ایک ایسی عبادت ہے کہ سالکان راہ طریقت نے اس کی پابندی سے گوہر مقصود کو پا لیا۔ مسلمان اور کافر میں نمازی وجہ امتیاز ہے۔ نماز کے بغیر دیگر اعمال

کسی شمار میں نہیں ہیں۔“

پڑھے لکھے نوجوانوں کو سمجھانے کے لیے آپ فرمایا کرتے تھے کہ :
 ”یوں سمجھ لو کہ ایک لازمی مضمون حساب میں فیل ہونے والا کوئی طالب
 علم دوسرے سب مضامین میں پاس بھی ہو تو اعلیٰ جماعت میں ترقی کا مستحق
 نہیں سمجھا جاتا اور فیل ہی قرار دیا جاتا ہے۔“

نماز اگر رسماً نہ پڑھی جائے اور نمازی جو کہ رہا ہو اسے سمجھے بھی تو اس میں کیف
 و حضوری خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ نمازی دل میں یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات
 پاک حاضر و ناظر ہے اور اس کی ہر حرکت پر نظر رکھے ہوئے ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اس
 کی نماز بے کیف اور بے حضور ہو۔

آپ نے فرمایا:

الدُّعَاءُ مَخَّ الْعِبَادَةِ یعنی دعا ساری عبادت کا مغز ہے۔

گویا دعا بھی عبادت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار ہوتا ہے اور بندے
 کی بندگی کا اعتراف۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے اور دین کا ستون ہے۔

آپ نے پھر فرمایا:

”یہ سب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہیں میں اپنے
 پاس سے کچھ نہیں کہتا۔“

پھر آپ نے فرمایا:

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے اُدْعُونِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ”مجھ سے دعا
 مانگو میں تمہاری دعا منظور کروں گا“ پھر یوں بھی باری تعالیٰ کا ارشاد ہے
 وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ ”اللہ تعالیٰ کی ذات پاک غنی ہے اور تم
 سب محتاج ہو“ آپ نے فرمایا بتاؤ کوئی ایسا نبی ہے جس نے حضور حق میں

دعا اور التجا نہیں کی ابوا بشر حضرت آدم علیہ السلام نے دعا کی تو لغزش معاف ہوئی حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنی مصیبت اور آزمائش کے ایام میں دعائیں کیں۔ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں معافی اور نجات کے لیے دعا مانگی۔ حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ حضور رسول مقبول محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ یا اللہ ایک عمر کو مسلمان بنا کر اسلام کو تقویت دے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان بدر میں سر بسجود ہو کر دعا کی ”اللہ یہ تیرے تین سو تیرہ بندے تیرے ہی نام کی عظمت کے لیے نکلے ہیں انہیں دشمن کے مقابلہ میں فتح عطا کر“۔ آپ نے امت کے لیے بار بار دعا کی۔ تو پھر وہ شخص بڑا ہی بد بخت ہے جو اللہ رب العالمین سے مانگنا عار سمجھتا ہے۔

ایک محفل میں کسی نے دریافت کیا ”حضور راضی بہ رضا رہنے کے کیا معنی ہیں“ آپ نے فرمایا کہ: حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ رضا کی دو قسمیں بتاتے ہیں:

۱۔ خداوند تعالیٰ کا بندے سے راضی ہو جانا۔

۲۔ بندے کا اپنے اللہ سے راضی ہو جانا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ جب اپنے بندوں سے راضی ہو جاتا ہے تو ان پر انواع و اقسام کی رحمتوں کی بارش برساتا ہے۔ نعمتوں سے مالا مال کرتا ہے اور چار دانگ عالم میں ان کی کرامت اور مقبولیت کا شہرہ پھیل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں رنگا رنگ ہیں کسی کو زر و مال اور جاہ و حشم سے نوازا جاتا ہے اور کسی کو اطاعت اور بندگی کی توفیق عطا فرمائی جاتی ہے جس کو جس طرح چاہیں سرفراز فرماتے ہیں۔

بندے کا اپنے رب سے راضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے احکام کی تعمیل کرنے لگتا ہے اور بندگی پر کاربند ہو جاتا ہے۔ اللہ سے راضی ہونے کا مطلب اس کے احکام کے آگے سر تسلیم خم کرنا ہے اور ہر حال میں مطمئن رہنا ہے۔ اگر کچھ مل جائے تو اس پر شکر ادا کیا جائے اگر نہ مل سکے تو شکایت زبان پر نہ لائے۔ اس حکم الحاکمین سے دعا اور التجا کا سلسلہ قائم رکھے اور مایوسی کو نزدیک نہ آنے دے۔ کیونکہ

اس کی رحمت سے مایوس ہونا بھی کفر ہے۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ اللہ کریم کی ذات ارحم الراحمین ہے وہ ہمارے حال سے بھی واقف ہے اور ہماری ضروریات سے بھی۔ وہ جانتا ہے کہ ہمارے لیے کیا مناسب ہے اور کیا فائدہ مند ہے۔ ہمارا علم مستقبل کے حلق محدود ہے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی شی راز اور مخفی نہیں اگر کوئی چیز ہمیں عطا نہیں ہوئی تو اس میں ہماری کوئی بہتری مضمر ہو سکتی ہے ہمیں راضی بہ رضا رہنا چاہیے مگر راضی بہ رضا کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس کے در سے مانگنا ہی چھوڑ دیں۔ اپنی درخواست پیش کرتے رہنا اور اس کے بعد جو کچھ مل جائے اس پر شکر گزار ہونا یہی راضی بہ رضا رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا بندے کی رضا پر مقدم ہے کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ توفیق نہ دے بندہ اس کی راہ میں ثابت قدم نہیں رہ سکتا۔

مرشد کامل دراصل کتاب و سنت کی روشنی میں مریدوں کو معرفت الہی کی طرف رہنمائی کرتا ہے وہ روح کی طہارت کی تلقین کرتا ہے اور نفس کی کدورتوں سے پاک کرتا ہے۔ چونکہ اس کا ظاہر سنت نبوی کے عین مطابق ہوتا ہے اور باطن پاک ہوتا ہے اس لیے مرید اس سے فیضیاب ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں شریعت اور سنت پر عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ کامل پیر کا کام یہ ہے کہ سنت نبوی کی پابندی کا خیال رکھے۔ خود سنت اور شریعت کے مطابق عمل کرے اور اپنے متوسلین کو بھی شریعت مطہرہ کی روشنی میں زندگی بسر کرنے کی تلقین کرے۔

اتباع شریعت کا جذبہ

حضرت صاحب رحمت اللہ علیہ ان کاملین میں سے تھے جن کا اوڑھنا بچھونا صرف شریعت اسلام ہے وہ حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق اور سنت کے علمبردار تھے ان کے ہاں ایسی رسومات جو دوسرے لوگوں کے ہاں جائز سمجھی جاتی ہیں بالکل نہیں تھیں ان کے یہاں نماز کی پابندی تھی اور حضور خواجہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی تاکید۔ ان کا قول تھا کہ جو شخص شرع شریف کا پابند نہیں اسے دلی نہ مانو۔ خواہ ہوا میں اڑتا ہو۔ حضرت قبلہؑ اپنے لٹنے والوں کو نماز روزہ کی

پابندی اور درود شریف کثرت سے پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔ طویل وظائف اور چلہ کشی کو ناپسند فرماتے تھے۔ البتہ ہمیشہ اس تمنا کا اظہار فرماتے تھے کہ ان کے ملنے والے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل و صورت بنائیں۔ داڑھی نہ منڈوائیں لباس و اطوار میں مسلمان نظر آئیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے:

”یارو! اللہ تعالیٰ نے سب سے عمدہ سب سے حسین اور خوبصورت سراپا جو بنایا ہے وہ نبی پاکؐ کا سراپا ہے۔ سب سے بہتر کردار حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار ہے۔ پھر ہم بھی کیوں نہ ویسی ہی صورت اور ویسی ہی سیرت بنانے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہی ذریعہ ہے۔“

ایک نوجوان نے ایک دفعہ عرض کر دیا۔ ”قبلہ داڑھی میں کیا رکھا ہے۔ انسان کا دل صاف ہونا چاہیے۔“

آپ نے فرمایا:

”برخوردار تمہارا قرآن پر ایمان ہے؟“ اس نے عرض کیا: ”جی ہاں۔“

کیوں نہیں آخر میں مسلمان ہوں۔“ آپ فرمانے لگے:

”قرآن پاک میں حضور علیہ السلام کے اسوہ کو اسوہ حسنہ فرمایا گیا ہے لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اور داڑھی رکھنا حضورؐ

کا ہی اسوہ حسنہ ہے اور قرآن مجید میں جا بجا حضورؐ کی ہی تقلید اور اطاعت کا حکم ہے۔ حضورؐ کے کسی فعل کی خلاف ورزی کرنا یا نذمت کرنا

کسی ہوشمند انسان کا کام نہیں۔“ کچھ دیر توقف کے بعد آپ نے فرمایا:

”بابو جی! تم دل کی صفائی کا ذکر کرتے ہو دل کا بھید تو خدا جانتا ہے۔“

ظاہری صورت بھی درست کرو تاکہ لوگ بھی اچھا جائیں اور زبان خلق کو

نقارہ خدا سمجھو شاید اللہ کریم ظاہر کے خاکے میں حقیقت کا رنگ بھر دیں۔ اور یہ یاد رکھو کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے مسلمانو! جس نے میری شکل و صورت بنائی اللہ پاک اس کو پسندیدہ نگاہوں سے دیکھیں گے۔ پھر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے نقل کا قصہ بیان فرمایا جو ازراہ تمسخر آپ کی نقل کیا کرتا تھا لیکن مرنے کے بعد مولا کریم جل جلالہ نے اس کی صرف اس وجہ سے بخشش فرمادی کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح ظاہری شکل و صورت بنا کر لوگوں کے سامنے آتا تھا اور حضرت کلیم اللہ کی نقل اتارا کرتا تھا۔ مولانا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے واقعہ کو نظم فرمایا ہے جس کا آخری شعر یہ ہے

آنکہ بر نقل برگزیدہ ماست

بعذاب مخالفان نہ سزا است

(ابوالبیان) حضرت مولانا غلام علی صاحب مفسر قرآن مہتمم اشرف المدارس اوکاڑہ ایک موقع پر جماعت علماء کے ہمراہ مجلس مبارک میں موجود تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ”مولانا! لوگ محض دکھاوے کے لیے یا رسول اللہ کا نعروں لگاتے ہیں اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ اگر شوق اور محبت سے ایک دفعہ یا رسول اللہ کہا جائے تو رب کریم کی بے شمار رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور بیڑا پار ہو جاتا ہے۔“

مکاشفات و کرامات

قرآن حکیم میں انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا ذکر جا بجا آتا ہے اور اولیاء اللہ کی کرامات کا ثبوت بھی ملتا ہے معجزات اور کشف و کرامات حق کی دلیل ہیں۔ مگر ستر احوال کے پیش نظر اولیاء اللہ بالعموم کشف و کرامات کے اظہار سے اجتناب کرتے ہیں۔ بعض صورتوں میں جب ان کے علوم باطنی کی ایک جھلک کسی شخص کو حق کی طرف بلانے کے لیے ممد و معاون ثابت ہو سکتی ہو یا کسی کی اصلاح اور اس کے ایمان کی مضبوطی کا باعث بن سکتی ہو تو انسانی محبت کے جذبہ کے تحت ان سے بعض کرامات کا ظہور ہوتا ہے اس

میں بھی ان کا دخل بہت کم ہوتا ہے ان کی ذات رضائے الہی کی طلب گار ہوتی ہے اور ان کے تقرب و قبولیت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ذات باری تعالیٰ جل جلالہ خود ان کی رضا کے مطابق حکم جاری فرمادیتے ہیں۔

حدیث قدسی ہے :

وسائل قرب حق

مَا اتَّقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ آدَاءِ مَا فَنَرَضْتُ عَلَيْهِ وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أُحِبَّهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا وَيَدًا وَرِجْلًا وَلِسَانًا۔

ترجمہ : جس چیز کو میں نے بندے پر فرض کیا ہے۔ اس کی ادائیگی کے بغیر وہ میرا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں فرائض ادا کرنے کے بعد نوافل کے ذریعے وہ میرا قرب حاصل کرتا چلا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ پھر میں ہی اس کے کان آنکھیں ہاتھ پاؤں اور زبان بن جاتا ہوں۔

قرب و حضوری کے باعث ان کے قلوب اور ارواح کو وہ روشنی اور نور حاصل ہو جاتا ہے جس کے سامنے کوئی تاریکی اور کوئی حجاب باقی نہیں رہتا۔ دنیا و مافیہا ان کے نزدیک ہاتھ کی کھلی ہتھیلی کی مانند یا اس پر رکھے ہوئے رائی کے دانے کے مطابق ہو جاتی ہے۔ تمام کائنات ان کے سامنے کھلی ہوئی کتاب کی طرح ہے اور اس کے تمام راز ان پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ ان کی نظر اور سماعت میں وہ طاقت پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کے سامنے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔ اسی لیے ارشاد ہوا ہے :

”اتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ بِنُورِ اللَّهِ (حدیث)
 (مومن کی فراست سے خبردار رہو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کی مدد سے
 دیکھتا ہے)

نیز ارشاد ہوا:

إِنَّهُمْ جُؤَا سِيسُ الْقُلُوبِ (یعنی وہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں یعنی
 دل کے رازوں سے واقف ہوتے ہیں۔)

اولیاء اللہ کے بہت سے ایسے احوال ہیں جو کشف و کرامت سے تعلق رکھتے ہیں۔
 جن کا تذکرہ سلیم الفطرت انسانوں کے لیے تقویت ایمان کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ اب
 حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعض ایسے ہی مکاشفات و کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔
 موجودہ مادہ پرستی کے دور میں بعض ”دانشوروں“ کی دانش و بیہش میں یہ باتیں نہیں سنا
 سکیں گی مگر حقیقت حقیقت ہے اور اس کے اظہار سے گریز نہیں کیا جاسکتا۔

گر نہ بیند بروز شہرہ چشم
 چشمہ آفتاب را چہ گناہ

شیخ کی نظر کرم

ایک دفعہ حضرت کرماں والا شریف میں بہت سے احباب مجلس میں حاضر تھے۔ فقیر
 مولف (مولوی محمد اکرم) بھی موجود تھا۔ حضرت اعلیٰ شرق پوری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر
 ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ:

ہم ایک دفعہ موضع کرموں والا ضلع فیروز پور میں مکانات تعمیر کروا رہے
 تھے۔ ایک مکان کی چھت کا کام شروع تھا کہ اچانک آستانہ عالیہ شرق پور
 شریف کی حاضری کا خیال قلب و ذہن پر چھا گیا۔ سب کام چھوڑ کر اسی
 وقت بغیر کسی تیاری کے روانہ ہو گئے۔ رائے و بڑے ریلوے سڑ ختم

کر کے سیدھے موہلن وال تین پر دریائے راوی عبور کیا اور شہر قبور شریف جا پہنچے۔ اعلیٰ حضرت قبلہ سرکار شہر قبوری علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں بازیابی ہوئی تو حضور نے دریافت فرمایا: ”شاہ جی! میں نے آپ کو یاد کیا تھا کیا آپ کو بھی کوئی خیال آیا تھا؟“ اس پر حضور علیہ الرحمۃ چپ رہے۔ بے شمار احباب جمع تھے اور سب خاموش اور غمگین تھے۔

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اندرون خانہ تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب طرف نظر دوڑائی اور پھر ارشاد فرمایا: ”شاہ جی! آپ نماز جنازہ پڑھائیں“۔ چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے الامر فوق الادب کے ماتحت آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کا مقام بلند

مولانا غلام علی صاحب مفسر قرآن مہتمم دارالعلوم اشرف المدارس اذکارہ نے بیان فرمایا کہ ایک دن بعض علما کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حصول برکات کے لیے حاضر ہوئے۔ دوران گفتگو حضرت نے فرمایا: مولوی صاحب! بعض کم فہم لوگ جن کو اپنے علم پر فخر ہوتا ہے۔ حضور مخبر صادق، محبوب رب العالمین، سید الانبیاء والمرسلین کے علم کو تولنے اور ٹاپنے لگ جاتے ہیں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرکار مدینہ کا ادنیٰ غلام ہوں۔ قیامت کا تو میں دعوے نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ مولا کریم نے مجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں رکھی۔

حضرت مولانا کا بیان ہے کہ ایک موقع پر جب خدمت عالیہ میں حاضری کے لیے گئے تو ہم ڈیوڑھی کے صدر دروازے سے گزر کر اندر داخل ہوئے۔ ڈیوڑھی میں ہم نے ایک ٹنگ کو دیکھا۔ وہ کھڑا لاف زنی کر رہا تھا کہ ”کچھ دیکھ لو یا دکھا دو“ سامنے کچھ دور درختوں کے سائے میں آپ تشریف فرما تھے۔ جب ہم آپ کے پاس پہنچے تو آپ

نے ایک خادم کو حکم دیا کہ جاؤ اس کم بخت کو باہر نکال دو۔ وہ کیا دکھائے گا ہم نے جو کچھ دیکھنا تھا، دیکھ لیا، خادم جو نبی اس کے قریب پہنچا اور بازو سے پکڑا تو وہ مارے خوف کے تھر تھر کانپنے لگا۔ بیت زدہ ہو کر ایسا بھاگا کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا اور سڑک پر جا کر رکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے مقبول بندے کی بیت تھی جس نے اس بے دین کو لرزہ بر اندام کر دیا۔

تصدیق کمال

عمدة المحققین، زبدة العارفين حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اعلیٰ سرکار شرتپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں بلند مقام رکھتے تھے۔ ”دلی را دلی می شناسد“ کے مصداق وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منصب عالی سے کما حقہ واقف تھے۔ ان کی خدمت میں ایک صاحب نے ضلع راولپنڈی سے خط لکھا جس میں راہ سلوک میں اپنی بعض مشکلات کے حل کے لیے دستگیری کی التجا کی تھی۔ حضرت صاحب بیر بلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خط کی پشت پر اپنے دست مبارک سے یہ تحریر لکھ کر خط واپس بھیج دیا:

”آپ حضرت سید محمد اسماعیل شاہ صاحب کرمانوالہ شریف ضلع ساہیوال سے رجوع کریں۔ فقیر کے نزدیک موجودہ زمانے میں اور کوئی ایسی باکمال ہستی نہیں ہے جس کی توجہ عالیہ سے آپ گوہر مقصود حاصل کر سکتے ہوں۔“ اپنا یہ خط جو بیر بل شریف سے ہو آیا تھا ایک دوسرے خط کے ہمراہ انہوں نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں بھیج دیا۔ ان ایام میں خطوط کے جوابات تحریر کرنے کی خدمت اس فقیر (مولوی محمد اکرام) کے سپرد تھی۔ یہ خط حضرت صاحب قبلہؒ نے مجھے علیحدہ دے کر ارشاد فرمایا کہ اس کا جواب لکھ دیں اور فقیر نے ان کو خط لکھ دیا۔

چند دنوں کے بعد وہ بزرگوار اپنے وطن مالوف سے آئے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں باریاب ہو کر اپنا دامن مراد گوہر مقصود سے پر کر کے واپس گئے۔ واپس جاتے ہوئے وہ ہر طرح سے مطمئن اور مسرور تھے۔

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد چہلم کے ختم مبارک کے موقع پر

حضرت صاحبزادہ محمد عمر صاحبؒ بھی دیگر مشائخ عظام دامت برکاتہم کی طرح حضرت کرناوالہ شریف میں موجود تھے۔ ختم شریف کے بعد آپؒ نے جناب صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب دامت برکاتہم سے بوقت ملاقات فرمایا: ”آج اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مفارقت شدت سے محسوس ہونے لگی ہے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں اطمینان تھا کہ ہمارے درمیان ایک ایسی باکمال ہستی موجود ہے جو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح جانشین ہے۔“

علوشان کا اعتراف

مولوی مقصود احمد صاحب سکنہ باجزہ گڑھی ضلع سیالکوٹ بیان کرتے ہیں کہ :
 ”ہمارے گاؤں سے شمالی جانب قریباً تین میل کے فاصلے پر موضع میندر وال میں ایک معمر سید بزرگ مقیم تھے جو مجذوب بھی تھے اور سالک بھی۔ اپنا کھانا اپنے ہاتھ سے پکاتے اور اپنا لباس بھی خود اپنے ہاتھ سے سی کر پہنتے تھے۔ باتیں مجذوبانہ کرتے تھے۔ صاحب کشف و کرامت تھے۔ خلق خدا کے لیے چشمہ فیض تھے۔ پاکستان بننے کے بعد ان کا شہرہ ہوا تو بندہ بھی زیارت کے لیے وہاں حاضر ہوا۔ بندہ کو دیکھتے ہی خندہ پیشانی سے فرمایا ”آپ کا مدرسہ بہت بڑا ہے“ یہ فقرہ بار بار دہرایا۔ میرے بعد بعض دوسرے یاران طریقت بھی جب ان کے پاس گئے تو کھانے وغیرہ سے ان کی خاطر تواضع کی اور وہی باتیں دہرائیں کہ آپ لوگوں کا مدرسہ بہت بڑا ہے اور آپ وہی سبق یاد کریں جو آپ کو ملا ہے۔ گویا انہوں نے حضرت صاحب قبلہؒ کے قطب مدار ہونے کی تصدیق کی۔“

مقام قرب حق

ڈاکٹر محمد عبداللہ مسلم صاحب نے بیان کیا کہ بی۔ اے پاس کرنے کے بعد وہ اکثر اوقات اعلیٰ حضرت سرکار شرتپوری رحمۃ اللہ علیہ کے محاسن و محامد لوگوں کی زبانی سنتے رہتے تھے۔ حضور کے وصال کے بعد آپ کا ذکر خیر سن کر سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی جانب کشش پیدا ہوئی۔ انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں

سے حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت کیلیانوالہ ضلع گوجرانوالہ میں اور حضرت سید محمد اسماعیل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کرموں والا ضلع فیروزپور میں بوی باکمال ہستیاں ہیں۔ چنانچہ ان کے دل میں ان دونوں باکمال ہستیوں کی زیارت کا شوق جوش مارنے لگا۔ اتفاق کی بات ہے کہ پہلے انہیں اپنے برادر نسبی حکیم عبدالحمید عاصی مرحوم کے ہمراہ حضرت سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری کا موقع مل گیا۔ دونوں حضرات ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو عاصی مرحوم نے جرات کر کے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ ”حضور وقت خاص میں یاد فرمائیں اور اس عاجز کے حق میں دعا فرمائیں۔ اس پر حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جوش میں آ کر فرمایا کہ ”حیف ہے اس وقت خاص پر جس میں تمہاری یاد بھی درمیان میں آجائے ہو۔ اچھا اللہ تعالیٰ رحم فرمائیں۔“ پھر ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا ”آپ کرموں والا جائیں آپ کا حصہ وہاں ہے۔“

اس واقعہ کے تھوڑا عرصہ بعد دونوں حضرات کرموں والا شریف میں حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ وہاں پر بھی عاصی مرحوم نے اپنا وہی سوال دہرایا کہ ”حضور وقت خاص میں اس عاجز کے لیے بھی دعا فرمائیں“ ”وقت خاص؟“ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا ”یہاں آٹھوں پہری وقت خاص ہوتا ہے!“ اور ان کے لیے دعا فرمائی پھر ڈاکٹر محمد عبداللہ مسلم صاحب کی جانب بھی نظر کرم فرما کر ان کے لوح دل سے سب شکوک و شبہات اور شیطانی وساوس حرف غلط کی طرح مٹا دیے۔

اس واقعہ سے اہل قلب و نظر دونوں شاہان ملک ولایت و معرفت کے علوشان کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

تمنائے دل پوری کر دی

پاکستان بننے سے بہت پہلے کی بات ہے کہ ایک دفعہ آپ درگاہ اجمیر شریف حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ کے ہمراہ تقریباً ”گیارہ افراد تھے۔ اجمیر ریلوے اسٹیشن کے قریب ہی ایک مسجد میں سامان ایک دیوار کے ساتھ رکھا

گیا۔ آپ نے سب ہمراہیوں سے فرمایا کہ تازہ وضو کر کے سب درگاہ شریف کی حاضری کے لیے تیار ہو جاؤ۔ سب وضو کرنے میں مصروف ہو گئے وضو کرتے ہوئے اس فقیر (مولوی محمد اکرم) کے دل میں خیال آیا کہ یہاں سامان کے پاس ایک آدمی کا ٹھہرنا ضروری ہے اگر یہ خدمت میرے سپرد ہو تو میں بخوشی سرانجام دوں گا۔ جب سب احباب وضو کر چکے تو آپ نے فرمایا کہ سامان کے پاس کون ٹھہرے گا اور پھر بلا توقف فرمایا ”اچھا مولوی صاحب آپ ٹھہریں چنانچہ میں نے اپنے لیے اسے عین سعادت سمجھا اور سب کے رخصت ہو جانے کے بعد تین پارے تلاوت کر کے حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی فاتحہ نذر کر دی۔

حصول عرفان کی ترغیب

فیصل آباد کے ایک نواحی گاؤں کے ہائی سکول میں یہ فقیر (مولوی محمد اکرم) بطور صدر مدرس کام کرتا تھا۔ آپ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوئے چند سال ہو چکے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ عمر یونہی بیکار ضائع جا رہی ہے۔ سب کچھ چھوڑ کر جامعہ ازہر چلنا چاہیے اور دینی علوم کی تحصیل و تکمیل کے بعد دین کی خدمت کرنی چاہیے تاکہ عاقبت درست ہو یہ خیال دل کو ہر وقت بے قرار رکھتا چنانچہ فیصلہ کیا کہ ملازمت ترک کرنے سے پہلے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت حاصل کر لوں تو بہتر ہوگا اور اسی نیت سے کرموں والا شریف ضلع فیروزپور (آپ کی اصل جائے سکونت) پہنچا۔ فجر کی نماز کے بعد حاضری ہوئی، پندرہ ہیں حضرات اور بھی موجود تھے۔ آپ نے فرمایا کہ بعض لوگوں کے دل میں دین کی خدمت کا شوق موجزن ہوتا ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جامعہ ازہر چلے چلیں اور دینی تعلیم حاصل کر کے دین کی خدمت کریں۔ جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ جب مولا کریم جل شانہ کا کرم ہو جائے تو سارے علم خود ہی حاصل ہو جاتے ہیں۔ وہ علم اور ہے اصلی علم اور ہے وہ علم تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص لوہار یا بڑھئی کا کام سیکھ کر روزی کمانے لگ جائے اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ ید العلیا خیر من ید السفلی۔ (حدیث شریف) میں نے ارد گرد نظر دوڑائی تو حاضرین میں

جامعہ ازہر جانے والے کوئی اور صاحب نظر نہ آئے۔ سمجھ لیا کہ موضوع سخن اسی فقیر کا دوسرہ ہے۔

درود شریف پڑھنے کا صحیح طریقہ

میاں علی محمد مرحوم موضع سلطان خان والے بیان کرتے تھے کہ میرے دل میں ایک دفعہ یہ خیال آیا کہ اگر کسی ولی اللہ کی پشت کے پیچھے درود شریف پڑھا جائے تو ان کو فوراً پتہ چل جاتا ہے۔ چنانچہ میں نے ایک موقع پر آپ کی پشت کے پیچھے ہو کر درود شریف پڑھنا شروع کر دیا۔ آپ فوراً منہ پھیر کر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا ”علی محمد درود شریف پڑھنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ با وضو قبلہ رخ دو زانو بیٹھ کر پڑھا جائے کسی کی پشت کے پیچھے درود شریف نہیں پڑھنا چاہیے۔“

حیرت انگیز شفایابی

حاجی عبدالحمید صاحب سابق سپرنٹنڈنٹ لاہور ہائی کورٹ نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کا بھتیجا جس سے ان کو بے حد محبت تھی سخت بیمار ہو گیا۔ ڈاکٹر بھی اس کی زندگی سے مایوسی کا اظہار کرنے لگے۔ چنانچہ وہ اسی بے قراری میں کرموں والا شریف ضلع فیروزپور آپ کی خدمت بابرکت میں جا پہنچے۔ شام کو آپ کی خدمت میں حاضری ہوئی لیکن عرض مدعا نہ کر سکے۔ دوسری صبح جب پھر خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو دل میں خیال تھا کہ بچہ تو ختم ہو چکا ہو گا۔ اب کیا عرض کرنا ہے۔ واپس چلتا ہوں تاکہ عجین و تکفین میں تو شامل ہو سکوں چنانچہ رخصت کی اجازت مانگی۔ آپ نے فرمایا ”اچھا خراماں خراماں جائیں۔ بچے کو اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی ہے“ یہ خوشخبری پا کر میں روانہ ہوا اور جب واپس گھر کے دروازہ پر پہنچا تو دیکھا کہ ہندو ڈاکٹر بچے کو دیکھ کر واپس جا رہا تھا۔ میرے دریافت کرنے پر ڈاکٹر نے کہا کہ بچہ اب روبصحت ہے اس کو دوائی سے نہیں بلکہ کسی بزرگ کی دعا سے شفا حاصل ہو گئی ہے“ یہی ڈاکٹر پہلے کہہ چکا تھا کہ بچے کے صحت یاب ہونے کی کوئی امید نظر نہیں آتی۔

عظمت فقر کا احساس

کرموں والا شریف ضلع فیروز پور میں یہ فقیر (مولوی محمد اکرام) چند دنوں سے آپ کے آستانہ عالیہ میں قیام پذیر تھا۔ ایک دن صبح کے معمولات کے بعد آپ حلقہ احباب میں تشریف فرما تھے اور نہایت دلنشین انداز میں بعض مسائل پر روشنی ڈال رہے تھے۔ آپ اچانک سلسلہ کلام منقطع کر کے غسل خانہ میں تشریف لے گئے میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ اتنے میں ضلع کاکپتان پولیس باوردی اور اس کے ہمراہ چند دوسرے افسران آگئے۔ ہم نے صفوں پر سفید چادریں بچھا کر ان کو بٹھا دیا۔ ان کے بیٹھ جانے کے بعد آپ مسکراتے ہوئے غسل خانہ سے نکلے اور سب افسر تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں سمجھ گیا کہ غسل خانہ میں آپ کے جانے کی وجہ یہی تھی۔

عدالتی فیصلہ سے آگاہی

ایک صاحب کامیاب ہے کہ کرموں والا شریف کے ایک زمیندار بیلا نامی نے آپ کے خلاف مزروعہ اراضی کے متعلق ایک دعویٰ افسر مال فیروز پور کی عدالت میں دائر کر رکھا تھا۔ اس زمیندار نے کئی قسم کی چالیں چلیں تاکہ مقدمہ میں اس کی جیت ہو جائے۔ لیکن سب چالیں ناکام ہو گئیں۔ آخر کار جب فیصلہ کی تاریخ آئی تو آپ نے چار بجے شام اپنے احباب سے بر ملا کہا کہ مقدمہ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہو گیا ہے۔ عین اسی وقت فیروز پور میں افسر مال نے مقدمہ کا فیصلہ سنایا تھا۔ دوسرے دن جب صوفی نور عالم مقدمہ کے فیصلہ کی خبر لے کر آئے تو ان کی زبانی معلوم ہوا کہ افسر مال نے ٹھیک چار بجے ہی فیصلہ سنایا تھا۔

ایک ناگہانی حادثہ سے نجات

حاجی شیخ عبدالعزیز تاجر رنگ محل لاہور کا بیان ہے کہ وہ ہر اتوار کو اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ لاہور سے حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ جایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ حاضر خدمت تھے اور ان کے علاوہ اور احباب بھی موجود تھے مولوی محمد امین شرپوری اور سیٹھ محمد شفیع بھی ہر اتوار کو اپنی کار پر آتے تھے اور پھر اسی کار پر آپ چک نمبر ۳۶ ایس

بی متصل پاک تین شریف میں حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ سے ملنے کے لیے چلے جاتے۔ اس دن آپ نے دو تین مرتبہ ذکر فرمایا کہ مولوی محمد امین ابھی تک نہیں آئے لہذا خیر کرے۔ ٹھیک آٹھ بجے اچانک آپ نے سب حاضرین کو یک لخت اٹھ جانے کے لیے کہا اور خود چادر تان کر لیٹ گئے تقریباً ساڑھے آٹھ بجے مولوی محمد امین شرپوری اور سینہ محمد شفیع کار میں آگئے۔ ہم سب باہر نیم کے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے دونوں حضرات قدرے پریشان نظر آتے تھے۔ ان سے وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے بتایا کہ لاہور سے روانگی میں ہمیں آج کلنی دیر ہو گئی تھی اس لیے ہم بڑی تیز رفتاری کے ساتھ آرہے تھے۔ وہاں راولو حارام والے موٹر پر موٹر لڑھکتی ہوئی ایک طرف جا کر لی اور شیشم کے قد آور درختوں سے ٹکرانے سے بل بل پئی۔ ایسا مظلوم ہوتا تھا کہ کار کو کسی نے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا ہے۔ ہوش و حواس درست ہونے پر ہم پھر روانہ ہو گئے انہوں نے بتایا کہ جب یہ حادثہ پیش آیا اس وقت ٹھیک آٹھ بجے تھے لگتا ہے حضور کی توجہ مبارک ہماری طرف تھی جب مولوی محمد امین شرپوری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دور سے ہی بلواز بلند السلام علیکم کہا اور فرمایا مولوی صاحب خیر ہو گئی آخر آپ پہنچ ہی گئے۔ مولوی محمد امین شرپوری کہا کرتے تھے کہ اس دن ہمارا زعمہ سلامت بیچ جانا آپ کی ہمت باطنی کا کرشمہ تھا۔

بیٹھے پانی کا کنواں جاری کر دیا

کرموں والا ضلع فیروزپور سے تھوڑے فاصلے پر ایک گاؤں کا داہڑا واقع ہے اس گاؤں میں جو کنواں بھی کھودا جاتا تھا اس کا پانی کھارا ہوتا تھا۔ وہاں کی عورتیں دوسرے گاؤں سلطان خاں والا سے بڑی مشقت کے ساتھ پانی لایا کرتی تھیں۔ ایک دن آپؐ موضع سلطان خاں والا تشریف لے گئے تو گاؤں داہڑا کی ہمت سی عورتیں آپ کے گرد جمع ہو گئیں اور سب نے مل کر عاجزی سے التجا کی کہ ہم تو سروں پر اتنی دور سے پانی ڈھونڈ ڈھونڈتے تھک گئی ہیں ہمارے حال پر رحم فرمائیں اور ہمیں ٹھڈے ٹھڈے پانی کا کنواں عطا فرمائیں۔ بعد میں حضرت صاحبؐ گاؤں داہڑا تشریف لے گئے اور ایک تلاب کے کنارے کھڑے ہو کر فرمایا کہ "ہاں جگہ کنواں کھودو لہذا کریم شہا پانی دے دیں

گے۔ چنانچہ گھوس کے لوگوں نے وہاں کنواں کھودا۔ اس کا پانی نہایت خوش ذائقہ تھا۔

توجہ، رحمت، آثار

دھناتل کھری موضع کرموں والا ضلع فیروزپور کا باشندہ ہے حضرت صاحب رحمۃ

اللہ علیہ کا بے حد عقیدتمند تھا۔ چنانچہ اس کا چہرہ بھی پوری داڑھی سے مزین۔ وہ ساتھ کھماؤں کے قریب اراضی کا بھی مالک تھا۔ اپنی اراضی اپنے ہاتھوں سے کاشت کیا کرتا تھا اور شروع شروع میں آپ کی اراضی بھی وہی کاشت برداشت کیا کرتا تھا اس لیے نہایت اعلیٰ نسل کے بیلوں کا ایک جوڑا ہمیشہ رکھا کرتا تھا لنگر کے لیے آٹا بھی انہی بیلوں کی مدد سے پوسا جاتا تھا۔ ہر جمعرات اور جمعہ کے دن تقریباً دو پوری آٹا خرچ ہوتا تھا۔

قیام پاکستان سے پہلے کا واقعہ ہے کہ وہ حسب معمول جمعرات کی شام تک لنگر کے لیے آٹا پینے میں مشغول رہا۔ رات کو اس نے دونوں تیل اور بھینس اپنے گھر میں کرے کے اندر باندھ دیے۔ مکان کو باہر سے تالا لگایا اپنی چار پائی اور بستر باہر دروازہ کے آگے بچھا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا حاضر ہوا روزمرہ کے معمول کے مطابق ساری رات آپ کے قدموں میں گزار دی اور نماز فجر کے بعد گھر کو روانہ ہو گیا۔ جا کر تالا کھولا اور مویشیوں کو باہر نکالنے کے لیے مکان میں داخل ہوا تو دیکھا کہ دونوں تیل بھینس اور اس کا بچہ سب غائب ہیں۔ چور غمی دیوار میں تھب لگا کر سب موٹی چرائے گئے تھے۔ لوگوں نے چوروں کا تعاقب کرنے کے لیے جمع ہونا شروع کیا دھناتل خدمت اقدس میں پہنچا اور جب آپ و طائف سے فارغ ہوئے تو دھناتل کو دیکھ کر پوچھا کہ کیسے آئے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ حضور چور مکان میں تھب لگا کر سارے موٹی ہانک کر لے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ سب موٹی مل جائیں گے جاؤ لوگوں کے ساتھ مل کر کھوج وغیرہ لگاؤ۔ مگر ہاں یہ تو بتاؤ کہ لنگر کا آٹا کتنا پسا ہوا ہے؟ دھناتل نے کہا کہ حضور آج کے دن کے لیے کافی ہو گا۔ دو پوری کا کل ہی پوسا گیا تھا۔

آپ نے فرمایا۔ ”اچھا جاؤ اور بیلوں کی تلاش جاری رکھو۔“

گھوس کے دو برے لوگوں کے ہمراہ دھناتل سارا دن بیلوں کا کھوج لگانے میں

سرگرداں رہا لیکن شام کو سب ناگام لوٹ آئے۔ دھناتل حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے پاس حاضر ہوا تو آپؐ نے دریافت فرمایا کہ کون کون سا کامیابی حاصل ہوئی ہے؟ دھنائل نے کہا، حضور معلوم ہوتا ہے کہ چور تین ہیں۔ مگر ان کے قدموں کے نشانات کچھ دور جا کر مٹ گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اچھا گھر جاؤ اور تلاش جاری رکھو غروب آفتاب کے تھوڑی دیر بعد تھانہ کھو کا ایک سپاہی دھنائل کے پاس آ پہنچا کہ چلو تھانہ سے اپنے تیل لے آؤ۔ پولیس کی ایک گشت پارٹی نے دو چوروں کو بیلوں سمیت پکڑ لیا ہے۔ دوسرے دن آپ سے اجازت لے کر دھنائل تھانے گیا اور اپنے تیل لے آیا۔

تیسرے چور کے حصے میں بھینس آئی تھی۔ گھر پہنچ کر اس بھینس کا دودھ دوہا اور گھر کے سب خوردو کلاں نے مزے سے دودھ پیا۔ تھوڑی دیر کے بعد سب دودھ پینے والوں کے پیٹ میں شدت کا درد شروع ہو گیا اور تمام چیخنے چلانے لگے۔ چور سمجھ گیا بھینس واپس کرنے سے ہی جان بچے گی۔ چنانچہ اس نے بھینس آوارہ مویشیوں کے پھانگ میں پہنچا دی اور کسی شخص کے ذریعہ دھنائل کو پیغام بھجوا دیا۔ دوسرے دن وہ جا کر اپنی بھینس بھی گھر لے آیا۔

محبت شیخ اور اس کے ثمرات

کرموں والا کے ملحقہ گاؤں کے ایک کھاتے پیتے گھرانے کا ایک نوجوان خوشی محمد جو یا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ معلوم نہیں اس کی کونسی ادا پسند آگئی کہ وہ خویش و اقارب کو چھوڑ کر آپ کی محبت میں ہی مست و سرشار ہو گیا۔ ہر وقت آپ کی خدمت میں رہنے لگا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کے والدین اور رشتہ دار اسے ہمراہ لے جانے کے لیے آئے تو اس نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ وقت اسی طرح گزر تا گیا۔ ایک دن جو یا قوم کا ایک بڑا زمیندار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری صرف دو لڑکیاں ہیں بڑی لڑکی شادی شدہ ہے اگر آپ قبول فرمائیں تو میں اپنی چھوٹی لڑکی کا رشتہ آپ کے درویش خوشی محمد سے کرنے کو تیار ہوں چنانچہ آپ نے قبول فرما لیا۔

تھوڑے عرصہ کے بعد اس شخص کی بڑی لڑکی قضائے الہی سے فوت ہو گئی۔ اس زمیندار کی بیوی نے کہا کہ بہتر ہے اب چھوٹی لڑکی ہم اپنے پہلے داماد کو ہی بیاہ دیں تاکہ

مرحومہ بیٹی کے بچوں کی نگرانی ٹھیک طور پر ہوتی رہے۔ اس شخص نے کہا کہ تمہیں معلوم ہی ہے کہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک درویش کو اس لڑکی کا رشتہ کہہ آیا تھا اب میں کس منہ سے بات بدل سکتا ہوں۔ تم چاہتی ہو تو جاؤ گھر میں مائی صاحبہ سے جا کر عرض کر آؤ۔ چنانچہ وہ عورت گئی اور مائی صاحبہ کی خدمت میں اپنا مانی الضمیر عرض کر دیا جب یہ بات حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا کہ ایسا نہیں ہو سکتا اس لڑکی کی شادی اب خوشی محمد سے ہی ہوگی۔ وہ عورت تو جواب دے کر گھر جا چکی تھی لیکن وہاں پہنچنے پر اس کو آرام کہاں نصیب تھا۔ متواتر تین چار رات تک گھر کا کوئی فرد چین سے نہ سوسکا۔ گھر کی ہر چیز سے وحشت ٹپکتی تھی۔ آخر دونوں میاں بیوی پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ معافی مانگی اور اپنی بیٹی کا نکاح خوشی محمد درویش سے کر دیا۔

کرم نوازی کے نرالے انداز

ایک صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میاں علی محمد نے نہایت پریشانی کی حالت میں آپ سے اپنی تنگدستی کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ علی محمد کوئی باغ ٹھیکہ پر لے لو۔ علی محمد نے عرض کیا کہ حضور میرے پلے تو کچھ بھی نہیں باغوں کے مالک تو ٹھیکہ کی رتیں پیٹگی طلب کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ”مولا کریم سب انتظام کر دیں گے۔“ شام کو جب حضرت صاحبؒ سے رخصت ہو کر میاں علی محمد اپنے گھر پہنچا تو گھر والوں نے کہا کہ تمہیں سوڈھی صاحب کا آدمی بلانے آیا تھا۔ میاں علی محمد تھوڑی دیر کے بعد سوڈھی زمیندار کے گھر گیا۔ وہ اس کا انتظار کر رہا تھا میاں علی محمد کو دیکھ کر کہنے لگا کہ ہم نے باغ ٹھیکہ پر دینا ہے تم لے لو۔ ٹھیکہ کی رقم گیارہ سو روپیہ ہوگی میاں علی محمد نے کہا کہ میرے پاس تو پھونھی کوڑی بھی نہیں ہے یہ سن کر سوڈھی نے کہا کہ اچھا تم باغ کا مال فروخت کرنے کے بعد رقم دے دینا۔ میاں علی محمد نے کہا کہ ہاں ایسا ہو سکتا ہے چنانچہ باغ ایک سال کے لیے اسے ٹھیکہ پر مل گیا۔

دوسری صبح جب میاں علی محمد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو باغ ٹھیکہ پر لینے کا سارا واقعہ آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور چاندی کا ایک

روپیہ میاں علی محمد کو عنایت فرما کر ہدایت کی کہ یہ روپیہ اپنے خزانہ میں رکھنا اللہ کریم برکت فرمادیں گے۔ میاں علی محمد کا بیان ہے کہ اس سال باغ کے ٹھیکہ سے اتنا فائدہ ہوا کہ اس کی مالی حالت سدھر گئی اور گھر میں ہر چیز کی بہتات ہو گئی۔

مکروہات پر تنبیہ

ایک دفعہ موضع کرموں والا کے ایک زمیندار گھرانے میں شادی کی تقریب تھی۔ رات عورتوں نے سرشام سے ہی راگ رنگ شروع کر دیا اور گاؤں میں اودھم مچا دیا۔ آپ نے گاؤں کے ایک معزز آدمی کے ذریعہ شادی والے گھر میں پیغام بھجوایا کہ راگ رنگ بند کر دو۔ یہ شرعاً ناجائز ہے اس سے درویشوں کی عبادت اور ذکر فکر میں بھی خلل واقع ہوتا ہے۔ گھر کی عورتوں نے جواباً کہلا بھیجا کہ خوشی کا موقع ہے ہم تو خاموش نہیں رہ سکتیں آپ نے پھر ایک درویش کو بھیجا کہ جا کر ان کو سمجھاؤ کہ اس شیطانی حرکت سے باز رہیں مگر وہ اپنی ضد پر قائم رہیں۔

تھوڑی دیر گزری تھی کہ گانے والی لڑکیاں اور بات نہ ماننے والی بڑی بوڑھیاں پیٹ کے درد کے باعث تڑپنے لگیں۔ گاؤں میں کھرام مچ گیا سب کو جان کے لالے پڑ گئے۔ آخر گاؤں کے چند معزز اور معمر آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عاجزی سے معافی کے طلبگار ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ وعدہ کرو کہ آئندہ کبھی بھی گاؤں میں کسی قسم کا گانا نہیں ہوگا۔ جب سب نے اپنی غلطی تسلیم کر لی تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ جن کے پیٹ میں درد ہے ان سب کو اجوائن کی ایک ایک چٹکی دے دو۔ چنانچہ وہ سب شفا یاب ہو گئیں اور اس کے بعد گاؤں میں کبھی بیاہ شادی کی محفلوں میں ناچ گانا نہ ہوا۔

ہرکس و ناکس پر نگاہ کرم

میر منظور محمود ولی وارثی صاحب نے بیان کیا کہ میں ایک دفعہ امرتسر سے کرموں والا شریف ضلع فیروزپور آپ کی خدمت میں جا رہا تھا۔ قصور پہنچ کر گاڑی تبدیل کی تو میرے نزدیک ہی تین سکھ بھی آ بیٹھے ان میں سے دو ادھیڑ عمر کے تھے اور تیسرا نوجوان تھا۔ اس کا نام دلدار سنگھ تھا۔ باتوں باتوں میں معلوم ہوا کہ وہ بھی میرے پیر و مرشد کی

خدمت میں سلام عرض کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے ایک سکھ نے بیان کیا کہ وہ ضلع منگلوری ساہیوال کے زمیندار ہیں اور ولد دار سنگھ اس کا بیٹا ایف اے میں پڑھتا ہے۔ اسے پتھری کی شکایت ہو گئی تھی اور ڈاکٹروں حکیموں کے علاج سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔ لڑکے کی والدہ اپنے بچے کا آپریشن کروانے پر ہرگز رضامند نہ ہوتی تھی۔ اسی اثنا میں کسی نے ہمیں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ ہم بچے کو ساتھ لے کر کرموں والے پہنچ گئے۔ جب ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے بچے کو دیکھتے ہی فرمایا ”سردار جی بچے کو پتھری کی شکایت ہے کوئی ڈر نہیں خیر ہو جائے گی۔ بچہ تو گھوڑے کی طرح ہو جائے گا۔“ پھر والد دار سنگھ کو کہا کہ جامعہ کی ٹوٹیوں کا پانی خوب سیر ہو کر پی لے اور اس درخت کے نیچے جا کر لیٹ جا۔“ بچے نے ایسا ہی کیا۔ تھوڑا ہی وقت گذرا تھا کہ بچے کو خوب کھل کر پیشاب کی حاجت ہوئی اور ساتھ ہی اس کی ساری تکلیف ہمیشہ کے لیے جاتی رہی۔ اب ہم تو ہر سال آپ کی خدمت میں حاضری کے لیے آتے ہیں۔

آنکھوں کی بینائی مل گئی۔

چوہدری امانت علی نے بیان کیا کہ تقسیم ملک سے کچھ عرصہ پہلے جب آپ موضع اچھے والا متصل فیروز پور چھاؤنی میں مقیم تھے ایک دن غروب آفتاب سے تھوڑی دیر پہلے ایک ادھیڑ عمر کا سکھ اور اس کی بیوی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نہایت عجز و انکساری کے ساتھ عرض کیا کہ اس کی دونوں آنکھوں کی بینائی ختم ہو گئی ہے اور وہ دعا کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے امانت علی کو بلایا اور کہا کہ یہ دو مہمان آئے ہیں ان کا خیال رکھنا۔ امانت علی اس کے بعد کام میں مصروف ہو گیا اور ان کا اسے مطلق خیال نہ رہا دونوں کے پاس کھانے پینے کی کچھ چیزیں تھیں وہ کھا پی کر خراس کے نیچے جا بیٹھے کہ اب کسی کو کیا تکلیف دینی ہے رات یہیں بسر کر لیں گے۔

آدمی رات کے وقت آپ نے پھر امانت علی کو بلایا کہ ذرا خبردار رہو رات اندھیری ہے کچھ مشتبہ آدمی ڈیرہ کے ارد گرد گھوم رہے ہیں۔ امانت علی نے اپنے دو تین دوسرے ساتھیوں کو جگا کر خبردار کیا۔ وہ ہاتھوں میں ڈنڈے لے کر چاروں طرف گھومنے

لگے۔ ایک درویش دلی محمد خراس کی طرف جا نکلا۔ خراس کے نیچے سے اسے دو آدمیوں کی کھسر پھسر کی آواز آئی تو اس نے آگے بڑھ کر ان کو نکالا اور لاثمیاں برسائی شروع کر دیں بیچارے سکھ کے ماتھے پر ایک کاری ضرب لگی اور خون کا فوارہ پھوٹ نکلا عورت کو بھی ایک لاثمی لگی اور اس کی انگلیاں ٹوٹ گئیں۔ اس پر انہوں نے شور مچایا کہ ہم تو بابا جی کی خدمت میں آئے تھے۔ دور سے یہ بات سن کر امانت علی شور مچاتا ہوا بھاگا آیا کہ ان کو نہ مارو ان کو نہ مارو یہ اپنے آدمی ہیں۔ پھر ان کی مرہم پٹی کی گئی اور صبح کے وقت جب وہ آپ سے رخصت ہونے کے لیے گئے تو آپ نے فرمایا سردار رب کریم نے خیر کر دی ہے بچوں نے رات کو خیال ہی نہیں کیا آپ لوگوں کو خواہ مخواہ پیٹ کے رکھ دیا اچھا اب آپ جائیں اور انہیں کچھ پھل وغیرہ دیے۔

دو ماہ کے بعد وہ سکھ اپنی بیوی بچوں سمیت پھر حاضر ہوا۔ اس کی دونوں آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں اور دس بارہ سیر مصری کے علاوہ اور بہت سی اشیاء نذر نیاز پیش کیں۔

سلب مرض کا ایک واقعہ

کرموں والا میں ایک شخص دین محمد عرف دینا گاؤں کا زمیندار تھا۔ ایک دفعہ وہ سخت بیمار ہو گیا اور اس کا پیٹ پھول کر کپا ہو گیا علاج محالہ کرتا رہا مگر کچھ افاقہ نہ ہوا۔ جب سب طرف سے مایوسی نے گھیر لیا تو ناچار حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے آتے ہی اس سے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے۔ اس نے عرض کیا حضور پیٹ میں دو تین ماہ سے تکلیف ہے اور کھیتوں میں کام کاج کرنا تو کجا چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوں آپ نے فرمایا ”تم سدرست ہو جاؤ گے۔ لیکن میں رشوت لیا کرتا ہوں تم بھی رشوت دے دو گے۔“ اس نے دل ہی دل میں خیال کیا کہ دس بیس پچاس روپے لے لیں گے تو کوئی بات نہیں اور عرض کیا کہ حضور دے دوں گا۔ مجھے تو صحت کی ضرورت ہے کلم الناس علی قدر عقولہم کے تحت یہ ارشاد ہوا آپ مسکرائے اور فرمایا اچھا میرے ساتھ وعدہ کرو کہ داڑھی نہیں منڈواؤ گے اور نماز پڑھو گے یہی میری رشوت ہے۔“ اس نے بدل جان یہ بات ماننے کا عہد کر لیا۔ اتنے میں ظہر کی نماز کا وقت ہو گیا حضور نے فرمایا کہ اچھا اب نماز کا وقت ہو گیا ہے کوئی بلی سبیل میں کتوئیں

سے ڈول کے ساتھ پانی ڈالے تاکہ وضو کر کے سب نماز ادا کریں۔ پھر اسی دین محمد کو پوچھا دین محمد تم پانی ڈال سکو گے یا بیماری کی وجہ سے معذور ہو؟ دین محمد نے اس ارشاد کے بعد اپنے اندر ایک نئی قوت محسوس کی اور اٹھ کر بخوشی پانی کھینچ کھینچ کر سبیل میں ڈالنے لگا حالانکہ ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ لاغری کی وجہ سے بمشکل چل کر دربار میں حاضر ہوا تھا ایک ہی نظر سے حضور نے اس کی بیماری سلب فرمادی۔ پھر وہ نماز کا بھی پابند ہو گیا اور ڈاڑھی بھی رکھ لی۔

تختہ دار سے رہائی

ماسٹر خوشی محمد صاحب کا بیان ہے کہ ایک دن وہ کرمونوالہ شریف میں نماز عشاء کے بعد حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضور نے حکم دیا کہ دیوار سے لگی ہوئی گھڑی کو دیکھ کر وقت بتاؤ۔ انہوں نے بتایا تو آپ نے فرمایا ”وقت درست کرنا ہے۔ تم سوئی چلاتے جاؤ جب گیارہ بجے پر سوئی آجائے تو تم ٹھہر جانا اور مجھے بتا دینا۔“ چنانچہ وہ سوئی گھماتے رہے اور گھنٹیاں بھتی رہیں جب گھڑی پر گیارہ بجنے میں پانچ منٹ رہ گئے تو حضور نے فرمایا کہ ”تم بیٹھ جاؤ“ وہ بیٹھ گئے۔ حضور اٹھے اور گھڑی کے پاس جاتے ہی جلدی سے گھڑی کی سوئی گیارہ بجے سے دس منٹ آگے کر دی اور فرمایا ”اب وقت درست ہو گیا ہے“ اس کے بعد آپ نے ان کو فرمایا کہ جاؤ اب سو رہو۔ ماسٹر صاحب خیال کرتے رہے کہ یہ کیا حکمت ہے۔ سارا وقت میں نے درست کیا۔ صرف دس پندرہ منٹ آپ نے اپنے دست مبارک سے آگے کیے لیکن ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

چند دنوں کے بعد ایک بوڑھا دیہاتی اپنے دو نوجوان بیٹوں کے ہمراہ حاضر ہوا۔ نوجوانوں کے سروں پر سرخ رنگ کی گبزیاں تھیں۔ سب کے چہرے خوشی سے چمک رہے تھے۔ حضور نے فرمایا (کیوں بھی کنویں گل ہوئی) یعنی مجھے بتاؤ کہ کس طرح سب بات ہوئی۔ نوجوان نے عرض کیا ”حضور مجھے پھانسی کے تختے پر لے گئے تھے اور ایک افسر کی نظر گھڑی پر تھی۔ حکم یہ تھا کہ اس کو پورے گیارہ بجے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ وہ وقت بتاتا رہا۔ جب گیارہ بجنے کے بالکل قریب ہوئے تو میں نے دیکھا کہ ایک ہاتھ نمودار ہوا اور اس نے سوئی گیارہ بجے کی بجائے گیارہ بج کر دس منٹ پر کر دی۔ وقت پھانسی کا

گزر چکا تھا اس لیے مجھے پھانسی کے تختے سے اتار دیا گیا۔ افسر نے کہا کہ پھانسی کا وقت گزر گیا وہ لڑکابت بھی کر رہا تھا اور آپ کی جانب بھی غور سے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں آپ کے دست مبارک پر جمی ہوئی تھیں۔ اسی وقت بول اٹھا ”بس یہی ہاتھ مبارک تھا۔ جس نے گھڑی کی سوئی دس منٹ آگے کی تھی۔ میں نے پہچان لیا ہے۔“ حضورؐ نے مسکرا کر فرمایا کہ کوئی اور ہاتھ ہوگا اور ان کو کہا کہ کسی اور سے یہ بات نہ کرتا۔

ماسٹر خوشی محمد کو رات کے وقت گھڑی کا وقت درست کرنے کی حکمت کا پھر علم ہوا۔

طاقت گویائی عطا کر دی

کرمونوالہ شریف ضلع فیروزپور میں ایک دن آپ محفل پاک سجائے بیٹھے تھے۔ ایک صاحب خوش الحانی سے شاہنامہ اسلام پڑھ رہے تھے۔ اسی اثناء میں ایک بابو صاحب آئے جن کے ہمراہ دس اور بارہ سال کے دو بچے تھے۔ بابو صاحب نے دونوں بچوں کو آپ سے کچھ فاصلے پر نیم کے درخت کے نیچے بٹھا دیا اور اپنی سوئی ایک کے سپرد کر کے آپ کی مجلس میں آ بیٹھے۔ آپ نے پوچھا ”بابو جی آپ کا نام کیا ہے اور آپ کہاں سے آئے ہیں۔“ بابو صاحب نے نام بتانے کے بعد عرض کیا کہ وہ لدھیانہ سے آئے ہیں۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ ”کس طرح آئے ہو؟“ اس نے جواب دیا کہ ”حضور یہ میرے دو بیٹے ہیں جنہیں میں نے نیم کے درخت کے نیچے بٹھایا ہے۔ یہ دونوں گونگے ہیں۔“

آپ نے فرمایا کہ کیا یہ باتیں نہیں کرتے تو اس نے جواب دیا کہ حضور یہ دونوں باتیں نہیں کرتے۔ آپ نے پھر پوچھا کہ یہ بات سن لیتے ہیں اور سمجھ جاتے ہیں کہ نہیں؟ اس نے جواب دیا کہ بات نہیں سنتے۔ ہاتھ کے اشاروں سے سمجھایا جاتا ہے۔“ تو آپ نے فرمایا ”بابو جی ایک صرف گونگے ہوتے ہیں اور ایک گونگے اور بہرے ہوتے ہیں تو یہ گونگے بھی ہیں اور بہرے بھی“ یہ بات سن کر بابو صاحب گھبرا گئے اور ان کو پینہ آگیا۔ آپ نے فرمایا ”بابو جی گھبراؤ نہیں اللہ رحم کر دے گا۔“ اس کے بعد آپ نے پھر نعت خواں کو اشارہ کیا اور آپ شاہنامہ اسلام سننے لگے۔ حضور کبھی بچوں کی

جانب نظر ڈالتے اور کبھی ان کے باپ کو تسلی دیتے کہ گمراؤ نہیں اللہ کریم رحم فرما دیں گے۔ لیکن بابو صاحب کی گمراہٹ اور پریشانی بڑھ رہی تھی۔ اتنے میں نیم کے نیچے بیٹھے ہوئے دونوں لڑکے ایک دوسرے سے سوٹی چھیننے اور زور آزمائی کرنے لگے پھر وہ اونچی آواز سے اپنے باپ کو ابا ابا کہہ کر پکارنے لگے۔ ایک کہہ رہا تھا ابا یہ میری سوٹی چھینتا ہے اور دوسرا کہہ رہا تھا کہ ابا تو مجھے سوٹی دے کر گئے تھے۔ یہ سوٹی میری ہے۔“

یہ سن کر حضرت صاحب ”مسکرائے اور ہنس کر فرمایا ”ابو جی! دیکھو وہ تو بول رہے ہیں آپ یونہی کہتے ہیں کہ وہ نہ بولتے ہیں نہ سنتے ہیں۔“ خوشی سے باپ کی باچھیں کھل گئیں۔ بچوں کو خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے شفقت سے ان کے سروں پر ہاتھ پھیرا پھر وہ بابو صاحب بچوں کو ساتھ لے کر شاداں و فرحاں گھر کو روانہ ہو گئے۔

نور فراست

قیام پاکستان سے تین چار سال پہلے آپ نے فیروزپور چھاؤنی کے قریب موضع اجھے والا میں تقریباً ”ساٹھ ایکڑ اراضی بمعہ چاہ خرید کی۔ مالک زمین موہر سنگھ نامی ایک سکھ رئیس تھا۔ حکیم جمال الدین ان دنوں آپ کے مختار عام تھے۔ وہ فیروزپور گئے اور دن بھر کی تنگ و دو کے بعد بعینامہ کی تحریر اور رجسٹری کے کاغذات کھل کر لیے۔ اس پر صرف موہر سنگھ کے دستخط ہونے باقی تھے کیونکہ وہ بیماری کی وجہ سے پکھری تک نہیں جا سکا تھا۔ حکیم صاحب اور موہر سنگھ کے بچوں کی اس یقین دہانی پر کہ موہر سنگھ کے دستخط کل کروالے جائیں گے۔ تحصیلدار نے رجسٹری کی تصدیق بھی کر دی۔ رجسٹری کی دستاویز لے کر حکیم صاحب عصر کے وقت آپ کی خدمت میں کر مونوالا پہنچ گئے۔ آپ نے دستاویز دیکھی تو فرمایا کہ یہ تو نامکمل ہے اس پر موہر سنگھ کے دستخط نہیں ہیں۔ حکیم صاحب نے کہا کہ وہ بیماری کی وجہ سے پکھری تک نہیں آ سکا تھا۔ کل اس کے دستخط گھر پر ہی کروالے جائیں گے۔ فکر کی کچھ بات نہیں۔ یہ سن کر آپ نے حکیم صاحب کو تاکید کی کہ ابھی واپس فیروزپور جا کر موہر سنگھ کے دستخط کروائیں اور دستاویز مکمل کریں۔

حکیم صاحب اسی وقت پھر فیروزپور روانہ ہو گئے۔ مغرب کے بعد وہاں پہنچے اور

سیدھے موہر سنگھ کے مکان پر گئے۔ اس کے لڑکوں سے دستخطوں کے لیے ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ ان کے باپ کی طبیعت زیادہ خراب ہے۔ فکر نہ کریں۔ کل دن چڑھے گا تو دستخط کروالیں گے۔ حکیم صاحب نے کہا کہ ان کو سہارا دے کر بٹھائیں اور ابھی دستخط کروائیں کیونکہ مجھے حضرت صاحبؒ نے یہی تاکید کی ہے۔ چنانچہ موہر سنگھ کو سہارا دے کر بٹھایا گیا اور اس نے رجسٹری کی دستاویز پر دستخط کر دیے۔ حکیم صاحب دستاویز لے کر شہر میں کسی دوست کے ہاں جا ٹھہرے صبح اٹھ کر جب چلنے لگے تو خیال آیا کہ موہر سنگھ کی مزاج پر سی کرتا چلوں۔ اس کے مکان پر گئے تو گھر میں کھرام مچا ہوا تھا اور پچھلی رات کو موہر سنگھ کی موت واقع ہو چکی تھی۔ حکیم صاحب کو پھر سمجھ آئی کہ آپ نے کیوں اس کے دستخط حاصل کرنے کے لیے اتنی تاکید فرمائی تھی۔

اولاد نرینہ عطا ہوئی

شیخ عبدالرحمن پاک تین والے آپ کے عقیدت مندوں میں سے ہیں۔ ان کے ہاں لڑکیاں تھیں۔ مگر جو لڑکا پیدا ہوا تو وہ کچھ عرصہ کے بعد مر جاتا۔ دو تین لڑکے اسی طرح فوت ہو گئے۔ آخر پریشان ہو کر ایک موقع پر شیخ صاحب نے حضرت صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا کہ حضور ان کے ہاں کوئی لڑکا زندہ نہیں رہتا۔ لڑکے پیدا ہوتے ہیں اور مر جاتے ہیں۔ دعا فرمائیں مولا کریم کرم فرمائیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا ”مولا کریم حیاتی والا بچہ دے دیں گے۔ اب جو بچہ پیدا ہو اس کا نام انعام اللہ رکھیں۔“ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد جب لڑکا پیدا ہوا تو اس کا نام حسب ارشاد انعام اللہ رکھا گیا، اور اللہ کریم کے فضل سے وہ بچہ اس وقت شیخ صاحب کے گھر کی رونق و آبادی کا باعث ہے۔

معالج روحانی کا عجیب تصرف

بابو نور عالم ریلوے ڈویژنل آفس فیروزپور میں ملازم تھے۔ وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خاص معتقدین میں سے تھے۔ ان کے بڑے لڑکے مظہر الحق کا بایاں بازو ٹوٹ گیا۔ بچے کی عمر اس وقت دس بارہ سال کی ہوگی۔ ان ہی ایام میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی بازو کی تکلیف تھی۔ فیروزپور کے سول سرجن نے آپ کا علاج کیا لیکن

بازو کی ہڈی کا جوڑ ٹھیک نہ ہوا۔ آخر دسی علاج کرنے کا فیصلہ ہوا۔ چوہدری والا ضلع فیصل آباد میں ایک مشہور معالج رہتے تھے۔ آپ نے وہاں جانے کی تیاری کر لی۔ بابو نور عالم نے بھی اپنے بیٹے مظہر الحق کو اسی حکیم کے پاس لے چلنے کی اجازت چاہی۔ چنانچہ یہ دونوں باپ بیٹا بھی آپ کے ہمراہ چک چوہدری والا جا پہنچے اور آپ کے ساتھ گاؤں کی مسجد میں اقامت اختیار کی۔

حکیم نے دونوں کے بازو دیکھے۔ حضرت صاحب کے لیے ایک تیل کی مالش تجویز کی اور بچے کے بازو کو دوسرے دن توڑ کر دوبارہ ٹھیک کر کے باندھ دیا۔ اسی طرح تین چار دن گزر گئے۔ وہ معالج حضرت صاحب کا بازو دیکھنے کے لیے دن میں ایک دفعہ آتا اور سرسری معائنہ کر کے چلا جاتا۔ ساتھ ہی بچے کو بھی دیکھ جاتا۔ چوتھے پانچویں دن حکیم صاحب حسب معمول عصر کے وقت آئے۔ تو بچے کو بہت تکلیف تھی۔ اس کا بازو سوج گیا تھا اور اس میں شدت کا درد تھا۔ خوب غور سے معائنہ کرنے کے بعد اس نے کہا کہ بچے کا بازو تو خراب ہو گیا ہے۔ کل اگر فیصل آباد جا کر اسے کہنی کے قریب سے کٹوا دیا جائے تو بہتر ہے ورنہ پھر دو دن بعد کندھے تک کٹوانا پڑے گا۔ بابو نور عالم نے یہ بات سنی تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور اسی بیقراری میں اٹھ کر مسجد کے اندر حضرت صاحب کے پاس چلے گئے۔

آپ نے دریافت فرمایا ”بابو جی خیر تو ہے؟“ بابو نور عالم نے جواب دیا۔ ”حضور خیر ہے۔“ آپ نے دریافت کیا ”پھر کیا بات ہے۔“ تو بابو نور عالم نے آبدیدہ ہو کر عرض کیا کہ حضور حکیم نے کہا ہے کہ بچے کا بازو خراب ہو گیا ہے اور کل فیصل آباد چل کر بازو کہنی کے قریب سے کٹوانا پڑے گا۔“ یہ کلمات سن کر آپ نے فرمایا۔ ”بابو جی فکر نہ کریں اللہ کریم خیر کر دیں گے۔ بچے کا بازو کاٹنا نہیں ہے یہ ٹھیک ہو جائے گا۔“ بابو نور عالم کو تسلی ہو گئی۔ رات ہوئی تو کھانا کھا کر سب آرام کرنے لگے۔ صبح کو اٹھے تو مظہر الحق کے بازو میں درد نہ تھا۔ حکیم صاحب نے جب آکر پٹی کھولی تو سوج اتر چکی تھی اور بازو بالکل ٹھیک تھا۔ حکیم حیران رہ گیا اور سمجھ گیا کہ حضرت صاحب جو مریض کے رنگ میں اس کے پاس آئے ہوئے ہیں سب معالجون سے بڑے معالج ہیں۔ ان کی نظر کرم سے جسمانی اور روحانی امراض آنا فنا دور ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کا ادنیٰ تصرف

ہے۔ گاؤں والوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو لوگ جوق در جوق زیارت کے لیے آنے لگے۔ ابر کرم برسنے کے لیے خود چل کر ان کے گاؤں میں آ گیا تھا۔ چنانچہ گاؤں کے بہت سے لوگ ہدایت پا گئے۔

نظر کرم سے حل مشکلات

شیخ عبدالرحمن پاک تپن سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ عرس کے موقع پر حضرت صاحب ”پاک تپن شریف کی مسجد عید گاہ میں قیام پذیر تھے۔ مغرب سے کچھ دیر پہلے حضور دیوان صاحب کا خادم خاص میاں رحیم حجام جناب دیوان صاحب کے بھیجے ہوئے کچھ تبرکات لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا نہایت ادب سے سلام کیا اور تبرکات پیش کر کے خاموش بیٹھ گیا۔ آپ نے بڑے احترام کے ساتھ تبرکات رکھوائے اور پھر میاں رحیم کی طرف متوجہ ہوئے میاں رحیم بہت جماندیدہ آدمی تھا۔ بہت سے بزرگوں کا نیاز حاصل کرنے کا شرف اسے میرا آچکا تھا۔ حضرت صاحب کو متوجہ پا کر عرض کیا غریب نواز مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اتنے بڑے بزرگوں کی موجودگی میں اس خادم کا ایک چھوٹا سا کام کیوں اٹکا ہوا ہے۔“ آپ نے فرمایا ”میاں رحیم کیا بات ہے۔ بات تو کرو“ میاں رحیم نے کہا ”حضور“ میں اپنے لڑکے کی سگائی ایک جگہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ لوگ مانتے نہیں ہیں“ آپ نے بلا توقف فرمایا۔ میاں رحیم وہ تو مان گئے ہیں فکر نہ کرو اللہ کرم کر دے گا“ میاں رحیم ادا شناس تھا سمجھ گیا کہ عقدہ حل ہو گیا اور مراد حاصل ہو گئی۔ اجازت لے کر واپس جناب دیوان صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب کام سے فارغ ہو کر رات گئے گھر پہنچا تو اس کے سہمی اس کے گھر آئے بیٹھے تھے اور وہ کہنے لگے کہ آج ہی سگائی کے لیے دن مقرر کر لو۔

گم شدہ بچی کی بازیابی

غلام مصطفیٰ زرگر اور اس کا بھائی محمد بخش پاک تپن میں رہائش رکھتے تھے۔ محمد بخش کی پانچ چھ سالہ بچی ایک دن گھر سے باہر کھیلتی ہوئی گم ہو گئی۔ گھر والوں کو سخت پریشانی کا سامنا تھا اسی پریشانی کے عالم میں دونوں بھائی حضرت قبلہ کی خدمت عالیہ میں حضرت

کرناوالہ شریف میں حاضر ہوئے اور زارو قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا۔ ”جاؤ بچی گھر ہی آجائے گی، گھبراؤ نہیں۔“

دونوں بھائی واپس چلے گئے اور تلاش جاری رکھی پولیس میں بھی اطلاع درج کروا دی لیکن بچی کا کچھ سراغ نہ مل سکا۔ پریشان ہو کر پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؒ ہر دفعہ تسلی دیتے کہ بچی مل جائے گی۔ اس طرح تین سال گزر گئے والدین کی بے قراری حد سے بڑھنے لگی اور پھر آپؒ کے در اقدس پر حاضر ہوئے۔ آپؒ نے پھر تسلی دی کہ بچی واپس گھر آجائے گی فکر نہ کرو اور تسلی رکھو۔ ”آخر جب تقریباً“ چار سال کا عرصہ گزرنے کو آیا تو ایک دن غروب آفتاب کے وقت ان کے دروازے کے سامنے ایک جیب کار آ کر رکی۔ ایک تھانیدار کار سے باہر نکلا اور ان کا دروازہ کھٹکھٹایا غلام مصطفیٰ کا بھائی باہر آیا تو تھانیدار نے دریافت کیا کہ محمد بخش غلام مصطفیٰ زرگر کا یہی مکان ہے محمد بخش نے کہا کہ اسی کا نام محمد بخش ہے اور غلام مصطفیٰ اس کا بھائی ہے تھانیدار کو یقین ہو گیا تو اس نے سپاہیوں کو اشارہ کیا اور وہ کار سے نیچے اترے۔ ایک بچی بھی ان کے ساتھ کار سے باہر نکلی باپ نے بیٹی کو پہچانا اور خوشی سے باپ بیٹی ایک دوسرے سے لپٹ گئے چار سال سے پھڑی ہوئی لڑکی جب گھر کے اندر گئی تو خوشی اور مسرت سے گھر میں ایک شور مچا ہوا تھا اور وہ اسے گلے لگا رہی تھیں۔ لڑکی کی دستیابی کے متعلق تھانیدار نے بتایا کہ لڑکی حیدر آباد سندھ سے ایک مکار نشہ باز فقیر سے ملی ہے جو جرائم پیشہ تھا اور فقیروں کے بھیس میں ان زرگروں کے مکان کے قریب ہی ایک کنیہ میں کچھ دن گزار چکا تھا۔ اب حیدر آباد جا کر آباد ہو گیا تھا۔ وہاں کسی شبہ کی بنا پر اس کی جھونپڑی پر پولیس نے چھاپا مارا تو وہ لڑکی برآمد ہوئی۔

عازم حج کے لیے زاوراہ

مولوی محمد حنیف نے حافظ سید محمد سکنہ ہاکپتن شریف سے سن کر بیان کیا کہ ایک موقع پر وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر تھے۔ حاضرین اپنی اپنی گزارشات کیے بعد دیگرے پیش کر رہے تھے دو معزز آدمیوں کی باری آئی تو انہوں نے عرض کیا کہ وہ حج اور زیارت حرمین شریفین کا ارادہ رکھتے ہیں دعا فرمائیں کہ انہیں یہ سعادت

حاصل ہو جائے۔ آپ نے فرمایا ”مولا کریم مہربانی فرمادیں گے۔ آپ حج کر آئیں۔“ یہ سن کر ایک نادار شخص جو مجلس میں موجود تھا بول اٹھا کہ حضور میں بھی حج کرنا چاہتا ہوں۔ مگر میرے پاس کچھ زاد راہ نہیں ہے“ آپ نے مسکراتے ہوئے ایک چونی اس کو دی اور فرمایا کہ جاؤ تم بھی حج کر آؤ۔ یہ لو زاد راہ اس شخص نے چونی سنبھال لی اور کچھ دنوں کے بعد وہ اپنے گھر چلا گیا۔

حج کے لیے روانگی کے ایام آئے تو وہ دونوں آدمی جو پہلے آپ سے اجازت سفر لے چکے تھے۔ حج کے لیے تیار ہو گئے اور نکلنے لے کر کراچی چلے گئے۔ اس شخص کو بھی خیال آیا کہ حضرت صاحبؑ نے زاد راہ دیا تھا چلنا چاہیے چنانچہ وہ بھی تھوڑا بہت سامان ساتھ لے کر روانہ ہوا اور اسٹیشن پر جا پہنچا۔ کراچی جانے والی گاڑی کا وقت ہو چکا تھا بابو صاحب کو چونی پیش کر کے کراچی کا ٹکٹ طلب کیا۔ بابو نے چونی واپس کر دی اور کہا کہ ”جاؤ بابا گاڑی آنے والی ہے ٹکٹ کی کیا ضرورت ہے تم گاڑی میں سوار ہو جانا تمہیں کوئی ٹکٹ نہیں پوچھے گا۔“ گاڑی آئی تو وہ گاڑی میں سوار ہو گیا۔ راستہ میں اس کو کسی نے نہ پوچھا اور وہ سیدھا کراچی پہنچ گیا۔

اسی طرح کراچی سے بعض مخیر حضرات نے جدہ تک آمد و رفت کا انتظام کر دیا اور راستہ میں کسی نے بھی باز پرس نہ کی۔ جدہ میں جناز سے اتر کر مکہ معظمہ پہنچ گیا اور وہ چونی بدستور اس کے پاس تھی۔ وہاں سے مدینہ منورہ جانے کا بھی کوئی ذریعہ بن گیا اور اس طرح وہ حج اور زیارت سے مشرف ہو کر واپسی سفر کے لیے جدہ سے بحری جناز پر سوار ہو کر سارا سفر مکمل کر کے گھر پہنچ گیا۔ پھر وہ حضرت صاحبؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ ”سناؤ حج کر آئے۔“ عرض کیا کہ حضورؑ آپ کے عنایت کردہ زاد راہ کی برکت سے سارا سفر با آرام طے ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ ”خوب ہوا لیکن ہاں وہ ہماری چونی کہاں ہے۔“ اس نے جیب سے چونی نکال کر پیش کر دی۔ آپ نے چونی لے کر فرمایا کہ ”حج تو تم کر آئے ہو اب یہ ہماری چونی ہمیں واپس کر دو۔“

نوٹ:

راقم الحروف فقیر (محمد اکرام) مولف نے جب یہ واقعہ مولوی محمد حنیف

صاحب کی زبانی سنا تو اس کو قلبند کرنے میں تذبذب ہوا واقعہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے عجیب تھا میں اس کتاب کی تالیف میں مصروف تھا۔ ایک دن صبح کے وقت تلاوت کلام پاک سے فارغ ہو کر ماہ ذالحجہ کی مناسبت سے کتاب ”فضائل حج مولف مولانا الحافظ المحدث محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کی ورق گردانی کرنے لگا اچانک صفحہ نمبر ۲۵۵ پر نظر رک گئی۔ حضرت مولانا نے عنوان نمبر ۲۰ کے ماتحت ایک واقعہ درج کیا ہے جو اس کتاب سے من و عن نقل کرتا ہوں۔ قارئین کرام اس واقعہ کو پڑھ کر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ حضرت قبلہ اور حقدمین کے احوال میں کس قدر مماثلت ہے۔

(نقل)

(۵۹) حضرت ابو عمرو زجاجی فرماتے ہیں کہ میں حج کے ارادہ سے چلا اور حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے ایک درم مجھے عطا فرمایا میں نے اس کو اپنے کمر بند میں باندھ لیا۔ اس کے بعد جس جگہ بھی پہنچا خود بخود میرا انتظام ہوتا چلا گیا جب حج سے فارغ ہو کر حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ہاتھ پھیلا دیا اور فرمایا کہ ”لاؤ ہمارا درم میں نے خدمت میں پیش کر دیا فرمایا اس کی مہر کیسی پائی میں نے کہا ”بڑی چالو“

.....(روض)

دنیوی معاملہ کی درستگی

میر منظور محمود صاحب امرتسری حال مقیم لاہور بیان کرتے ہیں کہ وہ امرتسر سے اکثر آپ کی خدمت میں حصول برکات و فیوض کے لیے حاضر ہوتے رہتے تھے۔ ایک دن انہوں نے دوپہر کی گاڑی سے جانے کا پروگرام بنایا۔ اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی روانگی کے

لے بالکل تیار تھی نکت لینے کا وقت نہ تھا اس لیے بغیر نکت ہی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی چل دی اور سفر شروع ہو گیا فیروز پور چھاؤنی پہنچے تو نکت الپکڑنے آکر نکت طلب کیا اور سختی سے ہمکلام ہوا معاملہ طول پکڑتے پکڑتے رہ گیا۔ غروب آفتاب کے قریب فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچے راستہ میں اپنی بیٹری (ٹارچ) جلائی تو وہ ٹمٹما کر بجھ گئی اس کا بلب جل گیا۔

نماز مغرب کے بعد جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت صاحبؒ نے دریافت کیا ”وہ ٹی ٹی کیا کہتا تھا۔ بواگستاخ تھا۔ مگر آپ نے بھی تو نکت نہیں لیا تھا آپ اگر اطمینان سے نکت خرید کر گاڑی میں سوار ہوتے تو گاڑی آپ کو لے کر ہی آتی۔“ گویا مجھے بلا نکت سفر کرنے سے منع فرمایا۔ پھر خادم سے فرمایا کہ راستہ میں ان کی بیٹری خراب ہو گئی ہے۔ ان کی جائے قیام میں لائٹیں جلا کر رکھ دینا۔

اولاد نرینہ کے لیے دعا

میر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی کے بعد ان کے ہاں دو بچیاں یکے بعد دیگرے پیدا ہوئیں جب تیسرے بچے کی ولادت کے آثار ہوئے تو وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اولاد نرینہ کے لیے دعا کی درخواست کی۔

آپ نے ایک شیرینی (پھل) ان کو دے کر ارشاد فرمایا کہ جا کر یہ پھل اپنی بیوی کو کھلا دینا گھر واپس پہنچ کر حسب الارشاد وہ پھل انہوں نے اپنی بیوی کو کھلا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو آپ کی دعا سے ایک تندرست و توانا اور خوبصورت بیٹا عطا کیا۔ جس کا نام میر منصور محمود رکھا گیا اور وہ اب لاہور میں ایک کامیاب وکیل ہیں۔

سنگین مقدمات سے بریت

میر محمود صاحب کا بیان ہے کہ غالباً ۱۹۳۳ء یا ۳۴ء کا واقعہ ہے کہ حکومت پنجاب نے مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم پر ایک سنگین مقدمہ کھڑا کر دیا۔ یہ مقدمہ مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کی عدالت میں زیر سماعت تھا۔ ان پر جو الزامات عاید کیے گئے تھے ان کے نتیجہ میں ان کو سخت ترین سزا دی جاسکتی تھی۔ میر صاحب امرتسر کے

رہنے والے تھے اور ان کی شاہ صاحب سے راہ و رسم تھی سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ان کو کہا کہ کرمونوالہ شریف جا کر حضرت صاحب سے ان کے حق میں دعائے خیر کروائیں۔

چنانچہ وہ اپنے ایک دوست کے ہمراہ حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بخاری صاحب کی طرف سے التجائے دعا کی اس پر آپ نے لٹھے کی ایک ٹوپی مرحمت فرمائی اور ارشاد کیا کہ یہ ٹوپی سید عطاء اللہ شاہ صاحب کو پہنا دیں اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں باعزت طور پر بری کر دیں گے۔ انجام کار مسٹر کھوسلہ نے سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو باعزت بری کر دیا۔

مخلصانہ خدمت کا صلہ

محمد مرالدین کھوکھر سکندہ شیخوپورہ بیان کرتے ہیں کہ جوانی کے عالم میں ایک وقت ان پر ایسا بھی آیا کہ وہ سخت آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ عین ممکن تھا کہ وہ پھسل جاتے اور پھر کہیں کے نہ رہتے مگر خوش قسمتی سے ان کو حضرت صاحب کی خدمت میں حاضری کا خیال پیدا ہوا۔ وہ دربار عالیہ میں پہنچے اور کافی دنوں تک وہاں قیام کیا حتیٰ کہ طبیعت میں پختگی پیدا ہوئی اور خیالات فاسدہ سے نجات مل گئی۔ ایک دن وہ ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ مسجد میں بیٹھے تھے کہ ایک خادم آیا اور تین آدمیوں کو بلا کر حضرت صاحب کے پاس لے گیا۔ دربار شریف میں بڑا کمرہ زیر تعمیر تھا اور اس پر گارڈر چڑھائے جا رہے تھے۔ ان گارڈروں کے سروں پر زنگ سے بچاؤ کے لیے تار کول لگایا گیا تھا۔ کوئی شخص آگے بڑھ کر انہیں اٹھانے کے لیے نہیں نکل رہا تھا۔ کیونکہ کپڑے خراب ہونے کا ڈر تھا۔ محمد مرالدین کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت سفید ریشمی قمیص پہنی ہوئی تھی۔ اس لیے میں بھی ذرا جھجک گیا۔ حضرت قبلہ سامنے کھڑے تھے۔ آپ کو دیکھتے ہی فوراً "بیڑھی پر چڑھا اور گارڈر کو کندھے کا سہارا دے کر اوپر اٹھایا اور دیوار پر رکھ دیا۔ بیڑھی سے نیچے اتر کر دیکھا تو قمیص پر بہت بڑا داغ تار کول کا لگ چکا تھا۔ دل میں افسوس پیدا ہوا کہ قمیص ضائع ہو گئی۔ حضرت قبلہ اس وقت دروازے میں کھڑے تھے۔ آپ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ جاؤ اب آرام کرو۔ ساتھیوں

کے ساتھ جب میں باہر نکلنے لگا تو میرے دانداز کندھے پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ ”انسان کو جسم کے داغ سے بچنا چاہیے۔ کپڑے کے داغ معمولی ہوتے ہیں۔“ اس وقت حضورؐ میری ظاہری اور باطنی اصلاح کی طرف متوجہ تھے تھوڑی دیر بعد نہانے کی غرض سے جب قمیض اتاری تو دیکھا کہ جہاں تارکول کا داغ تھا وہ جگہ قمیض کی دوسری جگہ سے زیادہ سفید تھی۔ میں اس وقت دل و دماغ میں ایک انقلاب سا محسوس کر رہا تھا۔ جب دوسرے دن اجازت لے کر گھر پہنچا تو حالات بدل چکے تھے اور آنے والا حادثہ نکل چکا تھا۔ حضورؐ نے نہ صرف باہر کے داغ دھو دیے بلکہ اندر کے داغ بھی نظر کرم سے صاف کر دیے۔

ریاست فرید کوٹ کے حکمرانوں پر نظر کرم

حضورؐ کو تمام مخلوق خدا سے محبت تھی۔ اپنے گاؤں اور گرد و نواح کے لوگوں کے لیے آپ بالخصوص سراپا رحمت تھے۔ حتیٰ کہ جو لوگ مخالفت کرتے ان سے بھی آپ پیار، محبت اور خوش خلقی سے پیش آتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے گاؤں کے رہنے والے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اول تو یہ عاشق الہی ہوں اگر یہ مقام نہیں تو کم از کم جنت کے تو حقدار بن جائیں۔ جس طرح حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے ملک عرب کا جو حال تھا بینہ آپؐ کے گاؤں کے ”قربا“ ”قربا“ تمام لوگ جرائم پیشہ تھے۔ جو کھیلنا، شراب پینا، چوری، ڈاکہ زنی، بد معاشی اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑائی کرنا ان کے مرغوب مشغلے تھے حتیٰ کہ ملحقہ ریاست فرید کوٹ کے حکمرانوں نے پولیس کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ کرمونوالے گاؤں کا کوئی آدمی ریاست میں داخل ہو تو اسے نی الفور گرفتار کر لیا جائے کیونکہ وہاں کے باشندوں کی اکثریت جرائم پیشہ ہے اور ریاست میں نقص امن کے لیے آتے ہیں۔

حضورؐ نے جب اپنے آبائی گاؤں میں اقامت اختیار کی اور آفتاب ولایت کا نور ہدایت دور نزدیک پھیلا تو ریاست فرید کوٹ کے نئے راجہ کی ماں خود چل کر آپؐ کی خدمت میں آئی۔ اس نے عرض کیا کہ حضور ہمارے خاندان میں زمانہ قدیم سے یہ المناک صورت حال ہے کہ جب ہمارا کوئی نیا راجہ گدی پر بیٹھتا ہے تو وہ گدی نشینی کے

تھوڑے ہی عرصہ بعد مر جاتا ہے۔ گدی نشین ہونے سے پہلے خواہ جتنا عرصہ جی لے۔ حضورؐ نے رانی کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ”مائی جاؤ اب ایسا نہیں ہوگا۔ اللہ کریم خیر و برکت کر دیں گے آپ محلات نئی جگہ تعمیر کر لیں۔“ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور کچھ عرصہ بعد وہ رانی اور نیا راجہ بہت کچھ نذر نیاز لے کر سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ سلام کے بعد عرض کی کہ حضور فرید کوٹ تشریف لے چلیں وہاں ہر ایک چیز حضور کے قدموں میں حاضر کر دی جائے گی۔ آپ نے دعائیں دے کر رخصت کیا اور فرمایا کہ ہم تو اللہ کے حکم کے ماتحت یہاں بیٹھے ہوئے ہیں اپنی مرضی سے نہیں۔

اصل حقیقت یہ تھی کہ پرانے محلات کی تعمیر کے وقت اس وقت کے راجہ نے کہیں حضرت بابا فریدؒ الدین گنج شکر کو مزدوروں میں بیگار کے طور پر رکھا ہوا تھا اور اس مرد خدا کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے تھے۔ ”باہر سکھ تے اندر دکھ“ اس لیے کئی پشتوں سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا تھا۔ چنانچہ حضرت بابا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد مبارک سے بچاؤ کی صورت نکالنا بھی ان کے ہی مقبول بارگاہ صاحب کمال مرد یگانہ کا حصہ تھا۔ حضورؐ سے فیض یاب ہونے کے بعد اسی راجہ نے نیا حکم جاری کیا کہ کرمونوانے شریف کا کوئی بھی آدمی ریاست میں آئے تو اس کی ہر طرح سے خاطر مدارات کی جائے اگر گاڑی بان ہو تو اس کے بیلوں کو سرکاری خرچ پر چارہ وغیرہ روٹی کھلاؤ۔ بستر دو اور ہر طرح سے خاطر مدارات کرو اور راجہ حضورؐ کے غلاموں کو شوق سے ملازمت میں قبول کرتا تھا

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کاروبار میں برکت کی دعا

میاں غلام مصطفیٰ غازی مالک غازی اینڈ کمپنی انجینئرز میاں چنوں لوہے کا معمولی کاروبار کرتے تھے۔ انہوں نے بڑی محنت سے (دھیٹ تھریشر) گندم گاہنے کی مشین تیار کی۔ لیکن اس کی کارکردگی اچھی نہ تھی۔ اس میں چند ایسے نقائص تھے جو ان کی سمجھ میں نہ آتے تھے اور مشین تسلی بخش طور پر کام نہیں کر رہی تھی۔ اسی پریشانی کے عالم میں وہ حضرت کرمانوالہ شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد خاموش

بیٹھ گئے۔ دریائے کرم جوش میں آیا اور ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا غازی! فکر نہ کرو تمہاری مشینیں بہت چلیں گی۔“ اس ارشاد سے مطمئن ہو کر وہ میاں چنوں واپس پہنچے پہلی مشین کے نقائص دور کر کے نئی مشین تیار کی، جس کی کارکردگی بے حد تسلی بخش تھی۔

بعد ازاں ان کے کارخانہ کی بنی ہوئی مشینیں مغربی پاکستان میں سب جگہ قبولیت عامہ حاصل کر گئیں اور غازی صاحب نے ایک بڑا کارخانہ زرعی آلات بنانے کا بھی قائم کر لیا۔

آپ کی عظمت کا اعتراف

میر منظور محمود ولی وارثی نے بیان کیا کہ ایک دفعہ مشہور و معروف شاعر نعیس خلیلی مرحوم سے ان کی ملاقات ہو گئی۔ نعیس خلیلی بدعات اور رسومات کے خلاف زور دار نظمیں لکھا کرتے تھے۔ ان نظموں میں اکثر پیروں فقیروں کے خلاف بھی لکھ جاتے تھے۔ مگر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ چنانچہ میں نے ان سے پوچھ ہی لیا ”نعیس صاحب! آپ تو عام پیروں فقیروں کے قائل نہیں ہیں مگر یہ دیکھا ہے کہ آپ حضرت کرمانوالے ”شاہ صاحب کا نام مبارک ادب سے لیتے ہیں؟“ کہنے لگے ”ولی بھائی سید اسماعیل شاہ صاحب کا میں بھی قائل ہوں۔ ایک تو ان کے ہاں وہ بدعتیں نہیں جو اسلام کا حلیہ بگاڑتی ہیں دوسرے اس احترام کے پس منظر میں ایک قابل ستائش واقعہ بھی ہے۔ ہمارے دفتر کے ایک کلرک نے کسی موقع پر بامر مجبوری پٹھانوں سے کچھ رقم قرض لی تھی۔ ہر ماہ تقریباً ”ساری تنخواہ سود میں ادا ہو جاتی اور خانگی ضروریات پوری کرنے میں سخت پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا۔ کسی نے اس مصیبت کے مارے کو بتایا کہ حضرت کرمانوالہ جا کر شاہ صاحب سے دعا کراؤ۔ امید ہے ان کی دعا سے یہ بلا ٹل جائے گی۔“

یہ بیچارہ ایک دن وہاں جا حاضر ہوا۔ حضور کی محفل میں کافی ہجوم تھا۔ اس نے گوارا نہ کیا کہ سر مجلس اپنا مدعا بیان کرے اور تھلکے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس کا اضطراب بڑھ رہا تھا۔ آپ نے اس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا اور اس کا ہاتھ

پکڑ کر دوسرے کمرے میں لے گئے۔ مطلوبہ رقم ایک بکس سے نکال کر اسے عنایت کی اور کہا ”بابو جی جاؤ اطمینان سے قرض ادا کرو آئندہ ان نامرادوں سے قرض نہ لینا۔“

ولی بھائی بتاؤ ایسے پیر کی کون مخالفت کر سکتا ہے۔ بھائی وہ حضرت میاں صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ تھے اور میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے طریق کو بدعات سے کیا واسطہ وہ تو خالص اسلام ہے خالص اسلام۔ بھلا میں ان کے خلاف کیسے لکھ سکتا ہوں۔“

مرید کے حال سے کامل آگاہی

قیام پاکستان سے چند ماہ بعد آپ پاکستان میں عید گاہ میں مقیم تھے۔ صوفی نور عالم بھی فیروزپور سے آپ کے ہمراہ پاکستان آ گئے تھے۔ اپنے بال بچوں کو ایک مکان میں ٹھہرانے کے بعد صوفی نور عالم ایک دن قصور چلے گئے تاکہ ہندوستان سے بعد میں آنے والے قافلوں سے اپنے آدمیوں کو تلاش کر کے لائیں۔ ان کو وہاں آٹھ دس دن رکنا پڑا۔ اسی اثنا میں کسی نے صوفی نور عالم کے گھر جا کر کہہ دیا کہ ان کو قصور میں سکھوں کے قافلہ والوں نے شہید کر دیا ہے یہ سنتے ہی گھر میں کھرام مچ گیا۔ آپ مسجد عید گاہ میں قیام پذیر تھے۔ کسی نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ بات غلط ہے صوفی نور عالم فوت ہو جائیں اور ہمیں علم نہ ہو وہ بالکل صحیح سلامت ہیں۔“ لیکن ان کے اہل و عیال کو تسکین نہیں ہوتی تھی۔ دوسری صبح نماز فجر کے بعد آپ ”خود بابو نور عالم کے گھر تشریف لے گئے اور ان کے بیوی بچوں کو تسلی دے کر فرمایا کہ ”گھبراؤ نہیں وہ زندہ ہیں اور جلدی گھر آجائیں گے“ چنانچہ صوفی صاحب دوسرے تیسرے دن گھر واپس پہنچ گئے۔

لاعلاج مریض کی صحت یابی

غازی انڈسٹریز لیٹڈ کے مالک میاں غلام مصطفیٰ کے بڑے بھائی سائیں غلام نبی آرے والے ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کے علاج پر ہزاروں روپے پانی کی طرح بہا دیئے لیکن دن بدن مریض کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی گئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ بدن کی رگیں اور ٹٹھے کھینچ گئے چلنا پھرنا تو درکنار حرکت

کرنا بھی ناممکن ہو گیا گردن اکڑ گئی اور حلق سے پانی بھی نہیں اترتا تھا۔ الغرض سائیں غلام نبی ہڈیوں کا محض ایک ڈھانچہ بن کر رہ گئے۔

اسی مایوسی کے عالم میں غازی صاحب کو حضرت صاحب "قبلہ کی طرف رجوع کرنے کا خیال آیا۔ ایک کار میں بھائی کو بٹھا کر حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ گئے۔ یہ فقیر اس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ غازی صاحب جب اپنے بھائی کو دونوں بازوؤں میں اٹھائے ہوئے بڑے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ آپ نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ "مولوی جی! وہ دیکھیں غازی کیا اٹھائے چلا آ رہا ہے۔" میں نے دل میں خیال کیا کہ کوئی بیمار ہے اور بیمار کو آپ اپنے پاس آنے نہیں دیتے۔ اس لیے جا کر انہیں روکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا نہیں مولوی صاحب! ان کو آنے دیں۔" اتنے میں غازی صاحب نے اپنے بھائی کو لا کر آپ کے سامنے صف پر بٹھا دیا۔ آپ مسکرائے اور فرمایا کہ یہ تو گھوڑے کی مانند ہو جائے گا۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ پھر کونئیں سے پانی منگوا کر دیا تو مریض نے چند گھونٹ پی لیے کچھ دیر کے بعد ارشاد فرمایا کہ لنگر کا کچھ کھانا بھی اسے کھلاؤ چنانچہ چند تقمے کھانے کے بھی حلق سے نیچے اتر گئے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ فضل کر دے گا۔ دوائی کی اب کوئی ضرورت نہیں۔" چنانچہ چند دنوں میں سائیں غلام نبی کی صحت بالکل ٹھیک ہو گئی۔

مالیجولیا سے شفا

ملک کرم داد صاحب چیف ایڈمنسٹریٹو آفیسر اور قاف پنجاب نے بیان کیا کہ وہ ضلع ساہیوال میں بطور ڈپٹی کمشنر متعین تھے۔ ایک دن وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ انکے ہمراہ ضلع سرگودھا کی ایک اور معزز ہستی ملک نور محمد ٹوانہ بھی تھے۔ ملک نور محمد کچھ عرصہ سے بعارضہ مالیجولیا و امراض سودادی بیمار تھے۔ اس لیے انکے اعزہ و اقربا سخت پریشانی میں مبتلا تھے۔ ملک کرم داد صاحب نے حضرت صاحب کی خدمت میں ملک نور محمد کی شفا یابی کے لیے دعا کی التجا کی حضرت صاحب نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ مولا کریم شفا عطا فرمادیں گے۔ یہ تو ٹھیک ہیں۔" چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ اس موذی مرض سے نجات پا گئے اور پھر کبھی یہ تکلیف نہ ہوئی۔

نیز ملک کرم داد صاحب موصوف نے بیان کیا کہ اس سال بہت خشک سالی تھی۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے لوگ بہت پریشان تھے۔ میں نے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں بارانِ رحمت کے نزول کے لیے بھی دعا کی درخواست کی۔ آپ کی دعا کی برکت سے ان ہی ایام میں خوب بارش ہوئی۔

پولیس افسر کی فوری ترقی

مرزا محمد عباس اوکاڑہ میں بطور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس کام کر رہے تھے۔ ایک دن وہ شیخ خادم حسین انسپکٹر مارکیٹ کمیٹی (اوکاڑہ) کے ہمراہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں سلام کے لیے حاضر ہوئے۔ یہ فقیر اس وقت حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں موجود تھا۔ شیخ خادم حسین نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مرزا صاحب کا تعارف کراتے ہوئے عرض کیا ”یہ مرزا محمد عباس صاحب اوکاڑہ کے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس ہیں۔“ آپ نے فرمایا یہ ڈپٹی تو نہیں یہ تو بڑے کپتان ہیں۔“ پھر مرزا صاحب سے باتیں ہوتی رہیں اور آپ نے دریافت فرمایا کہ کبھی آپ مظفر گڑھ بھی گئے ہیں یا نہیں۔ وہاں بہت اعلیٰ قسم کی کھجوریں ہوتی ہیں۔ وہاں جائیں تو ہمارے لیے کھجوریں بھیجیں۔“ بعد میں ان کو رخصت کیا۔

ملاقات کے بعد مرزا صاحب سیدھے اپنے دفتر میں گئے۔ ان کی میز پر تار کے ذریعے حکم آیا پڑا تھا کہ آپ کو بطور سپرنٹنڈنٹ پولیس مظفر گڑھ تبدیل کیا جاتا ہے۔ فوراً جا کر چارج لیں۔ مرزا صاحب اسی وقت پھر اپنی جیب میں واپس حضرت کرمانوالہ شریف پنچے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عقیدت پیش کیا۔

پریس کے لیے کشاویہ قطعہ زمین

ماسٹر محمد احسان مرحوم مالک پیکو آرٹ پریس لاہور آپ کے خاص عقیدتمندوں میں سے تھے۔ ان کا پریس موچی دروازہ کے باہر برکت علی اسلامیہ ہال کے قریب ایک کرایہ کے مکان میں بہت عرصہ سے قائم تھا۔ پاکستان بننے کے بعد مالکان مکان نے ماسٹر محمد احسان مرحوم کو مکان خالی کرنے کا نوٹس دینے کے بعد مقدمہ بازی شروع کر دی۔ ماسٹر

صاحب نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ آپ نے تسلی دی اور فرمایا مولا کریم کوئی بہتر سبب بنا دیں گے۔

ان ہی ایام میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ عرس کے موقع پر ماسٹر محمد احسان کی کار میں شرتپور شریف تشریف لے گئے۔ واپسی پر آپ کے ہمراہ سیٹھ محمد شفیع اور ماسٹر محمد احسان کے علاوہ یہ فقیر بھی تھا۔ جب ہم سب ملتان روڈ بیگم کوٹ سے آگے بڑھے تو آپ نے سڑک کی بائیں جانب نظر کر کے ہاتھ اٹھا کر فرمایا ”ماسٹر صاحب اپنے پریش کے لیے ایسی جگہ موزوں ہے۔“

حضرت کرمانوالہ شریف سے دوسرے دن ماسٹر محمد احسان آپ سے رخصت حاصل کر کے واپس لاہور پہنچے تو اپنے ایک خاص آدمی کو اس علاقہ کے پٹواری مال کے پاس بھیجا۔ کاغذات مال دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں تقریباً ”چار پانچ ایکڑ رقبہ سرکاری اراضی کا خالی پڑا ہے۔ ماسٹر صاحب نے اس رقبہ کی فرد حاصل کر کے محکمہ انڈسٹری کے ذریعے پنجاب گورنمنٹ کے پاس حصول اراضی کے لیے درخواست دے دی۔ چنانچہ یہ رقبہ ان کو صرف دس ہزار روپے فی ایکڑ کے عوض مل گیا۔ بعد میں ان کے مخالفین نے اس حکم کی منسوخی کے لیے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تصرف اور کرم نوازی کی وجہ سے کسی کو کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اب اسی جگہ پیکو آرٹ پریس کی نئی شاندار عمارت واقع ہے۔

مخلص مرید کی جانب توجہ

رائے نیاز احمد خاں نے ایک موقع پر بیان کیا کہ وہ چیچہ وطنی سے لاہور آتے اور جاتے ہمیشہ آپ کی خدمت میں حاضری دے کر گزرا کرتے تھے۔ ایک دفعہ لاہور سے شام کے قریب واپس روانگی ہوئی۔ مستورات بھی ہمراہ تھیں۔ اس لیے خیال کیا کہ سیدھے ہی بغیر سلام کے نکل چلتے ہیں۔ جب اوکاڑہ کے دیپالپور چوک میں پہنچے تو کار کا انجن یک لخت بند ہو گیا۔ ڈرائیور نے انجن کو غور سے دیکھا اور کار کو چلایا تو چل پڑی لیکن چند قدم آگے جا کر پھر رک گئی۔ تین چار مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ رائے نیاز احمد خاں نے کہا کہ میرے دل میں خیال آیا کہ ہم بغیر سلام کیے جا رہے ہیں کہیں اسی وجہ سے رکاوٹ نہ ہو۔ چنانچہ ڈرائیور کو کار واپس حضرت کرمانوالہ شریف کی طرف لے جانے

کے لیے کہا۔ کار بالکل ٹھیک چلنے لگی۔ انہوں نے جا کر خدمت عالیہ میں حاضری دی اور معذرت کی پھر اجازت لے کر روانہ ہوئے اور بخیر و خوبی گھر پہنچ گئے۔

روٹی کے کارخانہ کی الاٹمنٹ

رائے محمد اقبال احمد خاں اور رائے نیاز احمد خاں دونوں بھائی موضع رائے کوٹ لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ پاکستان بننے کے بعد وہ چیچہ وطنی ضلع ساہیوال میں آکر قیام پذیر ہو گئے کپاس کے ایک کارخانہ میں جو کہ اب رائے کائن فیکٹری کے نام سے مشہور ہے رہائش اختیار کر لی۔ اس کارخانہ اور اس میں واقع مکانات کی عارضی الاٹمنٹ ان کے نام ہو گئی۔ دو تین سال بعد جب مستقل تقسیم کا سلسلہ شروع ہوا تو رائے کائن فیکٹری کی عارضی الاٹمنٹ منسوخ ہو گئی اور اس کی نیلامی کا حکم بھی صادر ہو گیا۔ اب دونوں بھائیوں (رائے صاحبان) کو فکر لاحق ہوئی کہ یہ کارخانہ ہاتھ سے جاتا رہا تو سر چھپانے کے لیے کوئی جگہ باقی نہ رہے گی۔ اس پریشانی کے عالم میں دونوں بھائیوں نے نیلامی کی تاریخ سے ایک دن پہلے حضرت کرمانوالہ شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور اگر کارخانہ ہاتھ سے نکل گیا تو بڑی مشکل پیش آئے گی اور چیچہ وطنی میں رہنے کی کوئی صورت نہیں رہے گی۔ آپ نے ان کو تسلی دی اور فرمایا ” رائے صاحب! آپ بالکل نہ گھبرائیں اللہ کریم فصل کر دیں گے اور کارخانہ ہمیں ہی ملے گا۔“

دوسرے دن آپ نے جناب صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب اور اس فقیر (محمد اکرام) کو بلا کر فرمایا کہ جاؤ چیچہ وطنی میں رائے صاحب کو نیلامی میں کارخانہ لے کر دینا ہے صوفی نور عالم کو بھی ساتھ لے جاؤ چنانچہ ارشاد کے مطابق ہم تینوں چیچہ وطنی پہنچ گئے۔

نیلامی شروع ہوئی۔ ایک ریٹائرڈ بریگیڈیر جو سینٹلمنٹ کمانڈر کے عہدے پر فائز تھے نیلامی پر مامور تھے۔ بولی تین لاکھ تیس ہزار تک پہنچ گئی۔ رائے صاحب گھبرا گئے اور تھرائی ہوئی آواز سے چالیس ہزار کہا۔ یہ سنتے ہی بریگیڈیر صاحب اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور گردار آواز میں ایک دو تین کہہ کر بولے کہ یہ فیکٹری ہم نے رائے صاحب کو دے دی ہے اور یہ ان کے پاس ہی رہے گی۔ دوسرے خواہشمند حضرات کو اور

کارخانے دئے جاسکتے ہیں۔ اس کارخانہ کے لیے کوئی شخص اپیل بھی نہ کرے۔ واپس جا کر جب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں سب ماجرا بیان کیا گیا تو آپ نے رائے نیاز احمد خاں کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ کارخانہ اب ہمارا ہی رہے گا۔ اسے کوئی نہیں لے سکتا۔ چنانچہ اپیلیں کرنے والوں کی اپیلیں بھی ناکام رہیں۔

پابندی وقت کے لیے تصرف

اجیر شریف سے واپسی پر ایک دفعہ آپ سبزی منڈی دہلی میں بابو ثار احمد خاں کے مکان میں فرودکش ہوئے۔ آپ کے ہمراہ دس بارہ اشخاص تھے۔ صبح کے وقت جب آپ روزمرہ کے وظائف سے فارغ ہوئے تو ریلوے کے چیف میڈیکل افسر کا فرزند حاضر ہوا اور معذرت کی کہ اباجی مصروفیت کے باعث خود حاضر نہیں ہو سکے اور اسے بھیجا ہے کہ سب ہمراہیوں سمیت دوپہر کے کھانے کی دعوت قبول فرمائیں۔ آپ نے دعوت قبول فرمائی۔

چلتے ہوئے نوجوان نے عرض کیا کہ حضور اباجی نے کہا تھا کہ ٹھیک ایک بجے سب حضرات کو ٹھی نمبرا، نئی دہلی تشریف لے آئیں۔ ذرا پابندی وقت کا خیال رہے۔ آپ نے فرمایا۔ ”بھئی ہمارے سب بیلوں کے پاس گھڑیاں تو نہیں ہیں بہر حال ایک بجے آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔“

اس کے چلے جانے کے بعد سب احباب مختلف مقاصد کے لیے اجازت حاصل کر کے روانہ ہو گئے۔ یہ فقیر بھی تین ساتھیوں کے ہمراہ جن میں رائے نیاز احمد خاں مرحوم اور حاجی عطا محمد خاں بھی شامل تھے۔ حضرت خواجہ محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں سلام کے لیے چلا گیا۔ سب احباب کو آپ اجازت دیتے جاتے تھے اور ساتھ ہی فرما دیتے تھے کہ ایک بجے نئی دہلی کو ٹھی نمبرا، میں پہنچ جانا۔ حتیٰ کہ آپ کے پاس صرف ایک صاحب رہ گئے۔

ایک بجے میں ابھی پانچ منٹ باقی تھے کہ آپ کے سب ہمراہی کو ٹھی نمبرا، والے چوک میں مختلف اطراف سے آتے ہوئے جمع ہو گئے اور ٹھیک ایک بجے آپ بھی ایک جانب سے ایک ساتھی کے ہمراہ مسکراتے ہوئے تشریف لے آئے۔ پھر آپ نے گھڑی پر

وقت دیکھا اور سب کو ساتھ لے کر ڈاکٹر صاحب کی کوٹھی میں داخل ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کا وہی فرزند استقبال کے لیے موجود تھا۔ آگے بڑھ کر معذرت کرنے لگا کہ اباجی کا ابھی ابھی ٹیلی فون پر پیغام آیا ہے کہ وہ ایک بڑے اپریشن کی وجہ سے رک گئے ہیں اور آدھا گھنٹہ دیر سے آئیں گے۔

آپ نے مسکراتے ہوئے فرمایا ”برخوردار ہم تو ٹھیک وقت پر پہنچ گئے ہیں۔“ چنانچہ ہم سب کھانے سے فارغ ہو چکے تھے کہ ڈاکٹر صاحب گھر پہنچے۔

ٹیوب ویل درست ہو گیا

مولوی حکیم احمد دین صاحب مانگا منڈی والے بیان کرتے ہیں کہ پاکستان بننے کے بعد مجھے اپنی بیکانیر والی زمین کے عوض ضلع گوجرانوالہ میں وسیع رقبہ مل گیا۔ میں نے اس رقبہ کی آپاشی کے لیے ٹیوب ویل لگانے کا فیصلہ کیا چنانچہ ایک ٹھیکدار سے معاوضہ طے کرنے کے بعد ٹیوب ویل نصب کرنے کا کام شروع ہوا۔ جب کھدائی (بور) ۲۷۵ فٹ پر پہنچی تو یک لخت اس سے نیچے کھدائی رک گئی۔ آٹھ دن تک سخت کوشش کے باوجود کام رکا رہا۔ نہ نیچے گہرائی پر بور جاتا تھا اور نہ ہی ٹائیس اوپر کی طرف نکلتی تھیں۔ مایوس ہو کر کام بند کر دیا۔ ٹھیکدار سخت پریشان تھا کہ بجائے کمانے کے یہاں تو اب سارے سامان کے ضائع ہونے کا اندیشہ تھا اور اس طرح ناقابل برداشت مالی نقصان ہوگا۔ مولوی حکیم احمد دین کو اپنی جگہ سخت پریشانی تھی کہ ٹیوب ویل نصب نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ حکیم صاحب اس پریشانی کے عالم میں آپ کی خدمت عالیہ میں حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے۔ آپ نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا ”وہ میرا پیر بھائی آگیا۔۔۔ آج بھائی حکیمان! تمہارا ٹیوب ویل تو ٹھیک ہو گیا ہے۔ غم نہ کرو۔“ حکیم صاحب کو زبان سے کچھ عرض کرنے کی نوبت ہی نہ آئی

اے لقاے تو جواب ہر سوال

پھر حکیم صاحب کے لیے کھانا منگوایا اور ان کو اپنے پاس بٹھا کر کھانا کھلایا اور تسلی دیتے رہے۔ بعد دوپہر حکیم صاحب جب آپ سے رخصت ہو کر گھر پہنچے تو عین اسی وقت جب آپ نے فرمایا تھا ”حکیمان تمہارا ٹیوب ویل ٹھیک ہو گیا ہے۔“ بور خود بخود بارہ

فٹ نیچے چلا گیا تھا۔ شہتیریاں وغیرہ ٹوٹ گئی تھیں لیکن باقی سب کام ٹھیک تھا۔ چنانچہ ٹوب ویل کا کام بخیر و خوبی مکمل ہو گیا۔

دریا کا رخ بدل گیا

مولوی حکیم احمد دین نے یہ بھی بیان کیا کہ میں نے دریائے راوی کے کنارے اپنی کچھ اراضی کی آبپاشی کے لیے ایک بڑا دو رہٹ والا کتواں لگوا دیا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں کتوئیں کے ارد گرد درخت بھی لگ گئے اور مکانات بھی تعمیر کر لیے۔ وہاں خوب چہل پہل اور آبادی ہو گئی۔

چند سالوں بعد ایک دفعہ اچانک موسم برسات میں دریا کا پانی میرے کتوئیں کی جانب بڑھنے لگا تھوڑے ہی دنوں میں عین کتوئیں کے نزدیک آپہنچا میرے مزارعین نے مکان گرا کر لکڑیاں محفوظ جگہ پر دور ہٹا لیں۔ درخت کاٹ لیے اور پانی اسی اثنا میں کتوئیں کی طرف تیزی سے بڑھا چلا آ رہا تھا۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتوئیں کی جنوبی دیوار سے پانی کی لہریں ٹکرانے لگیں۔ میں سخت پریشان ہوا کہ اب کتواں برباد ہو جائے گا اور بہت نقصان ہوگا۔ اس پریشانی کے عالم میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے گھر سے چل پڑا۔ جب آپ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا ”حکیم جی فکر نہ کرو تمہارے کتوئیں کا بال بھی بیکا نہیں ہوگا۔“ پھر کمال شفقت سے مجھے اپنے پاس بٹھایا اور علمی باتیں شروع ہو گئیں۔ دوپہر کا کھانا اپنے پاس بٹھا کر کھلایا اور فرمایا حکیم صاحب کچھ دن ہمارے پاس ٹھہر جائیں لیکن فکر مندی کے باعث میں رخصت حاصل کرنے کے لیے اصرار کرتا رہا۔ چنانچہ رخصت حاصل کر کے شام کو گھر پہنچا۔ دریا کی موجیں پوری ندی کے ساتھ کتوئیں کو گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی تھیں۔ گھبراہٹ میں میں نے عشاء کی نماز مسجد میں ادا کی اور وہیں بیٹھا رہا۔ کچھ رات گئی ہوگی کہ میرا مزارع مجھے تلاش کرتا ہوا وہاں آ نکلا اور کہنے لگا حکیم صاحب! مبارک ہو دریا ہمارے کتوئیں سے دوسری جانب رخ کر گیا ہے۔“ اگلی صبح جب میں نے جا کر دیکھا تو کتوئیں کا رخ ایک ایسے دھارے میں بدل چکا تھا جو میرے کتوئیں سے کافی فاصلے پر تھا۔

ٹوٹی ہوئی ٹانگ درست ہو گئی

ایک روز مولوی ظلیل اختر صاحب بیکرٹری مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ چند احباب کے ہمراہ حضرت قبلہؒ کے پاس حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد مولوی صاحب نے جانے کی اجازت طلب کی تو آپ نے ارشاد فرمایا، ”تھوڑی دیر تو اور بیٹھیں“ وہ بیٹھ گئے لیکن کچھ دیر کے بعد پھر اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا ”کچھ دیر اور رک جاتے تو اچھا تھا خیر آپ کو جلدی ہے“ مولوی صاحب اجازت لے کر باہر نکلے سڑک پر کھڑے اوکاڑہ کی طرف جانے والی کسی سواری کا انتظار کر رہے تھے کہ اچانک ایک سائیکل سوار مولوی صاحب سے آکر ٹکرایا۔ مولوی صاحب سڑک پر گر پڑے اور کولمے کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ مولوی صاحب کو احباب ٹانگہ میں بٹھا کر اوکاڑہ ہسپتال لے گئے۔ مگر علاج سے تکلیف بڑھتی گئی۔ ڈاکٹروں نے پوری توجہ سے چارہ جوئی کی مگر کچھ افادہ نہ ہوا۔ مولوی صاحب کا ایک آدمی ہر روز حضرت صاحبؒ کی خدمت میں عرض حال کے لیے آتا تھا اور آپ تسلی دیتے تھے کہ گھبرائیں نہیں آرام ہو جائے گا۔ جب ان کی تکلیف اوکاڑہ ہسپتال میں کم نہ ہوئی تو احباب ان کو میو ہسپتال لاہور لے گئے۔ وہاں ڈاکٹروں نے ایکس رے سے معائنہ کے بعد بتایا کہ کولمے کی ہڈی چار جگہ سے ٹوٹ گئی ہے۔ اس کے درست ہونے کی کوئی امید نہیں۔ ٹانگ کاٹنی پڑے گی۔ چنانچہ ایک آدمی واپس آپ کی خدمت میں حضرت کرمانوالہ شریف آیا اور ڈاکٹروں کی رائے کا آپ کے پاس ذکر کیا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ ”مولوی صاحب کی ٹانگ نہ کٹوائیں۔ ان کو واپس لا کر گھر پر ہی دسی علاج کریں اللہ کریم شفا عطا کر دیں گے۔ چنانچہ مولوی ظلیل اختر صاحب کو واپس اوکاڑہ لے آئے اور دسی علاج شروع کر دیا۔ تھوڑے ہی دنوں میں اللہ تعالیٰ نے شفا بخش دی۔ وہ چلنے میں تھوڑا سا لنگڑاتے ہیں لیکن حضور رحمتہ اللہ علیہ کی دعا سے ان کی ٹانگ کٹنے سے بچ گئی۔

ہندو حج کا فیصلہ

شہزادہ فیروز الدین تحصیل فیروز پور میں نائب تحصیلدار تھے۔ ان کے والد کسی

مقدمہ میں پھنس کر سخت پریشان تھے۔ شہزادہ صاحب نے حضرت صاحب قبلہؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کے لیے عرض کیا۔ حضرت صاحب قبلہؒ نے فرمایا ”شہزادہ صاحب فیصلہ آپ کے حق میں ہو گا گھبرائیں نہیں، حج صاحب پہلے آپ کے والد کے خلاف فیصلہ لکھیں گے اور پھر اس فیصلے کو پھاڑ کر ان کے حق میں فیصلہ دیں گے۔“

کچھ دنوں کے بعد مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ بیچ ہندو تھا اور سرکاری وکیل بھی ہندو تھا۔ طرفین کے وکلاء نے خوب زور شور سے بحث کی۔ بحث سننے کے بعد حج نے فیصلہ لکھوایا اور وہ فیصلہ شہزادہ صاحب کے والد کے خلاف تھا۔ شہزادہ صاحب کے والد نے اونچی آواز سے کہا کہ ”جناب مجھ سے تو سرکاری وکیل نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ حج ہندو ہیں اس لیے فیصلہ تمہارے حق میں نہیں ہوگا۔ چنانچہ مجھے علم تھا کہ آپ میرے خلاف فیصلہ دیں گے۔ مجھے آپ کے فیصلہ سے کوئی حیرانی نہیں ہوئی۔“ حج نے سوالیہ نظروں سے سرکاری وکیل کی طرف دیکھا۔ سرکاری وکیل نظریں نیچی کیے خاموش کھڑا تھا۔ حج نے فیصلہ کا کاغذ لے کر پھاڑ ڈالا اور نیا فیصلہ لکھوایا جو کہ شہزادہ صاحب کے والد کے حق میں تھا۔

مستوں سے محبت

سرہند شریف کے عرس مبارک پر حاضری ہوئی۔ ختم شریف سے فارغ ہو کر آپ سب ہمراہیوں سمیت سرہند اسٹیشن کی طرف پا پیادہ روانہ ہو گئے۔ سب ہمراہیوں کو آگے آگے چلنے کا حکم ہوا صرف یہ فقیر (محمد اکرام) آپ کے ہمراہ تھا۔ چلتے چلتے جب ہم فتح گڑھ اسٹیشن کے قریب پہنچے اور مسجد کے سامنے سے گزرے گئے تو آپ نے فرمایا کہ ”مولوی صاحب! مسجد میں تھوڑی دیر رک کر دم نہ لے لیں؟“ چنانچہ آپ بیڑھیاں چڑھ کر مسجد میں داخل ہوئے اور مشرقی دیوار کے ساتھ صاف پر جا بیٹھے۔ میں بھی پاس ہی جا بیٹھا۔ میری نظر جب جنوبی دیوار کی جانب گئی تو وہاں ایک مست دیوار سے ٹیک لگائے اپنا سر گھٹنوں میں دبائے ہوئے بیٹھا دکھائی دیا۔ اس پر کثیر تعداد کھیاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ جونہی آپ بیٹھے مست نے سر اٹھایا اور آپ کی جانب دیکھا۔ پھر جسم کو جھٹکا دیا۔ سب کھیاں دیوار پر جا بیٹھیں اور وہ اٹھ کر آپ کے سامنے آ بیٹھا۔ خاموشی کا عالم تھا

تھوڑے وقفے کے بعد آپ نے فرمایا۔ ”مستاہن خوش اسیں۔“ چنانچہ مست اٹھا اور پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ کہیاں پھر اس پر ٹوٹ پڑیں۔ معلوم نہیں اس مست کی کیا مشکل تھی جو آپ نے توجہ عالیہ سے آنا ”فانا“ دور کر دی۔

اتنے میں ہمارے کچھ اور ساتھی بھی واپس آکر مسجد میں داخل ہو گئے۔ آپ نے اس فقیر کو ارشاد فرمایا ”مولوی صاحب یہ لوٹالے جائیں۔ مسجد کے نیچے لنگر تقسیم ہو رہا ہے۔ بوڑھے بابا سے اپنے لیے لنگر لے آئیں۔“ میں گیا تو بوڑھے بزرگ نے میری طرف دیکھا اور لنگر تقسیم کرنے والے شخص کو حکم دیا کہ ان کو بارہ آدمیوں کا کھانا دے دو۔ میں کھانا لے کر واپس مسجد میں پہنچا تو آپ نے فرمایا چلو سرہند اسٹیشن پر چل کر کھانا کھائیں گے۔

لاہور کی جانب جانے والی گاڑی کی آمد میں ابھی کافی وقت تھا۔ آپ نے اسٹیشن کے قریب واقع ایک مسجد میں جا کر قیام کیا۔ سب احباب وہاں جمع ہو گئے۔ اتنے میں دہلی سے بابو ثار احمد خاں اور ان کے ایک ساتھی بھی آ پہنچے۔ دونوں جب حضرت صاحب سے ملاقات کے بعد بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ کھانا لاؤ۔ چنانچہ سب نے مل کر کھانا کھایا اور کھانے والے بارہ آدمی ہی تھے۔

گاڑی میں بیٹھنے کے بعد بابو ثار احمد خاں نے اس فقیر کو بتایا کہ ان دونوں نے دو وقت سے کھانا نہیں کھایا تھا اور عرس مبارک کی تاریخ میں مغالطہ لگ جانے کی وجہ سے وہیں سے پہنچے تھے۔

حضرت بو علی شاہ قلندر سے روحانی تعلق

بابا نور عالم مرحوم نے بیان کیا کہ ایک دفعہ آپ حضرت بو علی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر حاضری کے لیے پانی پت تشریف لے گئے درگاہ کے سب مست آپ کے گرد و پیش منڈلانے لگے۔ سب نہایت سرور نظر آتے تھے۔ دو مست بطور پھرے دار سارا وقت آپ کے ساتھ ساتھ رہے۔ حاضری کے بعد آپ منشی عطا محمد خان صاحب کو ہمراہ لے کر روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دور گئے ہوں گے کہ سامنے راستہ میں زمین پر کچھ چمکدار چیز پڑی ہوئی نظر آئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ”منشی جی! دیکھو وہ کیا چیز ہے؟“ اٹھا

کر بغور دیکھنے کے بعد عرض کیا کہ حضور سونے کا کھڑا معلوم ہوتا ہے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اسے سنبھال کر رکھ لیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا قلندر صاحبؒ کی درگاہ عالیہ سے کرایہ عطا ہوا ہے۔ آستانہ عالیہ کرموں والا شریف پہنچ کر دوسرے دن بابو نور عالم صاحب کو سنا کے پاس وہ عطیہ دے کر بھیجا تو سنا نے کہا کہ یہ خالص سونے کا کھڑا ہے جب وزن کر کے قیمت معلوم کی گئی تو وہ کھڑا ساڑھے سات روپے کا تھا اور پانی پت سے فیروز شاہ اسٹیشن کا کرایہ بھی پورا ساڑھے سات روپے تھا۔

فوج سے سبکدوشی

فتح جنگ کے رہنے والے منشی محمد حسین قریشی نے بیان کیا کہ دوسری جنگ عظیم زوروں پر تھی۔ جرمن فوجیں ہر طرف یلغار کرتی ہوئی بڑھ رہی تھیں۔ ان کا ایک قریبی عزیز فوج میں ملازم تھا۔ مگر وہ فوجی ملازمت سے سخت دل برداشتہ تھا۔ ملازمت سے فارغ ہونے کی ہر چند کوشش کی مگر کوئی شنوائی نہ ہوئی۔ آخر وہ نوجوان منشی محمد حسین کے ہمراہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت قبلہؒ نے اس سے دریافت کیا کہ تم کیا کام کرتے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ حضور فوج میں ملازم ہوں۔ وہ عرض مدعا کرنا ہی چاہتا تھا کہ آپ نے فرمایا ”جاؤ داڑھی رکھ لو، وہ تمہیں چھوڑ دیں گے۔ یہ بھی آزما کر دیکھ لو (لے ایسہ وی ہتھ دیکھ) نیز اس کی یہ بھی خواہش تھی کہ کہیں شادی خانہ آبادی کا انتظام بھی ہو جائے۔ یہ التجا بغیر اظہار کے ہی منظور ہو گئی چنانچہ جب حضرت قبلہؒ سے رخصت ہو کر واپس گھر پہنچا تو اس کے ایک قریبی امیر ترین شخص کے ہاں اس کی نسبت ہو گئی اور چند دنوں کے بعد نکاح بھی ہو گیا۔ لڑکی والوں نے ایک پیسہ تک خرچ نہ کروایا۔ اور جب چھٹی گزار کر وہ واپس نوکری پر حاضر ہوا تو افسران بالانے اسے چند دنوں کے بعد خود بخود فارغ کر کے گھر بھیج دیا۔

سنگرہنی سے شفا

قریشی صاحب کا یہ بھی بیان ہے کہ وہ عارضہ پچیس اور اسہال میں مبتلا تھے۔ تکلیف اتنی زیادہ تھی کہ دن رات میں چالیس پچاس دفعہ تکلیف کے ساتھ اجابت ہوتی تھی۔

کوئی چیز ہضم نہیں ہوتی تھی۔ مرض بڑھتے بڑھتے سگر ہنی کی شکل اختیار کر گیا۔ حکیموں اور ڈاکٹروں نے آخر الامریاوسی کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ خوش قسمتی سے کسی نے ان کو حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ وہ ۱۹۳۵ء میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کرموں والا (ضلع فیروزپور) پہنچ گئے۔ حضور نے کمال شفقت فرمائی۔ ایک معمولی سی دوائی تجویز فرمادی لیکن درحقیقت باطنی توجہ سے مرض سلب فرمادی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں بالکل صحت حاصل ہو گئی جیسے کبھی یہ مرض لاحق ہی نہیں ہوا تھا۔ مرض کے دوران یہ عالم تھا کہ کچھڑی، دودھ اور ساگو دانہ بھی ہضم نہیں ہوتا تھا۔ سرکار کی نظر کرم سے لنگر مبارک کی روٹی کھا کر بخوبی ہضم کرنے لگا حتیٰ کہ ایک دن باجرہ کی روٹیاں لنگر میں تقسیم ہوئیں تو دو روٹیاں کھالیں اور ہضم ہو گئیں۔

حضرات مشائخ سے روحانی تعلق

آپ کو حضرت شیخ المشائخ باوا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے بے حد عقیدت تھی اور ہمیشہ عرس مبارک کے موقع پر آستانہ عالیہ پر حاضری دیا کرتے تھے۔ آپ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا کہ ایک سال بیماری کی وجہ سے ارادے میں ذرا سا تذبذب واقع ہوا۔ تکلیف زیادہ تھی اور سفر دشوار نظر آتا تھا۔ اس لیے خیال پیدا ہوا کہ بعد میں صحت یاب ہونے پر حاضری دے لی جائے گی۔

رات کو آپ استراحت فرما رہے تھے کہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عالم مثال میں ظاہر ہو کر ارشاد فرمایا کہ ”شاہ صاحب صبح سواری آئے گی اور اس پر بیٹھ کر آ جانا غیر حاضری نہیں ہونی چاہیے۔“ آپ اسی وقت اٹھے اور تیاری شروع کر دی اور صبح کو جب گاؤں سے باہر نکلے تو وہاں ایک تیز رفتار سائڈنی جس پر کچا وہ کسا ہوا تھا، آپ کے انتظار میں تھی۔ آپ اس پر سوار ہوئے اور پاکپتن شریف پہنچ گئے۔

خواجہ غریب نوازؒ کی کرم نوازی

سیٹھ محمد شفیع لاہوری کا بیان ہے کہ ایک دن آپ کی طبیعت مائل بہ کرم تھی۔

حضرات خواجگان چشت کے فیضان کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن چشتی اجیری رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ سے بذریعہ خط پیغام موصول ہوا کہ آپ درگاہ عالی کی حاضری کے لیے اجیر شریف پہنچیں۔ آپ نے خیال کیا کہ حاضری کا اسی صورت میں لطف ہوگا جب بوقت حاضری مال نخلیہ حاصل ہو۔ چنانچہ آپ نے خواجہ غریب نواز کے لطف و کرم کی توقعات دل میں لیے ہوئے رخت سربانداھا اور بارگاہ عالیہ میں پہنچ گئے۔ جس وقت آپ در اقدس پر حاضر ہوئے دروازہ اندر سے بند تھا اسی وقت اچانک دروازہ کھلا اور آپ نگاہ ادب جھٹکائے جبین ارادت خم کیے درگاہ شریف میں داخل ہوئے۔ دروازہ فی الفور بند ہو گیا اور آپ کے خادم بھی باہر کھڑے رہ گئے بہت دیر کے بعد دروازہ پھر کھلا اور ایک صاحب آپ کے ہمراہ باہر تشریف لائے۔ ان کے چہرہ مبارک پر انوار کی بارش ہو رہی تھی۔ وہ بزرگ آپ کو الوداع کہہ کر پھر اندر چلے گئے اور دروازہ بند ہو گیا۔

آپ نے فرمایا کہ جب اندر داخل ہو کر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں بیٹھ گیا تو ایسا محسوس ہوا کہ حضور بہ نفس نفیس سامنے تشریف فرما ہو گئے ہیں پھر حضور نے مجھے دونوں شانوں سے پکڑ کر کمال محبت اور شفقت سے ہلایا۔ اس وقت جو کیفیت تھی وہ بیان سے باہر ہے۔

فراست کاملہ

سیٹھ محمد شفیع لاہوری کا بیان ہے کہ ۱۹۷۰ء میں حضور شفیع المذنبین رحمۃ العالمین سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مطہرہ پر حاضری کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت خواجہ خان محمد مدظلہ العالی سجادہ نشین تونسہ شریف بھی وہاں موجود تھے۔ ہم دونوں حضور سرور کائنات کے قدمین مبارک کی جانب بیٹھے تھے۔ وہاں پر خواجہ خان محمد صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت صاحب سرکار کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ پہلی مرتبہ تونسہ شریف درگاہ حضرت خواجہ شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ میں حاضری کے لیے گئے تو میں نے تمام خادموں کو جناب شاہ صاحب (سرکار کرمانوالے) رحمۃ اللہ علیہ کی رہنمائی کرنے سے منع کر دیا تاہم ایک خادم کو بوقت حاضری ساتھ رہنے پر مقرر کر دیا خیال یہ تھا کہ وہ خود اپنی

مرضی مبارک سے جس طرح چاہیں حاضری دیں اور فاتحہ خوانی کریں۔ چنانچہ آپ نے درگاہ شریف میں داخل ہو کر سب سے پہلے حضرت خواجہ شاہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک پر فاتحہ پڑھی۔ وہاں سے فارغ ہو کر آپ پیچھے ہٹے اور حضرت خواجہ اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے سرہانے جا کر کے اور وہاں فاتحہ پڑھی۔ خواجہ صاحب نے یہ واقعہ بیان کر کے سیٹھ صاحب سے کہا کہ میں تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بلند شان کا پہلے ہی قائل تھا۔ اس دن کے بعد کبھی آپ کے علو مرتبت میں گمان اور وہم بھی نہ ہوا۔

حضرت نور الحسن شاہ بخاری صاحب (حضرت کیلیانوالے) کے یوم وصال پر آپ کی بے چینی

حضرت اعلیٰ حضور میاں صاحب شرپوری سرکار قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ ہمیشہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی شرپور شریف میں عرس کے موقعہ پر حصول برکات و فیوض کے لیے حاضر ہو جاتے تھے۔ ایک سال حسب دستور آپ شرپور شریف پہنچے اور نالہ ڈیک کے قریب ایک کنویں پر چھوٹی سی مسجد میں قیام کیا۔ آپ شہر سے باہر قیام پسند فرمایا کرتے تھے۔ ربیع الاول کی دو تاریخ ہوئی تو آپ کی طبیعت مبارک میں عجیب قسم کی شان جلالی کا ظہور ہوا۔ حاجی نظام الدین اور دوسرے سب احباب دہشت زدہ ہو کر قریب نہ آتے تھے۔ صرف یہ فقیر آپ کے پاس موجود رہا مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ رضائی اوڑھ کر خاموش لیٹ گئے۔ اس دن شہر کے ایک رئیس نے کھانا بھجوا دیا تھا مگر میں نے احتیاطاً لنگر کا کھانا بھی منگوا کر رکھ لیا تاکہ آپ جو کچھ چاہیں اور جب چاہیں پیش کر سکوں۔

رات جب کافی گزر گئی تو آپ نے کروٹ بدلی اور رضائی اوڑھے ہوئے لبائٹھنڈا سانس لیا پھر چہرہ مبارک سے رضائی ہٹا کر دریافت فرمایا کہ کیا وقت ہے؟۔ میں نے گھڑی دیکھ کر عرض کیا کہ حضور گیارہ بج کر دس منٹ ہوئے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا نماز پڑھ لی ہے؟ میں نے عرض کیا حضور ابھی نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اچھا پہلے نماز پڑھ لیں۔ آپ نے تیمم کیا اور نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا۔ ”مولوی

صاحب کچھ کھانے کو جی تو نہیں چاہتا یہ اتنے برتن کیسے ہیں؟" میں نے عرض کیا کہ حضور ملک مظفر صاحب نے کھانا بھیجا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے تو ننگر مبارک کی دال روٹی پسند ہے۔ میں نے عرض کیا کہ وہ بھی حاضر ہے چنانچہ آپ نے چند لقمے تناول فرمائے۔ بعد ازاں آپ پھر لحاف اوڑھ کر محو استراحت ہو گئے۔۔۔ علی الصبح پھر بیدار ہوئے اور نماز و معمولات کے بعد تلاوت قرآن حکیم سے فارغ ہوئے۔ اس دن ربیع الاول کی تین تاریخ تھی۔ اب آپ کی طبیعت قدرے پر سکون تھی۔ چنانچہ آپ نے ختم شریف میں شمولیت کے لیے دربار شریف جانے کی تیاری شروع کر دی تو حاجی نظام الدین صاحب بھی آگئے۔ آپ ان کو ساتھ لے کر روانہ ہو گئے۔

اٹھ بجے کے قریب ختم شریف کی تقریبات شروع ہو گئیں اور تھوڑی دیر کے بعد اعلان ہوا کہ حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا ہے چنانچہ حضرت صاحبزادہ سید باقر علی شاہ بخاری صاحب اور حضرت صاحبزادہ سید جعفر علی شاہ بخاری صاحب باچشم گریاں محفل ختم مبارک سے اٹھ کر حضرت کیلیانوالہ شریف کے لیے روانہ ہو گئے۔

ختم شریف کے فوراً بعد حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی کار میں سوار ہو کر اپنے ہمراہیوں سمیت حضرت کیلیانوالہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے۔ غروب آفتاب سے تھوڑے دیر پہلے ہم حضرت کیلیانوالہ شریف جا پہنچے جاتے ہی حجرہ مبارک میں حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت حاصل ہوئی۔ وہاں سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال رات کے گیارہ بج کر دس منٹ پر ہوا تھا۔ یہ تھا باہمی تعلق ان دو باکمال ہستیوں کا۔

بلا تکلف سفر طے ہو گیا

خواجہ محمد عمر ڈلہوزی میں غالیچوں کا کاروبار کرتے تھے۔ وہ ایک کامیاب تاجر تھے لیکن دولت کی فراوانی نے عیش پرستی میں ڈال دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کاروبار کی حالت دن بدن خراب ہونے لگی اور بالآخر صحت بھی بگڑ گئی۔ خرابی جگر کے عارضہ میں مبتلا ہو کر سخت لاچار ہو گئے۔ علاج معالجہ سے جب تنگ آگئے تو ڈلہوزی سے کرمونوالہ شریف

ضلع فیروز پور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے کبار سے پہنچنے کی تاکید فرمائی اور صحت کی بحالی کے لیے دعا کرنے کے بعد کوئی دوا بھی تجویز فرمادی۔ اتنے میں شام ہو گئی خواجہ محمد عمر اور ان کے دونوں ساتھیوں نے رخصت چاہی تو آپ نے فرمایا کہ کل چلے جانا لیکن ساتھیوں نے رخصت پر ہی اصرار کیا۔ کیونکہ ان کو کچھ ضروری کام درپیش تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اچھا جاؤ۔ پھر پیدل ہی پہنچ جانا۔ اللہ حافظ ہے۔

خواجہ محمد عمر اور ان کے ہمراہی روانہ ہو گئے تو فیروز شاہ اسٹیشن تک پہنچنے میں ہی رات کے سائے پھیل چکے تھے اس وقت کوئی گاڑی فیروز پور چھاؤنی کی طرف نہیں جاتی تھی۔ چنانچہ وہ ریلوے لائن سے آگے بڑھ کر پکی سڑک پر پہنچ گئے تاکہ وہاں سے کوئی سواری مل جائے کچھ دیر انتظار کیا مگر بے سود رات کے وقت رہزوں اور ڈاکوؤں کے خوف سے آمدورفت بند رہتی تھی۔ ناچار وہ پیدل ہی فیروز پور چھاؤنی کی سمت روانہ ہو گئے پندرہ بیس منٹ ہی چلے ہوں گے کہ ان کو سامنے بجلی کی روشنیاں نظر آئیں۔ وہ حیران تھے کہ برقی روشنی تو صرف چھاؤنی میں ہے فیروز پور چھاؤنی ڈیڑھ دو گھنٹہ کی مسافت پر تھا۔ وہ اور آگے بڑھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ فیروز پور چھاؤنی پہنچ چکے ہیں۔ یہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف تھا کہ اتنی جلدی پہنچ گئے۔ مگر پہنچنے پر خواجہ صاحب کی دنیا ہی بدل گئی تھی۔ ان کی صحت بحال ہو گئی اور عادات بد بھی پیچھا چھوڑ گئیں۔

فوجی جوان پر نظر کرم

ایک فوجی عبدالسلام نامی دوسری جنگ عظیم میں جاپانیوں کی قید میں پھنس گیا تھا۔ دو تین سال تک اس کا کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ سب عزیز اور رشتہ دار بڑے پریشان تھے آخر اس کے سرنے کرموں والا شریف میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پریشانی کا اظہار کیا اور دعا کا طالب ہوا۔ دوسرے دن صبح ان کو رخصت کرتے وقت آپ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو تمہارا داماد بالکل خیریت سے ہے اور بعد ازاں اس فوجی نوجوان کا تمام حلیہ بھی ان کو بتلا دیا کچھ دن بعد عبدالسلام کا خیریت کا خط ان کو موصول ہو گیا اس نے لکھا تھا کہ وہ صحیح سلامت ہے اور جاپانیوں کی قید میں ہے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہ قید

سے رہا ہو کر گھر آ گیا۔

ملازمت پر بحالی

چوہدری نیاز احمد صاحب ڈپٹی کمشنر کسی وجہ سے ایک دفعہ مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ ڈاکٹر خان صاحب کے زیر عتاب آ گئے اور معطل کر دیے گئے ایک شخص کے ہمراہ وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت قبلہؒ نے ارشاد فرمایا۔ ”چوہدری صاحب اللہ کریم رحم فرمادیں گے آپ ہر نماز کے بعد قل شریف بمعہ بسم اللہ شریف گیارہ بار پڑھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک کو ایصالِ ثواب کر دیا کریں۔“ چوہدری صاحب اس کے بعد چلے گئے اور پانچ چھ ہفتے کے بعد پھر ایک دن خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے۔ آپ سے ابھی وہ کچھ فاصلہ پر ہی تھے کہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ ”آپ کا کام اللہ کریم نے کر دیا ہے اور آپ بحال ہو گئے ہیں۔“ انہوں نے عرض کیا ”سرکار مجھے تو ابھی تک کوئی علم نہیں۔“ آپ نے فرمایا ”آپ بحال بحال“ اور پھر ان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر سرکار نے تھکی دی۔ وہ نصف گھنٹہ تک بیٹھے ہوں گے کہ ایک اور آدمی سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا وہ سلام کر کے بیٹھ گیا آپ نے اس سے پوچھا کہ یہ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے اس نے عرض کیا کہ حضورؐ یہ اخبار ”نوائے وقت“ ہے فرمایا ”مجھے دکھاؤ“ سرکار نے اخبار ہاتھ میں لیا اور اس میں پہلے صفحہ پر یہ خبر درج تھی کہ ڈاکٹر خان صاحب وزیر اعلیٰ نے ڈی سی صاحب کی فائل منگوا کر ان کو بحال کر دیا ہے۔ آپ نے اخبار دیکھ کر فرمایا ”لو چوہدری صاحب“ اخبار میں آپ کی خبر آگئی ہے“ انہوں نے عرض کیا کہ سرکار مجھے تو کوئی علم نہیں تھا۔“ آپ نے فرمایا ”میں جو کہتا تھا کہ آپ بحال ہو گئے ہیں اللہ کریم نے مرہانی فرمادی ہے۔“ سبحان اللہ کیا شان ہے اللہ کریم کے ولیوں کی۔

گم شدہ بچے کا واپس آنا

تصور کے رہنے والے ایک صاحب ایک دن آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ”حضرت میرا بیٹا گم ہو گیا ہے اسے گھر سے گئے ہوئے دو تین ہفتے ہو گئے

ہیں اس کی جدائی میں سب اہل خانہ بے چین ہیں دعا فرمائیں بچہ واپس گھر آجائے۔“ آپ نے فرمایا ”جاؤ وہ آجائے گا فکر نہ کرو۔“ آئندہ جمعہ کے دن وہ شخص پھر حاضر ہوا اور اس کے ہمراہ اس کا بچہ بھی تھا۔ آپ نے لڑکے سے پوچھا: ”کو تم کہاں تھے اور کیسے آئے۔“ اس نے کہا کہ ”حضور میں کراچی میں تھا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ مجھے رسی سے کھینچ رہے ہیں۔“ چنانچہ میں اپنے گھر پہنچ گیا۔“ (حضرت سلیمان علیہ السلام کے دربار میں تخت بلقیس بھی طرفۃ العین میں لایا گیا تھا) (قرآن حکیم)

ایک ہندو کی عقیدت

حکیم قاضی علی احمد انصاری کا بیان ہے کہ ایک دن وہ کرمونوالہ شریف ضلع فیروز پور میں حاضر تھے۔ وہ ایک کمرے میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کے قریب ہی ایک نحیف الجسہ نوجوان بیٹھا تھا۔ وہ نوجوان بیٹھے بیٹھے اپنے سینے کی جانب نظر دوڑا کر ہنسنے لگا میں نے اس سے اس کی وجہ دریافت کی تو کہنے لگا کہ ”میں ہندو ہوں اور آٹھ دس دن سے یہاں آیا ہوا ہوں۔ بابا جی نے مجھ پر بڑی کرپا کی ہے میں سل اور دق کا مریض تھا اور حکیموں، ڈاکٹروں نے مجھے لا علاج قرار دے دیا تھا۔ یہاں آیا ہوں لنگر کا کھانا کھاتا ہوں اور اب آپ کی مرہانی سے تندرست ہوں“ پھر اس نے کہا کہ آپ کی بڑی مرہانی ہوگی اگر آپ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کچھ پس خوردہ مجھے لادیں تاکہ میری سب بیماریاں ہمیشہ کے لیے جاتی رہیں۔ پھر میں اجازت لے کر گھر چلا جاؤں گا۔“

دیرینہ خاندانی تنازعہ کا حل ہونا

ملک گل نواز احمد خاں ایڈووکیٹ کا بیان ہے کہ اتفاقاً انہیں ۵۱ - ۱۹۵۰ء میں ایک خاندانی تنازعہ میں سخت پریشانی، اخراجات کی زیر باری اور کوفت کا سامنا کرنا پڑا ہر طرف سے ناامید ہو گئے ماتحت عدالتوں نے ان کے خلاف فیصلے دیے اور آخر مقدمہ ہائی کورٹ تک جا پہنچا۔ مخالفین بہت معزز اور بارسوخ تھے ان کے وکلاء بھی ریٹائرڈ جج یا ریٹائرڈ اٹارنی جنرل تھے۔ چیف جسٹس نے مقدمہ کی اہمیت کو مد نظر رکھ کر مقدمہ اپنے پاس رکھ لیا اور کھل روٹ داد دیکھنے کے بعد ملک صاحب کے وکیل کو کہا کہ آپ کا معاملہ بڑا ناممکن

سا نظر آتا ہے یہ گھبرائے ہوئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ جمعہ کا دن تھا حاضرین کا ہجوم تھا۔ نماز جمعہ کے بعد لوگ مل مل کر رخصت ہونے لگے ملک صاحب خاموش بیٹھے رہے کہ تخلیہ ہو تو عرض مدعا کریں۔ سب سے آخر میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی بیان کی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ”بابو جا۔ اللہ خیر کرے گا۔“ ان کے دل کو تسلی نہ ہوئی۔ وہ یہی سمجھے کہ آپ نے سرسری طور پر ہی دعا کر دی ہے۔ خصوصی توجہ نہیں فرمائی۔ چنانچہ پڑمردہ ہو کر ایک طرف کھڑے ہو گئے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فارغ ہو کر گھر کی جانب روانہ ہو گئے ایک خادم ہمراہ تھا تھوڑی دور جا کر اچانک آپ نے خادم کو واپس بھیجا کہ جاؤ اس بابو کو بلا لاؤ“ خادم نے واپس آ کر ملک صاحب کو کہا کہ حضرت صاحب نے یاد فرمایا ہے۔ جب ملک صاحب آپ کے نزدیک پہنچے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔ ”بابو تم بہت پریشان ہو؟“ ملک صاحب نے کہا ”جی ہاں بے حد پریشان ہوں“ تین بار ایسے ہی سوال جواب کے بعد آپ نے ملک صاحب کی پشت پر تین مرتبہ دست مبارک سے تھکی دی اور فرمایا ”جا بابا! اللہ تعالیٰ نفع دیں گے“ یہ مسرت سے پھولے نہ سمائے اور آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آئے حضرت صاحب نے فرمایا کہ اب بے فکر ہو کر جاؤ۔“

ملک صاحب کافر ترق مخالف ہر طرح سے درپے آزار تھا۔ وہ چھبیس ہزار روپے لے کر بھی راضی نامہ کرنے کو تیار نہ تھے۔ جب ہائی کورٹ میں پیشی ہوئی تو چیف جسٹس صاحب نے ان کو کہا کہ بہتر ہے تم راضی نامہ کر لو دونوں پارٹیاں باعزت ہیں ورنہ میں اپنی مرضی سے فیصلہ کر دوں گا۔ چنانچہ مخالفین نے بغیر کسی مطالبے کے ان سے راضی نامہ کر لیا اور باعزت طور پر وہ بری ہو گئے۔

ایک ڈاکٹر کے بچے کی معجزانہ شفایابی

ملک گل نواز خاں صاحب کے بہنوئی ڈاکٹر رضا کافی عرصہ تک انگلستان اور امریکہ میں زندگی گزار چکے تھے۔ وہیں پر انہوں نے ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی تھی۔ واپس آ کر وہ کراچی میں اقامت گزیر ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر رضا کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا وہ مر جاتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور ان کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہوا ان کی بیوی ایام زہنگی

میں لاہور میں ہی ملک صاحب (اپنے بھائی) کے پاس مقیم تھی۔ وہ خود بھی ڈاکٹر تھی۔ بچہ جب ۶ ماہ کا ہوا تو انہوں نے کراچی واپس جانے کا ارادہ کیا۔ بچہ یک لخت بیمار ہو گیا۔ حتیٰ کہ قریب المرگ ہو گیا۔ ڈاکٹر کر تل الہی بخش مرحوم اور دوسرے چوٹی کے ڈاکٹروں نے پوری توجہ سے علاج کیا لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ ہر دو دنے الٹا ہی اثر کیا۔

آخر ملک گل نواز احمد خاں اور ان کے چھوٹے بھائی ملک اکبر خاں (فیجر درگاہ حضرت باوا صاحبؒ ہاکپتن شریف) حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔ ڈاکٹر رضا صاحب سے بھی ہمراہ چلنے کو کہا لیکن وہ کہنے لگے کہ میں پیروں فقیروں کا قائل نہیں ہوں۔ آخر اپنی والدہ اور ہمیشہ کے اصرار پر وہ بھی ساتھ جانے کے لیے رضامند ہو گئے اور کہنے لگے کہ چلو میں سیر ہی کر آؤں گا اور آپ حاضری دے لیں۔

عصر کے قریب حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے تو حضرت صاحبؒ نے صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فرمایا کہ فیجر صاحب (ملک محمد اکبر صاحب فیجر درگاہ حضرت باوا صاحب رحمۃ اللہ علیہ) آگئے ہیں ان کو چائے پلائیں اور جو لڈو ان کے لیے رکھے گئے ہیں وہ کھلائیں وہاں پر موجود ایک صاحب نے بتلایا کہ تھوڑی دیر ہوئی ایک شخص نے لڈو لا کر پیش کیے تھے۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حاضرین میں تقسیم فرمادے مگر چند لڈو بچ گئے تو آپ نے فرمایا کہ لاہور سے مہمان آ رہے ہیں یہ ان کے لیے رکھ دو۔ ڈاکٹر صاحب اس دوران میں آپ کی شخصیت سے اتنے متاثر ہو چکے تھے کہ انہوں نے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے سر پر رومال بھی باندھ لیا تھا اور با ادب دو زانو بیٹھ گئے تھے حضرت صاحبؒ نے روئے سخن ان کی جانب ہی رکھا اور فرمایا ”بابو جی کہاں کہاں پھرے ہو؟ تعلیم کہاں حاصل کی ہے؟ اور آپ بہت قابل ڈاکٹر ہیں ذرا میری نبض تو دیکھیں۔“ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ان دنوں سخت نزلہ و زکام تھا۔ آپ نے ڈاکٹر صاحب سے فرمایا کہ ایسا نسخہ لکھ کر دیں جس سے دن کو بھی تارے نظر آنے لگیں اتنے میں خادم لسی کا گلاس لے کر آ گیا۔ سردیوں کے دن اور سخت نزلہ زکام کی حالت دیکھ کر ڈاکٹر ضیا نے کہا کہ آپ لسی نہ پیئیں۔ آپ نے فرمایا فقیروں کے لیے ہر چیز برابر ہے۔“ اور لسی نوش فرمائی۔ پھر محبت بھری باتیں کرتے رہے ڈاکٹر صاحب سے پوچھا۔

”پنجابی سمجھدے او ناں کتے زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم‘ والی بات نہیں۔“ ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ ”حضور سمجھتا ہوں۔“ حضور نے ارشاد فرمایا کہ ”ڈیگر ویلا ہے“ (یعنی عصر کا وقت ہے) اور آیہ مبارکہ وَالْعَصْرِ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ تلاوت فرما کر مختصر تفسیر بیان فرمائی دریں اثنا ایڈووکیٹ صاحب نے عرض کیا کہ ”حضور“ ڈاکٹر صاحب کا بچہ سخت بیمار ہے۔ دعا فرمائیں صحت یاب ہو جائے۔“ حضرت صاحب قبلہ نے ارشاد فرمایا کہ ”ڈاکٹر جی بڑے چنگے ویلے آگئے او“ پھر تین دفعہ ارشاد فرمایا ”جاؤ رب خیر کرسی“ (یعنی اللہ تعالیٰ ٹھیک کر دیں گے) پھر سب کو نہایت شفقت کے ساتھ رخصت کیا۔

لاہور اپنی جائے رہائش پر پہنچے تو ڈاکٹر صاحب کا بچہ بالکل صحت یاب ہو چکا تھا اور ماں کی گود میں آرام سے دودھ پی رہا تھا۔ ڈاکٹر صاحب نے تعجب سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے تو معلوم ہوا کہ عصر کے وقت بچے کی حالت سخت خراب ہو گئی تھی ہر قسم کی دوائی دی گئی مگر لحظہ بہ لحظہ بچے کی حالت خراب ہوتی چلی گئی حتیٰ کہ وہ قریب المرگ ہو گیا۔ سب رونے پینے لگے بے قراری میں مستورات نے کوشش کی کہ کوئی تاکہ ٹیکسی یا کوئی سواری مل جائے تو بچے کو کسی ڈاکٹر کے پاس لے چلیں مگر کسی سواری کا بندوبست نہ ہو سکا ناچار گھر واپس لوٹ آئے اور ناامید ہو کر بچے کو گود میں لے کر بیٹھ گئے دفعتاً بچے نے آنکھیں کھول دیں اور مسکرانے لگا۔ رات سے جسے کچھ ہوش نہ تھا اب ماں کا دودھ پینے لگا چنانچہ اس وقت سے بچہ تندرست ہے گھر والوں سے جب وقت دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ بالکل وہی وقت تھا جب آپ نے ڈاکٹر رضا سے فرمایا تھا، ”تسی چنگے ویلے آگئے اور رب خیر کرسی“ بے شک اولیا اللہ کی بہت بلند شان ہے“

اولیاء را ہست قدرت از الہ

تیر جتہ باز گردانند زراہ

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر صاحب کو دوا اور فرزند بھی عطا کیے۔

موت کے منہ سے نجات

حضورؐ کا ایک مخلص مرید محمد اکبر رینالہ خورد کے قریب ایک گاؤں میں کھیتی باڑی کا کام کرتا تھا اس کے بچے اور بھائی بہت عرصہ سے لنگر میں مختلف خدمات کی بجا آوری پر مامور ہیں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ان سب سے بہت محبت تھی۔

سردیوں کے موسم میں محمد اکبر نے کما د سے گڑ بنانے کے لیے بیلناگا رکھا تھا آگ پر کڑاہ رکھا ہوا تھا اور اس میں گنے کا رس کھولتے کھولتے شیرے کی شکل اختیار کر چکا تھا محمد اکبر کے بھائی محمد علی نے اپنے بھتیجے محمد بشیر (محمد اکبر کے بیٹے) کو کہا کہ کڑاہ میں پھیرنے والا ڈنڈا لاؤ تاکہ گڑ جلنے نہ پائے بچہ تیزی سے اٹھا اور اچھل کر کڑاہ میں جاگرا اس کا منہ اور سر اس شیرے سے باہر تھے باقی سارا جسم شیرے میں ڈوبا ہوا تھا بچے کو کھینچ کر باہر نکالا گیا لیکن ہاتھ سے چھوٹ کر وہ پھر کڑاہ میں جاگرا۔ بڑی مشکل سے باہر نکالا گیا بچے کو رینالہ خورد ہسپتال بھیج کر محمد اکبر خود بھاگا بھاگا حضرت صاحبؒ کی خدمت میں جا حاضر ہوا۔ حضورؐ نے اسے پریشان دیکھ کر پوچھا کہ کیا بات ہے اس نے واقعہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ احتیاط نہیں کرتے ہو۔ جاؤ جلدی اسے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ آپؐ اس کے چلے جانے کے بعد کچھ دیر ادھر ہی متوجہ رہے سب کا خیال تھا کہ بچہ موت سے مشکل ہی سے بچے گا۔

تین چار دن کے بعد محمد اکبر پھر آیا اور آپؐ سے عرض کیا کہ بچہ دوبصحت ہے جسم پر بڑے بڑے آبلے بن گئے تھے مگر اب درست ہو رہے ہیں۔ چنانچہ جلد ہی بچہ صحت یاب ہو گیا اور آپؐ کی نظر عنایت سے اس کے سب اعضا اور اعصاب درست رہے۔

مہلک مرض سے شفا

کچھ عرصہ کے بعد محمد اکبر مذکور اپنے بھائیوں کے ہمراہ ہیڈ بلوکی کے قریب ایک گاؤں میں چلا گیا۔ وہاں ان کو چالیس ایکڑ اراضی الاٹ ہو گئی تھی اپنے رقبہ کی آپاشی کی لیے انہوں نے وہاں ایک ٹوب ویل بھی لگا لیا۔

ایک دن وہ اپنے دونوں بیلوں کو پانی پلانے کے لیے رے ہاتھ میں پکڑے خود آگے

آگے جا رہا تھا اور بیل پیچھے پیچھے تھے اچانک ایک بیل نے آگے بڑھ کر اس کی ٹانگوں میں سینگ اڑائے اور اونچا اٹھا کر زمین پر الٹا پھینچ دیا وہ بڑا گرا بیٹیل جو ان تھا لیکن گرتے ہی اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کے ساتھ ہی نیچے کا دھڑ بالکل بے حس ہو گیا بیل ہاتھ سے چھوٹ کر آگے بڑھ گئے اس کے بھائیوں نے آکر اسے چارپائی پر ڈالا اور گھر لے گئے پھر ایک بھائی حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ عرض کرنے کے بعد کہا کہ چلنا پھرنا تو درکنار محمد اکبر چارپائی سے اٹھنے کے بھی قابل نہیں رہا۔ آپ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا پھر ان کو تسلی دی اور تاکید کی کہ اس کا علاج معالجہ کرو۔ اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمادیں گے۔ گھر میں علاج معالجہ سے کچھ افادہ نہ ہوا تو اسے لاہور میو ہسپتال لے جایا گیا۔ ان ہی ایام میں آپ بھی بغرض علاج لاہور تشریف لے گئے تھے اور گلبرگ میں قیام پذیر تھے۔ آپ کے پاس وہاں پھر عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ ٹھیک ہو جائے گا۔ چنانچہ تھوڑا عرصہ میو ہسپتال میں زیر علاج رہنے کے بعد محمد اکبر صحت یاب ہو گیا اور اب اپنے گھر کا کام کاج بخوبی کر لیتا ہے ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ ایسا مریض بچ نہیں سکتا تھا کسی بزرگ کی دعا ہے۔

دنیاوی منصب عطا کر دیا

شیخ رحمت اللہ فیروزپور ضلع پکھری میں بطور چڑاسی کام کرتے تھے۔ ان کی تعلیم بالکل معمولی تھی۔ ایک دن حضرت صاحب رحمت اللہ علیہ کی خدمت میں کرموں والا شریف میں حاضر تھے۔ آپ نماز عصر کے لیے وضو کر رہے تھے۔ دریائے کرم جوش میں آیا اور آپ نے شیخ رحمت اللہ سے فرمایا ”مانگو جو کچھ مانگنا ہے“ دو تین مرتبہ جب حضور نے اسی طرح ارشاد فرمایا تو شیخ رحمت اللہ نے عرض کیا کہ حضور مجھے کلرک بنا دیں“ آپ نے فرمایا کہ دنیا ہی مانگتی تھی تو بس کلرک کی مانگی۔ اچھا جاؤ کلرک ہو جاؤ گے۔“

کچھ دنوں کے بعد ڈپٹی کمشنر کے سپرنٹنڈنٹ نے خود بخود کلرک کے لیے ان کی سفارش کر کے کاغذات کمشنر کے پاس جاندر بھیج دیے۔ مگر کمشنر نے اس بنا پر انکار کر دیا کہ تعلیم بہت تھوڑی ہے۔ چنانچہ شیخ رحمت اللہ پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کلرک کرو کام تمہارا ہو جائے گا۔ اب جب پھر تمہارے

کانڈزات کشنز کے پاس جائیں تو خود جالندھر جانا اور وہاں امام ناصر رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ میں بھی حاضری دینا۔ چند دنوں کے بعد پھر ان کے کانڈزات کشنز کے پاس بھیجے گئے۔ شیخ رحمت اللہ درگاہ امام ناصرؒ میں حاضری کے بعد کشنز کے دفتر میں جا پہنچے۔ پرنٹڈنٹ صاحب نے ان کے سامنے کانڈزات کی پڑتال کی لیکن تعلیم کی کمی پھر ایک بڑی رکاوٹ تھی۔ آخر سارا دن سوچ بچار کے بعد اس نے کہا کہ اور تو کوئی صورت نہیں اگر آپ کی کچھ فوجی خدمات ہوتیں تو کام بن سکتا تھا۔ شیخ رحمت اللہ نے اپنی فوجی خدمات کی سندزات پیش کیں۔ چنانچہ اسی وقت ان کو بطور کلرک تعینات کرنے کے احکام جاری کر دیے گئے۔ یہ سب کچھ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف تھا۔

شیخ صاحب کی والدہ کی وفات کی خبر

شیخ صاحب مذکور نے یہ بھی بیان کیا کہ ان کی والدہ سخت بیمار ہو گئیں اور زندگی سے ناامیدی ہو گئی۔ اسی پریشانی کے عالم میں وہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کرموں والا شریف جا حاضر ہوئے۔ آپ سے اپنی والدہ کی شدید علالت کا ذکر کیا اور صحت کے لیے درخواست کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ شیخ صاحب میں تو دعا کرتا ہوں مگر ڈیگر ویلا ہر کے تے آوے گا۔ آپ واپس جائیں اور مائی کی خدمت کریں واپس روانہ ہوئے تو دور سے دیکھا کہ گاڑی فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچ گئی ہے۔ مگر جب تک وہ جا کر گاڑی میں سوار نہ ہو گئے گاڑی رکی رہی۔ گھر پہنچے تو مائی کی طبیعت قدرے سنبھلی ہوئی تھی۔ دوسری صبح اچانک طبیعت پھر بگڑی اور عین عصر کے وقت ان کی والدہ راہی ملک بقا ہو گئیں۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق (ڈیگر ویلا) عصر کا وقت ہی تھا۔

عدالتی فیصلوں میں آپ کا تصرف

ریٹالہ خورد سے مستری عبدالستار نے بیان کیا کہ قیام پاکستان کے بعد ہمیں ایک آرہ مشین الاٹ ہوئی۔ تین چار خاندان پرورش پانے لگے۔ کچھ عرصہ بعد ہمیں بلائے بغیر افسران نے ہماری الاٹمنٹ منسوخ کر کے آرہ کسی اور شخص کے نام الاٹ کر دیا اور آرہ

اور مشین سر بھر کر دی۔ ہم نے اس حکم کے خلاف چارہ جوئی شروع کر دی اور میں دعا کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ تین چار خاندانوں کی روزی کا سبب بنا ہوا تھا۔ الاٹمنٹ خواہ مخواہ منسوخ کر دی گئی ہے۔ اب ہم سب بہت پریشان ہیں۔ آپ نے فرمایا ”مستری جی ہم ایک اور انجن نہ خرید لیں“ ہمارے پاس اتنی رقم نہ تھی اس لیے میں نے عذر کیا کہ حضور ”رقم تو اپنے پلے ہے نہیں انجن وغیرہ کیسے خریدیں گے۔“ آپ نے فرمایا ”اللہ کریم مسبب الاسباب ہیں کوئی صورت بن جائے گی۔“ چند دنوں کے اندر ہی ہمیں ایک انجن بمعہ آرا مشین اور چکی مل گیا۔ جو ہم نے جوں توں کر کے خرید لیا۔ ہم بے کار تھے۔ پہلا آرا سر بھر تھا۔ حضور ”کی کرم نوازی سے اب اخراجات پورے ہونے لگے اور مقدمہ کا خرچ بھی نکلنے لگا۔

افسران محکمہ بحالیات تاریخ پر تاریخ دینے لگے اور میں ہر بار تاریخ پر جانے سے پیشتر حضرت صاحب ”کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ تسلی دیتے کہ ”اللہ رحم کر دے گا۔“ فکر نہ کرو“ سال ڈیڑھ سال کا عرصہ عدالتوں میں چکر لگاتے گزر گیا تو ایک دفعہ میں گھبرایا ہوا آپ کے پاس پہنچا۔ آپ نے میری پریشانی دیکھ کر فرمایا ”برخوردار ہم نے اس افسر سے فیصلہ نہیں کروانا کوئی اور اللہ کا بندہ آئے گا“ وہ فیصلہ کرے گا۔“ اسی طرح چھ ماہ کا عرصہ اور گزر گیا اور میری پریشانی بڑھتی گئی۔ ایک دن حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا ”برخوردار اب جلدی فیصلہ ہو جائے گا۔“ چنانچہ چند دنوں کے بعد وہ افسر تبدیل ہو گیا اور اس کی بجائے ملتان کے ڈپٹی کمشنر تبدیل ہو کر آگئے۔ میں نے نئے افسر کے متعلق خدمت میں عرض کیا تو فرمایا ”ہاں اب ہمارا فیصلہ ہو گا۔“ پھر فرمایا کہ جب کمشنر بحالیات کے پاس تاریخ پر جانا ہو تو ایک دن پہلے بتانا حسب ارشاد میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ کل عدالت میں حاضری کے لیے لاہور جاؤں گا۔ آپ نے پوچھا کہ ”جس شخص کے نام آرا الاٹ ہوا ہے اس کا کلیم کس چیز کا ہے۔“ میں نے عرض کیا کہ الاٹی دو ہیں، ایک کا دعویٰ ہے کہ مشرقی پنجاب میں میری چکی تھی۔ فرمایا ”اس کا آرے پر کیا حق ہے وہ چکی لے۔“ دوسرے کے متعلق عرض کیا کہ اس کا کلیم ہے کہ میرا کتابوں کا پریس تھا۔ فرمایا ”وہ پریس تلاش کرے ہمارا آرا مشین ہمیں ملنا چاہیے کوئی بات نہیں اللہ رحم کر دے گا۔ گھبراؤ نہیں تاریخ پر جاؤ۔“

دوسرے روز میں پیشی پر حاضر ہوا۔ کشنر صاحب نے بالکل وہی الفاظ دہرائے جو حضور نے ارشاد فرمائے تھے اور فیصلہ ہمارے حق میں صادر کر دیا۔ واپسی پر میں نے کامیابی کا ذکر کیا تو آپ بہت خوش ہوئے۔

خلاف شرع امور سے پرہیز کی تلقین

مستری عبدالستار نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حاضر ہوا۔ ایک آدمی باہر نیم کے درخت تلے بیٹھا ہوا تھا۔ حضرت صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ ”باہر ایک آدمی بیٹھا ہے وہ بات نہیں بتاتا اور یہی کہتا ہے کہ میں حضرت صاحب سے علیحدگی میں بات کروں گا۔ میں تو سب کے سامنے بات کرتا ہوں۔ جو سچی بات کرے اللہ رحم کر دیتا ہے۔ اس سے جا کر تم ہی پوچھو شاید تم کو بتا دے۔“ میں نے جا کر پوچھا تو مجھے بھی اس نے وہی جواب دیا۔ بہت سمجھایا لیکن وہ نہ مانا اور اصل بات بتانے سے انکار ہی کرتا رہا۔ میں نے جا کر حضور صاحب کی خدمت میں عرض کر دیا۔ آپ نے فرمایا بر خور دار بات دراصل یہ ہے کہ اس کی ایک رشتہ دار عورت بیوہ ہو گئی ہے۔ اس کی بہت سی جائیداد ہے اس کے دو لڑکے بھی ہیں جو ابھی نابالغ ہیں۔ اس کا خیال ہے کہ وہ عورت اس سے نکاح کر لے اور وہ جائیداد اس کے قبضہ میں آجائے۔ وہ یتیموں کا حق دبا لینا چاہتا ہے اور منظوری مجھ سے لیتا ہے میں شریعت کے خلاف کس طرح فتویٰ دے دوں۔ جاؤ اس سے پوچھو اگر واقعہ اسی طرح ہے تو اس کو کہو کہ اس کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ یہاں سے چلا جائے۔“ میں دوبارہ اس کے پاس گیا اور پھر کرید کرید کر اس سے بات دریافت کرنی چاہی لیکن وہ انکار کرتا رہا۔ آخر میں نے حضرت صاحب کے ارشاد کے مطابق سارا واقعہ اسے بتایا تو وہ حیرانی سے میرے منہ کو تکتے لگا اور پرچھا کہ تمہیں کس نے بتایا ہے۔ میں نے کہا حضرت صاحب نے ہی مجھے سب کچھ بتایا ہے چنانچہ پھر اس نے کہا کہ واقعی میرا یہی سوال ہے پھر میں نے اسے کہا کہ جاؤ اب یہاں سے چلے جاؤ۔ اس نا جائز کام کے لیے حضرت صاحب ہرگز تمہارے لیے دعا نہیں فرمائیں گے چنانچہ وہ شخص اٹھ کر چلا گیا۔

اولاد نرینہ کے لیے دعا

محمد اسمعیل چک نمبر ۱۱ ایل۔ اوالے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حاضر ہوا اور عرض کی ”حضورؐ میرے ہاں ایک لڑکا ہے اور پانچ چھ لڑکیاں ہیں یہ چھاؤنی میرے گھر میں ہی لگا دی گئی ہے۔“ آپ اس وقت خوش و خرم بیٹھے تھے۔ یہ بات سن کر مسکرائے اور فرمایا۔ ” اسمعیلیا (پیارے) تیرا باپ ایک تھا۔ تیرا دادا ایک تھا۔ تیرا پردادا ایک تھا اور تو بھی ایک ہے۔ اب بتائیں کیا کروں۔“ وہ بھی خوش طبع اور حاضر جواب تھا جھٹ عرض کی کہ ”حضورؐ میں ساری نسل چیک کرانے نہیں آیا اولاد نرینہ کے لیے سوال لے کر آیا ہوں۔“ آپ کا چہرہ خوشی سے تہمتا اٹھا اور مسکرا کر فرمایا، جاؤ اللہ کریم چار لڑکے دیں گے اب تو خوش ہو۔“ چنانچہ پھر اس کے ہاں چار لڑکے پیدا ہوئے۔

خیالات فاسدہ سے رہائی

ایک دن آپ محفل میں رونق افروز تھے بہت سے احباب باادب بیٹھے تھے۔ باتیں ہو رہی تھیں اتنے میں آپ نے زبان مبارک سے دو تین مرتبہ فرمایا:

” نبض و جے گھر عشق دے تے دیداں خبر نہ کا “

سب حیران تھے کہ کیا راز ہے اچانک ایک طرف سے حاجی نظام الدین مرحوم نمودار ہوئے وہ اکثر اوقات حضورؐ کے پاس کئی کئی دن قیام کیا کرتے تھے۔ ان کو دیکھ کر آپ نے پھر فرمایا:

” نبض و جے گھر عشق دے تے دیداں خبر نہ کا “

حاجی صاحب سخت پریشانی کے عالم میں تھے۔ جب وہ سلام کر کے بیٹھ گئے تو آپ نے فرمایا ” حاجی صاحب لائیں آپ کی نبض دیکھوں “ اور مسکراتے ہوئے نبض پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

” نبض و جے گھر عشق دے تے دیداں خبر نہ کا “

اس کے ساتھ ہی حاجی صاحب کا مرجھایا ہوا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور آنا ” فانا “ ان کی پریشان حالی دور ہو گئی پھر وہ مکمل سکون کے ساتھ بیٹھ گئے خلاف معمول دوسرے ہی دن وہ اجازت لے کر روانہ ہوئے تو ان کے ساتھ ماسٹر خوشی محمد بھی اجازت حاصل کر کے گھر

کو روانہ ہوئے۔ دونوں گاڑی میں سوار ہوئے تو ماسٹر صاحب نے حاجی صاحب سے دریافت فرمایا کہ آپ اس دفعہ اتنی عجلت سے کیوں واپس جا رہے ہیں حالانکہ آپ تو کئی کئی دن قیام کیا کرتے تھے۔ حاجی صاحب نے کہا کہ اس دفعہ میں قیام کی نیت سے نہیں آیا تھا۔ بلکہ اپنی مصیبت کا حال بیان کرنے آیا تھا جو آپ کی کرم نوازی سے حاضر ہوتے ہی ٹل گئی۔ وہ کہنے لگے کہ:

”میرے پاس گاؤں کی ایک نوجوان لڑکی اپنے شوہر کی شکایت لے کر آئی تھی وہ بہت روئی میں نے اسے تسلی دی اور وہ چلی گئی۔ لیکن لڑکی کے جانے کے بعد میری حالت ایسی ہو گئی کہ صبر و قرار و ہوش کھو گئے اور اس کی محبت اس طرح دل میں گھر کر گئی کہ نہ نماز یاد رہی نہ اوراد و وظائف اور نہ نوافل کچھ دن یہی حالت رہی تو خیال آیا کہ میں تو مارا گیا۔ ساری عمر کی کمائی برباد ہو گئی۔ آخر کوئی جائے پناہ نظر نہ آئی اور حضورؐ کی خدمت بابرکت میں آ پہنچا۔ بھائی صاحب خدا کا شکر ہے کہ حضورؐ نے ایک ہی نظر کیمیا اثر سے سب خیالات فاسدہ مٹے لوح دل کو پھر پاک و صاف کر دیا ہے اور اب مطمئن ہو کر واپس جا رہا ہوں۔“

متوقع خطرہ سے محفوظ رکھا

محمد عبداللہ صاحب نقشبندی فیصل آباد سے اپنے ایک دوست میاں عبدالحمید کے ہمراہ چیچہ وطنی گئے۔ میاں عبدالحمید کئی ماہ سے بیمار چلے آتے تھے اور علاج معالجہ پر بے تحاشہ خرچ کرنے کے باوجود بیماری میں افاقہ نہ ہوا۔ چیچہ وطنی میں دونوں نے ارادہ کیا کہ حضرت کرمانوالہ شریف چلیں اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں دعا کے لیے گزارش کریں۔ حضرت کرمانوالہ شریف پہنچنے پر ان کو معلوم ہوا کہ آپ لاہور تشریف لے گئے ہیں اور وہاں سیٹھ محمد شفیع کیلے والے کے مکان میں قیام ہے چنانچہ وہ لاہور چلے گئے اور وہاں آپ کی خدمت میں جا حاضر ہوئے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عرض دعا کے بعد آٹھ بجے شب کی گاڑی سے واپس چیچہ

وطنی چلے جائیں گے۔ ان کی آمد پر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب لوگوں کو اٹھ جانے کا حکم دیا اور خود خاموشی سے لیٹ گئے دس بجے کے قریب آپ نے فرمایا کہ چیچہ وطنی سے آنے والے بیلوں کو بلاؤ۔ جب ہم حاضر ہوئے تو آپ نے صحت کے لیے دعا کی اور ایک دوا بھی تجویز فرمائی پھر ہمیں رخصت کر دیا صبح کو ہمیں معلوم ہوا کہ جس گاڑی سے ہم لاہور سے چیچہ وطنی جانے کا ارادہ رکھتے تھے وہ گیمبر اسٹیشن پر حادثہ کا شکار ہو گئی اور بہت سے مسافر جاں بحق ہو گئے۔ محمد عبداللہ صاحب کہتے ہیں کہ پھر ان کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ رات کو کیوں انہیں جلدی چھٹی نہیں ملی تھی۔

علم کی دولت عطا فرمادی

مولوی محمد صدیق صاحب فیروزپوری نے بیان کیا کہ وہ لاہور میں حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزار مبارک سے ملحقہ جامعہ گنج بخش میں زیر تعلیم تھے۔ ہر وقت پریشان حال رہتے تھے کیونکہ سبق یاد نہیں رہتا تھا۔ آخر ایک دن انہیں خیال آیا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیے۔ وہاں حصول علم کے لیے دعا بھی کروائیں گے اور حضور کی غلامی کی سعادت بھی حاصل کریں گے۔ چنانچہ اسی ارادے سے وہ آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ آپ کے دریافت فرمانے پر عرض کیا کہ ”حضور مرید ہونے کے لیے آیا ہوں۔“ آپ نے قبول فرمایا اور کچھ پڑھنے کے لیے بھی ارشاد فرمایا۔ پھر مولوی محمد صدیق احمد نے عرض کیا کہ حضور مدرسہ میں پڑھتا ہوں لیکن حافظہ اتنا خراب ہے کہ کچھ یاد نہیں رہتا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور تین بار تھپکی دے کر فرمایا۔ ”خدا کے فضل سے تم بڑے مولوی بن جاؤ گے“ چنانچہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے علم کی دولت بھی عطا کی اور وعظ و تقریر کا ملکہ بھی عنایت کر دیا۔

وہی بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک دوست کی بیوی کو خنازیر کی موذی مرض نے آ دبا یا۔ علاج معالجہ سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر آپ کی خدمت میں رجوع کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم داڑھی رکھ لو اور دونوں میاں بیوی نماز پڑھا کرو۔ نماز کے بعد درود شریف پڑھ کر لعاب دہن لگا دیا کرو اللہ تعالیٰ شفا بخش دیں گے۔“ چنانچہ جب انہوں نے

کچھ دن اس فرمان کے مطابق عمل کیا تو اس موذی مرض سے ہمیشہ کے لیے نجات مل گئی۔

اولاد نرینہ عطا ہوئی

انور حسین صاحب گوجر پورہ لاہور کا بیان ہے کہ ان کے ایک عزیز شیخوپورہ میں رہتے تھے۔ ان کی شادی ہوئے بارہ سال کا عرصہ گزر گیا لیکن ان کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی علاج معالجہ تعویذ گنڈا دعا اور دوا سب آزما دیکھے لیکن پھر بھی اولاد کی نعمت سے محروم رہے کسی دوست نے ان کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا مشورہ دیا وہ اتوار کے دن لاہور سے چل کر حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے لیکن اس دن زائرین کا ہجوم اتنا تھا کہ ان کو عرض مطلب کا موقع نہ مل سکا اور وہ دل کی دل میں ہی لے کر واپس چلے آئے اگلی اتوار پھر حاضر خدمت ہوئے مگر بھیڑ بدستور تھی دل میں افسوس پیدا ہوا کہ دوسری مرتبہ بھی عرضداشت پیش کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔

اتنے میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خادم آیا اور اس نے کہا کہ جو صاحب شیخوپورہ سے آئے ہیں ان کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بلا تے ہیں۔ یہ خاموش رہے کہ شاید کوئی اور صاحب ہوں گے میرے نصیب کہاں کہ حضرت صاحب از خود بلائیں خادم واپس چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہی خادم پھر آیا اور کہا کہ شیخوپورہ سے جو صاحب کچھلی اتوار کو بھی آئے تھے اور ملے بغیر واپس چلے گئے تھے ان کو حضرت صاحب قبلہ نے بلایا ہے چنانچہ وہ اٹھے اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جا پہنچے۔ حضرت صاحب نے کمال شفقت فرمائی دعا کی اور دوا بھی تجویز فرمائی واپس جا کر دوائی تیار کر کے استعمال کی گئی اور حضرت صاحب کی کرم نوازی سے اللہ تعالیٰ نے چاند ساڑ کا عنایت فرمایا۔ انور حسین صاحب کا بیان ہے کہ ان کے یہ عزیز بزرگوں کے زیادہ قائل نہ تھے لیکن اس کے بعد وہ بزرگان دین کی عظمت اور کرامت کے قائل ہو گئے۔

مہلک مرض سے شفا

سیٹھ محمد شفیع کی بیوی سخت بیمار ہو گئی قویج کی تکلیف اتنی شدید تھی کہ آنت ہی پیٹ میں خود بخود پھٹ گئی۔ ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کیا اور کہا کہ ایسا مریض مشکل سے ہی جانبر ہو سکتا ہے۔ سیٹھ صاحب کو سخت فکر لاحق ہوئی اور اسی وقت حضرت کرمانوالہ شریف کا رخ کیا۔ آپ کی خدمت میں پہنچ کر ضبط نہ کر سکے اور بے اختیار رونے لگے حضرت صاحبؒ سے عرض کیا کہ حضور بیوی سخت بیمار ہے ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے اگر مرگئی تو میں مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں گا کیونکہ ابھی تین بچوں کی شادی کرنی ہے۔ آپؒ نے فرمایا کہ جاؤ علاج کرو اللہ کریم شفا عطا فرمائیں گے اور سیٹھانی بچوں کی شادیاں خود کرے گی۔ ”سیٹھ محمد شفیع واپس لاہور پہنچے اور آپریشن کامیاب رہا تھوڑے ہی دنوں میں ان کی اہلیہ تندرست ہو گئیں۔“

ایک چور کی اصلاح

کرمانوالہ شریف میں گاؤں کے زمینداروں کا ایک بچہ قمرالدین نامی بچپن سے آپ کے پاس آتا جاتا تھا۔ آپ بھی اس سے محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے جب جوان ہوا تو ایک دن صبح سویرے اٹھ کر اپنے گھر سے باہر آیا اس وقت حضورؐ بھی باہر سے تشریف لا رہے تھے قمرالدین نے ادب سے سلام عرض کیا اس نے سر پر نئی لنگی باندھی ہوئی تھی۔ حضور نے فرمایا کہ یہ لنگی کہاں سے لی ہے بڑی خوبصورت ہے قمرالدین نے لنگی سر سے اتاری اور پیش کر دی۔ آپؐ نے فرمایا یہ تمہیں بہت اچھی لگتی ہے تم ہی رکھو اور یہ کسی کو نہ دینا چلتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ دیکھنا کوئی ایسا ویسا کام نہ کرنا۔“ قمرالدین نے کہا ”جی نہیں۔“

راستہ میں جو اس کو شرارت سو جھی قریبی گاؤں درک میں جا کر ایک گھر میں چوری کر لی اور زیور اور قیمتی پارچات کی گتھڑی باندھ کر سر پر رکھی اور بھاگ نکلا گھر والے بھی جاگ اٹھے اور چور چور کا شور مچ گیا گاؤں کے لوگ لائٹیوں سے مسلح ہو کر گلی کے دونوں سروں پر کھڑے ہو گئے۔ اب بچ کر نکلنے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اس وقت موت اسے سامنے نظر آنے لگی یقین ہو گیا کہ آج یہیں مارا جاؤں گا۔ اسی وقت حضرت صاحبؐ

یاد آئے اور حضور کی جانب خیال کر کے عرض کیا کہ حضور آج دستگیری فرمائیں اور موت کے منہ سے بچائیں آئندہ کے لیے چوری سے بچی توبہ کرتا ہوں فی الفور اس کے کانوں میں آپ کی آواز آئی گٹھڑی اور سر سے لنگی اتار کر فوراً پھینک دو۔ اس نے لنگی زمین پر پھینک دی۔ اتنے میں لوگ وہاں پہنچ گئے۔ اور لنگی اور گٹھڑی پر لٹھیاں برسائی شروع کر دیں قمر الدین ان کے بیچ میں سے نکل کر کھسک آیا اور بھاگ کر مومنوالا شریف پہنچ گیا۔

صبح سویرے باہر نکلا تو اسی مقام پر حضور پھر اسے ملے۔ آپ تبسم فرما رہے تھے قمر الدین کو دیکھ کر فرمایا کہ تم باز نہ آئے۔ میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ کوئی ایسا دیا کام نہ کرنا اور وہ لنگی کسی کو نہ دینا تم پھر دوسرے گاؤں چلے گئے۔ قمر الدین نے ہاتھ جوڑ کر معافی مانگی۔

ولا الضالین کا مسئلہ

مولوی سید محمد قاسم شاہ خطیب جامع مسجد نور پور شاہاں متصل اسلام آباد دورہ حدیث جامعہ رضویہ فیصل آباد میں کھل کرنے کے بعد لاہور آئے اور قاری محمد شریف صاحب مہتمم دارالفرقان ماڈل ٹاؤن لاہور سے علم تجوید حاصل کرنے لگے قاری صاحب موصوف نے مشق کے دوران علم تجوید کے مسائل پڑھائے اور سمجھایا کہ ولا الضالین میں ضاد کو مشابہ بالظا پڑھنا صحیح ہے اور مشابہ بالذال پڑھنا جیسا کہ عام رواج ہے غلط ہے چنانچہ قاری صاحب کے کہنے کے مطابق مولوی صاحب نے ولا الضالین میں حرف ضاد کو مشابہ بالظا پڑھنا شروع کر دیا اس پر بعض لوگ اعتراض کرتے کہ تم غلط پڑھتے ہو خیال کیا کہ یہ لوگ قانون کا علم نہیں رکھتے اور ناواقفیت کی وجہ سے اعتراض کرتے ہیں مگر لوگوں کی مخالفت بڑھتی گئی اسی پریشانی کے عالم میں حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کے عرض کرنے کے بغیر خود ہی ارشاد فرمایا ”پیر جی! حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے جو کوئی ولا الضالین میں ضاد کو مشابہ بالظا پڑھے اس کی نماز ٹوٹ جاتی ہے“ اس کے بعد سید محمد قاسم شاہ صاحب نے بالظا پڑھنا ترک کر دیا اور ان کی پریشان خیالی ختم ہو گئی چنانچہ ایک دن تفسیر خزائن العرفان کے مطالعہ

کے دوران دیکھا کہ یہی مسئلہ بالکل ایسے ہی لکھا ہوا تھا جیسے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا تھا۔

اسم ذات کا ذکر

مولوی سید محمد قاسم شاہ صاحب نے بیان کیا کہ حضرت کرمانوالہ شریف میں قیام کے دوران ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسم ذات کے ذکر کی تلقین فرمائی انہوں نے حسب ارشاد ذکر شروع کر دیا چند دنوں میں ہی حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ عالیہ سے حالت یہ ہو گئی کہ قضائے حاجت کے وقت بھی بے تکلف قلب کا ذکر جاری رہتا اس پر ان کو خیال پیدا ہوا کہ کہیں یہ صورت حال بے ادبی میں داخل نہ ہو۔ پریشان ہو کر ایک دن حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کر ہی دیا کہ حضور! اگر ناپاکی کی حالت میں ذکر جاری رہے تو کیا ہے؟“ حضور نے ارشاد فرمایا ”اگر پیشاب پاخانہ کرتے وقت بھی بے اختیار قلبی ذکر جاری رہے تو کوئی گناہ نہیں۔“

یذکرون اللہ قیاما و قعودا و علی جنوبہم ذکر الہی اللہ کے محبوب بندوں کا محبوب ترین مشغلہ ہے اور قلب کی زندگی یہی ہے کہ وہ ہر وقت ذکر حق میں محو رہے۔

عالم دین پر نگاہ لطف

مولانا بشیر احمد خطیب و صدر مدرس چشتیاں شریف حضرت مولانا مولوی عبدالحق بہاولپوری کے برادر حقیقی ہیں دارالعلوم دیوبند سے تحصیل علم کے بعد سند فضیلت حاصل کر کے وطن واپس آئے تو علوم ظاہری سے ان کا دامن بھرپور تھا مگر علم باطن سے کورے تھے زبان کی تیزی اور دلائل کی فراوانی تھی بعض مسائل اور اعتقادی امور میں ایک خاص نقطہ نگاہ رکھتے تھے جو علم ظاہر کا اثر تھا حضرت مولانا عبدالحق ان کو اپنے ہمراہ لے کر کرمانوالہ شریف میں حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت صاحب نے نوجوان عالم پر نگاہ ڈالی جو اپنے محدود علم کے پیمانے سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لامحدود علم کی پیمائش کرتا تھا آپ نے محبت سے ان کے کاندھے پر دست مبارک رکھ دیا اور آستانہ عالیہ کے صحن میں چند چکر لگائے شیریں الفاظ میں نوجوان

مولوی صاحب کے شکوک و شبہات رفع کر دیے اور باطنی توجہ سے ان کی کایا پلٹ دی صبح کے وقت مولوی صاحب کی طبیعت کارنگ اور تھا شام کو اور ہو گیا جب اگلی صبح آنکھ کھلی تو چشم باطن بھی کھل چکی تھی، طبیعت میں عجز و مسکنت اور طمانیت تھی۔

ملازمت پر بحالی

علی محمد ریٹائرڈ پٹواری نھرچک نمبر ۱۴۰ سرگودھا سے بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۳۷ء میں بہت سے پرانے امیدواران پٹوار محکمہ نھر کو صدر دفتر فیروز پور چھاؤنی سے ملازمت سے علیحدگی کا نوٹس مل گیا ان میں مسلمانوں کے علاوہ ہندو اور سکھ بھی شامل تھے پچیس سال سے زیادہ عمر ہو جانے کے باعث ان کے نام فہرست امیدواران سے خارج کرنے کا حکم جاری کر دیا گیا تھا۔ سب نے ان کو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا کہ آپ سے دعا کراؤ صبح کے وقت جب وہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے پوچھا ”کیا تم کو ابھی تک کچی پٹواری نہیں ملی؟“ جواب میں عرض کیا کہ ”حضور“ ابھی تک تو کوئی صورت نہیں بنی بلکہ ہمیں تو ملازمت سے ہی جواب مل رہا ہے۔“ آپ نے فرمایا ”کوئی فکر نہ کرو تم سب جلد ہی کچے پٹواری بن جاؤ گے۔“ واپس جا کر انہوں نے سب ساتھیوں کو خوشخبری سنائی دوسرے دن وہ سب لاہور گئے اور چیف انجینئر کے پاس اپیل دائر کر دی تھوڑے دنوں کے بعد حکومت پنجاب کی طرف سے ان سب کی بحالی کا اعلان ہو گیا اور سب کو مستقل پٹواری بنا دیا گیا۔

بیوی کو شفا حاصل ہو گئی

ضلع نواب شاہ سندھ سے مستری غلام نبی کا بیان ہے کہ ان کی بیوی عرصہ بارہ سال سے بیمار چلی آتی تھیں۔ ۱۹۳۵ء میں وہ دہلی میں مقیم تھے۔ وہاں علاج معالجہ جاری رہا لیکن افاتہ نہ ہوا۔ پھر پاکستان بننے پر لاکل پور (فیصل آباد) اور اوکاڑہ میں بھی علاج کروایا مگر بے سود۔ آخر رات کو خواب میں بشارت پا کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت کربانوالہ شریف حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ اوکاڑہ سے ان کے دو رشتہ داران کے ساتھ ہو لیے۔ ان میں سے ایک پستی تھا اور دوسرا حافظ۔ جب

صدر دروازہ سے یہ تینوں اندر داخل ہوئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سامنے چل
 قدمی فرما رہے تھے آپ نے ان کی طرف دیکھتے ہی فرمایا یہ ایک آدمی یہاں ٹھہرے اور
 دوسرے دونوں کو باہر بھیج دو۔“ ان کے دونوں ساتھی باہر چلے گئے تو آپ نے فرمایا
 ”ہاں بھئی! تیرے ساتھ ابھی بات کریں گے تم ادھر صرف پر بیٹھو“ آپ ”اسی طرح تقریباً“
 نصف گھنٹہ تک ادھر ادھر چلتے پھرتے رہے۔ بعد ازاں آپ آکر چارپائی پر بیٹھ گئے۔
 باہر سے لوگوں کو باری باری بلانا شروع کر دیا۔ سب سے باتیں ہوتی جاتی تھیں۔ جب
 ان کی باری آتی تو فرمادیتے۔ ”تم ٹھہرو تمہارے ساتھ بھی بات کرتے ہیں۔“ اسی طرح
 تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد پانچ مرتبہ بات کرنے کی اجازت چاہی مگر موقع نہ ملا۔
 آخر آپ نے فرمایا کہ وہ مصلی اٹھا کر لاؤ اور ادھر چارپائی کے قریب بچھا دو۔“ پھر اس پر
 دو زانو بیٹھنے کے لیے ارشاد ہوا۔ بعد ازاں فرمایا ”سر کے بال سنت کے مطابق کٹوایا کرو
 اور داڑھی رکھو“ ان کے بال انگریزی طرز کے تھے اور داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ پھر کچھ
 اور بھی نصیحتیں فرمائیں جو ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئیں۔ پھر فرمایا ”اب جاؤ“
 یہ ابھی چند قدم ہی گئے تھے کہ فرمایا ”ٹھہرو“ یہ رک گئے۔ فرمایا ”کھوی گھاس کو پانی میں
 ابال کر صبح کے وقت بیوی کو پلا دیا کرو۔ اللہ کریم مہربانی فرمادیں گے۔“ گھر واپس آکر
 حسب ارشاد کھوی گھاس پلانے سے چند دنوں کے اندر ہی بیوی کو کھل شفا حاصل ہو گئی
 اور بارہ سال کا پرانا مرض پیچھا چھوڑ گیا۔

ان کے ساتھی پوستی کو آپ نے فرمایا ”سناؤ میاں پوستی تم کیسے آئے؟ اور حافظ
 سے مخاطب ہو کر فرمایا ”تم صرف آنکھوں کے حافظ ہو۔“ اس نے کہا جی ہاں! قرآن
 پاک کا بھی حافظ ہوں۔ تمیں سپارے حفظ کیے ہیں“ آپ نے فرمایا ”ہمیں تو قرآن پاک
 کا ایک لفظ ساری رات بے قرار رکھتا ہے۔ تیرے اندر تمیں سپارے ہیں۔ اچھا فلاں جگہ
 سے پڑھو۔“ حافظ نے ہر چند کوشش کی لیکن وہ رکوع نہ سنا سکا اس پر آپ نے فرمایا کہ
 ”جو شخص ماں باپ کا نافرمان ہو اور رات کو فاحشہ عورتوں کے دروازے کھٹکھٹاتا پھرے
 قرآن پاک اس کے سینے کے اندر کیسے رہ سکتا ہے۔“ وہ شرمسار ہو کر زار و قطار رونے
 لگا اور دل سے تائب ہوا۔

ایک عقیدت مند کی مشکل کشائی

چوہدری محمد طفیل اوکاڑہ سے بیان کرتے ہیں کہ قیام پاکستان کے بعد اپنے قصبہ کے دوسرے لوگوں کے ہمراہ وہ اوکاڑہ میں آکر آباد ہو گئے۔ ایک محلہ میں ان کو ایک کشادہ مکان رہائش کے لیے مل گیا۔ مستقل الاٹمنٹ کے موقع پر انہوں نے اپنا حق حاصل کرنے کے لیے کاغذات کلیم کمشنر کی عدالت میں پیش کیے لیکن بعض لوگوں کی درپردہ مخالفت کی وجہ سے ان کے کاغذات تلف کر دیے گئے۔ چار پانچ مرتبہ اسی طرح ہوا۔ چوہدری صاحب نے شروع میں ہی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں مکان کے متعلق عرض کیا تھا اور آپ نے تسلی دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ ”مکان تمہیں ہی ملے گا، کوشش کرتے رہو۔“ لیکن دشمنوں کی مخالفت کی وجہ سے معاملہ طول پکڑتا گیا اور ان کی پریشانی میں اضافہ ہوتا گیا، حتیٰ کہ مخالفین نے ابتدائی فیصلوں کی بنا پر ان کا مکان اپنے نام الاٹ کروا کے قبضہ کرنے کی کوششیں بھی شروع کر دیں۔ مخالفین کا قبضہ رکوانے کے لیے ہائی کورٹ سے حکم امتناعی لے کر وہ پھر حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ تم بحالیات کے بڑے افسر کے پاس لاہور میں اپیل کر دو۔ چنانچہ اپیل کے کاغذات مکمل کر کے یہ چیف کمشنر بحالیات کے پاس جا پہنچے چیف کمشنر نے کاغذات دیکھ کر کہا کہ ہندوستان کے جس قصبہ کے متعلق آپ کے کلیم ہیں اس کا گزٹ میں کوئی اندراج نہیں مل سکا۔ دفتر والے اس کے متعلق کچھ نہیں بتاتے اس لیے تمہارا کلیم منظور نہیں ہو سکتا۔

چوہدری محمد طفیل کا بیان ہے کہ یہ بات سن کر میں بے اختیار رونے لگا۔ اس پر کمشنر صاحب نے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ میں تمہارا مقدمہ زیر غور رکھتا ہوں اور تمہیں مہلت دیتا ہوں کہ گزٹ میں سے وہ حکم تلاش کر کے لاؤ۔ چنانچہ چوہدری محمد طفیل نے جا کر سرکاری لائبریری کے افسر سے گزٹ مانگا۔ اس نے کہا کہ ”تمہیں کونسا گزٹ درکار ہے گزٹ تو بہت سے ہیں۔“ یہ اس وقت بہت پریشان تھے اسی عالم میں حضرت صاحب کی جانب متوجہ ہوئے تو بیساختہ منہ سے نکلا کہ ۱۹۴۰ء کا گزٹ دے دیجئے لائبریرین نے ۱۹۴۰ء کا گزٹ نکال کر ان کے حوالے کیا۔ کانپتے ہوئے ہاتھوں سے گزٹ کھولا۔ پہلی نظر جس صفحہ پر پڑی اس میں ان کے قصبہ کا ہی ذکر موجود تھا۔ وہ خوشی سے اچھل

پڑے۔ لاہورین سے اسی وقت صدقہ نقل حاصل کر کے کشن کے پاس جا پہنچے کشن عدالت برخواست کر کے جانے ہی والا تھا اس نے نقل ملاحظہ کی اور کلیم منظور کرتے ہوئے کہا کہ اب تو بڑی جلدی نقل لے کر آگئے ہو چوہدری صاحب نے کہا کہ یہ سب کچھ میرے پیرو مرشد حضرت صاحب کی توجہ اور برکت سے ہے۔“

دوسرے دن وہ خوشی خوشی حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے دور سے دیکھتے ہی فرمایا، ”منشی جی! آخر مکان آپ کو مل ہی گیا۔“ بعد ازاں اس حکم کی نقل ہائی کورٹ میں پیش کرنے سے مخالفین کی کوششوں کا وہاں بھی سدباب ہو گیا۔

کشف و کرامات کی روشن مثالیں

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۵ء میں وہ انبالہ چھاؤنی سے چل کر لدھیانہ، جگراؤں، موگا اور فیروزپور کا دورہ کرنے کے لیے نکلے لدھیانہ میں ان کو معلوم ہوا کہ ان کے بھائی رائے محمد اقبال احمد خان بعارضہ نمونیا سخت بیمار ہیں چنانچہ وہ ان کی عیادت کے لیے رائے کوٹ جا پہنچے۔ رائے صاحب کچھ رو بصحت تھے اس لیے وہ مطمئن ہو کر وہاں سے اپنے کام پر روانہ ہوئے۔ بوقت روانگی رائے محمد نیاز خان نے پوچھا کہ کہاں کہاں دورہ کے لیے جانے کا ارادہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ عنقریب موگا جاؤں گا اور وہاں سے حضرت صاحب کے پاس بھی حاضری کا خیال ہے رائے نیاز احمد خان نے کہا کہ میں نے بھائی صاحب کی شدید علالت کے متعلق حضرت صاحب کی خدمت میں دعا کے لیے خط تحریر کیا ہے۔ آپ جائیں تو آپ بھی حضور سے رائے صاحب کی صحت یابی کے لیے دعا کرائیں۔

موگا سے وہ اپنے ایک اور عزیز کو جو وہاں نائب تحصیلدار کے عہدے پر کام کر رہے تھے۔ ہمراہ لے کر کموں والا (آپ کے قدیمی گاؤں) پہنچے۔ ان کے ایک اور عزیز بابا فضل مرحوم بھی زیارت کی غرض سے ان کے ساتھ ہو لیے۔ تینوں نے مسجد میں اپنا سامان ایک جگہ رکھ دیا اور مسجد سے گزر کر آستانہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ سامنے حضرت صاحب اور انگریزی لباس میں لبوس ایک نوجوان کھڑے تھے۔ حضرت صاحب اپنے ہاتھوں میں زمین ہموار کرنے کا لکڑی کا آلہ (جنڈرا) تھامے ہوئے تھے اور نوجوان

دونوں ہاتھوں سے رسی کھینچ رہے تھے۔ انہیں دیکھتے ہی آپ نے فرمایا ”آپ ذرا ادھر کونے میں پھٹی ہوئی صفوں پر چل کر بیٹھیں۔ میں اس کام سے فارغ ہو کر آپ کے پاس آتا ہوں۔ یہ صاحب انجینئر ہیں آج دیر کے بعد پھنسے ہیں ان سے ذرا کام لے لوں۔“ اور پھر آپ ”مسکرائے۔“

وہ چوتھے پر جا بیٹھے سورج تیزی سے چمکنے لگا دھوپ تیز ہو گئی نائب تحصیلدار صاحب گھبرا گئے۔ وہ پسینے میں شرابور ہو گئے تھے۔ بیقراری میں انہوں نے دبی زبان سے کہا ”باباجی پتہ نہیں کب فارغ ہوں گے۔ یہاں ہمارا تو تیل نکلنے لگا ہے۔“ وہ یہ جملہ بمشکل مکمل کرنے پائے تھے کہ ادھر ایک فاصلہ سے حضور نے آواز دی۔ ”بیلو آرام سے سورج کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ جاؤ گھبراؤ نہیں۔“ ہم سب حیران رہ گئے کہ آپ نے فوراً ”ہماری گھبراہٹ اور باتوں کو معلوم کر لیا۔ نائب تحصیلدار صاحب کچھ شرمسار سے تھے۔“

تھوڑی دیر کے بعد بابا فضل بے چین ہو گیا اس نے کہا ”یار! پیاس سے جان نکلنے لگی ہے میں جا کر کتوئیں سے پانی پی آؤں اور سامان کو بھی ذرا دیکھ آؤں ایسا نہ ہو کوئی شخص مسجد سے اٹھا کر ہی لے جائے۔“ اسی اثنا میں پھر آپ نے فرمایا بیلو فکر مت کرو ٹھنڈی لسی آرہی ہے اور یہاں سامان کی چوری نہیں ہوتی۔ اطمینان سے بیٹھو ”ہم چپ ہو گئے۔“

اتنے میں ایک خادم لسی لے کر آگیا سب نے خوب سیر ہو کر لسی پی۔ خادم برتن لے کر واپس جانے ہی والا تھا کہ آپ خود بھی تشریف لے آئے آپ نے ان کو اپنے پاس بٹھا لیا اور نائب تحصیلدار اور بابا فضل کو سامنے بٹھایا۔ پھر فرمایا ”آپ تو خیر فوجی معلوم ہوتے ہیں بھرتی والے صاحب! اور یہ تحصیلدار صاحب ہیں اور یہ بلی (بابا فضل کی طرف مخاطب ہو کر) تو ملنگ ہے نہ جو رو نہ جاتا اللہ میاں سے نانا۔ نہ ماں نہ باپ نہ بہن نہ بھائی نہ اولاد (واقعی مرحوم فضل ایسے ہی تھے) یہ بات سنتے ہی بابا فضل قدموں پر جا گرا۔ آپ نے اٹھایا اور کہا ”بیلیا ٹھیک ہے نا۔“ پھر اپنی خاکی رنگ کی صدری کی جیب سے میاں نیاز احمد خاں کا خط نکال کر ہاتھ میں لیا اور فرمایا ”دیکھو یہ آپ کے رشتہ دار ہیں۔“ وہ کہنے لگے یہ میرے رشتہ کے بھائی ہیں مجھے انہوں نے تاکید کی تھی کہ آپ

سے رائے محمد اقبال احمد خاں کی صحت یابی کے لیے دعا کراؤں۔ اس پر آپ نے فرمایا ”دعا تو میں کر چکا ہوں۔ اللہ کریم خیر کر دیں گے۔ آؤ اب سب مل کر پھر دعا کریں۔“ چنانچہ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے اور سب نے مل کر دعا کی جلد ہی اللہ کریم نے رائے صاحب کو شفاء کا ملہ عطا فرمادی۔

عقیدت مندوں سے پیار

نیز بیان کیا کہ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے بعد وہ ضلع جھنگ میں جا آباد ہوئے۔ بے شمار مصروفیتوں کے باعث بہت عرصہ تک ان کو پھر خدمت میں حاضر ہونے کا موقع نہ ملا کئی مرتبہ ارادہ کیا لیکن پھر کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیش آ جاتی تھی۔ آخر ۱۹۶۱ء میں ان کے خلاف ساہیوال میں ایک دیوانی مقدمہ دائر ہو گیا۔ اسی سلسلہ میں وہ لاہور سے ایک وکیل کو ہمراہ لے کر ساہیوال کی جانب روانہ ہوئے۔ جب حضرت کرمانوالہ شریف پہنچے تو دن کے بارہ بجتے والے تھے۔ آپ ”مجوزہ مسجد کے صحن میں کیکر کے درخت کے نیچے آرام فرما تھے۔ جب سڑک پر سے گزرتے ہوئے ان کی نظر حضرت صاحب پر پڑی تو وہیں کار سے اترے اور آپ کی جانب روانہ ہو گئے۔ وکیل صاحب کار میں بیٹھے رہے اور کہا کہ میں نے سنا ہے آپ داڑھی منڈوں سے سختی سے پیش آتے ہیں اس لیے میں کار ہی میں بیٹھا ہوں۔“

جب وہ آپ کے نزدیک پہنچے تو آپ باوجود علالت کے چارپائی سے اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش فرمانے لگے انہوں نے عرض کیا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں حضرت صاحب نے فرمایا ”آپ بہت عرصہ کے بعد آئے ہیں۔ آج کل آپ کی کہاں رہائش ہے اس وقت کہاں سے آئے ہیں اور کہاں کا ارادہ ہے؟ عرض کیا ”حضرت! ضلع جھنگ میں آباد ہو گیا ہوں اس وقت لاہور سے آ رہا ہوں اور ساہیوال کا ارادہ ہے۔“ آپ نے فرمایا کہ ”اچھا جلدی جاؤ کہیں حاکم اٹھ نہ کھڑا ہو اور ان کے چہرے کی طرف غور سے دیکھتے رہے۔ پھر فرمایا جائیں آپ کا ساتھی باہر خطر ہو گا اور دوبارہ ان کے چہرے کی طرف گھور کر دیکھا وہ محسوس کر رہے تھے کہ حضرت صاحب ان کی صفا چٹ داڑھی کو ناپسند فرما رہے ہیں۔ چنانچہ وہ فوراً ”بول اٹھے حضرت انشاء اللہ پھر یہ غلطی نہیں ہوگی۔“ یہ

سن کر آپؐ نے دست شفقت ان کی پیٹھ پر پھیرا اور محبت بھری نظر سے رخصت کیا۔ وہ ساہیوال عدالت میں پہنچے تو حاکم اٹھ کر جانے ہی والا تھا چنانچہ انہوں نے درخواست پیش کی اور فیصلہ اسی وقت ان کے حق میں ہو گیا وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے کبھی واڑھی نہیں منڈوائی اور حضرت صاحبؒ کا ان کی طرف توجہ سے دیکھنا ہی ان کی ظاہری اور باطنی اصلاح کا موجب بن گیا۔

اولاد نرینہ عطا ہوئی

پاکپتن کے سول ہسپتال کے انچارج ڈاکٹر صاحب گوجرانوالہ کے رہنے والے تھے۔ ان کی عمر پچاس سال کے لگ بھگ ہوگی۔ ان کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں تھیں اولاد نرینہ نہ تھی عموماً ہر اتوار کو چک ۳۶ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ایک دن وہ ٹانگہ میں تمام لڑکیوں کو سوار کر کے لے آئے اور عرض کیا کہ حضور ان کا بھائی کوئی نہیں ہے۔ آپ مسکرائے اور فرمایا۔ ”ڈاکٹر صاحب اللہ تعالیٰ ان کو دو بھائی عطا فرمائیں گے۔“ اور بچیوں کو کھانے پینے کی کچھ چیزیں دیں۔

کچھ عرصہ بعد ڈاکٹر صاحب پھر حاضر ہوئے تو ان کی گود میں ایک خوبصورت لڑکا تھا۔ جسے حضرت صاحبؒ نے شفقت سے پیار کیا۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب پاکپتن شریف سے کسی اور جگہ تبدیل ہو گئے اور ان کے متعلق معلوم نہیں ہو سکا لیکن حضرت صاحبؒ کے ارشاد کے مطابق یقیناً ان کو دوسرا بچہ بھی اللہ تعالیٰ نے عطا کر دیا ہوگا۔

نعمت اولاد عطا ہوئی

پیر جلیل شاہ صاحب (ساکن واں رادھا رام) کے ہمراہ ایک دفعہ ان کے ایک زمیندار دوست حضرت بابا صاحبؒ کے عرس میں شرکت کے لیے پاکپتن شریف گئے ان کے دوست کی دو بیویاں تھیں لیکن اولاد سے محروم تھے ان دنوں حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھی عید گاہ میں مقیم تھے دعا کی غرض سے یہ بھی وہاں پہنچے اس وقت ایک بوڑھا آدمی حضرت قبلہؒ سے التجا کر رہا تھا کہ اس کا داماد دوسری شادی کرنے پر تلا ہوا ہے کیونکہ اس کے گھر کوئی اولاد نہیں۔ حضرت قبلہؒ نے پیر جلیل شاہ کو دیکھتے ہی فرمایا

”پیر جی اس بوڑھے کی لڑکی کے لیے اولاد کی دعا کرنی ہے۔“ پیر جلیل شاہ نے جواب میں فوراً ”عرض کیا۔“ حضور ”آج تو ہم بھی اسی غرض کے لیے حاضر ہوئے ہیں باوا صاحب“ کا صدقہ سب پر رحم کی نظر فرمائیں۔“ حضرت قبلہ نے مسکرا کر فرمایا۔ ”پھر تو یہ چوہدری صاحب اس بوڑھے کی لڑکی کے لیے اور اپنے لیے بھی دعا کریں۔“ ان کے ساتھی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ حضور ہم خود دعا کے طالب ہیں اس لائق کہاں ہیں کہ ہم گنہگاروں کی دعا قبول ہو۔“ آپ نے مہربان ہو کر فرمایا ”نہیں چوہدری صاحب آج باوا صاحب کے طفیل گنہگاروں کی ہی سنی جائے گی۔ چوہدری صاحب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے حضرت صاحب کے مبارک ہاتھ بھی اٹھے ہوئے تھے ان مبارک ہاتھوں کی برکت سے سب کی سنی گئی۔ اس کے بعد چوہدری صاحب کی دونوں بیویوں کے ہاں اولاد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ حالانکہ سات پشت سے ان کے خاندان میں صرف ایک ہی زینہ اولاد ہوتی آئی تھی۔

پاک توجہ کا اثر

چوہدری نذیر احمد صاحب کوشنر ایشمال ارضیات ملتان اپنے طالب علمی کے زمانہ میں ایف سی کالج لاہور میں ایم اے میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔ فطرت سلیم تھی جو ان سالی اور آزاد ماحول کے باوجود اہل اللہ کی محبت کی چنگاری خانہ دل میں موجود تھی۔ حضرت صاحب کے کمالات کا شہرہ سن کر سعادت ازلی کام آئی اور عائبانہ آپ کے گردیدہ ہو گئے چنانچہ تعطیلات کے ایام میں کرموں والا (ضلع فیروزپور) میں آپ کی خدمت میں جا پہنچے۔ حضور کی نگاہ دور بین نے اس سعادت مند نوجوان کے خلوص اور محبت کی متاع کو قابل قدر سمجھتے ہوئے ان کی جانب پوری توجہ فرمائی نہایت شفقت اور مہربانی سے ان کے احوال کی اصلاح کی جانب متوجہ ہوئے یہ تعلیم یافتہ نوجوان بھی دربار عالیہ کا رنگ دیکھ کر بے حد متاثر ہوا کوئی بات خلاف شریعت یا خلاف سنت نہ تھی اور حضور اپنے پاس آنے جانے والوں کو توحید و رسالت کے متوالے بنا رہے تھے۔ چوہدری صاحب نے بھی حضور سے استدعا کر دی کہ انہیں حلقہ ارادت میں منسلک فرمایا جائے۔ آپ نے نماز پنجگانہ کے علاوہ نوافل پڑھنے کی بھی تلقین فرمائی اور وظائف بھی

بتلائے چوہدری صاحب نوجوان تھے عرض کیا کہ حضور اور تو سب ٹھیک ہے تہجد کے لیے اٹھنا بہت مشکل ہو گا کیسے اٹھوں گا۔ ”آپ نے فرمایا ”آپ اردہ کر لیں جگانے والے خود جگا لیا کریں گے۔“

لاہور پہنچے تو پہلی ہی رات تہجد کے وقت کسی نے بازو سے پکڑ کر ہلایا۔ ان کی آنکھ کھل گئی اور دیکھا کہ کمرہ بند ہے اور وہاں کوئی شخص نہیں ہے۔ وقت تہجد کا ہو چکا تھا اس لیے اٹھے اور ارشاد کے مطابق نماز تہجد اور وظائف سے فراغت حاصل کی۔ دوسرے روز بھی ایسے ہی ہوا اور تیسرے روز بھی تیسرے روز یہ بھی ارشاد ہوا کہ اب فکر سے خود اٹھا کر دیکھا ہر روز ہمیں ہی آنا پڑے گا۔ چوہدری صاحب کا بیان ہے کہ اس کے بعد آج تک ان کی نماز تہجد قضا نہیں ہوئی۔

مرید کے احوال کی نگرانی

تعلیم سے فارغ ہو کر وہ صوبائی سول سروس کا امتحان پاس کرنے کے بعد لاہور میں بطور مجسٹریٹ کام کر رہے تھے۔ آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا ”اب ہنگامی (ساہیوال) آجائیں۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد ان کا تبادلہ ساہیوال میں ہو گیا۔“ ڈپٹی کمشنر لاہور غیاث صاحب کو جب علم ہوا تو وہ کہنے لگے کہ میں تو آپ کو لاہور سے نہیں جانے دوں گا۔ میں ابھی چیف سیکرٹری (اپنے بھائی) سے آپ کا تبادلہ منسوخ کرواتا ہوں چنانچہ وہ اپنے بھائی سے بالمشافہ بات چیت کرنے کے لیے ان کے پاس چلے گئے تاکہ تبادلہ کا حکم منسوخ کروا آئیں۔ وہاں جا کر ان کو معلوم ہوا کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے مغربی پاکستان کے وزیر اعلیٰ کا حکم موصول ہوا ہے کہ جس کسی افسر کے تبادلہ کا حکم جاری ہو چکا ہو وہ ہرگز واپس نہ لیا جائے۔“ واپس آئے اور ہنس کر چوہدری نذیر احمد صاحب کو کہا کہ بھائی آپ کے ہیرہ کامل ہیں۔ آپ کا تبادلہ نہیں رک سکتا آپ ہنگامی آجائیں۔

طعام میں برکت

نیز چوہدری صاحب نے بیان کیا کہ قیام ساہیوال کے دوران وہ کہیں دورہ پر گئے

ہوئے تھے۔ حضرت قبلہؑ نے کمال کرم فرمائی کہ ملتان جاتے ہوئے راستہ میں ان کے ہاں سے ہو کر جانے کا ارادہ فرمایا۔ گھر میں ان کی بیگم تھیں۔ حضرت صاحبؒ مع احباب تشریف لے آئے تو بیگم گھبرائیں کہ اب انتقام کیسے ہوگا۔ آپؑ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ ایک دیکچہ میں چائے تیار کر لو اور کچھ روٹیاں پکا لو بس کافی ہیں۔

چنانچہ روٹیاں پکا کر اور چائے کا دیکچہ تیار کر کے آپؑ کی خدمت میں بھیج دیا گیا۔ آپؑ نے دیکچہ میں یہ کہتے ہوئے اپنی انگلی کا سرا ڈبو دیا کہ گرم تو ہے اور روٹیاں رومال سے ڈھانپ کر اپنے پاس رکھ لیں۔ پھر سب حاضرین کو جو کہ تعداد میں کافی تھے چائے اور روٹی تقسیم کرنی شروع کر دی۔ کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے خوب سیر ہو کر کھایا پیا اور پھر باقی ماندہ اشیاء گھر میں واپس بھیجی گئیں۔ چوہدری صاحب کی واپسی پر بیگم نے حضرت صاحبؒ کی تشریف آوری کا ذکر کیا تو وہ آپؑ کے قدم رنجہ فرمانے کی سعادت پر بہت خوش ہوئے۔

پولیس افسر پر نظر کرم

چوہدری محمد حنیف سابق ممبر پنجاب اسمبلی نے بیان کیا ان کے چچا چوہدری شہاب ریٹائرڈ انسپکٹر پولیس ملازمت کے ابتدائی ایام میں کسی وجہ سے افسران کے زیر عتاب آ گئے اور سپرنٹنڈنٹ پولیس نے ان کو معطل کر کے وردی بھی اتروادی اور حکم دے دیا کہ تا فیصلہ وردی نہ پہنی جائے۔

چوہدری شہاب الدین کرموں والا شریف میں حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ وردی تم پہنا کرو۔ چنانچہ وہ واپس امر تر گئے تو وہاں ہندو مسلم فساد ہو گیا اور سب پولیس والوں کو ہر وقت وردی پہننے کا حکم مل گیا۔ چوہدری صاحب بھی وردی پہنتے رہے اسی دوران ان کی اپیل افسران بالا کے پاس پیش تھی۔

چوہدری صاحب پھر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؑ نے فرمایا کہ ”تمہاری بحالی کے لیے ہمیں اونچے پہاڑوں پر جانا پڑا ہے“ چنانچہ جب وہ واپس گئے تو شملہ سے انسپکٹر جنرل پولیس کے دفتر سے ٹیلی فون پر پیغام آیا کہ چوہدری شہاب الدین کو بحال کیا جاتا ہے۔ وہ اپنے عہدے پر کام کرنے لگے بعد میں جب ان کی تنخواہ کا معاملہ پیش ہوا تو

ضلع کے افسروں نے معطلی کے زمانہ (چھ سات ماہ) کی تنخواہ نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ لیکن حضرت صاحب نے فرمایا کہ ”ہم نے ساری تنخواہ لینی ہے۔“ چوہدری صاحب نے آئی جی کے پاس تنخواہ کے بارہ میں ایک اور اپیل کر دی کچھ دنوں کے بعد وہاں سے حکم آ گیا کہ ان کو سارے عرصہ کی پوری تنخواہ دی جائے چوہدری صاحب کو پھر علم ہوا کہ ہم نے ساری تنخواہ لینی ہے۔“ سے آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کو ساری تنخواہ ملنی چاہیے ورنہ وہ یہ خیال کرتے تھے کہ شاید حضرت صاحب ان کی ساری تنخواہ کا اپنے لیے مطالبہ کر رہے ہیں۔

شدید حادثہ کے بعد سلامتی

ایک دفعہ آپ لاہور تشریف لے گئے اور سینٹ محمد شفیع کے مکان پر قیام فرمایا ساندہ کلاں سے ایک شخص حاجی برکت خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور التجا پیش کی کہ ایک وقت کا کھانا اس کی جانب سے قبول فرمایا جائے آپ نے دعوت قبول فرماتے ہوئے ارشاد کیا کہ کھانا ہم اپنی جائے قیام پر ہی کھائیں گے۔“ حاجی صاحب نے فرمایا کہ یہ اور بھی بہتر ہے۔

کھانا پک کر تیار ہو گیا۔ آپ کے سامنے پیش کرنے کا وقت آیا تو ساندہ سے ایک آدمی گھبرایا ہوا اس کے پاس آیا کہ اس کا دس بارہ سال کا لڑکا انعام اللہ مسجد کی چھت سے نیچے پکی سڑک پر گر کر سخت زخمی ہو گیا ہے سر میں شدید چوٹیں آنے سے بیہوش پڑا ہے ڈاکٹروں نے اس کی زندگی کی طرف سے مایوسی کا اظہار کیا ہے حاجی برکت نے اس شخص کو واپس گھر بھیج دیا اور کہا کہ میں حضرت صاحب کو کھانا کھلا کر جلد ہی واپس آتا ہوں۔

وہ کھانا لے کر آپ کی جائے قیام پر پہنچا اسی اثنا میں آپ نے اچانک روانگی کی تیاری کر دی اور حاجی برکت سے کہا کہ ”کھانا کار میں ساتھ ہی رکھ دو آگے چل کے کھا لیں گے۔“ جب کھانے کے برتن کار میں رکھ دئے گئے تو ساندہ کلاں سے دو زمیندار پھر حاجی برکت کے پاس آ پہنچے اور اطلاع دی کہ بچے کی حالت نازک ہے۔ ان کو آپس میں باتیں کرتے ہوئے دیکھ کر حضرت صاحب نے حاجی برکت سے دریافت کیا کہ کیا بات

ہے؟“ دونوں نے یک زبان ہو کر عرض کیا کہ حضور اس کا دس بارہ سال کا لڑکا مسجد کی چھت سے گر کر سخت زخمی ہو گیا ہے اور بے ہوش پڑا ہے آپ نے فرمایا کہ اس نے تو ہمیں بتایا ہی نہیں۔“ پھر آپ خاموش ہو گئے اور آنکھیں بند کر لیں۔ آپ کا چہرہ تھما اٹھا آدھ گھنٹہ تک اسی طرح موڑ میں بیٹھے رہنے کے بعد آپ نے فرمایا کہ ”جلدی جاؤ اور علاج معالجہ کرو اللہ کریم شفا بخش دیں گے۔“ تقریباً ”ڈیڑھ ماہ تک زیر علاج رہنے کے بعد بچہ بالکل تندرست ہو گیا۔“

بغیر اپریشن بینائی حاصل ہو گئی

سید امام علی شاہ سکنہ حکومت ضلع لاہور بیان کرتے ہیں کہ ان کی چھوٹی ہمشیرہ کی آنکھیں خراب ہو گئیں لاہور کے ماہرین چشم سے اپریشن کروایا مگر کچھ افادہ نہ ہوا بلکہ تکلیف اتنی بڑھ گئی کہ دن رات میں ایک لمحہ کے لیے بھی چین نہیں آتا تھا۔ آنکھوں میں ہر وقت شدت کا درد رہتا تھا۔ ننگ آکر ان کی ہمشیرہ نے ان سے کہا کہ اسے اوکاڑہ کے ہسپتال میں داخل کروادیں۔ وہاں ایک اچھا ڈاکٹر ہے چنانچہ شاہ صاحب اوکاڑہ جاتے ہوئے حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ گئے اور حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا ”حضور! ہمشیرہ کی آنکھوں میں بہت تکلیف ہے لاہور میو ہسپتال میں اپریشن کروایا ہے۔ مگر اپریشن کامیاب نہیں ہوا اور تکلیف بدستور ہے اب اوکاڑہ ہسپتال میں داخل کروانے کا خیال ہے۔“ آپ نے فرمایا ”پیر جی آپریشن کامیاب نہیں ہوا۔ تو کچھ فکر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کرم فرمادیں گے۔ اب کوئی علاج نہیں کرنا مولا کریم سر درد سے بھی نجات دے دیں گے اور نظر بھی درست ہو جائے گی۔“

دوسرے دن وہ رخصت ہو کر گھر آئے تو ہمشیرہ کو درد سے بالکل آرام تھا آپ نے نماز ظہر کے وقت دعا کی تھی۔ درد اسی وقت رک گیا تھا اور نیند بھی آگئی تھی۔ آپ کے ارشاد کے مطابق پھر کوئی علاج نہ کیا گیا اور ان کا بیان ہے کہ اس کے بعد نظر بالکل ٹھیک رہی اور گھر میں کئی بچیوں کو ان کی ہمشیرہ نے قرآن پاک کی تعلیم دی۔

مرید کے حال پر نظر کرم

نیز ان کا بیان ہے کہ ایک دفعہ گرمیوں کے ایام میں بارش زوروں پر تھی۔ آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسجد والی جگہ میں مٹی ڈالنے کا کام مکمل ہو جائے گا تو پھر اس جگہ نماز ادا کرنے کے بعد آپ کو واپس جانے کی اجازت ہوگی چنانچہ تقریباً "تین ہفتہ تک آپ کی خدمت میں قیام پذیر رہے۔"

اسی دوران میں ان کا گاؤں بھی موسلا دھار بارشوں سے متاثر ہوا۔ سیلاب نے تباہی مچا دی اور گاؤں کے اکثر مکانات گر گئے شاہ صاحب کا مکان بھی سیلاب کی زد میں آنے لگا چنانچہ ان کا ایک عزیز حضرت کرمانوالہ شریف اس غرض سے آیا کہ حضرت صاحب سے دعائے خیر بھی کرائی جائے اور شاہ صاحب کو بھی خطرہ سے آگاہ کر کے واپس گاؤں جانے کے لیے کہا جائے شاہ صاحب نے ان سے بوقت ملاقات پوچھا "کہ کیسے آئے ہو۔" ان کے بھائی نے جواب دیا "بارشوں اور سیلاب کی وجہ سے گاؤں کے بہت سے مکانات تباہ ہو گئے ہیں اور ہمارے مکانات بھی گر گئے ہیں۔ آپ گاؤں کو واپس چلیں تاکہ مکانات کی حفاظت اور درستی کا انتظام کیا جائے۔" شاہ صاحب یہ سن کر بہت پریشان ہوئے اور اپنے بھائی کو بھرا لے کر حضرت صاحب کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ایک مکان کی چھت پر درخت کے سایہ میں آرام فرما رہے تھے ان کو پریشان دیکھ کر دریافت فرمایا۔ "خیر تو ہے کیا بات ہے؟" شاہ صاحب نے بیٹھنے کے بعد عرض کیا کہ حضور "گاؤں میں ہمارے مکانات سیلاب کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں۔ یہ بھائی آئے ہیں کہ واپس چلو تاکہ مکانات کا کچھ فکر کیا جائے۔" آپ نے ذرا سی خاموشی کے بعد فرمایا "پیر جی آپ کا مکان تو نہیں گرا۔" اس پر ان کے بھائی نے کہا کہ واقعی دیواریں پھٹ گئی تھیں بس گرنے کے قریب تھا کہ میں ادھر دوڑا آیا ہوں۔"

پھر آپ نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر ڈیڑھ گز کا فاصلہ بنایا اور فرمایا "پیر جی آپ کی باہر والی دیوار صرف اتنی سی گری ہے۔ باقی سب خیر ہے فکر نہ کریں۔ اللہ کریم ہمیں زمین بھی دیں گے۔" پیر صاحب کے دل میں خیال آیا کہ ہم غریب آدمی ہیں زمین کہاں لے سکتے ہیں اللہ تعالیٰ دین ہی بہتر کر دیں تو سب کائنات حاصل ہو گئی آپ نے معاً بڑی

شفقت سے فرمایا ”پیر جی ہم نے زمیندار بننا ہے اللہ بہت کچھ دے گا فکر نہ کریں لیکن ابھی گاؤں نہیں جانا کچھ دنوں کے بعد جب وہ واپس گاؤں پہنچے تو سیلاب کا خطرہ ٹل چکا تھا اور تھوڑے ہی دنوں میں مزدور زمین کے کچھ قطعات ان کو ارزاں قیمت پر مل گئے۔

منصب میں ترقی مل گئی

خان حشمت جو اسلامیہ کالج فیصل آباد کے پرنسپل تھے۔ قبل ازیں وہ گورنمنٹ کالج فیصل آباد میں بطور پروفیسر کام کرتے تھے۔ اس وقت کے پرنسپل سے کسی بات پر ان کی ان بن ہو گئی۔ حتیٰ کہ پرنسپل ہر وقت درپے آزار رہنے لگا۔ ایک دن پروفیسر محمد حسین بٹ کے ہمراہ خان صاحب حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوئے۔ ملاقات کے وقت پروفیسر محمد حسین نے عرض کیا۔ ”حضور! خان صاحب خاندانی آدمی ہیں اور نہایت قابل ہستی ہیں لیکن پرنسپل صاحب خواہ مخواہ ان کے مخالف ہو گئے ہیں اور تنگ کرتے ہیں۔“ آپ نے فرمایا ”یہ تو خود پرنسپل بن جائیں گے۔ فکر نہ کریں اللہ کریم بوا کر م فرمادیں گے۔“ بٹ صاحب نے خیال کیا کہ شاید آپ دلجوئی کے طور پر یوں ارشاد فرما رہے ہیں۔ وہ واپس فیصل آباد آئے تو پرنسپل نے اور بھی تنگ کرنا شروع کر دیا۔ بٹ صاحب نے پھر بذریعہ خط حضرت صاحب کو اس بات کی اطلاع دی تو آپ نے جواب میں لکھا کہ ”دشمن دفع ہو جائے گا۔“ چند دنوں کے بعد اس پرنسپل کا تبادلہ ہو گیا اور اس کے بعد خان حشمت خاں خود اس کالج کے پرنسپل بن گئے۔

مکان کے لیے زمین عطا فرمادی

ملک فتح الدین خاں کا بیان ہے کہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے اور ان دنوں فیصل آباد میں مکان تعمیر کرنے کی فکر میں تھے۔ حضرت صاحبؐ سے مکان تعمیر کرنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے دریافت فرمایا کہ مکان کے لیے کتنی جگہ خریدی ہے۔ عرض کیا کہ ”حضور! سات مرلے کا پلاٹ ہے۔“ فرمایا ”یہ تو تھوڑی ہے ساتھ والی بھی لے لو۔“ ملک صاحب نے خیال کیا کہ اگر کسی ہمسایہ نے کبھی اپنا مکان یا جگہ فروخت کی تو

لے لوں گا۔“

جب فیصل آباد پہنچے اور اپنے خرید کردہ پلاٹ کا محل وقوع دیکھنے گئے تو وہاں سب لوگوں نے ان سے کہا کہ تمہارے ساتھ والی جگہ فالتو ہے۔ یہ تمہارے لیے موزوں ہے۔ اسے خرید لو۔“ ملک صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اس وقت یاد آیا کہ حضرت صاحبؒ میرے مکان کی جائے وقوع کو بہ چشم ظاہر دیکھ رہے تھے۔ جیسے کہ اولیا اللہ کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ روئے زمین کو ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھتے ہیں۔ چنانچہ میں نے وہ قطعہ خرید کر اپنا مکان تعمیر کر لیا۔

پیشگی انتباہ اور خطرے سے حفاظت

شیخ عمر دین نے بیان کیا کہ ایک دن میں حاضر خدمت تھا۔ موقع پا کر میں نے عرض کیا۔ ”حضور! کپڑا خرید کرنے کے لیے کراچی جانا چاہتا ہوں۔ دعا فرمائیں اللہ کریم مجھے اس سفر میں نفع بخشیں۔“ آپؐ نے فرمایا ”چلے جانا اللہ رحم کر دے گا۔“ اور ساتھ ہی فرمایا ”وہاں بھیڑ بہت ہوتی ہے تم بھولے آدمی کہیں کیسہ (جیب) نہ کٹوا بیٹھنا۔“ میں نے کہا ”حضورؐ کی نظر کرم ہوگی تو پھر کوئی ڈر نہیں۔“

چنانچہ اگلے دن میں کراچی چلا گیا۔ وہاں ایک رشتہ دار کے ہاں قیام کیا اور اس سے کراچی کے سفر کا مدعا بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جاپانی لٹھے کی پانچ پیٹیاں میں نے خرید کی ہیں وہ تمہیں دے دیتا ہوں۔ چنانچہ ایک ہفتہ کے بعد ان پانچوں پیٹیوں کے عوض مجھے ایک ہزار روپیہ منافع مل گیا۔ پھر میں وہاں سے مال خرید کر واپس آ گیا۔

کراچی میں قیام کے دوران ایک دن میں بندرگاہ کی سیر کے لیے چلا گیا جب بس میں سوار ہونے لگا تو بہت ہجوم تھا۔ جوں توں کر کے بس میں داخل ہوا۔ اتنے میں کنڈکٹر آ گیا اور اس نے ٹکٹ خرید کرنے کو کہا۔ میں نے جب جیب میں ہاتھ ڈالا تو نیچے نکل گیا اور معلوم ہوا کہ جیب کٹ چکی ہے لیکن حضرت صاحبؒ کی نظر عنایت سے بچپن روپے کی رقم جیب کے ایک کونے میں ہی اٹکی رہی۔ اس وقت مجھے حضرت صاحبؒ کا ارشاد یاد آیا اور میں نے شکر کیا کہ آپؐ نے غائبانہ میری حفاظت کا بھی انتظام کر دیا۔

مقدمہ سے رہائی

شیخ عمر دین نے بیان کیا کہ ایک دن وہ ریٹالہ خورد سے حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضری کے لیے روانہ ہوئے۔ اڈا پر پہنچے تو گورنمنٹ ٹرانسپورٹ کی ایک بس آگئی۔ وہ اس میں سوار ہو گئے اور ڈرائیور کے پاس جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد ڈرائیور نے دریافت کیا کہ مولوی صاحب کیا آپ حضرت صاحبؒ کے پاس جا رہے ہیں۔ شیخ عمر دین نے کہا کہ ہاں میں آپؒ کی خدمت میں ہی جا رہا ہوں۔ اس پر ڈرائیور نے کہا کہ ”وہاں بس کھڑی کر کے میں بھی آپ کے ساتھ حضرت صاحبؒ کے پاس جاؤں گا۔ شیخ صاحب نے پوچھا کہ کیا کچھ بات کرنی ہے۔ ڈرائیور نے کہا کہ کچھ عرصہ ہوا میری بس کے نیچے ایک آدمی دب کر مر گیا تھا اور اس سلسلہ میں چند دنوں تک عدالت میں حاضری ہے۔ کہنے لگا کہ عیالدار آدمی ہوں خطرہ ہے کوئی سخت سزا نہ مل جائے۔“

حضرت کرمانوالہ شریف پہنچ کر ڈرائیور نے سڑک کے کنارے بس ٹھہرا دی اور خود شیخ عمر دین کے ہمراہ حاضری کے لیے چل پڑا بڑے دروازہ پر شیخ عمر دین نے کہا کہ میں پہلے جا کر حضرت صاحبؒ سے آپ کے متعلق ذکر کرتا ہوں پھر جیسے ارشاد ہوگا۔ چنانچہ اندر جا کر شیخ عمر دین نے جب آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کو کہہ دو کہ اللہ کریم رحم فرمادیں گے۔ چنانچہ وہ مطمئن ہو کر چلا گیا۔

ایک ہفتہ کے بعد وہ ڈرائیور پھر شیخ عمر دین کو ملا اور کہنے لگا کہ مولوی صاحب میں نے کوئی ہستی حضرت صاحبؒ کی شان کی نہیں دیکھی۔ حضور کی دعا سے بالکل صاف بری ہو گیا ہوں۔

حضورؐ کا بلند مقام

ایک عالم دین بیان کرتے ہیں کہ میں نے خزینہ معرفت میں یہ لکھا دیکھا کہ جو شخص نماز عشاء کے بعد سونے سے قبل پانچ سو مرتبہ درود شریف خضریٰ پڑھے گا اس کو ایک ہفتہ کے اندر ہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہو جائے گی۔ اس پر میرے دل میں بھی یہ وظیفہ پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ ابھی سات دن پورے نہیں ہوئے تھے کہ خواب میں ایک نہایت خوبصورت پر نور اور باوقار بزرگ کسی علیحدہ مقام

پر کار سے اترتے ہوئے نظر آئے۔

کچھ دنوں کے بعد میرے دوست حافظ محمد حسین نے کہا کہ حضرت صاحب کرمانوالے لاہور تشریف لائے ہیں اور اس وقت بادشاہی مسجد میں تشریف فرما ہیں چلو زیارت کر آئیں۔" وہ اپنے دوست کے ہمراہ بادشاہی مسجد جا پہنچے اور نہایت شوق و ادب سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ روئے مبارک پر نظر پڑی تو خواب میں نظر آنے والے بزرگ کو ہو ہوا اپنے سامنے موجود پایا۔ وہ فوراً "سبحہ گئے کہ العلماء و رشتہ الانبیاء کے مصداق حضرت کرمانوالے ہی اس وقت نائب رسول ہیں۔"

اصلاح احوال

پیر قدرت اللہ شاہ کا بیان ہے کہ حصول تعلیم سے فارغ ہو کر وہ حضرت کرمانوالہ شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کا شرف حاصل کیا بعد ازاں چند سال کے لیے آستانہ عالیہ میں ہی قیام کی سعادت حاصل ہو گئی اور ہمہ وقت خدمت گزارى میں رہنے لگے۔

ایک دن ان کے دل میں خیال آیا کہ حضرت صاحب ساتھ والے کمرہ کے اندر ہیں۔ آپ وہاں سے کس طرح سب جگہ کا حال دیکھ لیتے ہیں۔ اتنے میں دیوار کی دوسری جانب ان کی اپنی آنکھوں کے سامنے حضرت صاحب موجود نظر آئے۔ یہ ان کے دوسرے کا جواب تھا اور عارضی طور پر ان کو یہ کیفیت حاصل ہوئی۔ ورنہ حضرت صاحب کے لیے تو کسی وقت کوئی حجاب نہ تھا۔

امر بالمعروف

نیز بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحب مجوزہ مسجد کے صحن میں کیکر کے درخت کے نیچے تشریف فرما تھے۔ صفیں بچھی ہوئی تھی۔ وہ بھی خدمت میں حاضر تھے۔ ایک کار سامنے سڑک پر آ کر رکی اس میں سے چند آدمی نکل کر آئے اور سلام کر کے دوسری صف میں بیٹھ گئے۔ آپ نے ان کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا "بیلو کہاں سے آئے ہو اور کس غرض سے آئے ہو؟ ایک نے عرض کیا کہ حضور ہم لاہور سے آئے ہیں ایک

ساتھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ آدمی بہت بیمار ہے۔ اس کے لیے دعا کروانے کی غرض سے آئے ہیں۔“ آپ نے کوئی دوا تجویز فرمادی اور کہا کہ جاؤ اللہ تعالیٰ اس کو صحت عطا فرمادیں گے۔ دوائی انہوں نے لکھ لی اور پھر پوچھا کہ حضورؐ کوئی پرہیز ہو تو ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ”حلال حرام کی تمیز کیا کرو اور حرام سے پرہیز کرو۔“ وہ تھوڑی دیر کے لیے خاموش رہے اور پھر پوچھا کہ کونسی چیزوں سے پرہیز کیا جائے۔ اس پر آپ طیش میں آگئے اور فرمایا جو میں کہتا ہوں، اس کا خیال نہیں کرتے۔ جس چیز سے پرہیز ضروری ہے اور توجہ نہیں دیتے اور پرہیز کی رٹ لگا رکھی ہے۔“

در اصل وہ سب چیزوں کی ناجائز ذخیرہ اندوزی اور فروخت کرنے والے تھے آپ تبلیغ دین کے لیے ان کو حلال و حرام میں تمیز کرنے کی تاکید کر رہے تھے بحکم کنتم خیر امتہ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر۔ (ترجمہ) مسلمانو! تم سب سے بہتر ہو کیونکہ لوگوں کو نیکی کی تلقین کرتے ہو اور برائی سے بچنے کی ہدایت کرتے ہو۔

گمشدہ بچہ مل گیا

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ آپ کی خدمت میں موجود تھے۔ ایک پریشان حال شخص آیا اور عرض کیا ”حضور میرا لڑکا ایک ماہ سے گم ہے۔ گھر سے ناراض ہو کر چلا گیا ہے۔ دعا فرمائیں کہ لڑکا گھر واپس آجائے۔“ آپ نے فرمایا ”جا بیلیا اللہ رحم کر دے گا۔“ وہ سمجھا کہ آپ نے سرسری طور پر کہہ دیا ہے اور توجہ سے دعا نہیں فرمائی۔ اس لیے وہ اپنی جگہ پر بیٹھا رہا۔ آپ نے پھر اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا ”جاؤ۔ اللہ کریم رحم فرمادیں گے۔“ وہ شخص پھر بھی بادل ناخواستہ مجلس سے اٹھا اور دروازہ کے قریب جا کر رک گیا۔ لڑکے کی جدائی اسے تڑپا رہی تھی۔ آخر آپ کے ارشاد کے مطابق ایک خادم اس کے پاس گیا اور کہا کہ بھائی تم جاتے کیوں نہیں۔ تم جاؤ تم کو اجازت ہو گئی ہے۔“ اس نے کہا ”میں تو بڑی امیدیں لے کر آیا تھا۔ آپ لوگ مجھے دربار سے خالی نہ نکالیں میں تو لڑکے لے کر جاؤں گا۔“ خادم نے جا کر حضرت صاحبؐ کی خدمت میں پھر اس کی پریشانی کا ذکر کیا اور کہا کہ وہ تو کہتا ہے کہ میں لڑکے لے کر

جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ”وہ اپنی ضد پر اڑا ہوا ہے ہمارا کمانے تو کچھ بات بنے۔“ چنانچہ خادم نے اس کو کہا کہ جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا۔ اطمینان رکھو۔ یہ سن کر وہ شخص اسٹیشن پر چلا گیا اور لاہور سے آنے والی گاڑی میں سوار ہو کر اوکاڑہ کی طرف روانہ ہو گیا اوکاڑہ پہنچا تو اس کا لڑکا بھی اسی ڈبہ میں سوار ہونے کے لیے آگیا۔ باپ نے آگے بڑھ کر بیٹے کو گلے لگا لیا اور خوشی خوشی گھر لے گیا چند دنوں کے بعد دونوں باپ بیٹا سلام کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

مرض بو اسیر سے نجات

سیالکوٹ سے جناب احسان قریشی صابری ایم اے بیان کرتے ہیں کہ وہ ۱۹۵۹ء میں حضرت شیخ المشائخ بابا فرید الدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک پر پاکستان شریف گئے۔ مختلف قسم کے افکار کی وجہ سے ان کو بو اسیر کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا اور خون جاری رہنے کی وجہ سے سفر میں بہت تکلیف ہوا کرتی تھی۔ انہوں نے سلسلہ عالیہ چشتیہ کے تمام بزرگان کرام اور صوفیائے عظام کی زیارت کے بعد خیال کیا کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے کوئی بزرگ آئے ہوں تو ان کی زیارت بھی کرنی چاہیے اور دعا کرانی چاہیے۔ جو بندہ یا بندہ۔ وہ عید گاہ میں پہنچے جہاں حضرت صاحب قیام پذیر تھے عصر کی نماز پڑھی جا چکی تھی اور آپ علیحدگی میں بیٹھے تھے۔ صابری صاحب بھی چپکے سے پاس جا بیٹھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ متوجہ ہوئے اور پوچھا ”آپ کہاں سے آئے ہیں؟“ انہوں نے عرض کیا کہ ”سیالکوٹ سے حاضر ہوا ہوں۔ مصائب اور غم و اندوہ کا مارا ہوا ہوں۔ بو اسیر کا مریض ہوں۔ زندگی وبال بن چکی ہے۔ دعا کی درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں پھر حضرت امیر خسروؒ کی ایک رباعی ترنم سے پڑھی۔

رباعی سنتے ہی آپ نے جوش میں آکر فرمایا۔ ”خواہ مخواہ گھبرا گئے ہو معمولی سی بو اسیر ہے اللہ کریم شفا بخش دیں گے۔ گلقلند اور کھن باہم ملا کر کھا لیا کرو۔ سکون قلب بھی نصیب ہو جائے گا۔“ انہوں نے عرض کی کہ گلقلند تو میں عرصہ ایک ماہ سے کھا رہا ہوں کوئی فائدہ نہیں ہوا آپ نے فرمایا۔ ”تم گلقلند میں کھن کی بجائے بادام روغن ڈالتے ہو گے اس لیے فائدہ نہیں ہوا۔“ وہ حضرت کا یہ فقرہ (مینی برکشف) سن

کر حیران ہوئے واقعی وہ گلقد میں بادام روغن ڈال کر استعمال کرتے رہے تھے۔
 پھر حضرت صاحبؒ نے فرمایا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے صوفیاء کرام متعصب
 نہیں ہوتے یہ خیال دل سے نکال دو مجھے ہی دیکھو ہر سال باقاعدگی سے بابا صاحبؒ کے
 عرس پر حاضری دیتا ہوں۔ تمام سلسلوں کی منزل آخر ایک ہے دیکھو لاہور سے کراچی جانا
 ہو تو تیز رو بھی ہے تیز گام بھی ہے کراچی میل بھی موٹر کار اور ہوائی جہاز بھی۔ سفر کسی
 ذریعہ سے کیا جائے منزل مقصود سب کی ایک ہے اسی طرح ہر چہار سلسلہ کی منزل مقصود
 اسی کی ذات سے وصل ہے اصل درویش دوسرے سلسلوں کے متعلق تعصب نہیں
 رکھتے میں ان لوگوں کو کج فہم سمجھتا ہوں جو وحدت الوجود اور وحدت الشہود کی بحثوں میں
 پڑ کر قیمتی وقت ضائع کرتے ہیں۔

دعا سے مشکل حل ہو گئی

غلام نبی اشرفی الجیلانی کیمبل پور سے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ماموں زاد بھائی
 معراج دین ایک غیر ملکی بورنگ کمپنی میں ملازم تھے۔ کسی بنا پر ان کا انگریز افسران سے
 ناراض ہو گیا اور ملازمت سے جواب دے دیا۔ بعد ازاں کئی جگہ پر انتہائی کوشش کی گئی
 لیکن روزگار کی کوئی صورت نہ بن سکی آخر کار معراج دین آپ کی خدمت میں حاضر
 ہوا اور دعا کے لیے درخواست کی۔ آپ نے فرمایا۔ ”جاؤ تم خود افسر بن جاؤ گے۔“
 چنانچہ معراج دین پھر اسی ملازمت پر دوبارہ بحال ہو گیا اور بعد ازاں تھوڑے ہی عرصہ
 میں ترقی کر کے خود افسر بن گیا۔

مریض پر رحم

شیخ چراغ دین فیروز پوری بیان کرتے ہیں کہ قیام پاکستان سے پہلے وہ فیروز پور میں
 تھے۔ انہیں سر میں بال جھڑکی بیماری ہو گئی وہ کرمونوالہ میں حضرت صاحبؒ کی خدمت
 میں حاضر ہوئے اور اپنی تکلیف بیان کی حضرت صاحبؒ نے فرمایا ”خربوزے کے بیج مع
 گودا کے ملنا اور خربوزہ کھا لینا۔“ موسم خربوزہ کا نہیں تھا۔ اس لیے شیخ صاحب نے
 عرض کیا کہ حضور ان دنوں خربوزہ کہاں سے ملے گا۔ حضور نے تبسم فرمایا اور کہا علاج

بھی ہم بتائیں اور خربوزہ بھی دیں“ یہ کہہ کر تکیے کے پچھلی جانب دست مبارک بڑھایا اور ایک تازہ خربوزہ عنایت کیا۔ شیخ صاحب خربوزہ پا کر بہت خوش ہوئے اور عرض کیا کہ میں یہ بے موسم کا خربوزہ گھر لے جا کر ضرور دکھاؤں گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا ”یہ خربوزہ آپ کے گھر نہیں جائے گا۔“

تھوڑی دیر کے بعد شیخ چراغ دین اجازت حاصل کر کے گھر کو روانہ ہوئے اور راستہ میں یہی خیال ان کے دل میں قائم رہا کہ گھر جا کر یہ بے موسم کا خربوزہ ضرور دکھانا ہے۔ اسی خیال میں فیروز شاہ اسٹیشن پر پہنچ گئے گاڑی آنے میں کچھ دیر تھی۔ ایک طرف ہٹ کر بیٹھ گئے پھر ان کے دل میں خربوزہ کھانے کا شوق اتنا غالب آیا کہ بے اختیار ہو کر خربوزہ کاٹا اور کھانا شروع کر دیا۔ حسب ارشاد اس کے بیچ اور گودا سر پر مل لیا شیخ صاحب کا بیان ہے کہ اسی دن سے بال جھڑکی تکلیف میں افاقہ شروع ہو گیا اور چند دنوں کے اندر مکمل آرام آ گیا۔

مرید کی استعانت

صوفی محمد عالم فیروز پوری ایک دفعہ ذی الحجہ کے مہینہ میں حاضر خدمت ہوئے دل میں سوچا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر آئندہ ماہ محرم میں پاکپتن شریف پہنچ کر بہشتی دروازہ سے آپ کی سعیت میں گزرنے کی سعادت حاصل ہو۔ حالات اور کام کی نوعیت کچھ ایسی تھی کہ حاضری مشکل نظر آ رہی تھی۔ آخر موقعہ پا کر آپ کی خدمت میں اپنی خواہش کا اظہار کر دیا۔ آپ نے فرمایا ”چلے جانا حاضری دے آنا“

آپ کے ارشاد کے مطابق سب مصروفیتوں کے باوجود وہ پاکپتن شریف پہنچ گئے۔ اس وقت دربار شریف میں خاصا ہجوم تھا اور پولیس کے سپاہی ہجوم پر قابو پانے کے لیے لوگوں کو دربار شریف کے احاطہ سے باہر نکال رہے تھے۔ صوفی صاحب نظامی مسجد کے قریب کھڑے تھے لیکن ان کی طرف کسی نے بھی آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اور نہ ہی کسی نے ان سے باہر جانے کو کہا۔ تمام رسومات میں وہ حاضر رہے۔ آخر کار جس وقت بہشتی دروازہ کھلا تو صوفی صاحب کو دفعتاً ”حضرت صاحب“ دکھائی دیا۔ آپ نے ان کے قریب آ کر فرمایا ”آؤ بہشتی دروازہ سے گزریں“ پھر حضرت صاحب ان کو ساتھ لے کر

بہشتی دروازہ کی طرف بڑھے۔ ابھی چند قدم ہی آگے بڑھے تھے کہ حضورؐ مڑے اور پیچھے ہو کر آپؐ نے صوفی صاحب کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے صوفی صاحب رک گئے اور عرض کیا حضورؐ یہ بے ادبی ہے کہ میری پشت آپؐ کی طرف ہو اور یہ کہہ کر وہ حضرت صاحبؐ کے پیچھے ہو گئے اور آپؐ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ دیے۔ اسی حالت میں وہ بہشتی دروازہ سے داخل ہو کر حاضر دربار ہوئے پھر دروازے سے باہر نکل کر ہر چند حضرت صاحبؐ کو تلاش کیا۔ آپؐ کہیں نظر نہ آئے۔

صوفی صاحب نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک موقع پر حضرت قبلہؐ ملتان میں تشریف فرما تھے۔ شیخ نیاز احمد بی اے اسٹنٹ کمشنر (پاکپتن والے) حاضر ہوئے اور آپؐ سے مسئلہ دریافت کیا کہ مزارات پر حاضری کے وقت مراد حاصل کرنے کے لیے کس طرح دعا کرنی چاہیے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا علا کے نزدیک یہی مناسب ہے کہ خدائے برتر کے حضور میں اس بزرگ کے وسیلہ سے حصول مراد کے لیے دعا کی جائے۔ لیکن فقراء کے نزدیک تو یہ طریقہ ہے کہ براہ راست اسی بزرگ کے سامنے دست طلب دراز کیا جائے۔

قدیمی مسجد اور کنویں کی آبادی

ایک مرتبہ مولوی چراغ دین صاحب آپؐ کی خدمت میں کرمونوالہ شریف میں حاضر ہوئے۔ باتوں باتوں میں آپؐ نے فرمایا ”ریلوے اسٹیشن مظہورہ (لاہور) کے مشرق کی جانب ریلوے لائن کے قریب ایک بزرگ کی بنائی ہوئی ایک بابرکت مسجد ہے جو کہ عرصہ دراز سے غیر آباد پڑی ہے اسے آباد کرنا ضروری ہے۔“

مولوی چراغ دین صاحب لاہور پہنچے اور مسجد کی تلاش میں مظہورہ گئے وہاں انہوں نے ریلوے لائن کے قریب ایک مسجد دیکھی اور سمجھے کہ یہی وہ مسجد ہے چنانچہ کرمونوالہ واپس جا کر حضرت قبلہؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ وہ مسجد تلاش کر لی گئی ہے۔ آپؐ نے مسجد کا محل وقوع پوچھنے کے بعد فرمایا کہ یہ وہ مسجد نہیں ہے جس بابرکت مسجد کا آباد کرنا مقصود ہے وہ اس مسجد کے مغرب میں واقع ہے دوبارہ جاؤ گے تو مل جائے گی۔

مولوی چراغ دین پھر مسجد کی تلاش میں مظہورہ پہنچے تو خود رو جھاڑیوں اور درختوں میں چھپی ہوئی ایک پرانی طرز تعمیر کی کشادہ مسجد دکھائی دی جب پھر مولوی صاحب آپؐ

کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ ”بس یہی مطلوبہ مسجد ہے جس سے ملحقہ کنواں بھی ہے۔“ چنانچہ آپ کے ارشاد کے مطابق جھاڑیاں وغیرہ صاف کر کے مسجد اور کنواں آباد کر دیا گیا اور حسب ارشاد اس مسجد کو ”مسجد نور“ کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ یہ بابرکت مسجد آباد ہو گئی اور پانچوں وقت اس میں اللہ کا نام لیا جانے لگا۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک دفعہ سرہند شریف سے واپسی پر حضرت صاحبؒ بہ نفس نفیس اس مسجد میں آکر چند دنوں کے لیے ٹھہرے ایک دن آپ چہل قدمی کرتے ہوئے مسجد کے جنوبی جانب ایک مقام پر رک گئے اور فرمایا۔ ”اس مقام پر ایک بہت بڑا کنواں ہے اور یہ کنواں بھی انہی بزرگ کا بنوایا ہوا ہے جن کے ہاتھوں اس مسجد مبارک کی تعمیر ہوئی تھی لہذا یہ کنواں بھی کھود کر چالو کیا جائے اور اس سے آبپاشی کا کام لیا جائے۔ اس کنویں کا پانی ہر مرض کے لیے اکسیر کا حکم رکھے گا۔“ وہ بابرکت مسجد اور کنواں آج بھی مغلوں کے ریلوے اسٹیشن سے تھوڑے فاصلہ پر ریلوے لائن کے ساتھ بارونق اور آباد ہیں جس جگہ آپ نے کنویں کا نشان دیا تھا وہاں کھدائی کی گئی تو دس فٹ کی گہرائی پر ایک بہت بڑے کنویں کے آثار برآمد ہوئے۔

پھانسی کی سزا سے رہائی

گورنمنٹ کمرشل کالج سیالکوٹ کے ایک لیکچرار صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کا بھائی قتل کے مقدمہ میں ملوث ہو گیا بے انتہا کوشش کی گئی۔ بہترین قانونی امداد کے باوجود سیشن جج نے پھانسی کی سزا سنائی۔ اپیل کرنے پر ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ میں بھی پھانسی کی سزا بحال رہی۔ اب باقی صرف ایک ہی صورت رہ گئی تھی یعنی سربراہ مملکت کے پاس رحم کی اپیل چنانچہ مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق صدر مملکت کے پاس رحم کی اپیل کی گئی مگر یہاں بھی ناکامی مقدر میں تھی اور اپیل مسترد ہو گئی۔

آخر الامر ان کے والد صاحب نے دنیاوی تنگ و دو سے مایوس ہو کر روحانی امداد کی طرف رجوع کیا اور حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر التجا پیش کی کیونکہ یہی آخری سہارا نظر آیا۔ واقعات سن کر حضرت صاحبؒ نے تھوڑی دیر سکوت فرمایا اور پھر ارشاد کیا اللہ خیر کرے گا اور کوئی بہتری کی صورت پیدا ہو جائے گی۔

مرد کامل کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ کچھ دنوں بعد حکومت نے جشن انقلاب منانے کا فیصلہ کیا اور اس جشن کی خوشی میں صدر پاکستان نے پھانسی کی سزا پانے والوں کی سزائیں یا تو بالکل معاف کر دیں یا انہیں عمر قید میں تبدیل کر دیا۔ چنانچہ ان کے بھائی کی سزا بھی عمر قید میں تبدیل ہو گئی۔ یقیناً یہ حضرت صاحبؒ کی دعا کا نتیجہ تھا بعد میں وہ وقت بھی آیا جب بالکل خیر ہو گئی اور ان کے بھائی کو جیل سے بھی رہائی مل گئی۔

بینائی عطا کر دی

منڈی ہیرا سنگھ سے ایک شخص محمد اسحاق نامی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا حضرت صاحبؒ کا خادم کمال الدین حجام جو اس کا رشتہ دار تھا وہ بھی اس کے ساتھ تھا۔ آپ نے نہایت شفقت سے دریافت فرمایا ”بیلیو! کیا بات ہے۔“ کمال الدین نے بعد احترام عرض کیا کہ محمد اسحاق کی ہمشیرہ کی بینائی جاتی رہی ہے دعا فرمائیں اللہ کریم اسے آنکھوں کی روشنی بخش دیں۔

حضرت قبلہؒ نے فرمایا ”کوئی بات نہیں اللہ کریم رحم کر دیں گے۔ لڑکی کی آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی۔ اس سے کہو کہ لڑکی کی آنکھوں میں شہد کی سلائی لگایا کرے“ محمد اسحاق اور اس کی ہمشیرہ اس کے بعد بس میں سوار ہو کر منڈی ہیرا سنگھ چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد کمال الدین ان کی خیر و عافیت پوچھنے کے لیے منڈی ہیرا سنگھ گیا تو دیکھا کہ لڑکی کی دونوں آنکھیں بالکل ٹھیک تھیں۔ محمد اسحاق نے اس کو بتایا کہ جب وہ حضرت کرمانوالہ شریف سے بس میں سوار ہو کر اودکاڑہ سے چند میل کا فاصلہ آگے نکل گئے تو ایک بیک لڑکی کی آنکھیں روشن ہو گئیں اور اب حضرت صاحبؒ کی دعا سے بالکل ٹھیک ہیں۔ تعمیل ارشاد کے طور پر وہ آنکھوں میں شہد کی سلائی لگاتی رہی ہے۔

بے سہاروں کا سہارا

سید نذیر احمد شاہ نے بیان کیا کہ ان کے گاؤں میں ایک شخص کے پاس ایک خوبصورت اوپر موٹی تازی گھوڑی تھی۔ وہ بانہجہ ہو گئی تھی اور کئی سال سے اس نے کوئی بچہ نہیں دیا تھا ایک رات چور آئے اور گھوڑی چرا کر لے گئے مالک نے تھانہ میں چوری کی رپورٹ درج کرانا چاہی لیکن چور بہت بار سوخ اور بااثر تھے۔ ان کے اثر و

رسوخ کی وجہ سے تھانہ والوں نے کوئی توجہ نہ دی اور ٹال دیا۔ گھوڑی کے مالک کی سید نذیر احمد شاہ سے راہ و رسم تھی ایک دن وہ شاہ صاحب کے پاس بیٹھا ہوا گھوڑی کے متعلق باتیں کر رہا تھا کہ چوروں کے ایک ساتھی نے از روئے طعن کہا کہ تم سب مل کر ایک رسہ تو تیار کر لو جس سے گھوڑی کو واپس آنے پر باندھ سکو۔

یہ بات سن کر شاہ صاحب نے گھوڑی کے مالک سے کہا۔ ”بھئی اور تو ہماری اب کوئی سنتا نہیں چلو حضرت صاحب کے پاس فریاد لے کر چلیں۔ وہاں یہ مشکل حل ہو گی“ چنانچہ وہ دونوں حضرت صاحب کے پاس حضرت کرمانوالہ شریف جا پہنچے حضرت صاحب اس وقت مکان کے باغیچے میں تشریف فرما تھے۔ شاہ صاحب کو دیکھ کر آپ نے فرمایا پیر جی آپ کیسے آئے ہیں؟ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ حضور اس میرے ساتھی کی گھوڑی چور لے گئے ہیں چور بہت بار سوخ ہیں پولیس والے کارروائی سے گریز کر رہے ہیں۔“ آپ نے فرمایا ”پیر جی گھوڑی آجائے گی ایک نہیں دو آئیں گی۔ فکر نہ کریں اس آدمی کو کہیں کہ وہ کھرپالے لے اور اس کیاری کو درست کرے اس میں سے گھاس پھوس نکالے۔“

کچھ دیر وہ آدمی کام کرتا رہا اور آپ آنے جانے والوں کی عرضداشتیں سنتے رہے اپنے خیال کے مطابق کام ختم کرنے کے بعد وہ شخص پھر آپ کے پاس آگیا۔ آپ نے فرمایا کہ تم اٹھ کر آگئے ہو کام جاری رکھتے تو تمہاری گھوڑیاں جلدی آجائیں اب کچھ دیر لگے گی جاؤ اللہ کریم رحم کر دیں گھے۔“ پھر شاہ صاحب کو فرمایا کہ جا کر کپتان پولیس کو ملیں اور گھوڑی تلاش کرنے کے لیے کہیں۔

گھوڑی کے مالک کو ساتھ لے کر وہ کپتان پولیس کے پاس جا پہنچے۔ اس نے نہایت غور اور ہمدردی سے ان کی سرگزشت سنی اور اسی وقت گھوڑی تلاش کرنے کے لیے تھانیدار علاقہ کی طرف تاکید حکم جاری کر دیا۔ چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں پولیس نے گھوڑی برآمد کر لی اور اس کے مالک کو واپس دے دی۔ گھوڑی واپس آئی تو وہ گابھن تھی اور پھر اس نے ایک خوبصورت پھیری کو جنم دیا۔ اس طرح حضور کے ارشاد کے مطابق ایک کی بجائے دو گھوڑیاں واپس مل گئیں۔

گمشدہ اونٹنی خود بخود واپس آگئی

چوہدری شادی تہاڑہ ضلع لدھیانہ کے رہنے والے تھے اور حضرت قبلہ کے معتقدین خاص میں سے تھے وہ اکثر اوقات کرموں والا شریف (ضلع فیروزپور) میں حاضر خدمت ہوا کرتے تھے ایک دفعہ چوہدری صاحب کی ایک بہت عمدہ اونٹنی چور لے گئے چند دن چوہدری صاحب تلاش میں سرگردان رہے مگر بے سود اونٹنی کا کوئی سراغ نہ ملا ان کے مخالفوں نے آوازے کئے شروع کر دیے کہ تم تو کہتے تھے میرے چیر کی برکت سے اونٹنی آجائے گی کیا واپس آگئی ہے؟“ طعنے سن کر اور تلاش بے سود کے بعد وہ سیدھے حضرت صاحب قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت صاحب قبلہ نے حسب معمول ان کی خیر دعائیت پوچھی چوہدری صاحب نے کہا کہ اور تو سب طرح سے حضور کی کرم نوازی ہے البتہ میری اونٹنی چور لے گئے ہیں تلاش کر کے تھک گیا ہوں وہ نہیں ملی اب تو لوگ طعنے دیتے ہیں۔ ”آپ“ نے فرمایا کہ جاؤ اونٹنی مل جائے گی اور چھن چھن کرتی آئے گی چوہدری صاحب نے کہا کہ حضور ”لطف تو پھر ہے کہ آج ہی اونٹنی مجھ سے پہلے گھر پہنچ جائے آپ نے تبسم فرمایا اطمینان سے جاؤ اللہ کریم ایسا ہی کر دیں گے اور اونٹنی تمہارے گھر پہنچنے سے پہلے آجائے گی اور مجھے کیا کہتے ہو۔“

چوہدری صاحب واپس اپنے گاؤں چل دیے جب گھر کے قریب پہنچے تو اونٹنی بھی بھاگتی ہوئی آئی اور ان سے پہلے گھر میں داخل ہو گئی اس کے گھنٹوں کے ساتھ گھنگرود بندھے ہوئے چھن چھن کر رہے تھے۔

ترقی مل گئی

شیخ خادم حسین الپکٹر مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ پہلے مارکیٹ کمیٹی میں بطور کلرک کام کرتے تھے۔ اسی دفتر میں الپکٹر کی آسامی خالی ہوئی تو شیخ صاحب نے بھی درخواست دے دی اور حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر دعا کے طلب گار ہوئے۔ حضرت قبلہ نے ازراہ شفقت فرمایا ”جس دن حاکم نے انتخاب کرنا ہو گا تم اس دن طرے دار پگڑی باندھ کر پیش ہونا۔ اللہ کریم مہربانی فرمائیں گے اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔“ شیخ صاحب انتخاب کے دن حسب ہدایت خوب ٹھاٹھ سے افسر اعلیٰ کے روبرو پیش ہوئے۔

افسرا علی نے کہا: بیشک تمہارا تجربہ بھی ہے اور تم منتظم بھی ہو لیکن دوسرے امیدواروں کے مقابلے میں تمہاری تعلیمی قابلیت کم ہے ان میں ایف اے اور بی اے پاس ہیں اور تم دسویں پاس بھی نہیں ہو۔“ شیخ صاحب نے خاموشی سے سب باتیں سنیں اور سمجھے کہ کامیابی کی امید بہت کم ہے۔

افسرا علی نے امیدواروں کا انتخاب کر لیا پہلے نمبر پر ایک بی اے پاس امیدوار کو رکھا گیا اور دوسرے نمبر پر شیخ خادم حسین تھے۔ وہاں سے فارغ ہو کر حضرت صاحب کی خدمت میں پہنچے اور گزارش کی کہ افسرا علی نے مجھے دوسرے نمبر پر رکھا ہے۔

حضرت قبلہؒ نے سن کر ارشاد فرمایا ”تم دوسرے نمبر پر کیسے ہو تم تو پہلے نمبر پر ہو۔“ چنانچہ جس شخص کا نام پہلے نمبر پر تجویز ہوا تھا۔ وہ ایک دائمی مریض شخص تھا۔ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے ملازمت پر حاضر نہ ہو سکا شیخ صاحب ہی کچھ عرصہ کے بعد اس آسامی پر عارضی طور پر کام کرنے لگے اور پھر حسن کارکردگی کی بناء پر مستقل ہو گئے۔

ملازمت پر باعزت بحالی

دفتر ضلع کچہری ساہیوال کے ایک پرانے اہلکار سید نذیر حسین ایک دفعہ رشوت ستانی کے ایک مقدمہ میں ملوث ہو گئے قصور دراصل کسی ماتحت کا تھا لیکن نزلہ ان پر آگرا اور ملازمت سے معطل کر دیے گئے۔ بیچارے عیالدار تھے اور معمولی سی بات پر پریشانی میں مبتلا ہوئے چند روز دوران تفتیش پولیس کے زیر حراست بھی رہے آخر بعض احباب کے کہنے پر حضرت قبلہؒ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور گریہ و زاری سے التجائے دعا کی حضور نے شفقت سے فرمایا کہ ”جاؤ بری ہو جاؤ گے۔“

تفتیش مکمل ہونے کے بعد ان کا مقدمہ ایک سخت قسم کے مجسٹریٹ کے سپرد ہو گیا تو ان کو اور بھی پریشانی لاحق ہوئی۔ حاکم مذکور میں نرمی نام کونہ تھی۔ شاہ صاحب پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بظاہر اب تو رہائی کی کوئی صورت نہیں حاکم بے حد سخت ہے۔ حضرت قبلہؒ نے پھر تسلی و تشفی دی اور فرمایا ”جاؤ بری ہو جاؤ گے اور مجھے کیا کہتے ہو۔“

مقدمہ تاریخ مقررہ پر پیش ہوا۔ حاکم عدالت تمام مقدمات میں سزائیں سنانا چلا جا

رہا تھا۔ لیکن شاہ صاحب کے فیصلہ کے کاغذات ہاتھ میں اٹھانے کے بعد ان پر پھر نظر دوڑائی اور سب سے آخر میں کاغذات کے نیچے رکھ دیے اور دوسرے مقدمات میں سزائیں سنانے لگا۔ کام ختم کرنے کے بعد اس نے شاہ صاحب کے کاغذات ہاتھ میں لیے اور حکم سنایا کہ جاؤ تم بری ہو۔ میں کسی پر خواہ مخواہ ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

اس عدالت کے جس اہلحد نے فیصلہ ٹاپ کیا تھا بعد میں شاہ صاحب کو بتایا کہ اس حاکم کی زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ اس نے تحریر شدہ فیصلہ کو بدلا ہے شاہ صاحب! آپ کو واقعی کسی کامل بزرگ کی امداد حاصل ہے۔

قتل کا ملزم بری

ایک صاحب قصور سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کا لڑکا اور ایک اور نوجوان قتل کے مقدمہ میں ماخوذ تھے۔ چند دنوں کے بعد سیشن جج فیصلہ کرنے والا تھا۔ دیہاتی صاف گو آدمی تھا۔ حضرت قبلہ نے جب دریافت فرمایا کہ بابا کیسے آئے ہو تو دیہاتی نے عرض کیا کہ میرے بیٹے اور اس کے ایک ساتھی نے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے۔ حضور کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ نوجوانوں نے سخت غلطی کی ہے ان کو معافی دی جائے۔“

حضرت قبلہ نے دریافت فرمایا کہ ”آخر قتل کی وجہ کیا تھی۔ بوڑھے دیہاتی نے ہاتھ جوڑ کر عرض کیا، حضور پرانی رنجش تھی اور بس وہ بد قسمتی سے ان کے سامنے آگیا۔ انہوں نے طیش میں آکر اسے مار ڈالا۔“ اس دیہاتی کی صاف گوئی سے حضرت قبلہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ ”جاؤ بابا تمہارا لڑکا بری ہو جائے گا لیکن کسی کو قتل نہیں کرنا چاہیے یہ بڑا گناہ ہے۔“ دیہاتی بولا ”حضور بے شک وہ آئندہ ایسا قصور نہیں کریں گے۔“ دیہاتی نے پھر عرض کیا کہ حضور نے مجھ پر تو کرم فرمایا کہ میرے لڑکے کو بری کر دیا لیکن میرے لڑکے کے دوست کے والدین کیا کہیں گے کہ یہ اپنے لڑکے کو تو چھڑا لایا اور ہمارا لڑکا پھنسا رہا۔“

آپ مسکرائے اور فرمایا ”جاؤ بابا دونوں بری ہو جائیں گے لیکن توبہ کریں۔“ آٹھ دس دن کے بعد وہی بوڑھا دو نوجوانوں کو ساتھ لے کر پھر حاضر خدمت ہوا۔ وہ مقدمہ

سے بری ہو چکے تھے اور اظہار عقیدت کے لیے آئے تھے۔ حضرت قبلہؑ ان کو دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا، ”جاؤ پھر کبھی ایسا برا کام نہ کرنا۔“

موت کے منہ سے نجات

مہر غلام محمد، سابق سیکرٹری مارکیٹ کمیٹی اوکاڑہ کا بیان ہے کہ ”حضرت کرمانوالہ“ ریلوے اسٹیشن منظور ہوا تو ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۵۰ء کو اس کا اجرا ہونے والا تھا۔ افتتاحی تقریب کی خوشی میں ریلوے اسٹیشن اور گاؤں کو جھنڈیوں سے سجانے کا پروگرام بنایا گیا، حضرت کرمانوالہ ریلوے اسٹیشن کے عین سامنے گاؤں میں داخل ہونے کا بڑا دروازہ ہے۔ ان دنوں یہ ڈیوڑھی نما عمارت تنہا کھڑی تھی۔ کوئی اور مکان اس سے ملحق نہ تھا۔ دن کی روشنی میں باقی جگہوں پر جھنڈیاں لگا دی گئیں تو نماز مغرب کی اذان ہو گئی۔ ڈیوڑھی پر جھنڈیاں لگانے کا پروگرام ملتوی کر کے ہم سب حضرت صاحبؑ قبلہ کے ہمراہ نماز ادا کرنے چلے گئے۔ نماز ادا کر کے دعا کے بعد ہم جلدی اٹھ آئے اور ڈیوڑھی کی دیوار کے ساتھ ایک سیڑھی لگا کر میں چھت پر جانے کے لیے سیڑھی پر چڑھنے لگا۔ اتنے میں دور سے صاحبزادہ صاحبان (جناب محمد علی شاہ صاحبؑ اور جناب عثمانؑ علی شاہ صاحب) تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے آتے دکھائی دیے وہ بلند آواز سے فرما رہے تھے کہ ڈیوڑھی کے اوپر کوئی آدمی نہ چڑھے۔ حضرت صاحب قبلہؑ نے صاحبزادہ صاحبان کو حکم دیا ہے کہ وہ خود سیڑھی پر چڑھ کر جھنڈیاں لگائیں۔ چنانچہ مہر صاحب پھر سیڑھی سے نیچے اتر آئے دونوں صاحبزادہ صاحبان بیک وقت اوپر جانا چاہتے تھے لیکن سیڑھی کمزور تھی اس لیے صاحبزادہ محمد علی شاہ ایک ہاتھ میں ہتھوڑی اور دوسرے میں ٹارچ لے کر سیڑھی پر چڑھ گئے۔ ابھی چھت پر نہیں اترے تھے کہ ٹارچ روشن کی سیڑھی کے عین سامنے ایک لمبا سا زہریلا سانپ لیٹا ہوا نظر آیا صاحبزادہ صاحب نے ہتھوڑی کا وار کیا اور سانپ تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

اللہ ولی کامل کی نگاہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ سانپ کی موجودگی کا خطرہ محسوس کرتے ہی آپؑ نے فی الفور میری حفاظت کا انتظام فرما دیا اور صاحبزادہ صاحبان کو روانہ فرما کر مجھے موت کے منہ سے بچا لیا۔ میں چھت پر اترتا تو یقیناً ”سانپ مجھے ڈس

مرید کی دستگیری

مولوی مقصود احمد صاحب سکند باجڑہ گڑھی ضلع سیالکوٹ کا بیان ہے کہ ان کے ایک عزیز بابو غضنفر علی ایف اے پاس تھے۔ حضرت صاحبؒ کی کرم نوازی سے محض کلرک بھرتی ہو کر جلد ترقی کر کے ایس ڈی او بن گئے وہ پشاور چھاؤنی میں کام کرتے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران ان کو پشاور سے بنگال تبدیل کر دیا گیا۔ اچانک روانگی کی وجہ سے وہ کھل چارج نہ دے سکے اور ان کے خلاف کئی ہزار روپے کے نمبن کا مقدمہ بن گیا۔ بنگال سے پھر بذریعہ تار واپس پشاور بلا لیا گیا اور ملازمت سے معطل کر کے تحقیقات شروع کر دی گئی۔ اس سلسلہ میں ایک انگریز افسر اور علاقہ کا تھانیدار ہمارے گاؤں میں آئے اور بابو غضنفر علی کے مکان کی تلاشی لے کر تمام اشیاء ضبط کر کے ایک کمرہ میں بند کرنے کے بعد تالا لگا دیا اور دوسرے دن ٹرک پر لا کر سارا سامان پشاور لے جانے کا پروگرام بنا لیا۔ اسی پریشانی کے عالم میں راتوں رات مولوی مقصود احمد صاحب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کرموں والا ضلع فیروز پور پہنچ گئے حضور! نے پہلا سوال یہی کیا کہ ”مجھے بابو غضنفر علی کی بات سناؤ“ مولوی صاحب نے سارا ماجرا بیان کر دیا۔ آپؐ نے طیش میں آ کر فرمایا ”بڑے ظالم ہیں غریب کے مکان پر چھاپہ مار دیا“ پھر تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا۔ ”مقصود احمد جاؤ کھانا کھاؤ۔ کوئی فکر نہیں ہے اللہ کریم رحم کر دیں گے۔“ نماز عصر کے قریب پھر آپؐ نے فرمایا کہ کوئی بات نہیں چند چھوٹی چھوٹی چیزیں لے جائیں گے جن پر سرکاری نشان ہیں ہمارا سامان نہیں لے جائیں گے۔

دوسرے دن حضورؐ سے اجازت لے کر جب واپس گھر پہنچے تو پتہ چلا کہ جب وہ حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر تھے وہی انگریز افسر پھر آ گیا۔ سکھ سب انسپکٹر پولیس اس کے ہمراہ تھا بابو غضنفر علی کے مخالفین بظلمتیں بجا رہے تھے اور گاؤں کے تمام مرد و زن کھڑے تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب ٹرک پر سامان لا دیا گیا تو سکھ سب انسپکٹر نے کہا کہ جناب کیا یہ پلنگ میزیں اور کرسیاں آپ کے گھر میں نہیں یا میرے گھر میں نہیں ہیں؟

انگریز افسر نے کہا کہ ہاں واقعی یہ چیزیں تو سب کے گھر میں ہوتی ہیں۔ پھر کیا کرنا چاہیے ”سکھ سب الپکٹرنے کہا کہ یہ سب چیزیں یہاں ہی مقفل کر کے کسی کی ضمانت میں رکھ دیں البتہ سرکاری نمبر والی اشیاء لے جانی جاسکتی ہیں۔“ چنانچہ انگریز افسر نے گھر کا سارا سامان ایک کمرہ میں مقفل کر کے سر بھر کر دیا اور کہا کہ مقدمہ کے فیصلہ پر جو حکم ہو گا اس پر عمل کیا جائے گا۔ اس طرح مخالفین کی شرارت ختم ہو گئی وہ انگریز افسر پشاور پہنچتے ہی موٹر سائیکل سے گر کر مر گیا۔ دیگر پولیس افسروں کی شہادت سے بابو غضنفر علی کے خلاف غبن کا کیس ثابت نہ ہو سکا۔ یہ حضرت قبلہؒ کی کرم فرمائی تھی فیصلہ یہ ہوا کہ بابو غضنفر علی کو تنزیلی کے بعد پھر ۴۵ روپے ماہوار کلرک مقرر کر دیا جائے۔

مقدمہ سے بری ہونے کے بعد بابو غضنفر علی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کی زبانی ساری سرگزشت سنی اور فرمایا فکر نہ کرو تم جلد ہی پھر اپنے محکمہ میں بڑے افسر بن جاؤ گے چنانچہ دو تین سال کے بعد وہ پھر اپنی حسن کارکردگی اور محنت کی وجہ سے ہیڈ کلرک بن گئے اور بعد ازاں اسی عہدہ سے ریٹائر ہو کر پنشن حاصل کی۔

شیخ کامل کی غیبی امداد

ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب زرعی یونیورسٹی سے ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے امریکہ چلے گئے۔ ان کا بیان ہے کہ ایک دن پروفیسر صاحب کا لیکچر غروب آفتاب کے بعد ختم ہوا۔ رات کے سائے پھیل چکے تھے۔ پروفیسر صاحب نے ان سے دریافت کیا کہ کیا آپ کے پاس گھر پہنچنے کے لیے کوئی کار یا موٹر سائیکل ہے۔ ڈاکٹر عبدالرحیم صاحب نے نفی میں جواب دیا پروفیسر صاحب نے ان کی ایک ہم سبق لڑکی سے دریافت کیا کہ ”تمہارے پاس کوئی موٹر کار ہے۔“ وہ جھٹ بول اٹھی کہ ہاں میں ان کو اپنے ساتھ لے چلوں گی۔ ”وہ دونوں کچھ دور سڑک پر چلتے گئے تو ڈاکٹر رحیم صاحب نے دریافت کیا کہ تمہاری گاڑی کہاں ہے وہ لڑکی کہنے لگی کہ ابھی کوئی ٹیکسی لے لیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب حیران تھے کہ خدا خیر کرے۔ اتنے میں ایک ٹیکسی آئی اور دونوں اس میں سوار ہو گئے۔ اس لڑکی کی اقامت گاہ راستہ میں تھی جب وہاں

بہنچے تو اس نے ڈاکٹر صاحب سے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ کافی کی ایک پیالی پی لیں تو آپ کی بڑی مریانی ہوگی۔ ڈاکٹر صاحب نے سادگی اور صاف دلی سے اس کی دعوت قبول کر لی کیونکہ انکار بد خلقی کی علامت سمجھا جاتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کو لڑکی نے ملاقات کے کمرہ میں بٹھا دیا اور خود قہوہ تیار کر کے لانے کے لیے دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئی تو رات کا لباس پہنے ہوئے تھی اور کافی کے برتن اس کے ہاتھوں میں تھے۔ اب اس کے انداز بدل چکے تھے اور وہ غمزہ و ادا کے ساتھ ڈاکٹر صاحب کی طرف متوجہ ہوئی۔ اس مرحلہ پر ڈاکٹر صاحب کو احساس ہوا کہ وہ کس خطرناک صورت حال میں پھنس گئے ہیں۔ نجات کی راہیں مسدود نظر آئیں تو معاً اپنے پیر و مرشد حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا خیال مبارک دل میں آیا۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو سامنے آپ دروازے میں کھڑے دکھائی دیے ڈاکٹر صاحب نے اپنے آپ کو سنبھالا اور فوراً اٹھ کر دروازے کی طرف بھاگے دروازہ کھل گیا اور باہر سڑک پر پہنچ کر ٹیکسی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ اس طرح شیخ کامل کی کرم نوازی سے ڈاکٹر صاحب اس عارت گرا ایمان کے پنچے سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ بیشک شیخ کامل اپنے عقیدت مندوں کی دستگیری اور اعانت کے لیے ہزاروں میل کے فاصلے پر بھی آنا "فانا" پہنچ جاتے ہیں۔

حضرت قبلہ کا طریقہ تلقین

ڈاکٹر محمد رفیق صاحب ریٹائرڈ ڈپٹی ڈائریکٹر محکمہ زراعت نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں اپنی اولین حاضری کا واقعہ بیان کرتے ہوئے بتایا کہ لاہور سے وہ اپنے والد ماجد مرحوم و مغفور کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ ان کے چچا زاد بھائی سیٹھ محمد شفیع بھی ان کے ساتھ تھے۔ لاہور سے عمدہ آموں کا ایک ٹوکرا بطور نذر پیش کرنے کے لیے ساتھ لے لیا۔ فیروزپور اسٹیشن سے کرمونوالہ شریف دو اڑھائی میل کی مسافت پر تھا۔ ہم آرام طلب شہری نوجوان! خیر جوں توں کر کے منزل مقصود پر پہنچے نماز مغرب کے بعد کھانا کھایا اور پھر نماز عشاء کے بعد ایک خادم نے کہا کہ حضرت صاحب "نماز فجر کے بعد ملاقات کریں گے۔ سب صاحبان اب آرام کریں۔"

شوق دیدار نے ہمیں بے قرار کر رکھا تھا۔ ہم نے میاں بلا صاحب (میاں محمد اقبال) کو آموں کا ٹوکرا پیش کر کے کہا کہ یہ حضور کی خدمت میں پہنچا دیں۔ میاں صاحب نے کہا ”لے جاؤ یہ ٹوکرا۔ تم شہری بہت ہوشیار اور چالاک ہوتے ہو۔ یہاں ٹوکروں کی پرواہ نہیں۔ ملاقات صبح کے وقت ہی ہوگی۔“ ہم دونوں نوجوان تھے۔ ہم دیر تک باتیں کرتے رہے سینٹھ محمد شفیع نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ یہ سب دکانداری معلوم ہوتی ہے چلو صبح کی نماز کے بعد واپس چلیں اور آم بھی ساتھ لیتے چلیں گے۔ راستہ میں لوگوں میں تقسیم کر دیں گے۔

نماز فجر کے بعد ہم روانگی کے لیے تیار ہو رہے تھے کہ خلاف معمول آپ نے تھوڑی دیر کے بعد ہی حجرہ شریف کا دروازہ کھولا اور خادم کو ارشاد فرمایا کہ رات کے وقت لاہور سے جو تین آدمی آئے تھے۔ ان میں سے سب سے چھوٹے نوجوان کو بلا لاؤ۔ میں خدمت میں حاضر ہوا عجیب کیفیت تھی رعب ولایت سے میں خاموش بت بنا بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا ”برخوردار! یہاں دکانداری نہیں ہے۔ میں یہاں کسی کے حکم سے بیٹھا ہوا ہوں۔ اور ذکر فکر کی تلقین میرا فرض ہے پھر نہایت کرم نوازی سے بعض نصیحت آموز کلمات ارشاد فرمائے بعد ازاں خادم کو بھیجا کہ جاؤ دوسرے نوجوان کو بھی بلا لاؤ چنانچہ سینٹھ محمد شفیع بھی حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ رات بھر آپ لوگوں نے نہ خود آرام کیا اور نہ مجھے آرام کرنے دیا۔ انسان میں صبر اور حوصلہ بھی ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ ”برخوردار یہاں دکانداری نہیں ہے۔“ میں تو بزرگوں کے حکم کے مطابق بیٹھا ہوا ہوں۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب کے والد بزرگوار بھی حاضر ہوئے اور سب کو آپ نے اپنی کرم نوازی سے گرویدہ بنا لیا اور ہمیں آپ کے علوشان کا پوری طرح احساس ہوا اور ہماری دنیا ہی بدل گئی۔

کراچی کا سینٹھ

شیخ چراغ دین فیروز پور کے رہنے والے تھے۔ دیہات میں پھیری کر کے کپڑے کا کاروبار کرتے تھے۔ کرمونوالہ شریف ضلع فیروز پور گئے تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقہ غلامی میں داخل ہو گئے۔ پھر وقتاً فوقتاً خدمت بابرکت میں حاضر ہونے لگے

آپ جب بھی دربار عالیہ میں حاضر ہوتے حضرت صاحب "شفقت سے فرماتے۔ "آیسیا کراچی دیا سیٹھا آگیا اس" شیخ صاحب حیران ہوتے کہ میں تو بمشکل مزدوری کر کے بال بچوں کا پیٹ پالتا ہوں اور حضور" مجھے ہر مرتبہ اسی طرح مخاطب فرماتے ہیں۔ اس سے شیخ صاحب کی ڈھارس بندھ جاتی اور وہ یقین کر لیتے کہ انشاء اللہ مرد کامل کی نظر عنایت سے ان کے دن پھر جائیں گے۔

پاکستان کا قیام عمل میں آیا تو وہ سرزمین پاکستان میں داخل ہوتے ہی سیدھے کراچی پہنچے۔ کاروباری آدمی تھے کاروبار کے مرکز جوڈیا بازار میں ان کو ایک اچھی دکان الاٹ ہو گئی۔ رہائش کا مسئلہ بھی حضرت صاحب "کی نظر کرم سے طے ہو گیا اپنے لڑکوں کی امداد سے وہ کاروبار میں مشغول ہو گئے اور بہت جلد اس کاروباری مرکز میں اپنی ساکھ بٹالی۔ حتیٰ کہ چند سالوں کے اندر ہی سیٹھ پچا کے نام سے مشہور ہو گئے اور کراچی میں سیٹھ چراغ دین کے مشہور و معروف نام سے پہچانے گئے بعد میں ان کے کاروبار میں بہت وسعت پیدا ہو گئی وہ امور دینیہ میں سرگرمی سے حصہ لینے والے بزرگ تھے بڑے بڑے کاروباری میمن حضرات بھی ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔

عالم دین پر نظر کرم

مولانا محمد شفیع اوکاڑوی کچھ عرصہ سٹیج کائن ملز سے ملحقہ ہائی سکول میں معلم اسلامیات کی حیثیت سے کام کرتے رہے آپ ہر جمعرات کو نماز عصر کے بعد اپنے احباب کے ہمراہ حضرت صاحب قبلہ "کی خدمت بابرکت میں حاضری کے لیے آتے اور اکثر اوقات حضرت صاحب "کے ارشاد کی تعمیل میں خوش الحانی سے نعت سنایا کرتے تھے۔ وہ عموماً "عظیم البرکت امام اہلسنت حضرت مولانا احمد خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوز و محبت میں ڈوبی ہوئی نعتیں پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن نعت پڑھ چکے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ مولوی صاحب آپ کو کیا تنخواہ ملتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "نوے روپے" آپ نے فرمایا صرف نوے روپے؟ آپ کی تنخواہ چار سو روپیہ ہونی چاہیے۔ مولانا صاحب یہ سن کر خوش تو ہوئے لیکن گہری سوچ میں ڈوب گئے کہ یہ تو بڑی بات ہے۔

تھوڑی دیر کے بعد حضرت صاحبؒ نے پھر دریافت کیا کہ ”کیا آپ کبھی کراچی بھی گئے ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں حضورؐ کراچی جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا آپؐ نے فرمایا کہ برخوردار کراچی جانا چاہیے! چنانچہ کچھ دنوں کے بعد بعض دوستوں کی دعوت پر بعزم کراچی روانہ ہو گئے وہاں پر ان کو ایک ماہ تک رکنا پڑا اور کئی تقریبات میں شمولیت کی۔ بالآخر مین مسجد کے خطیب منتخب ہو گئے اور ان کی ماہوار تنخواہ حضرت صاحبؒ کے ارشاد عالیہ کے مطابق چار سو روپیہ ہی مقرر ہوئی۔ اس کے بعد کراچی کے دینی حلقوں میں ان کے مقبولیت میں اضافہ ہوتا گیا اور وہ کراچی کے ہی ہو کر رہ گئے۔

روحانی تصرف کے ذریعہ دستگیری

خواجہ منظور احمد صاحب قیام پاکستان کے بعد لدھیانہ سے کراچی آ گئے۔ یہاں گردمند کے قریب ان کو ایک کشادہ دو منزلہ مکان الاٹ ہو گیا جس کا محل وقوع نہایت عمدہ ہے۔ ان کے بڑے کنبہ کے لیے یہ ایک موزوں مکان تھا نچلے حصہ میں وہ مع اہل و عیال فروکش ہو گئے کچھ دنوں کے بعد ان کے بڑے بھائی کی سفارش پر ایک ہندو وکیل، مہیم جی کو عارضی طور پر قیام کے لیے بالائی منزل دے دی گئی خواجہ صاحب کی یہ کشادہ ولی انسانی ہمدردی کی بنا پر تھی۔ ہندو وکیل نے وعدہ کیا تھا کہ وہ اپنے مکان کا بندوبست کر کے اس میں منتقل ہو جائے گا۔ وقت گزرتا گیا حتیٰ کہ وکیل کی نیت میں فتور پیدا ہوا اور اس نے بالائی حصہ کے قبضہ کے لیے قانونی چارہ جوئی شروع کر دی اب خواجہ صاحب کو معاملہ کی نزاکت کا احساس ہوا۔ پانی سر سے گزر چکا تھا۔ ”جواباً“ قانونی چارہ جوئی کا سہارا لیا لیکن جب زیادہ خطرہ محسوس ہوا تو ایک دن اپنے خاص آدمی میں محمد بوٹا سیالکوٹی کو عرض حال کے لیے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت کرمانوالہ شریف روانہ کر دیا۔

میاں محمد بوٹا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے خود بخود خواجہ منظور احمد کی خیر و عافیت کے متعلق سوال کیا اس نے کہا کہ حضورؐ ویسے تو خواجہ صاحب آپ کی دعا سے بخیر و عافیت ہیں مگر مکان کے بارے میں بہت پریشان ہیں ہندو وکیل اب بالائی منزل پر قبضہ کرنے کے لیے قانونی چارہ جوئی کر رہا ہے۔ ”یہ سکر

آپ نے پر جلال لہجہ میں فرمایا ”مکان ہمارا اپنا ہے بزرگوں نے ہمیں عطا کیا ہے وہ ہندو وکیل اس معاملہ میں دخل دینے والا کون ہوتا ہے۔ مکان ہم سے کوئی نہیں لے سکتا۔ ہمارے پاس ہی رہے گا۔“

کراچی میں ہندو وکیل . مصیم جی اور اس کے دوسرے رشتہ دار جو دوسری جگہوں پر اقامت پذیر تھے اس رات سخت دہشت زدہ رہے اور کہیں بھی اس خاندان کا کوئی فرد رات کو چین سے نہ سو سکا۔ صبح کو سارے خاندان کے لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوئے اور سب نے اپنی اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ پڑھے لکھے لوگ تھے سمجھ گئے کہ خواجہ صاحب سے ٹکر لینے کا یہ نتیجہ ہے سب مل کر خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منت سماجت کے بعد طے ہوا کہ مقدمہ واپس لے لیا جائے گا اور جتنی جلدی ممکن ہو سکا مکان خالی کر دیا جائے گا چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد تعفیہ ہو گیا اور وہ مکان کی بالائی منزل خالی کر کے چلے گئے۔

شراعداء سے حفاظت کا انوکھا ہتھیار

مناظر اسلام مولانا محمد عمر صدیقی اچھروی بلند پایہ خطیب تھے ان کی طبیعت میں مناظرہ اور مجادلہ کا رنگ غالب تھا۔ حضرت صاحبؒ کے پر خلوص عقیدہ مندوں میں سربر آوردہ ہستی تھے۔ مختلف الخیال عقاید کے لوگوں سے ان کے مناظرے جاری رہتے تھے اسی وجہ سے بعض اوقات مخالفین کی عداوت کے سبب ان کو پریشانیوں میں بھی مبتلا ہونا پڑتا تھا۔ ایک دفعہ سندھ اور ریاست خیرپور کے دورہ سے واپس لوٹے تو حضرت صاحبؒ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ مخالفین کی شرارتوں اور دھمکیوں کی وجہ سے ان کی طبیعت سخت پریشان تھی اور سکون نہیں تھا۔

حضرت صاحبؒ کی خدمت با برکت میں شرف یاب ہوتے ہی سکون قلب حاصل ہوا اور طمانیت میسر ہوئی لیکن پھر بھی مخالفین کی شرانگیزیوں اور اپنی پریشانیوں کا ذکر ہی دیا اور عرض کیا کہ پستول کا لائسنس مل جائے تو حفاظت کے لیے پستول خرید لوں حضرت صاحبؒ نے بیٹھے بیٹھے الفاظ میں تسلی و تشفی دی اور اپنے خادم کو فرمایا کہ جاؤ بیری کے درخت سے ایک موٹا ڈنڈا کاٹ کر عصا بنا کر لاؤ۔ خادم تھوڑی دیر کے بعد عصا

لے کر آگیا۔ آپ نے وہ عصا مولوی صاحب کو تھما دیا اور فرمایا کہ اسے عصائے موسوی سمجھیں اور بے فکر تبلیغ دین کا کام کریں۔ اسے اپنے ساتھ رکھیں اللہ تعالیٰ مخالفین کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ پستول کی کیا ضرورت ہے۔

حضرت مولانا صاحب اس کے بعد سفر و حضر میں وہ عصا اپنے ساتھ رکھتے تھے اور ان کی ہیبت سب پر چھائی رہتی تھی حتیٰ کہ گھر میں مرغیوں کے ڈر بے کے ساتھ کھڑا کر دینے سے رات کو بلیوں سے بھی مرغیوں کی حفاظت ہوتی تھی۔

مشکل مسئلہ حل کر دیا

واعظ شیریں بیان مولانا محمد سعید احمد نقشبندی خطیب مسجد حضرت داتا گنج بخشؒ نے بیان فرمایا کہ ۱۹۶۰ء میں ایک شرعی مسئلہ سمجھنے اور شرف زیارت حاصل کرنے کے لیے حاضر خدمت ہوا۔ سردی کا موسم تھا آپ اس وقت اپنی حویلی کی چار دیواری کے اندر شمال مغربی کونے میں بستر پر تشریف فرما تھے۔ ناچیز قریب پہنچا تو آپ نے ازراہ عنایت و مہربانی اپنے قدم مبارک کے پاس زمین پر بیٹھنے کا ارشاد فرمایا۔ بندہ جب اس قدر قریب ہو کر بیٹھ گیا تو آپ نے اپنے پاس رکھی ہوئی ایک کتاب ہاتھ میں لے کر فرمایا مولوی صاحب اس کتاب کے فلاں صفحہ کی عبارت پڑھیں۔ میں نے کتاب کھولی فارسی زبان کی کتاب تھی جب میں نے اس صفحہ پر تحریر شدہ عبارت پڑھی تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ اس مقام پر اسی مسئلہ کی وضاحت درج تھی جو میں سمجھنے کے لیے حاضر ہوا تھا جب میں کھل عبارت پڑھ چکا تو آپ نے فرمایا ”مولوی صاحب کیا مسئلہ سمجھ میں آگیا ہے؟“ میں نے اثبات میں جواب دیا اس کے بعد مختلف علمی مسائل پر آپ کافی دیر تک روشنی ڈالتے رہے اور میں آپ کے تبحر علمی سے مستفید ہوتا رہا۔ سادہ الفاظ میں بہت سے دقیق مسائل کی وضاحت فرمادی۔

دستِ غیب

مولوی مقصود احمد سکندہ باجزہ گڑھی ایک ڈل سکول میں صدر مدرس تھے۔ ان کی تنخواہ ۳۵ روپے ماہوار تھی کئی سال تک کوئی ترقی نہ ہوئی مگر اس قلیل تنخواہ میں بھی

اتنی برکت ہوئی کہ انہوں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلائی اور رہائشی مکان کی پرانی عمارت مسمار کر کے نئی پختہ عمارت بھی تعمیر کر لی۔ ایک دفعہ ان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ حضرت صاحبؒ کی خدمت اقدس میں عرض کروں کہ میری تنخواہ میں اضافہ کیا جائے حاضر ہوئے تو بقول

اے لقاے تو جواب ہر سوال

آپؒ نے خود ہی دریافت فرمایا۔ ”مقصود احمد تمہاری تنخواہ کیا ہے؟“ وہ جواب دینے نہ پائے تھے کہ حضورؐ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ جاؤ بتانے کی کیا ضرورت ہے کوئی کمی نہیں رہے گی۔“

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضور انورؐ کے اس ارشاد مبارک کے بعد ان کی تنخواہ میں ہر سال اضافہ ہونے لگا۔ حتیٰ کہ ریٹائرمنٹ کے وقت ان کی ماہوار تنخواہ ۳۳۵ روپے تک پہنچ چکی تھی تمام بچوں کی شادیوں میں فراخدلی سے خرچ کیا اور دست غیب کی عطائیں بڑھتی ہی گئیں۔

۱۹۶۳ء میں ملازمت سے ریٹائر ہو گئے تو خدمت اقدس میں حاضری کے وقت عرض کیا حضور تمام سرکاری ملازمین کو پنشن مل جاتی ہے مگر میری پنشن نہیں ہے حضور انورؐ نے مسکراتے ہوئے فرمایا منشی جی! فکر نہ کرو۔ اللہ کریم تمہاری پنشن بھی مقرر فرمادیں گے۔“ چنانچہ دوسرے ریٹائرڈ مدرسین کے ساتھ مل کر تھوڑی سی کوشش کرنے کے بعد حضور انورؐ کے ارشاد کے مطابق آغاز ملازمت سے سب کی سرکاری سروس شمار کر لی گئی اور اللہ کریم کے فضل سے سب کو پنشن مل گئی۔

اولاد نرینہ عطا ہوئی

موضع مہموں کے پاکپتن شریف کی ایک نواحی بستی ہے وہاں کے نمبردار حاجی سکندر خان آپ کے مخلص عقیدتمندوں میں تھے اور آپ کو حاجی سکندر خان سے محبت تھی درگاہ عالیہ پاکپتن شریف کی حاضری سے فراغت کے بعد ایک مرتبہ آپ حاجی سکندر خان اور دوسرے عقیدتمندوں کی پر خلوص دعوت پر موضع مہموں کے تشریف

لے گئے گاؤں میں کچھ دیر قیام کے بعد جب آپ کی روانگی کا وقت آیا تو ایک پریشان حال دیہاتی نوجوان عورت اس مکان کے باہر آکر بیٹھ گئی جہاں آپ فروکش تھے کسی نے اس سے اس کی پریشانی کا سبب پوچھا تو وہ کہنے لگی کہ اولاد کی دولت سے محروم ہوں اور زندگی وبال بن گئی ہے اس شخص نے کہا کہ بی بی! اب تو حضرت صاحب بالکل روانہ ہونے والے ہیں اب کیسے عرض پیش کی جائے۔" عورت دھن کی پکی تھی اٹھی اور جھٹ گاؤں سے باہر جا کر اس راستہ پر لیٹ گئی جہاں سے آپ کی موٹر کار گزرنے والی تھی آپ موٹر کار میں سوار ہو کر روانہ ہوئے اور جب اس جگہ پہنچے جہاں عورت راستہ میں لیٹی ہوئی تھی تو کار رک گئی آپ نے دیکھا کہ سامنے ایک عورت لیٹی ہوئی ہے دریافت فرمایا کہ کیا معاملہ ہے کیا یہ عورت اپنی جان سے بیزار ہے کسی واقف حال نے عرض کیا کہ حضور! اس عورت کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہے اور ایسی زندگی پر موت کو ترجیح دیتی ہے۔"

آپ نے فرمایا کہ اس بی بی سے کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کی گود ہری کر دیں گے اور اسے چاند سا بیٹا عنایت فرمائیں گے اب یہ اپنے گھر کو خوش خوش جائے اور ہمارا راستہ چھوڑ دے۔" یہ خوشخبری پا کر وہ عورت اپنے گھر کو روانہ ہو گئی اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد اس کی گود ہری ہو گئی اور اس کو اللہ تعالیٰ نے لڑکا عطا فرمایا۔

دل کی حقیقی صفائی

ایک دن آپ حلقہ عقیدتمندان میں تشریف فرما تھے ایک تعلیم یافتہ نوجوان آئے اور خاشی سے مجلس میں بیٹھ گئے کچھ دیر کے بعد آپ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور دریافت فرمایا کہ بابو جی آپ کیسے آئے ہیں۔" نوجوان نے جواب دیا حضرت! دل کا مریض ہوں اس کے علاج کے لیے حاضر ہوا ہوں" آپ نے ذرا زوردار لہجہ میں فرمایا میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" نوجوان نے عرض کیا حضور! دل کی روشنی کا متلاشی ہوں۔" آپ نے ارشاد فرمایا "مجھے روشنی اور اندھیرے سے کیا سروکار ہے میں تو یہ جانتا ہوں کہ مسلمان سنت نبوی کا پابند ہو اور حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کے مطابق زندگی بسر کرے پھر نہ کسی

اندھیرے کا ڈر باقی رہتا ہے اور نہ کسی اور روشنی کی تمنا باقی رہتی ہے۔ ”مزید ارشاد فرمایا کہ نماز باقاعدگی سے ادا کریں رزق حلال کے حصول کی کوشش کریں کسی کی حق تلفی نہ کریں اور ظاہری شکل و صورت بھی مسلمانوں جیسی بنالیں تو کوئی کمی نہیں رہے گی۔

عرضداشتوں پر فوری فیصلے

محمد امین صاحب شرقتوری نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت صاحب قبلہؒ کی خدمت میں حاضری کے لیے جا رہا تھا۔ دوران سفر دل میں خیال گزرا کہ اعلیٰ حضرت سرکار شرقتوری حضرت میاں صاحبؒ تو حاضر ہونے والوں کی عرضداشتوں پر فوراً فیصلہ صادر فرمایا کرتے تھے۔ حضرت صاحب قبلہؒ اکثر معاملات میں اس قسم کی تیزی سے تصفیہ نہیں فرماتے۔

خدمت اقدس میں باریاب ہوا تو آپ حضرت محی الدین ابن عربیؒ کی ایک کتاب کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ اتنے میں ایک مولوی صاحب چند ہمراہیوں کے ساتھ آکر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحبؒ نے مولوی صاحب کی جانب نظر اٹھا کر دیکھا اور فرمایا ”مولوی صاحب! کیا آپ کے ساتھ آٹھ آدمی ہیں؟“ مولوی صاحب کہنے لگے جی ہاں۔ ان لوگوں پر قتل...

حضرت صاحبؒ نے ارشاد فرمایا۔ ”مولوی صاحب کسی انسان کو جان سے مار دینا بہت بڑا گناہ ہے۔ یہ لوگ توبہ کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بری کر دے گا اور یہ ڈاڑھی نہ منڈوایا کریں۔“ مولوی صاحب نے پھر عرض کیا کہ مقدمہ میں پہلے سے کچھ رعایت ہو گئی ہے۔ ”آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے آپ سے کہہ دیا ہے کہ یہ لوگ سچے دل سے توبہ کریں کہ پھر ایسی حرکت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ بری کر دیں گے، اب آپ لوگ جائیں۔“

ان کے جانے کے بعد حضرت قبلہؒ نے نظر شفقت سے مولوی محمد امین صاحب (مرحوم) کی طرف دیکھا مولوی صاحب نے سر خم کر لیا اور اپنے قلبی دوسوہ پر پشیمان ہوئے۔

کشف و کرامات کے اس باب کو اگر لکھتا چلا جاؤں تو اس کے ختم ہونے کا امکان نہیں۔ یہ ایک بحر بے کنار ہے جس کا احاطہ ناممکن ہے۔ ہر شخص کے ساتھ آپ کا معاملہ گو علیحدہ اور اسرار جدا گانہ تھے۔ لیکن ہر ایک مرید اور خادم یہی سمجھتا تھا کہ حضرتؐ کی شفقت اور عنایت جتنی اس پر ہے اتنی اور کسی پر نہیں۔ آپ کا معاملہ مریدوں کے ساتھ مرید کرنے اور تعلیم شروع کرنے کے دن سے اعلیٰ مقامات تک ترقی دینے تک ہر روز ایسا ہی تھا اور سب کے احوال پر ہمیشہ نظر رہتی تھی۔ طالبوں کے حالات سے آپؐ کا آگاہ ہونا اور ان کے حالات آئندہ سے اطلاع دینا اور پھر اسی کے مطابق واقعات کا ظہور میں آنا بے شمار مرتبہ آپؐ سے ظاہر ہوا لا علاج مریضوں کی شفا یابی، حاجت مندوں کی حاجت روائی اور مشکلات و مصائب میں پھنسے ہوئے لوگوں کی رہائی آپ کی توجہ سے آسان ہو جاتی تھی۔ آپ کے عقیدہ مندوں کی تعداد ہزاروں لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ اگر ہر ایک کی نسبت صرف ایک کشف و کرامت کا بیان کیا جائے تو خوارق و کرامت لاکھوں تک پہنچ جائیں۔ ہر لمحہ اور ہر ساعت آپ سے خوارق ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ اس لیے طوالت بیان سے اجتناب کے لیے اسی پر اکتفا کرنا ہی مناسب ہے

دامان نگہ و گل حسن تو بسیار
گلچین بہار تو ز داماں گلہ وارد

یہ باب تشنہ تکمیل ہی رہے گا اگر اس میں مختصر ذکر آپؐ کے ان تصرفات کا نہ کیا جائے جن کا ظہور وصال کے بعد ہوا۔ یہ سلسلہ امر ہے کہ اولیا اللہ عین حیات میں مخلوق خدا کو ہر طرح نفع پہنچاتے ہیں ان کی ظاہری اور باطنی اصلاح کی جانب اپنی ہمت صرف فرماتے ہیں۔ لیکن وصال کے بعد یہ سلسلہ بدرجہ اولیٰ جاری رہتا ہے اور ان کے متوسلین اور عوام الناس ان کے فیضان سے برابر بہرہ ور ہوتے رہتے ہیں اکثر احباب نے اس (محمد اکرم) فقیر سے ذکر کیا کہ ان کو مشکلات میں جب بھی دربار عالیہ پر حاضری کا موقع ملا مشکلات حل ہو گئیں اور انہیں اطمینان قلب حاصل ہوا۔ بعض واقعات یہاں قابل ذکر ہیں۔

۱۔ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے کچھ عرصہ بعد سیٹھ محمد شفیع لاہوری زیابطیس میں مبتلا ہو گئے۔ خون اور پیشاب میں ۶۵-۷۰ فیصدی تک شکر آنے لگی چند دنوں میں ہی ان کی صحت بالکل خراب ہو گئی۔ آخر ایک دن لاہور میں واقف اسرار حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ بخاری دامت برکاتہم نے اپنے ہمراہ ملتان چلنے کا حکم دیا۔ بیمار تھے مگر انکار نہ کر سکے اور ساتھ ہو لیے۔ راستہ میں وہ حضرت کرمانوالہ شریف ایک رات ٹھہرے رات کو سیٹھ محمد شفیع دربار پر حاضر ہوئے اور دیر تک ان پر رقت طاری رہی پھر عرض کیا۔ ”حضور“ کبھی وہ بھی دن تھے کہ آپ بیمار سے ”سیٹھا سیٹھا“ کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ اب آپ اس ناچیز غلام کی خبر نہیں لیتے کہ کس حال میں ہوں مجھے تو اس موذی مرض نے عذہال کر دیا ہے۔“

دوسرے دن حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کے ہمراہ ملتان روانہ ہو گئے۔ وہاں ڈاکٹروں کے بتائے ہوئے سب پرہیز بالائے طاق رکھ دیے ملتان سے واپس آئے تو طبیعت بہت حد تک برقرار معلوم ہوتی تھی۔ جب لاہور پہنچ کر ڈاکٹروں سے معاینہ کروایا تو سب حیران رہ گئے کہ شکر کا نام و نشان تک نہ تھا کرم پر کرم یہ کہ آج تک پھر وہ تکلیف نہیں ہوئی۔

۲۔ حضرت قبلہ قدس سرہ العزیز کے وصال کے بعد تیسرے سال عرس مبارک کے موقع پر رائے نیاز احمد خاں مرحوم، سیٹھ محمد شفیع اور یہ (محمد اکرم) فقیر دربار عالیہ پر حاضر تھے کہ فیصل آباد سے خان فضل الرحمن خاں بھی مزار مقدس پر آئے اور آتے ہی زار و قطار رونے لگے۔ وہ کسی بیماری کی وجہ سے بالکل نحیف و نزار ہو چکے تھے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد ان کو کچھ سکون حاصل ہوا تو رائے نیاز احمد خاں نے مزاج پر سی کی۔ انہوں نے گلوگیر آواز میں عرض کیا کہ وہ ایک عرصہ سے بیمار ہیں اور علاج کرتے کرتے تھک چکے ہیں دعا کے لیے اب یہاں حاضر ہوئے ہیں۔ سب احباب نے مل کر ہاتھ اٹھائے اور ان کے لیے حضور رب العالمین میں حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے توسل سے دعا کی سیٹھ صاحب نے با آواز بلند کہا۔ ”سرکار“ آپ کے دربار فیض بار میں حاضر ہونے والا ساکل خالی نہ جائے۔ اس پر نظر کرم فرمائی جائے اور شفا بخشی جائے۔“

فضل الرحمن خان اسی شام واپس فیصل آباد چلے گئے کچھ دنوں کے بعد جب لاہور میں ملے تو بالکل تندرست و توانا تھے۔ پھر ان کو اس مرض کی تکلیف نہ ہوئی۔

۳۔ سید سخاوت حسین بخاری ایم اے ایل ایل بی پلیڈر ضلع کچہری شیخوپورہ میں وکالت کرتے تھے۔ وہ ضلع شیخوپورہ کی شعبہ کینی کے صدر بھی تھے۔ ان کا بیان ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد وکالت کے پیشہ سے ان کا جی بھر گیا۔ لیکن وہ اسے کسب معاش کا ذریعہ سمجھ کر وقت گزارتے رہے اسی دوران حضرت صاحبؒ کے حالات و کمالات سن کر ان کو آپ کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ وہ حضرت کرمانوالہ شریف نزد اوکاڑہ جا پہنچے پہلی ہی ملاقات میں حضرت صاحبؒ کے گرویدہ ہو گئے پڑھے لکھے تھے آپ کے ہاں شریعت اور سنت کا کھل اتباع دیکھا تو بے حد متاثر ہوئے۔ شیخوپورہ واپس گئے تو پیشہ وکالت سے اور بھی دل سرد ہو گیا اور اسے ترک کرنے کا ارادہ لے کر پھر حضرت صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ روزی رساں ہیں۔ وہ معاش کا کوئی اور بہتر ذریعہ بتادیں گے۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں۔“

تھوڑے دنوں کے بعد ان کو فیصل آباد زرعی یونیورسٹی میں جگہ مل گئی اور وقت گزرنے لگا جب کچھ عرصہ بعد پھر حاضر خدمت ہوئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ تنخواہ کیا ملتی ہے؟ عرض کیا کہ ”تین سو روپے ماہوار“ آپ نے فرمایا پانچ سو روپیہ ہو جائے گی اور پھر ہزار روپیہ ہو جائے گی فکر نہ کریں۔“ مگر تھوڑے ہی دنوں کے بعد انسران بالا سے ان بن ہو گئی اور ملازمت سے علیحدگی اختیار کرنا پڑی کچھ دن بیکاری میں گزرے تو پریشانی لاحق ہوئی اسی حالت میں اپنے حقیقی بھائی پروفیسر شجاعت حسین بخاری سے ملنے لاہور گئے۔ وہ وحدت کالونی کوٹھی نمبر ۱۳-ڈی میں اقامت پذیر تھے۔ باتوں باتوں میں بھائی صاحب نے کہا کہ آپ اپنے پیر و مرشد حضرت صاحبؒ کے توسل سے کیوں کوشش نہیں کرتے۔ حضرت صاحب کا وصال ہو چکا تھا۔

ان سے رخصت ہو کر وہ گھر گئے اور وہاں سے حضرت کرمانوالہ شریف دربار عالیہ میں حاضری کے لیے روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر مزار شریف پر حاضری دی اور حاضری کے وقت زبان خاموشی سے اپنی بیکاری کا حال خدمت اقدس میں بیان کیا۔

واپس گئے تو جلد ہی ان کو واپڈا میں جگہ مل گئی اور وہ بطور فورمین تربیت حاصل کرنے لگے۔ تنخواہ تین سو روپے ماہوار مقرر ہوئی ایک سال کے بعد وہ بطور مستقل فورمین پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ پانے لگے اور پھر جلدی ہی الاؤنس وغیرہ شامل کر کے ان کو ایک ہزار روپیہ ماہوار ملنے لگا۔ واپڈا کالونی میں ان کو رہائش کے لیے ایک بنگلہ بھی مل گیا۔

اولاد پاک

آخر میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد پاک کے مختصر حالات تمبر کا "درج کیے جاتے ہیں آپ کے حقیقی چچا سید قطب الدین شاہ کی دختر نیک اختر کو حضور کی شریکہ حیات ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ اس نیک اور پاک بی بی کے بطن سے آپ کے ہاں دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے تولد ہوئے ایک صاحبزادی اور تین صاحبزادے ۱۔ سید عثمان علی شاہ بخاری" اول ۲۔ حضرت میر طیب رحمۃ اللہ علیہ ۳۔ سید غلام جیلانی" (مغزنی میں وفات پائے) آپ کے وصال کے وقت (جنوری ۱۹۶۶ء) آپ کی اولاد میں سے آپ کی عقیقہ اور طاہرہ صاحبزادی اور دو صاحبزادے (سید محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور سید عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی یادگار موجود تھے۔

عمر کے لحاظ سے آپ کی صاحبزادی سب سے بڑی تھیں اور مستورات کی اصلاح اور رہنمائی کے لئے اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے صاحب ارشاد تھیں۔ سید محمد علی شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ المعروف بڑے بابا جی آپ کے بڑے صاحبزادے تھے اور صاحب ارشاد تھے۔ (وصال دس جون ۱۹۹۳ء) حالات کے لئے کتاب ہذا کے متعلقہ حصہ سے رجوع کریں۔

سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے اعلیٰ حضرت کی طرف سے صاحب ارشاد تھے آپ کا اسم گرامی اعلیٰ حضرت میاں صاحب شرپوری رحمۃ اللہ علیہ کا تجویز کردہ ہے۔ آپ کے حالات زندگی بھی اس کتاب میں علیحدہ شامل کئے گئے ہیں۔

خطبات جمعۃ المبارک

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ

المعروف حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

حضرت کرمانوالی سرکارِ رحمتہ اللہ علیہ کے ارشاد کردہ
خطبات جمعہ میں سے چند اقتباسات پیش خدمت
ہیں۔

وَإِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ○ اگر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں شمار کرنا چاہو
تو شمار نہیں کر سکتے (القرآن)

اللہ کریم کی نعمتیں بے شمار ہیں اگر انسان ان نعمتوں کا شمار کرنا چاہے تو تمام کائنات
حضرت باوا آدمؑ سے لے کر تمام پیغمبر و انبیاء کرام اور ان کی امتیں جمع ہو کر اور اگر
تمام سمندر سیاہی بن جائیں اور درخت قلمیں ہو جائیں اور لکھنے والے جن و انس تمام
اکٹھے ہو جائیں تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ایک بال برابر بھی نہیں لکھ
سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف کا ذکر ہی کیا۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے تین نعمتیں سب سے عظیم ہیں۔

وہ یہ ہیں :

الْاِسْلَامُ وَالْقُرْآنُ وَمُحَمَّدُ الرَّسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔ اصل
نعت حضرت محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں قرآن کریم اور طریقہ اسلام
ہماری ہدایت اور رہنمائی کے لیے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے
لے کر آئے۔ بغیر طلب کئے رب کریم نے ہمارے اوپر بے حساب احسان کیا اور اللہ
کریم نے جتنی بھی نعمتیں عطا فرمائیں ان کا احسان نہیں جتلیا۔ لیکن اپنے محبوبؐ کا بے
حساب احسان جتلیا۔ چنانچہ ارشاد رب کریم ہے :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا

بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان کیا کہ ایک رسول بھیجا
 مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُذَكِّرُهُمْ وَيُعَلِّمُهُمْ
 انہیں میں سے جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور
 الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ
 انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ بلاشبہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔
 (پارہ ۴۔ العمران۔ ۱۶۴)

۳۶۰ بار بلکہ اس سے مراد بے شمار ہے کہ اللہ کریم ہر مرد عورت مسلمان پر جو اللہ کو
 واحد اور رسول کو اس کا رسول سمجھتا ہو خواہ کتنا بھی گنہگار ہو اس پر رب کریم رب
 ہونے کی وجہ سے ایک دن میں ۳۶۰ بار نظر رحمت ڈالتا ہے اور ایک ایک بال پر مہربانی
 فرماتا ہے۔ اسی طرح نبی کریم اپنا امتی ہونے کی وجہ سے ایک ایک بال پر نظر رحمت
 ڈالتے ہیں اور اسی طرح اہل اللہ صاحب ولایت ہونے کی وجہ سے اپنے مریدین /
 متوسلین کو دیکھتے اور رحمتیں فرماتے ہیں۔ اللہ اور رسول کی طرف سے تو کوئی کمی نہیں
 جو کوئی کمی ہے سب ہماری طرف سے ہے۔ اللہ کریم سارا دن اور ساری رات اپنے
 بندے کو اپنی نظر رحمت سے دیکھتا ہے لیکن ہماری نظریں کسی اور طرف لگی ہوئی ہیں۔
 حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معراج شریف کے لیے جب تشریف لے گئے تو
 جب آپ چوتھے آسمان پر گئے تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰ

نے آپ سے عرض کیا کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے

”عُلِّمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ“

(میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔) (الحدیث)

اس حدیث کا کیا مطلب ہے۔

آپ نے حضرت امام غزالی کی روح کو طلب کیا اور حضرت موسیٰ سے ملاقات
 کروائی۔ حضرت موسیٰ نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے۔ امام غزالی نے کہا ابن محمد ابن محمد
 ابن محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے پوچھا میں نے تو صرف آپ کا نام پوچھا تھا آپ
 نے سلسلہ نسب سنا دیا۔ امام غزالی نے کہا آپ سے بھی رب نے پوچھا تھا کہ آپ کے

ہاتھ میں کیا ہے۔ آپ فرما دیتے عصا۔ آپ نے بھی کئی باتیں بتائیں کہ میں اس سے بکریاں چراتا ہوں اور یہ سانپ بھی بن جاتا ہے آپ فرمانے لگے مجھے تو اللہ سے ہمکلامی کا شوق تھا امام غزالیؒ نے کہا آپ کو تو صرف ہمکلامی کا شوق تھا ہمارے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے ہاں جا رہے ہیں۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام غزالیؒ کو ڈانٹا اور پسلی کے اوپر ضرب لگا کر کہا کہ ادب کرو آپ موسیٰ کلیم اللہ وقت کے پیغمبر ہیں۔ امام غزالیؒ جب دنیا میں پیدا ہوئے تو آپ کی ایک پسلی ٹیڑھی تھی۔ یہ نہ سمجھتا کہ موسیٰ کلیم اللہ کا شان کم ہے۔

ایک دن حضرت امام حسنؑ اور امام حسینؑ بیمار ہو گئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہار داری کے لیے حضرت فاطمہؑ کے ہاں آئے آپ نے فرمایا بیٹی تمہارے بچے بہت خوبصورت ہیں ان کی صحت یابی کے لئے کوئی منت مانو۔ حضرت بی بی فاطمہؑ نے عرض کی ہم تین روزے رکھیں گے پہلے دن شام کو افطاری کے لیے آپ نے پانچ روٹیاں ایک اپنے لیے ایک حضرت علیؑ کے لیے ایک ایک حسنین کریمین کے لیے اور ایک اپنی باندی فضہؑ کے لیے پکائیں۔ افطاری کا وقت ہوا ہی چاہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل امین سے کہا جاؤ اور میرے محبوب کے خانوادہ اہل بیت سے طالب فیض ہو۔ تو حضرت جبرائیل امین نے مع اپنے چار ساتھیوں کے مسکین بن کر حضرت علیؑ کے دروازہ پر دستک دی۔ ہم بھوکے ہیں کھانا کھلائیں بی بی فاطمہؑ نے پانچوں روٹیاں اٹھائیں اور مسکینوں کو دے دیں۔ خود افطاری پانی سے کی۔ اگلے دن پھر افطاری کے وقت حضرت جبرائیل امین مع اپنے چار ساتھیوں کے یتیم بن کر دروازے پر سوالی ہوئے۔ بی بی فاطمہؑ نے پانچوں روٹیاں اٹھائیں اور یتیموں کو دے دیں۔ خود پانی سے افطاری کی تیسرے روز پھر افطاری کے وقت حضرت جبرائیل امین مع اپنے چار ساتھیوں کے اسیر بن کر سوالی ہوئے۔ ہم بھوکے ہیں ہمیں کھانا دے دیں۔ حضرت بی بی فاطمہؑ نے پھر وہ روٹیاں ان کو دے دیں اور خود روزہ پانی سے افطار کیا حضرت جبرائیل امین فوراً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔

وَيَطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حَبِّ مَسْكِينٍ وَأَيْتِيمًا وَاسِيرًا
اور کھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین، یتیم اور اسیر کو۔
یہ شان ہے اہل بیت اطہار کی۔

ایک دن جناب عثمان غنیؓ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مع اصحاب کے کھانے کی دعوت کی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا کھا کر واپس گھر لوٹے تو حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے گھر سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تک جتنے قدم مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھائے تھے ہر قدم کے عوض اتنے ہی غلام آزاد کر دئے۔ یہ ماجرہ دیکھ کر حضرت علیؓ کے دل میں خیال آیا کہ اگر ہم بھی اتنے امیر ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کرتے اسی پریشانی کے عالم میں گھر گئے تو حضرت فاطمہؓ نے وجہ پریشانی دریافت کی آپ نے فرمایا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے اس شان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی ہے ہم سب لوگ دم بخود رہ گئے ہیں۔ حضرت فاطمہؓ نے عرض کی۔ آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دیں۔ حضرت علیؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے اے علیؓ ہمارا اور تمہارا گھر کوئی دو ہیں ایک ہی تو گھر ہے حضرت علیؓ واپس گھر آئے اور سارا ماجرہ بی بی فاطمہؓ کو بتایا۔ آپ نے فرمایا دوبارہ جاؤ اور حضورؐ سے عرض کرو کہ آپ کی بیٹی فاطمہ نے آپ کو کھانے کی دعوت دی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت فوراً قبول کر لی۔

نبی کریمؐ مع اپنے اصحاب کے حضرت بی بی فاطمہ کے گھر تشریف لے گئے حضرت بی بی فاطمہ دو نفل نماز پڑھ کر اللہ کے حضور دست بدعا ہوئیں کہ اے اللہ میں نے تیرے توکل پر تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی آج دعوت کی ہے مہربانی فرمائیں۔ اللہ کریم نے حضرت جبرائیل امین کو حکم دیا کہ آج میرے محبوب کی بیٹی نے میرے محبوب کی دعوت کی ہے۔ آپ فوراً جنت سے کھانا لے کر بی بی فاطمہ کے ہاں جائیں حضرت جبرائیل امین کھانے کے تخت لے کر جن پر ہر آدمی کا نام تحریر تھا حاضر خدمت ہوئے تو جملہ اصحاب اکرام نے مع اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جنت کے کھانے تناول فرمائے۔

بعد ازاں اللہ کریم نے ارشاد فرمایا کہ میرے محبوب کی بیٹی نے دعوت کی ہے اس لیے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر قدم کے بدلے ایک کروڑ دوزخی آزاد کیے جائیں۔ یہ شان ہے اہل بیت اطہار کی

ایک اصحابی کے ہاں سیاہ فام بیٹا پیدا ہوا۔ دونوں میاں بیوی کا رنگ سفید تھا اصحابی کو شک گزرا کہ میرا بیٹا نہیں۔ بیوی نے عرض کی کہ اس کا فیصلہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کروالیں۔ دونوں میاں بیوی اپنے نومولود بیٹے کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا ماجرہ بیان کیا اتنے میں حضرت حسنؑ تشریف لے آئے تو اس نومولود بچے نے حضرت حسنؑ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا فیصلہ تو ہو گیا یہ بیٹا آپ کا ہی ہے اگر یہ نومولود نطفہ حرام ہوتا تو کبھی میری اولاد کو سلام نہ کرتا۔ یہ شان ہے خانوادہ اہل بیت اطہار کی۔ بعد ازاں حضرت امام حسنؑ نے اس بچے کے منہ پر ہاتھ پھیرا تو اس کا رنگ سفید ہو گیا۔

ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ آگئی تو باری تعالیٰ نے فرمایا محبوب آپ سو رہے ہیں اور اس گوری کالی گنہگار امت کو کیسے بخشوائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور ایک پہاڑ کی غار میں سر بسجود ہو کر امت کے غم میں رونے لگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی حالت میں تین دن گزر گئے اور گھر تشریف نہ لائے اصحابہ کرام اس جدائی سے بہت پریشان ہو کر آپ کی تلاش میں نکلے جنگل میں پہنچ کر ادھر ادھر گھومے ایک چرواہا ملا اس سے حضرت عمر فاروقؓ نے دریافت کیا کیا ہمارا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم نے ادھر دیکھا ہے چرواہا نے جواب دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو میں نے نہیں دیکھا لیکن تین دن سے میرا ریوڑ اس غار کے منہ پر بیٹھا ہے کچھ کھاتا پیتا نہیں اور آنسو بہا رہا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا بیلو یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں جن کے غم میں جانور بھی شریک ہیں۔ چلو وہاں چلیں غار کے پاس گئے تو کیا دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ریز ہیں اور امت کی بخشش کے لیے دعا گو ہیں سب سے پہلے حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر سجدے سے

اٹھائیں میں اپنی اپنی اولاد کی اور تمام خلفاء کی تمام نیکیاں آپ کی امت پر نثار کرتا ہوں آپ نے فرمایا صدیق تمہاری مہربانی میری امت بہت زیادہ ہے اور گنہگار ہے اتنی نیکیاں کافی نہیں اسی طرح بعد ازاں حضرت عمر فاروقؓ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ نے باری باری عرض کی کہ حضور میری میری اولاد اور میرے خلفاء کی ساری نیکیاں آپ کی امت پر قربان کرتے ہیں آپ سر سجدہ سے اٹھائیں لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے میرے جاں نثار ساتھیو میری امت بہت زیادہ اور بہت گنہگار ہے اتنی ساری نیکیاں کفایت نہیں کرتی۔ اس کے بعد حضرت فاطمہؓ نے عرض کی۔ حضور میں اپنی۔ اپنی اولاد کی تمام نیکیاں اور قربانیاں آپ کی امت پر نثار کرتی ہوں۔ سر سجدہ سے اٹھائیں لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی فرمایا کہ بیٹی میری امت بہت زیادہ ہے اور بہت گنہگار ہے اتنی نیکیاں کافی نہیں قریب تھا کہ حضرت بی بی فاطمہؓ سجدہ ریز ہو تیں اللہ کریم نے حضرت جبرائیل امین کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھیج کر یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اتنا عنایت کریں گے کہ آپ راضی ہو جائیں گے)

اور فرمایا اگر حضرت فاطمہؓ سجدہ ریز ہو جاتیں تو مجھے روئے زمین کی تمام کائنات بعد کفار کے بخششی پڑتی۔ یہ شان ہے اہل بیت اطہار کی۔

جب روز قیامت ہوگا تو اللہ کریم ارشاد فرمائیں گے یا رسول اللہؐ آپ کی امت سے حساب شروع ہوگا آپ اپنی امت پیش کریں اور حساب شروع کریں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اول حضرت صدیق اکبرؓ کو پیش کریں گے اللہ کریم حضرت صدیق اکبرؓ سے پوچھیں گے اے صدیق جتاؤ تم نے کون سی نیکیاں کی ہیں تو حضرت صدیق اکبرؓ رونے لگیں گے اور عرض کریں گے مجھ سے تو کوئی نیکی نہ ہو سکی آپ کا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے ہم ان کی کما حقہ تعظیم اور تابعداری بھی نہ کر سکے۔ اللہ کریم ارشاد فرمائیں گے کہ تم اور تمہارے سلسلہ کے تمام لوگ امتو سلین جنت میں داخل ہو جائیں۔

اس کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ پیش ہوں گے تو رب کریم ارشاد فرمائیں گے ”السلام علیکم یا عمر“ تمہارا کیا حساب لینا ہے تم اور تمہارے تمام متوسلین / معتقدین الی یوم القیامہ سب کو لے کر جنت میں داخل ہو جائیں پھر عثمان غنیؓ پیش ہوں گے تو رب کریم بے حساب انہیں جنت میں داخل فرمائیں گے اور ساتھ فرمائیں گے آپ اپنے اصحاب / متوسلین / معتقدین الی یوم القیامہ سب کو لے کر جنت میں داخل ہو جائیں اس کے بعد حضرت علیؓ پیش ہوں گے تو اللہ کریم ارشاد فرمادیں گے یا علیؓ تم اور تمہارے تمام متوسلین / معتقدین الی یوم القیامہ لے کر جنت میں داخل ہو جائیں۔

آخر میں اللہ کریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر فرمائیں گے یا رسول اللہ آپ اپنی ساری امت کو لے کر جنت میں چلے جائیں۔ یہ شان ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اللہ کریم نے اپنے نور مبارک سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا اور پھر لوح و قلم کرسی، عرش، فرش اور تمام کائنات پیدا کی۔ آپ نے قلم کو حکم دیا اُكْتُبْ يَا قَلَمُ تَوْحِيدِي (اے قلم میری توحید لکھ) قلم نے تین ہزار سال پتہ پتہ پر اللہ تعالیٰ کی توحید لکھی پھر حکم ہوا۔ اُكْتُبْ مُحَمَّدُ الرَّسُولُ اللّٰهُ قلم نے تین ہزار سال تک کائنات کے ذرہ ذرہ پر یہ کلمہ لکھا۔

پھر اللہ کریم نے ارشاد فرمایا تمام انبیاء کی امتوں کی تقدیر لکھ قلم نے سب سے پہلے حضرت آدمؑ کی امت کی تقدیر لکھنی شروع کی اللہ کریم نے حکم دیا کہ اے قلم لکھ جو نیک ہو گا وہ جنت میں جائے گا اور جو برا ہو گا وہ جہنم میں جائے گا اسی طرح حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک کی تمام امتوں کی تقدیر جو نیک ہو اوہ جنت میں جائے گا اور جو برا ہو دوزخ میں جائے گا لکھی گئی بالآخر وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی تقدیر کے بارے میں لکھنے کی حسب سابق قلم نے ابھی خیال ہی کیا تھا کہ اللہ کریم نے ارشاد فرمایا ”تادب تادب“ قلم خشیت الہی سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی اور تین ہزار سال بے ہوش پڑی رہی جب اللہ کی رحمت سے قلم کو ہوش آیا تو قلم نے عرض کی اے باری تعالیٰ میں کیا تمہوں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لکھ میرے محبوب کی

نیک امت جنت میں جائے گی اور گنہگار امت کے متعلق لکھ امتہ مذنبتہ ورب
غفور یعنی امت گنہگار ہے اور رب کریم بخشنے والا ہے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ابو جہل نے اپنے دوست حبیب بن مالک عجمیؓ جو ایک علاقہ
کا سردار تھا اپنی مدد کے لیے بلایا اور کہا کہ ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس نے
اپنی سحر انگیزی کی وجہ سے ہمیں عاجز کر دیا ہے ہماری مدد کریں حبیب بن مالک عجمیؓ بمعہ
اپنے لشکر کے مکہ شریف آیا۔ ابو جہل نے اس سے ملاقات کی اور سارا ماجرہ بیان کیا اور
کہا ہم اسکے زمینی معجزات سے عاجز آگئے ہیں کوئی آسمانی معجزہ طلب کریں اور ساتھ ہی یہ
تاکید کی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں تو ان کی تعظیم کے لیے نہ تم اور
نہ میں اٹھوں گا۔ مقررہ جگہ پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ابو جہل
اور حبیب بن مالک عجمی بمعہ اپنے لشکر کے فوراً تعظیم کے لیے اٹھ کھڑا ہوئے اور اپنی
کرسی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کر دی۔ سرگوشی کے عالم میں ابو جہل نے
حبیب بن مالک عجمی سے کہا میں نے تمہیں اپنی کرسی نہ چھوڑنے کی تاکید کی تھی تم نے
اپنی کرسی کیوں چھوڑی۔ حبیب بن مالک عجمی نے جواب دیا کہ تم نے بھی اپنی کرسی چھوڑ
دی تھی اور خود بھی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے تھے کیوں۔ مجھے تو کسی غیبی طاقت نے
کھڑا کر دیا تم کیوں کھڑے ہوئے ابو جہل نے بھی اسے اسی طرح کا جواب دیا۔ اس کے
بعد حبیب بن مالک عجمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ ”سورج ابھی غروب
ہو جائے اور چاند نکل آئے اور پھر چاند دو ٹکڑے ہو جائے اس کے بعد چاند غروب ہو
جائے اور پہلے کی طرح سورج پھر نکل آئے“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور آپ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابھی خیال ہی فرمایا تھا کہ سورج غروب ہو گیا چاند نکل آیا اور چودھویں
رات کی طرح چاند روشن اور کھل ہو گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انگلی کا اشارہ
فرمایا چاند دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں قدموں
مبارک کو بوسہ دیا اور پھر سارے جسم کو بوسہ دیتا ہوا سر مبارک پر چاند کھل ہو کر واپس
آسمان کی طرف چلا گیا اور غروب ہو گیا پھر سورج نکل آیا اور پہلے کی طرح چمکنے لگا۔

یہ واقعہ دیکھ کر حبیب بن مالک عجمی بیع اپنے سارے لشکر کے اسلام لے آیا۔ لیکن ابو جہل اپنی ضد پر قائم رہا۔ حبیب بن مالک عجمی نے عرض کی ایک بات میرے دل میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی پوری ہو جائے آپ نے ارشاد فرمایا وہ بھی پوری ہو جائے گی۔

حبیب بن مالک عجمی جب گھر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کی کان آنکھ ہاتھ پاؤں سے معذور بیٹی چنگی بھلی تندرست پھر رہی ہے اس نے اپنی بیٹی سے پوچھا یہ کیا ماجرہ ہے بیٹی نے جواب دیا ابا گھبرانے کی کوئی بات نہیں رات ایک نورانی بابا تشریف لائے تھے اس نے میرے جسم پر ہاتھ پھیرا جس سے میں فوراً تندرست ہو گئی پھر اس نورانی بابا نے فرمایا بیٹی تیرا ابا تو مسلمان ہو گیا ہے تو بھی مسلمان ہو جا اور کلمہ پڑھ

”اللہ احد ورسولہ احمد“

اپنی بیٹی کی صحت اور معذوری ختم کرنے والی بات اس کے دل میں تھی جو آپ نے پوری کر دی۔

حبیب بن مالک عجمی نے ۷۰ اونٹوں پر زر و جواہرات لاد کر بیع ۷۰ غلاموں کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بطور نذرانہ روانہ کیے جب یہ اونٹ مکہ شریف میں پہنچے تو راستہ میں ابو جہل نے پوچھا یہ اونٹ کس کے ہیں غلاموں نے جواب دیا یہ حبیب بن مالک عجمی کے ہیں اور ان اونٹوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ارسال کیا ہے ابو جہل نے کہا کہ حبیب بن مالک عجمی میرا دوست ہے اس نے یہ اونٹ مجھے بھیجے ہوں گے ابھی تکرار جاری تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے آئے آپ نے فرمایا یہ انسانوں کی بات نہیں ماننا آؤ جانوروں سے پوچھ لیتے ہیں یہ کن کے ہیں یہ بات سن کر ابو جہل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک رات کی مہلت طلب کی۔ ساری رات ابو جہل اپنے بتوں کے سامنے سجدہ ریز رہا صبح ہوئی تو سب لوگ اکٹھے ہو گئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ آپ نے فرمایا جانوروں سے پوچھ لیتے ہیں یہ اونٹ کس کے ہیں ابو جہل نے اونٹوں کے گرد چکر لگایا اور پوچھا کہ تم کس کے ہو۔ اونٹ نہ بولے پھر مجمع کثیر نے آپ سے عرض کی ”تقدم یا محمد“ آپ آگے بڑھے اور ان اونٹوں کے گرد رحمت کا چکر لگایا اور پوچھا

اے اللہ کی مخلوق اللہ کے حکم سے بولو کہ تم کس طرف بھیجے گئے ہو اونٹوں نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صیب بن مالک عجمی نے ہمیں آپ کی خدمت میں بھیجا ہے آپ نے فرمایا اب اونٹ میں لے جاؤں یا تم ابو جہل۔ ابو جہل بہت نادم ہوا۔ آپ سارے اونٹ اسی وقت ”ابو قیس“ پہاڑی پر لے گئے سارا سامان زر و جواہرات اونٹوں سے اتارا اور فرمایا ”مٹی ہو جا“ تمام زر و جواہرات اسی وقت مٹی ہو گئے پھر آپ نے تمام اونٹوں کو اللہ کی راہ میں خیرات کر دیا اور تمام غلاموں کو آزاد کر دیا۔ یہ شان ہے جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا وصال ہونے لگا تو بی بی فاطمہؑ کو حضورؐ کی خدمت اقدس میں بھیجا کچھ تبرکات لے آؤ تاکہ قبر میں تکلیف نہ ہو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ تبرکات بھیجے اور فرمایا اللہ کریم رحم فرمائیں گے وصال کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکفین کے بعد قبر کو دوبارہ کھولنے کو فرمایا دیکھا تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ کا چہرہ الور کعبتہ اللہ کی بجائے آسمان کی طرف تھا۔ حضورؐ پریشان ہوئے تو جبریل امینؑ فوراً حاضر ہوئے اور عرض کی حضورؐ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خدیجۃ الکبریٰ کا چہرہ ہماری طرف ہے ہم بڑے ہیں یا خانہ کعبہ یہ سن کر آپؐ خوش ہو گئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خیال کیا کہ وزیر قابل ہونا چاہیے جو کاروبار وزارت سنبھال سکے حضرت یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ سے ایسے ہی عرض کی تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا جو شخص علی الصبح سب سے پہلے آپ سے ملے۔ اس کو وزیر بنالیں آپ صبح باہر نکلے تو دیکھا ایک نکرہارا آ رہا ہے۔ آپ اسے دیکھ کر چل دیئے کہ یہ تو وزارت کے قابل نہیں۔ رب کریم نے اسی وقت ارشاد فرمایا یہی ہے تم جانتے ہو یہ کون ہے یہ وہی شخص ہے جس نے لڑکپن میں جھولے سے اٹھ کر آپ کی پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔

اللہ کریم کسی کی محنت ضائع نہیں کرتے۔ واللہ لا یضیع اجر المحسنین
(القرآن)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں وحیہ کلبی بادشاہ تھا۔ اس کی بادشاہی سات ملکوں پر تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی اے اللہ وحیہ کلبی مسلمان ہو جائے چنانچہ وحیہ کلبی کو خواب آیا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ صبح ہوئی تو وہ حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے اپنی چادر اتار کر اس کے لیے بچاوی وحیہ کلبی نے عرض کی حضور میں اتنا گستاخ نہیں آپ کی چادر پر بیٹھوں۔ وحیہ کلبی نے فوراً چادر اٹھائی اور اسے چوم لیا اور عرض کیا حضور مجھے مسلمان کیجئے اور میرے سارے گناہ بخشوادئے جائیں میں اپنی سلطنت آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ حضور خاموش رہے اتنے میں جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کی اللہ کریم فرماتے ہیں کہ میں نے اس کے گناہ اسی وقت بخش دئے جب اس نے آپ کی قدم بوسی کی تھی آپ نے اسے کلمہ پڑھایا تو وہ رونے لگا آپ نے پوچھا۔ کیوں روتا ہے اس نے عرض کی میں نے اپنی ۷۰ بیٹیوں کو قتل کیا ہے کہ کہیں میرا کوئی داماد نہ بنے۔ میری بیوی نے ایک بیٹی چوری چھپے پال لی وہ جوان ہو گئی تو مجھے علم ہوا میں کسی بہانے سے پہاڑی پر لے گیا اور وہاں دھکا دے کر پہاڑی سے گرا دیا وہ اس دوران ابا ابا کہتی رہی لیکن میں نے ایک نہ سنی اور وہ مر گئی کیا حضور میرا یہ گناہ بھی معاف ہو جائے گا حضور نے فرمایا ہاں۔

وحیہ کلبی نے قبول اسلام کے بعد دین کی بہت خدمت کی۔

ایک دفعہ وحیہ کلبی لنگر کے لیے گندم خریدنے کسی دوسرے ملک گئے۔ اس ملک کی بادشاہ زادی آپ کو دیکھ آپ پر فریفتہ ہو گئی اس نے اپنی خادمہ سے کہا کہ جاؤ اس کو بلا لاؤ ورنہ میں اس کے عشق میں مرجاؤں گی خادمہ گئی اور وحیہ کلبی سے دریافت کیا آپ کو یہاں کیا کام ہے انہوں نے کہا گندم خریدنی ہے خادمہ بولی ہمارے ہاں گندم کے بہت ذخیرے ہیں آپ آئیں جب آپ وہاں پہنچے تو اس شہزادی نے ساتوں دروازے بند کروادئے اور اپنی نفسانی خواہش کا اظہار کیا آپ گھبرا گئے اور حضور کو یاد کیا اور باہر بھاگے جس دروازے کو ہاتھ لگاتے وہ کھلتا جاتا اس طرح آپ شہزادی کے چنگل سے نکل گئے۔

یہ شان ہے جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

حضرت امام حسینؑ کے واقعہ کربلا کو لکھنے کی قلم میں طاقت نہیں۔ ایک دن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شاہ علیؑ سے پوچھا کہ بتاؤ اگلی قوموں میں تو وہ شخص شقی تھے جنہوں نے حضرت صالحؑ کی اونٹنی ذبح کی تھی لیکن بتاؤ میری امت میں کون شقی ہے حضرت علیؑ نے عرض کیا کہ آپ بہتر جانتے ہیں حضورؐ نے فرمایا جو میری آل کو شہید کرے گا۔

حضرت امام حسینؑ کو کوفے والوں نے خط لکھے کہ جناب حضرت امام حسینؑ یہاں تشریف لے آئیں۔ یہاں آپ کے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔ اصل جھگڑا بیعت کا تھا۔ یزید کہتا کہ میری بادشاہی ہے اس لیے میری بیعت کرو۔ امام حسینؑ فرمانے لگے فاسق و فاجر کی بیعت کبھی نہیں قبول کروں گا۔ یزیدی علماء نے فتویٰ دے دیا کہ سید باغی ہو گئے ہیں مسئلہ یہ تھا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اطِيعُوا اللَّهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَوَلِيَّ الْأَمْرِ مِنْكُمْ
اے ایمان والو حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔

پارہ (۵) سورۃ النساء (۵۹)

یزیدی علماء کو سمجھ نہ آئی مسئلہ تھا تابع داری کرو اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور وقت کے حاکم کی لیکن علماء نے وقت کا حاکم یزید کو سمجھ لیا کیونکہ سلطنت یزید کے پاس تھی جبکہ حقیقت میں حاکم وقت حضرت امام حسینؑ ہی تھے۔ آپ نے فتویٰ دے دیا کہ یزید حاکم نہیں اس لیے آپ کو باغی قرار دے دیا گیا۔ جگے سینے میں نور عرفان نہیں وہ مسئلہ کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے۔

کوفے والوں نے خط لکھے تو حضرت امام حسینؑ نے اپنے چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بمعہ بچوں کے کوفہ کی طرف بھیج دیا کہ حالات معلوم کریں۔ جب امام مسلم بن عقیل کوفہ گئے تو لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ آپ نے حضرت امام حسینؑ کو کوفہ

آنے کی دعوت دے دی۔ لیکن چند دن کے اندر کوفہ والوں نے حضرت امام مسلم اور ان کے دونوں بچوں کو شہید کر دیا۔ جبکہ دوسری طرف حضرت امام حسینؑ کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ راستہ میں آپ کو حضرت امام مسلم بن عقیلؑ کی شہادت کی اطلاع ملی۔ آپ نے اپنا ارادہ ملتوی نہ کیا اور جب آپ میدان کربلا میں پہنچے تو یزیدی فوجوں نے نہر فرات پر قبضہ کر لیا حضرت عباسؑ علمبردار پانی کے لیے مشکیزہ لے کر نہر فرات پر پہنچے۔ اتنے میں کوفیوں نے وار کر کے پہلے آپ کا بازو کاٹ دیا پھر آپ کو بھی شہید کر دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون پھر حضرت علی اکبرؑ جو امام حسینؑ کے بیٹے تھے تلوار ہاتھ میں پکڑ کر گھوڑے پر سوار ہو گئے سب سے پہلے وعظ کیا کہ ہماری لڑائی عورتوں یا زمین کے لیے نہیں بلکہ اسلام کے لیے ہے کوفیوں نے آپ پر وار کیے آپ نے کئی کوفیوں کو جہنم رسید کیا آخر کار آپ تھک گئے اور حضرت امام حسینؑ کے پاس واپس گئے اور کہا بابا پیاس لگی ہے۔ آپ نے اپنا لعاب دہن حضرت علی اکبرؑ کے منہ میں ڈالا تو آپ کو حوصلہ ہو گیا۔ آپ واپس جا کر بہت بہادری سے لڑے آخر کار کوفیوں نے کہا کہ اگر دس منٹ اور لڑے تو ہم سب مارے جائیں گے اس لیے سب نے مل کر وار کیے اور آپ کو شہید کر دیا۔

حضرت قاسمؑ علی اکبرؑ سے پہلے میدان جنگ میں گئے تھے جب جانے لگے تو حضرت امام حسینؑ نے کہا کہ تم رہنے دو تم میرے بھائی کی نشانی ہو۔ امام قاسمؑ کہنے لگے میرے ابا جی نے آخری وقت نصیحت کی تھی کہ آپ پر سب سے پہلے جان قربان کر دینا۔ آخر کار حضرت امام قاسمؑ نے جنگ کی اور شہید ہو گئے حضرت زین العابدینؑ جو کہ بیمار تھے انہوں نے اجازت مانگی حضرت امام حسینؑ فرمانے لگے۔ تمہیں جنگ کی اجازت نہیں میرے نانا پاک فرما گئے ہیں کہ تم سے ہماری نسل بڑھے گی۔ آخر میں حضرت امام حسینؑ گھوڑے پر سوار ہوئے آپ نے وعظ کیا کہ ہماری لڑائی اسلام کی خاطر ہے۔ کوئی بھول کر نہ مارا جائے۔ پھر آپ جنگ کرنے لگے۔ یکدم آپ کے خیمے سے رونے کی آواز آئی تو آپ واپس آ گئے اور کہنے لگے میرے ہوتے ہوئے تمہیں کیا خوف ہے۔ گھر والی بیبیوں نے کہا کہ بچہ علی اصغرؑ کی وجہ سے تڑپ رہا ہے۔ اسے دو گھونٹ پانی پلا دو۔ آپ نے ننھے علی اصغرؑ کو سینے سے لگایا اور میدان جنگ میں لے گئے اور کہا کہ خالمو!

لڑائی ہمارے ساتھ ہے بچوں کا کیا قصور ہے۔ دو گھونٹ پانی پلا دو۔ جواب میں ایک شقی القلب نے تیر مارا تو علی اصغر بھی شہید ہو گئے۔ آپ نے ان کی لاش دفنائی اور پھر واپس جا کر لڑنے لگے۔

اتنے میں ایک دیو حاضر ہوا جس کا نام جعفر تھا اس نے عرض کی حضور حکم دیں تو میں سب کو ہلاک کر دوں کیونکہ میرے باپ کو حضرت علیؑ نے خلافت دی تھی۔ میں آپ کا خادم ہوں اجازت دیں۔ حضور فرمانے لگے نہیں ہم کمزور نہیں لیکن خدا کی رضا و مبریٰ ہے۔ آخر کار آپ جنگ کرتے کرتے گھوڑے سے گر پڑے آپ کے بدن مبارک پر بے حساب تیر برسے تھے آپ گھوڑے سے گر پڑے تو شمر لعین آپ کی چھاتی پر آ بیٹھا آپ نے اسے جھڑکا اور اسے اپنا کرتہ اٹھانے کو کہا تو کوڑھ کا نشان تھا اور کہا منہ کھول جب اس نے منہ کھولا تو کتے کی طرح زبان تھی۔ آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا میرے نانا نے سچ کہا تھا کہ تجھے ایسا ہی کتا شہید کرے گا۔ آپ نے پوچھا وقت کیا ہے وہ بولا جمعہ کا وقت ہے۔ آپ کہنے لگے جمعہ پڑھ لینے دو۔ آپ سجدہ میں گئے اور دعا مانگی یا اللہ میرے قاسم کے بدلے جتنے بھی حضورؑ کی امت کے آدمی حضرت قاسم کی عمر کے ہیں ان کو بخش دے اور علی اکبرؑ کی عمر کے جتنے ہیں ان کو بھی بخش دے اور جو میرے ہم عمر ہیں قیامت تک انہیں کوئی تکلیف نہ دے میرے بدن پر ڈال دے اور انہیں بخش دے اتنے میں شمر لعین نے آپ کو شہید کر دیا اور آپ کی لاش مبارک پر گھوڑے دوڑائے اور بہت بے ادبیاں کیں۔ کسی شخص نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مشاہدہ سے اور کسی نے خواب میں انتہائی پریشان حال اور گرد آلود دیکھا تو پوچھا آپ کا یہ کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا کہ امام حسینؑ کی جنگ سے ہو کر آئے ہیں۔

کئی لوگ جو صاحب بصیرت اور پاک باز تھے انہوں نے دو دن واقعہ کربلا سے پہلے حضرت فاطمہؑ کو میدان کربلا صاف کرتے دیکھا اور فرماتے سنا کہ یہاں حضرت امام حسین شہید ہوں گے اس لئے یہ کنکر اٹھا رہی ہوں۔ ان ظالموں نے خیموں کو آگ لگا دی اور بیبیوں کو پکڑ کر اونٹوں کی پیٹھ پر سوار کر کے شام لے گئے۔ حضرت امام حسینؑ کا سر نیزے پر بڑی بے رحمی سے ٹانگ کر جلوس کے ساتھ جا رہے تھے راستے میں ایک

پوجاری کا گھر آیا اس کے دروازے پر لکھا تھا

”اتر جرمہ قتل حسینا شفاعتہ جلدہ الی یوم حساب“

کیا جن لوگوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا قیامت کے دن آپ کے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی امید رکھتے ہیں؟

کسی نے پوجاری سے دریافت کیا کہ یہ واقعہ تو آج کا ہے۔ تمہارے دروازے پر کب کا لکھا ہے۔ وہ پوجاری کہنے لگا یہ میرے دادا نے بتایا تھا اور یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سو سال پہلے کا ہے۔ پھر پوجاری نے کہا کہ صرف ایک رات کے لیے یہ سر مبارک مجھے دے دو اور دس ہزار دینار لے لو انہوں نے دے دیا۔ پوجاری نے ایک چوکی پر آپ کا سر مبارک رکھا اور خوشبو عطر لگا کر شمع کا فوری جلا کر ساری رات سلام پڑھتا رہا اور مسلمان ہو گیا۔

صبح ہوئی تو شہر اپنے گھر لے گیا اور آپ کا سر مبارک چار پائی کے نیچے رکھ کر خود اوپر سو گیا صبح اس کی بیوی نفل پڑھنے کے لئے اٹھی تو دیکھا امام پاک کا سر مبارک نیچے پڑا ہے۔ اس نے بڑے ادب سے ایک تخت پر آپ کا سر مبارک خوشبو لگا کر رکھا اور ساری رات درود شریف پڑھتی رہی اور صبح کہا کہ اے بے ایمان بی بی فاطمہؑ کے لال کا سر مبارک اتار لائے اس نے اپنی بیوی کو بھی شہید کر دیا اور پھر ایک اور بے ایمان آپ کا سر مبارک نیزے پر چڑھا کر ساتھ لے گیا اور تنور میں رکھ دیا۔ اس کی بیوی بھی نیک تھی۔ نفل پڑھنے کے لیے رات کو اٹھی تو دیکھا کہ تنور روشن و گلزار ہے اور اس کی شعاعیں عرش تک پہنچ رہی ہیں اس نے تنور سے سر مبارک نکال کر سینے سے لگایا اور بڑا افسوس کیا کہ اب مجھ پر بھی عذاب آئے گا غیب سے آواز آئی کہ مائی گہراؤ نہیں جنہوں نے یہ کیا ہے ان پر عذاب نازل ہوگا۔ تھوڑی دیر بعد بہشت سے ایک تخت آیا اس پر چار مائیاں سوار تھیں ایک مائی بے ساختہ اتر کر تنور کے پاس آئی اور سر مبارک کو سینے سے لگایا اور چوما اور کہا بیٹے ہوں تو ایسے ہوں اس نے ہماری لاج رکھ لی۔ پھر دوسری مائی آئی اور مبارک دے کر داہیں چلی گئی پھر تیسری مائی اتری اس نے بھی مبارک دی اور کہا کہ بیٹا تو میرا بھی تھا موسیٰ کلیم اللہ بڑے معجزات تھے عصا اور ید بیضا

لیکن اے فاطمہؑ تیرا بیٹا آگے بڑھ گیا پھر چوتھی عورت اتری اور مبارک دی اور چوم کر سینے سے لگایا اور پھر وہ واپس چلی گئیں اس مائی کے دل میں خیال آیا کہ یہ کون تھیں غیب سے آواز آئی کہ پہلی مائی بی بی فاطمہؑ دوسری مائی خدیجہ الکبریٰؑ تیسری موسیٰ کی والدہ اور چوتھی مائی مریمؑ تھیں۔

یہ باتیں ہیں اس گھرانے پاک کی اللہ کریم (تسانوں) تمہیں اور ہمیں تمہاری اور ہماری اولاد کو اللہ کے بندے کے پیچھے چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ حضور غوث پاکؑ کا بچپن کا ایک ساتھی تھا۔ اس کے ساتھ آپ کھیلا کرتے تھے ایک دن وہ لڑکا کھیلنے کے لیے نہ آیا۔ آپ اس کو گھر سے بلانے کے لیے گئے تو اس کی والدہ نے بتایا کہ آپ کا دوست فوت ہو گیا ہے آپ اپنے دوست کے پاس گئے اور فرمایا چل اٹھ کھیلیں وہ لڑکا فوراً کلمہ پڑھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا اور آپ کے ساتھ چل دیا۔ آگے نکلے تو گلی میں آپ کے نانا پاک آ رہے تھے لڑکا زندہ دیکھ کر فرمانے لگے کہ ٹھہر جا (آپ کے نانا پاک لاشی لے کر حضور کے پیچھے بھاگے) ابھی سے کرامت دکھاتا ہے غوث پاک فرمانے لگے دوڑو نانا پاک ماریں گے دوڑتے ہوئے راستے میں قبرستان آ گیا آپ یہی جملہ بار بار فرما رہے تھے اٹھ بھاگ چلیں نانا جی ماریں گے اتنے میں قبرستان کے سارے مردے اٹھ کر آپ کے ساتھ بھاگنے لگے۔

یہ شان ہے جناب غوث پاکؑ کی۔

ایک مائی کے ہاں بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اس کے خاوند نے کہا تیرے ہاں کوئی بیٹا نہیں پیدا ہوتا۔ میں تجھے طلاق دے دوں گا اور اسے اسکے والدین کے ہاں بھیج دیا۔ مائی حضور غوث پاکؑ کے دربار میں حاضر ہوئی اور عرض کی میرے ہاں بیٹیاں پیدا ہوئی ہیں خاوند کہتا ہے کہ تیرے ہاں لڑکا پیدا نہیں ہوتا۔ میں تجھے طلاق دینا چاہتا ہوں۔ حضور میں بوڑھی ہوں اور میرا کوئی ٹھکانہ نہیں میں کدھر جاؤں گی۔ حضرت غوث پاکؑ نے فرمایا جا مائی اللہ کریم رحم کر دیں گے۔ جب مائی گھر واپس گئی تو کیا دیکھتی ہے ساری بیٹیاں بیٹے بنے شملہ باندھے گھر میں بیٹھے ہیں۔ یہ شان ہے جناب غوث پاکؑ کی۔

ایک دفعہ حضرت جنید بغدادیؒ اونٹنی پر سوار ہو کر حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے ملک شام کے قریب اونٹنی بجائے بیت اللہ شریف جانے کے ملک شام کی طرف رخ کر کے چلنے لگی۔ آپ نے ۷۰ بار اونٹنی کا منہ بیت اللہ شریف کی طرف موڑنے کی کوشش کی لیکن ہر بار اونٹنی اس طرف رخ نہ کرتی۔ بالآخر آپ نے مہار ڈھیلی کر دی تو اونٹنی ملک شام کی طرف چل دی۔ آپ نے سمجھا کہ اس میں بھی کوئی حکمت ہے چنانچہ کئی ملک گزرنے کے بعد آپ کو راستہ میں ایک آدمی ملا جو بہت گھبرایا ہوا تھا، پریشانی کے عالم میں آپ سے اس نے پوچھا۔ کیا آپ حکیم ہیں؟ جناب جنید بغدادیؒ نے جواب دیا حکیم تو نہیں ہوں لیکن حکیم کا غلام ہوں۔ اس شخص نے کہا ہمارے بادشاہ کی بیٹی بیمار ہے کیا اس کا علاج کرو گے۔ آپ نے جواب دیا ہاں۔ اس شخص نے کہا اگر لڑکی تندرست نہ ہوگی تو آپ کا سر قلم کر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے گا۔ پہلے بھی کئی حکیم سر کٹوا چکے ہیں۔ جب آپ اس لڑکی کے پاس گئے تو آپ نے السلام علیکم کہا۔ لڑکی نے جواب دیا ”وعلیکم السلام یا حضرت جنید بغدادیؒ“ آپ حیران ہوئے کہ اس کفرستان میں میرا نام اس لڑکی کو کس نے بتایا لڑکی کہنے لگی بابا جی آپ خیال نہ کریں۔ آپ کا نام مجھے اس ذات پاک نے بتایا ہے جس ذات پاک نے آپ کی اونٹنی کا منہ ۷۰ بار بیت اللہ کی بجائے میری طرف موڑا۔ یہ سن کر آپ متعجب ہوئے اور پوچھا لڑکی کیا تو نے کوئی زہد کیا ہے؟ یہ نعمت کیسے ملی؟ لڑکی نے جواب دیا کوئی زہد نہیں کیا۔ ایک رات سو رہی تھی۔ آدمی رات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا ”اللَّهُ أَحَدٌ وَرَسُوْلُهُ أَحْمَدٌ“ اسی دن سے میں اس ذات کی دیوانی ہوں۔ لوگوں نے مجھے دیوانی سمجھ کر زنجیروں میں جکڑ دیا ہے آپ نے کہا آؤ تمہیں بیت اللہ شریف لے چلوں۔ اس لڑکی نے جواب دیا اوپر دیکھیں کہبتہ اللہ تو میرا طواف کر رہا ہے یا حضرت آپ کو تکلیف اس لیے دی ہے۔ کہ میرا وقت قریب ہے تم میرے ایمان کے ضامن ہو جاؤ کہ میں اللہ کے ہاں جا رہی ہوں۔ وہ لڑکی یہ الفاظ کہہ کے دار فانی سے دار البقا تشریف لے گئی۔

صاحب دلائل الخیرات بزرگ لکھتے ہیں کہ ایک دن وہ اپنے مریدین کے ہمراہ کہیں

جار ہے تھے۔ کہ راستہ میں نماز ظہر کا وقت آگیا قریب ہی کنواں تھا۔ لیکن پانی نکالنے کے لیے کوئی ڈول وغیرہ نہ تھا۔ اسی خیال میں کھڑے تھے کہ ایک لڑکی آئی اور کہنے لگی میں پانی نکال دوں۔ لڑکی نے ہونٹوں میں کچھ پڑھا۔ تو پانی کنویں سے باہر نکل آیا۔ لڑکی اپنے گھر چلی گئی۔ ہم سب نے وضو کیا اور نماز پڑھی لیکن میرا خیال اس لڑکی کی طرف ہی رہا۔ نماز سے فارغ ہو کر لڑکی کے مکان پر دستک دی لڑکی باہر نہ آئی ہم نے اللہ اور اس کے رسول کا واسطہ دیا تو لڑکی باہر آئی۔ ہم نے لڑکی سے پوچھا کہ تم نے کیا پڑھا تھا کہ کنویں کا پانی باہر نکل آیا۔ لڑکی نے جواب دیا درود شریف مگر بتانے کی اجازت نہیں۔ جاؤ چلے جاؤ۔ وہ بزرگ لکھتے ہیں۔ میں کئی سال تک درود شریف کی منزلیں بنا کر لاتا رہا اور دکھاتا رہا کبھی کہتی اس میں زیر آگنی ہے اور کبھی کہتی زیر آگنی آخر کار بولی اس میں میرا سارا درود شریف آگیا ہے۔

اس بزرگ نے ان مجموعہ درود شریف کا نام ”دلائل الخیرات“ رکھا ہے جو شخص اس کا باقاعدہ وظیفہ کرے وہ ولی اللہ بن جاتا ہے۔

حضرت امام علی شاہ صاحبؒ کا ایک مرید تھا وہ کبھی اپنے پیر و مرشد کی طرف پیٹھ نہیں کرتا تھا جب وہ مرید فوت ہو گیا تو حضرت امام علی شاہ صاحبؒ اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور اس کی پیٹھ کی طرف آپ بیٹھ گئے جب قبر میں مرید کے کفن کے بند کھولے گئے تو دیکھا کہ اس مرید کا چہرہ بجائے قبلہ شریف کے اپنے پیر و مرشد کی طرف تھا۔ پیر و مرشد نے فرمایا اٹکے او میاں تیرے پک دے جو ان نے مر کے وی کنڈ نہ کیتی۔“

امام علی شاہ صاحبؒ نے فرمایا اس کا منہ ادھر ہی رہنے دو یہ قیامت تک میری طرف پیٹھ نہیں کرے گا۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک نصرانی بادشاہ نے مسلمان علماء کو اکٹھا کیا اور کہا کہ تمہارے نبی کی یہ حدیث :-

”عُلَمَاءُ أُمَّتِي كَأَنْبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ“ (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں۔) (الحدیث)

صحیح ہے تو بنی اسرائیل کے نبی مردہ زندہ کرتے تھے تم یا تو مردوں کو زندہ کرو یا تسلیم کرو یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ علماء نے تین دن کی مہلت مانگی تین دن ختم ہوئے اور نصرانی بادشاہ نے تمام علماء کو اکٹھا کیا اور اپنا سوال دہرایا۔ تمام علماء خاموش تھے جواب نہ بنا تھا تو نصرانی بادشاہ نے ان کو قتل کا حکم دے دیا نصرانی بادشاہ نے ابھی ایک دو ہی کہا تھا (تین کہنے پر سب علماء کو قتل کیا جانا تھا) تو اللہ کریم نے سید میر کبیر علی ہمدانیؒ کو ارشاد فرمایا جاؤ میرے محبوبؑ کی حدیث کی صداقت ثابت کرو۔ آپ فوراً جائے وقوع پر پہنچے اور فرمایا کیا بات ہے نصرانی بادشاہ نے ماجرہ بیان کیا۔ تو آپ نے فرمایا میں عالم تو نہیں ہوں مگر حضورؑ کی امت کے علماء کا غلام ہوں۔ بتاؤ کون سا مردہ زندہ کرتا ہے۔

نصرانی بادشاہ آپ کو ایک نہایت ہی پرانی قبر پر لے گیا اور کہا کہ اس مردہ کو زندہ کریں۔ آپ نے ارشاد فرمایا قم باذنہی (میرے حکم سے اٹھ) مردہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ نصرانی بادشاہ نے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ تو قم باذن اللہ کہتے تھے مگر تم نے قم باذنہی کہا آپ نے فرمایا اتنے چھوٹے سے کام کے لیے اللہ تعالیٰ کو کیا عرض کرنا تھی۔ نصرانی بادشاہ نے اس واقعہ کو دیکھ کر بمعہ اپنی رعایا کے اسلام قبول کر لیا۔

ایک چرواہے نے اپنی بھیڑوں کے ریوڑ میں ایک شیر کا بچہ پکڑ کر پالنا شروع کر دیا۔ بچہ بڑا ہو گیا وہ بھیڑوں کی طرح چرتا اور سنکارا مارتا تھا ایک دن بڑا شیر بھیڑوں کے ریوڑ میں گھس آیا اور بھیڑوں کو مارنے کے لیے لپکا وہ شیر کا بچہ بھی بھیڑوں کے ساتھ بھاگنے لگا جب شیر نے اس بچہ کو دیکھا بھیڑوں کو مارنا تو بھول گیا اس نے بچہ کو مخاطب کر کے کہا بھائی بات سن تم شیر ہو کر بھیڑوں کی طرح بھاگتے ہو اس نے جواب دیا تم مجھے کھانے کی غرض سے درغلالتے ہو میں بھیڑ کا بچہ ہوں شیر نے محبوب سبحانی کی قسم کھا کر کہا نہ تو میں تجھے کھاتا ہوں نہ ہی تم کو شیر کہتا ہوں ایک دفعہ میری بات سنو میرے پاس آؤ۔ جب بچہ اس کے پاس آیا۔ شیر نے اس کو کنویں کے پاس لے جا کر اس کی گردن کو پکڑ کر کنویں میں جھانکنے کو کہا جب اس شیر کے بچہ نے کنویں میں جھانکا اور اپنا عکس دیکھا تو شیر کہنے لگا بتاؤ تم کون ہو اس نے جواب دیا ہم شیر ہیں پھر وہ شیر کا بچہ گر جا تو تمام بھیڑیں بھاگ نکلیں آپ فرماتے تھے کہ اگر کوئی اللہ والا گردن پکڑ کر دکھائے تو پھر پتہ چلتا ہے کہ بندہ

کیا ہے۔

خواجہ شاہ سلیمان تونسویؒ کے وصال کا وقت قریب آیا تو خلفاء نے عرض کی حضور آپ کے وصال کے بعد ہم کہاں جائیں گے آپ نے خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کو بلایا جو ابھی بچے تھے آپ کھلتے ہوئے تشریف لائے خواجہ صاحب نے پوچھا اللہ بخش مانگ کیا مانگتا ہے آپ نے عرض کی کہ آپ کے بیلوں کی جوتیاں سیدھا کرتا رہوں۔ خواجہ صاحب کو یہ بات بہت پسند آئی اور آپ کو اپنے سینے پر لٹالیا اور فنغخت فیہ من روحی والی پھونک مار دی جس سے سارے جہان میں اللہ بخش اللہ بخش کی دھوم پڑ گئی جو ابھی بچے ہی تھے۔

خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کا ایک مرید تھا جو انتہائی بد کردار تھا ایک آدمی نے طعنہ دیا کہ دیکھیں خواجہ صاحبؒ اس گنہگار کو کس طرح بخشوائیں گے۔ خواجہ صاحبؒ یہ بات سن کر جلال میں آگئے اور فرمایا ”اس نون دق تاپ چڑھ سی بالیمان مری اس دا جنازہ میں پڑھا ساں“ اسی طرح ہوا کہ وہ آدمی بیمار ہو گیا اور دق تاپ چڑھ گیا اور کلمہ پڑھتا ہوا دنیا سے بالیمان فوت ہوا۔ اس طعنہ دینے والے آدمی نے کہا خواجہ صاحب کی دو باتیں تو پوری ہو گئی اب تیسری بات کیسے سچی ہوگی کیونکہ خواجہ صاحب کا انتقال ہو چکا ہے اب اس کا جنازہ کیسے وہ پڑھائیں گے۔

اس کا جنازہ تیار ہو گیا لوگ شخصیں باندھ کر کھڑے ہو گئے اچانک ایک نقاب پوش شخص نمودار ہوا اور آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی نماز جنازہ کے بعد وہ شخص روانہ ہوا تو اس آدمی نے آگے بڑھ کر اس نقاب پوش سے پوچھا آپ کون ہیں آپ نے نقاب اٹھا کر فرمایا ”لو دیکھ لو تیسری بات بھی پوری ہو گئی“ دراصل وہ نقاب پوش خود حضرت اللہ بخش رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے۔

خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کا ایک مرید حج بیت اللہ کے لیے گیا وہاں پر خرچہ ختم ہو گیا تو بہت گھبرایا پریشانی کے عالم میں اپنے پیر و مرشد کو یاد کیا اور عرض کی حضور پر دلیں کا

معاملہ ہے امداد فرمادیں اسی وقت خواجہ صاحب تشریف لائے اور فرمایا بیلیا سردی بہت ہے سامنے سے آگ لا دو۔ خواجہ صاحب کا مرید اٹھا اور آگ لینے کے لیے گیا جب آگ پر پہنچا تو دیکھتا ہے وہ آگ اس کے اپنے گھر کی ہے مرید سمجھ گیا کہ یہ سب مرشد پاک کی مہربانی ہے سینکڑوں میلوں کا سفر بل بھر میں طے کرادیا سبحان اللہ۔

اگلے دن جب مرید اپنے مرشد کی حاضری کے لیے خواجہ صاحب کے پاس گیا تو خواجہ صاحب نے مسکرا کر فرمایا بیلیا تم نے رات آگ نہ لا کر دی۔ مجھے سردی لگتی رہی۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے خواجہ اللہ بخش تونسویؒ کا ایک مرید اللہ جوایا تھا اس کی معننی ایک لڑکی اللہ جوئی سے طے پائی ہوئی تھی بعد میں لڑکی کے گھر والوں نے اس کا رشتہ کسی اور سے طے کر دیا اور اس کے گھر بارات آگئی اللہ جوایا کو جب بارات کا علم ہوا تو اسے بہت دکھ ہوا وہ گلیوں میں پاگلوں کی طرح پھرتا تھا اور پڑھتا جاتا تھا۔

خدایا جہاں بادشاہی ترا است

اسی اثنا خواجہ صاحب نے پوچھا اللہ جوایا آج آیا نہیں کہاں ہے حاضرین نے جواب دیا کہ حضور وہ گلیوں میں دیوانوں کی طرح پڑھتا پھرتا ہے

خدایا جہاں بادشاہی ترا است

خواجہ صاحب نے فرمایا اسے بلاؤ وہ حاضر ہوا تو آپؐ نے پوچھا کیا بات ہے اللہ جوایا نے عرض کی میری مگتیر آج کوئی دوسرا لے جا رہا ہے جس کی مجھے بہت تکلیف ہے آپ نے فرمایا ویسے کو جیسے گلیوں میں چلتے پھرتے کہتے ہو اس نے کہا

خدایا جہاں بادشاہی ترا است

خواجہ صاحبؒ نے فرمایا

مکن غم جوایا جوئی ترا است

اسی وقت تمام بارات والوں کو شدید تکلیف ہوئی گھر والے اللہ جوئی کو ساتھ لے کر خواجہ صاحب کے ہاں پہنچے اور معافی کے طلب گار ہوئے آپ نے اسکا نکاح اپنے مرید اللہ جوایا سے کر دیا اور بارات واپس چلی گئی۔

حضرت امام اعظمؒ سے ایک شخص نے چند مسئلے پوچھے دو مسئلے تو آپ نے اسی وقت حل کر دیے اور تیسرا مسئلہ کہ اولیاء اللہ مرنے کے بعد زندہ کیسے ہوتے ہیں آپ نے فرمایا جب میرا جنازہ قبرستان لے جایا جائے گا وہاں نماز جنازہ پڑھانے پر اختلاف پیدا ہوگا اسی دوران ایک نقاب پوش شخص آئے گا اور آگے کھڑا ہو کر نماز جنازہ پڑھائے گا جب وہ شخص نماز جنازہ پڑھانے کے بعد واپس جانے لگے تو اس سے یہ مسئلہ دریافت کرنا کہ اولیاء اللہ کس طرح زندہ ہوتے ہیں۔

جب امامؒ صاحب کا وصال ہوا نماز جنازہ تیار ہو گئی تو ایک نقاب پوش شخص حاضر ہوئے اور آگے بڑھ کر نماز جنازہ پڑھائی جب وہ نقاب پوش شخص واپس جانے لگے تو اس آدمی نے آگے بڑھ کر اپنا سوال عرض کیا آپ نے نقاب اتار کر فرمایا ”یہ میرا جنازہ ہے اور میں خود ہی اپنی نماز جنازہ پڑھا کر جا رہا ہوں۔“

ایک رئیس مکبر خان نامی تھا وہ اپنی رعایا کو بہت تنگ کرتا تھا۔ لوگ اس کے ظلم سے تنگ آ کر حضرت شاہ مقیمؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی حضور ہمارے ساتھ چلیں اور ہمیں اس کے ظلم سے نجات دلائیں۔ حضرت شاہ مقیمؒ نے فرمایا میں کبھی کسی کے ہاں نہیں گیا البتہ میں چٹھی لکھ کر دیتا ہوں اسے مکبر خان کو دے دینا آپ نے لکھا

لکھیا شاہ مقیم نے مکبر خان نوں
 اتا کبر نہ چاہیے قبر دے مہان نوں
 کچھ کھالے کچھ دتھ چھڈ کچھ یاد کر رخصت نوں
 آخر پیگ ترفسی کی ہو گیا جے گڈی چڑھ گئی آسمان نوں

مکبر خان آپ کی چٹھی پڑھتے ہی غش کھا کر زمین پر گر پڑا اور دوڑتا ہوا آپ کے
 قدموں میں جاگرا اور اپنے گناہوں کی معافی چاہی حضورؐ نے مہربانی فرمائی تو مکبر خان
 بعد ازاں عادل بادشاہ کے طور پر مشہور ہوا۔ یہ ہے شان اللہ کریم کے بندوں کی۔

حضرت شاہ مقیمؒ کی ایک چوہڑی (جمعیدارنی) تھی وہ آپ کے گھر کی صفائی کا کام
 کرتی تھی ایک دن وہ چوہڑی نہ آئی تو آپ نے پوچھا کہ چوہڑی کہاں ہے لوگوں نے
 عرض کی حضور وہ تو مر گئی ہے اور لوگ اس کو دفنانے جارہے ہیں آپ بھی اس کی قبر پر
 پہنچے آپ نے دیکھا کہ فرشتے منکر نکیر قبر میں حاضر ہو گئے ہیں انہوں نے پوچھا
 مَنْ رَبُّكَ مَا دِينُكَ مَنْ نَبِيُّكَ۔ چوہڑی نے جواب دیا مجھے کچھ پتہ نہیں میں تو شاہ
 مقیم کی چوہڑی ہوں یہ جواب سن کر شاہ مقیمؒ کا رنگ متغیر ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد آپ
 کی کیفیت بدل گئی اور گھر واپس لوٹے۔ گھر پہنچ کر لوگوں نے آپ کی اس کیفیت کے
 متعلق پوچھا تو حضور نے فرمایا جب فرشتوں نے چوہڑی سے سوال کیا اور میری طبیعت متغیر
 ہو گئی تو رب کریم نے فرمایا یہ اپنے شاہ مقیم کی چوہڑی ہے اس کو کچھ نہ کہو اور اس سے

فرمایا پڑھ بہنا

”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ“

”شاہ مقیم ولی اللہ۔ تو میں خوش ہو گیا۔“

امام غزالیؒ بڑے متبر عالم تھے یہاں تک کہ عالم ارواح میں انہوں نے حضرت
 موسیٰؑ کو لاجواب کر دیا انہیں بھی مرشد کی ضرورت پڑی تو آپ ایک کامل بزرگ کی

خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے پوچھا تم کون ہو امام سے جواب دیا غزالی کسی بات پر ناراض ہو کر اس بزرگ نے غزالی کی خوب پٹائی کی جوں جوں پٹائی ہوئی غزالی کی دست آسمانوں کو چیرتی ہوئی آگے بڑھتی گئی بائیں اور اس بزرگ نے کہا تم ابھی اللہ اللہ بتانے کے قابل نہیں جاؤ میرے خادموں کے جوتے سیدھے کرو۔ امام غزالی صاحب نے یہ خدمت ۱۲ سال تک سرانجام دی ایک دن ایک شخص اس بزرگ کی خدمت میں چند مسائل دریافت کرنے حاضر ہوا آپ کے پیرو مرشد نے مسائل حل کرنے سے معذوری ظاہر کی وہ شخص غصے میں بھرا پیر کے خلاف زبان درازی کرتا ہوا امام صاحب کے قریب سے گزرا تو امام صاحب نے روک کر پوچھا آپ کے کیا مسائل ہیں اس نے جواب دیا کہ تم جوتے سیدھے کرو۔ یہ مسائل تمہارے حل کرنے کے بس میں نہ ہیں آپ کے اصرار پر اس نے مسائل بتائے امام صاحب نے ان مسائل کا جواب نہایت خوش اسلوبی سے دیا وہ شخص بہت خوش ہوا اور واپس ان بزرگوں کی خدمت میں گیا اور عرض کی کہ آپ کے جوتے سیدھے کرنے والے نے یہ مسائل حل کر دیئے اور آپ نے مجھے ٹال دیا اس پر اس بزرگ نے امام صاحب کو بلایا اور خوب ڈانٹ ڈپٹ کی فرمایا میرا خیال تھا کہ تمہیں متقی بنا دوں لیکن تم تو مفتی بن گئے اب تم یہاں رہنے کے قابل نہیں یہاں سے چلے جاؤ یہاں سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ایک کتواں ہے وہاں جا کر بیٹھ جاؤ اور آنے جانے والوں کو پانی پلاؤ کچھ عرصہ گزرا تو اس بزرگ نے اپنے خدام سے پوچھا یہاں ایک غزالی ہوتا تھا وہ کہاں گیا۔ خدام نے عرض کی کہ حضور آپ نے اس کی ڈیوٹی فلاں کتویں پر لگائی ہوئی ہے آپ نے فرمایا ایک درویش وہاں جائے اور پاؤں کی ٹھوکر مار کر اسے کتویں میں گرا دے جو الفاظ وہ زبان سے نکالے مجھے بتاؤ چنانچہ ایک خادم نے حکم کی تعمیل کی جب پاؤں سے ٹھوکر لگائی تو غزالی نے کہا اگر اپنے وطن میں ہوتا تو تمہیں سنگسار کر دیتا خادم واپس آیا اور یہ الفاظ اپنے پیر کو بتائے آپ فرمانے لگے ابھی ٹھیک نہیں ہوا کچھ عرصہ بعد دوبارہ اس بزرگ نے پھر اپنے خادموں کو حکم دیا کہ جاؤ ٹھوکر مار کر غزالی کو کتویں میں گرا دو اور جو الفاظ وہ زبان سے نکالے مجھے بتاؤ چنانچہ ایک خادم کتویں پر گیا اور پاؤں سے ٹھوکر مار کر غزالی کو کتویں میں گرا دیا اس پر غزالی نے کہا اے شخص تو میرے پیرو مرشد کے پاس سے آیا ہے کہیں تمہارے پاؤں کو ٹھوکر لگانے سے تکلیف تو نہیں

ہوئی درویش نے واپس آ کر اپنے پیر کو غزالی کے الفاظ بتائے تو آپ نے فرمایا اسے جلدی بلا لاؤ درویش غزالی کو بلا لائے اور حضور کی خدمت میں حاضر کر دیا آپ نے اسے سینے سے لگایا اور نفخت من روحی والی پھونک ماری تو آپ روئے ارض پر غزالی غزالی مشہور ہو گئے اور غزالی سے امام غزالی بن گئے۔

ایک دن حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سیر کرتے جا رہے تھے ایک یہودی نے اپنا کتا سور کے پیچھے لگا دیا کتا سور پر غالب ہوا ہی چاہتا تھا کہ سور نے امام وقت کو دیکھا اور قدموں میں گر پڑا عرض کی ہوں تو میں حضور نجس آپ امت کے امام ہیں میری جان بچائیے۔ امام وقت نے ایک نظر سور پر ڈالی اس کو غوث بنا دیا پھر کتے پر نظر ڈالی اس کو بھی غوث بنا دیا پھر یہودی پر نظر ڈالی اسے بھی غوث بنا دیا۔ یہ ہے رب کے بندے کی نظر کی تاثیر۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
اگر ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

ایک دفعہ خواجہ شاہ سلیمان تونسوی "بحری جہاز پر حج کے لیے روانہ ہوئے۔ اسے میں جہاز ہچکولے کھانے لگا آپ کے صاحبزادہ خواجہ محمود صاحب جو ابھی بچے تھے وہ بھی ساتھ تھے وہ روتے ہوئے آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کی حضور جہاز ڈوبنے لگا ہے خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرمانے لگے جہاز نہیں ڈوبے گا میں نے واپس جا کر ابھی خواجہ موسیٰ کو خلافت دینی ہے اس کی امانت میرے پاس ہے اسی وقت جہاز صحیح ہو کر چلنے لگا اور بحفاظت جدہ شریف پہنچ گیا۔

ایک دفعہ کرموں والا شریف (ہندوستان) کا واقعہ ہے وہاں ایک ڈوگر رہتا تھا جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا تھا اور اس میں تمام شرعی عیب موجود تھے وہ خود ہی کہتا تھا کہ جب میں مرنے کا میری قبر سے آگ کی لٹ نکلے گی۔ رمضان شریف کے آخری

جمعت المبارک کو وہ فوت ہو گیا گاؤں کے لوگوں نے اس کا جنازہ پڑھانے سے انکار کر دیا کہنے لگے یہ فاسق و فاجر تھا زندگی میں کوئی نیک کام نہیں کیا یہ بات حضرت صاحبؒ کے علم میں آئی تو آپ نے فرمایا بیلو ڈوگر فوت ہو گیا ہے اس کا کفن دفن کا بندوبست کرو۔ نماز جمعہ کے بعد حضرت صاحبؒ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ نے فرمایا نماز جنازہ میں نزول ملائکہ اتنا ہوا کہ زمین پر تل دھرنے کی جگہ بھی نہ تھی بیلو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ شخص ہر جمعرات کو اپنی روٹی پر فاتحہ (ایک دفعہ الحمد شریف اور تین دفعہ قل شریف) پڑھ کر ثواب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بزرگان دین کی بارگاہ میں پیش کرتا تھا۔

اختتام خطبہ آپ یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے تھے۔

بَارَكَ اللهُ لَنَا وَلَكُمْ فِي الْقُرْآنِ الْعَظِيمِ وَنَفَعْنَا وَإِيَّاكُمْ بِالْآيَاتِ وَ
الذِّكْرِ الْحَكِيمِ إِنَّهُ تَعَالَى مَلِكٌ كَرِيمٌ جَوَادٌ بَرَزُوفٌ الرَّحِيمِ

برکت دے اللہ ہمیں اور تمہیں قرآن عظیم میں اور نفع دے ہمیں اور تمہیں آیات اور ذکر حکیم سے بے شک وہ بلند ہے بادشاہ ہے کریم ہے سخی ہے بر ہے روف اور رحیم ہے۔

ولادت مبارک

اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے میر طیب علی شاہ بخاری مادر زاد ولی تھے لیکن آپ اپنی کم عمری میں ہی وصال فرما گئے۔ آپ کے وصال کے بعد اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار مغموم رہنے لگے آپ کو مغموم اور پریشان دیکھ کر آپ کے پیرو مرشد حضرت میاں شیر محمد شر قپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”شاہ جی فکر نہ کریں رب کریم آپ کو پہلے سے بہتر فرزند عنایت فرمائیں گے۔“ چنانچہ قبلہ بابا جی سرکار حضرت قبلہ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا ثمرہ ہیں اور قبلہ میاں صاحب نے ہی آپ کا اسم مبارک ”عثمان علی“ رکھا آپ کا سلسلہ نسب سادات اچ شریف حضرت سید جلال الدین سرخ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے جالمتا ہے اور یہ سلسلہ ترتالیس واسطوں سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مل جاتا ہے۔ آپ کے آباؤ اجداد سندھ سے سرزمین پنجاب میں آئے اور مختلف اوقات میں مختلف مقامات پر سکونت اختیار کرتے ہوئے بالآخر تیرھویں صدی ہجری کے شروع میں دریائے ستلج کے کنارے ضلع فیروزپور کی حدود میں آکر آباد ہو گئے آپ کے جد امجد سید سید علی شاہ المعروف سید سکندر علی شاہ اپنی خاندانی وجاہت نیکی اور پاکبازی کی وجہ سے علاقہ کے لوگوں میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے اور آپ کے والد ہادی زماں قطب الخطاب جناب سید حضرت اسماعیل شاہ بخاری المعروف کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے اس خاندان کی شہرت کو اور بھی چار چاند لگ گئے۔

حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت مبارکہ ۱۹۲۹ء میں موضع کرمونوالہ ضلع فیروزپور میں ہوئی یہ گاؤں دریائے ستلج کے بائیں کنارے سے تھوڑے سے فاصلہ پر ریت کے ٹیلوں پر واقع ہے اور فیروزپور شہر سے تقریباً ”پندرہ میل کی مسافت پر مشرق میں واقع ہے۔ بچپن سے ہی آپ میں آثار ولادت نمایاں تھے دراصل آپ مادر زاد ولی تھے جب آپ نے ہوش سنبھالا تو ابتدائی تعلیم کے لیے میاں رحمت علی صاحب مرحوم کی خدمت میں بھیجا گیا باقی تمام علوم ظاہری و باطنی اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان نظر سے حاصل کیے۔ شروع ہی سے آپ نے اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا ہر کام میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا تھا اور لنگر کا

انتظام زمینوں کی دیکھ بھال، مریدین کے دیگر کام اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے سپرد کر دیئے تھے۔ مریدوں کی دیکھ بھال ان کو ٹھہرانا اور ان کو چھٹی دینا یہ سب کام آپ کے سپرد تھے یہ تمام کام آپ بڑے احسن طریقہ سے انجام دیتے رہے۔

قیام پاکستان کے وقت آپ کی عمر مبارک اٹھارہ انیس سال کی تھی آپ سنت نبویؐ پر عمل کرتے ہوئے موضع کرمانوالہ ضلع فیروزپور اٹلیا سے ہجرت کرتے ہوئے براستہ قصور پہلے چک ۵۷ عارف والہ اور اس کے بعد پاکپتن شریف عیدگاہ میں اعلیٰ حضرتؒ کے ساتھ ساتھ رہے اور اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی پکا چک (موجودہ حضرت کرمانوالہ شریف) میں ۱۹۵۰ء میں سکونت اختیار کی اور پھر تمام زندگی یہیں پر قیام کیا۔

حلیہ مبارک

آپ کا رنگ گندمی اور قد دراز تھا۔ آپ کی پیشانی مبارک کشادہ اور بینی مبارک بلند تھی۔ آپ کا دہن اور دندان مبارک بہت خوشنما تھے آپ درخت کی تازہ شاخ سے مسواک فرماتے تھے اور کھانے کے بعد خلال استعمال کرتے تھے۔ خلال عموماً نیم کے سرکنڈے کے ہوتے تھے جس کی کرواہٹ سے دانتوں کو کیرا نہیں لگتا۔ ریش مبارک زیادہ گھنی نہ تھی اور قدرتی طور پر ایک بالشت دو انگلی پر رک گئی تھی آپ لیوں کے بال کٹواتے تھے۔

خورد و نوش

آپ ہمیشہ سادہ غذا استعمال فرماتے تھے کوئی خاص غذا مرغوب نہ تھی۔ گھر میں جو بھی پکتا آپ بخوشی تناول فرماتے۔ گندم کے موٹے آٹے کی روٹی سالن کے ساتھ پسند تھی کھیرا اور گلٹری بھی کھانے میں پسند تھے کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ ضرور دھوتے تھے اور بیلیوں (مریدین) کو بھی اس کی تاکید فرماتے تھے کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر کپڑے یا تولیہ سے صاف کرتے اور اس کے بعد ہاتھ حاررے مسنونہ پڑھتے (الْحَمْدُ لِلَّهِ

الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ“ (تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا) اس کے بعد آپ دانتوں میں خلال فرماتے۔ دودھ آپ کو بہت پسند تھا۔

لباس مبارک

آپ سفید لباس پسند فرماتے تھے۔ گرمیوں میں سر پر عام ٹوپی اور سردیوں میں اونی ٹوپی استعمال فرماتے تھے۔ کہیں باہر جاتے تو آپ گہڑی باندھ کر تشریف لے جاتے۔ گہڑی باندھنے کے بعد آپ کی رفعت شان کا عجیب اظہار ہوتا تھا۔ عموماً کرتا اور تہبند استعمال کرتے تھے لیکن ایک دو مرتبہ شلوار قمیص بھی زیب تن فرمائی چند مرتبہ شیروانی بھی استعمال کی۔ ایک سفید بڑا رومال یا چار خانہ رومال ہمیشہ آپ کے پاس ہوتا راستہ چلتے وقت یہ رومال بائیں کندھے پر ڈال لیا کرتے تھے۔ تہبند سفید لٹھے کا پسند فرماتے تھے کبھی کبھی آپ نے صوفیانہ رنگدار لباس بھی استعمال فرمایا پاؤں مبارک میں ہمیشہ سادہ جو تالیسی ساخت کا پہنتے سیاہ رنگ کا جو تاپہننا آپ کو سخت ناگوار تھا آخری ایام میں سلپہر بھی استعمال کیا۔ عموماً آپ سادہ لباس ہی زیب تن فرماتے۔

معمولات و عبادات

بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ صبح نماز فجر سے پہلے ہی گھر سے باہر تشریف لے آتے اور تمام بیلیوں کو اٹھا کر اپنے پاس بٹھا لیتے سردی کے موسم میں آگ جلوا لیتے نماز کے وقت آپ تمام مریدین کو جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم صادر فرماتے اور بعد از نماز کام والے بیلیوں کو اپنے اپنے کام کی طرف روانہ فرمادیتے دوپہر تک آپ مریدین / سالکین کے تمام مسائل غور سے سنتے اور ان کے حل کے لیے دعا فرماتے آپ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہر کام کے لیے فرماتے ”رب کریم فضل فرمادیں گے رب کریم مہربانی فرمادیں گے“ پھر آپ گھر کے اندر تشریف لے جاتے بعد از نماز ظہر دوبارہ تشریف لے آتے اور بیلیوں سے ملاقات کرتے تھے۔

آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے تھے آپ مادر زاد ولی تھے لیکن کبھی بھی اپنے آپ

کو ظاہر نہ ہونے دیا۔ آپ بچوں کے ساتھ بچوں کی طرح بڑوں کے ساتھ مدبرانہ اور زمینداروں کے ساتھ زمینداری طور طریق استعمال کرتے آپ اتنے سادہ تھے کہ نہ جاننے والا شخص آپ کو پہلی نظر میں ایک زمیندار ہی سمجھتا تھا جب آپ کی گفتگو کسی ڈاکٹر، انجینئر، دانشور یا اہل علم سے ہوتی تو ان حضرات کو اپنی کم علمی اور کم مائیگی کا احساس ہوتا۔

اخلاق کریمانہ

آپ انتہائی خوش خلق اور خوش ذوق انسان تھے اخلاق حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ کے مالک تھے۔ آپ سے جو شخص بھی ملنے آتا آپ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ بچوں سے آپ بہت زیادہ محبت کرتے تھے رات کے وقت آپ بچوں کی کشتی کراتے تاکہ ان کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ جسمانی تربیت بھی ہو سکے۔ نمود و نمائش اور ریا کاری سے سخت نفرت تھی۔ مجلس میں آپ کی تشریف آوری پر اگر کوئی تعظیماً اٹھنے کا قصد کرتا تو آپ روک دیتے تھے۔ آپ کے سفر کے دوران دو تین بلی (مریدین) آپ کے ساتھ ہوتے تھے بعض اوقات آپ کی بڑی وگین میں سفر کے دوران زیادہ بلی بھی ہوتے تھے۔

کعبتہ اللہ کی طرف پشت کرنا۔ تھوکنہ یا پیشاب کرنا سخت ناپسند تھا اور اگر کسی کو ایسا کرتے دیکھتے تو اس کو سختی سے روکتے تھے۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی طرح آپ بھی ہر چیز کو قبلہ رخ رکھنے کا حکم دیتے تھے کیونکہ دنیا کی ہر چیز اللہ کی تسبیح بیان کرتی رہتی ہے ارشاد خداوندی ہے۔

يُسَبِّحُ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ آسمان اور زمین کی ہر چیز (اللہ کی) تسبیح بیان کرتی ہے اس لئے ہر چیز کا رخ قبلہ کی طرف کرتے تھے کہ جس طرح انسان نماز قبلہ کی طرف منہ کر کے پڑھتا ہے تمام جمادات کا رخ بھی قبلہ کی طرف ہو اور وہ تسبیح بیان کر رہی ہوں۔

کسی بلی کی لغزش یا کوتاہی پر آپ اس کا نام لے کر اس کی اصلاح نہ کرتے بلکہ عمومی طور پر لغزش کا بیان فرما کر اس کی اصلاح کرتے حضور نبی کریم روف و رحیم صلی

ڑے آنے کے بعد میں نے بابا جی سرکار کے سامنے سگریٹ بھی پیا لیکن میں آپ کے اخلاق عالیہ سے بہت متاثر ہوا اور بعد میں پچھتا تا رہا کہ بابا جی سرکار نے میرے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا ازراہ شفقت سگریٹ پینے کی اجازت عطا فرمائی۔ کم از کم احراماً ہی مجھے آپ کے سامنے سگریٹ تو نہ پینا چاہیے تھا۔

محمد یوسف پہلوان رنگ محل والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کے پاس لاہور کو تھی شریف گڑھی شاہو حاضر ہوا گھر واپس جانے لگا تو مجھے بہت بھوک لگی ہوئی تھی میں نے ملک فیض لاٹگری سے لنگر شریف کے بارے میں معلوم کیا تو اس نے کہا ابھی لنگر تیار ہونے میں دیر ہے چنانچہ میں بھوکا ہی گھر واپس آ گیا۔ لنگر تیار ہوا اور بابا جی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کیا محمد یوسف پہلوان لنگر کھا کر گیا ہے اور جب لاٹگری نے بتایا کہ اس وقت لنگر تیار نہ تھا اور یوسف پہلوان لنگر کھائے بغیر چلا گیا ہے تو آپ بہت ناراض ہوئے اور آپ نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب تک یوسف پہلوان لنگر نہ کھائے گا میں بھی نہیں کھاؤں گا چنانچہ حاجی شفیق صاحب رات کو دس بجے میرے گھر لنگر لے کر آئے اور تمام ماجرا بیان کیا میں نے لنگر شریف کھایا اور اس کے بعد بابا جی سرکار نے لنگر نوش فرمایا۔ یہ تھا آپ کا اخلاق کریمانہ اور مریدین سے محبت کا انداز۔

قبلہ بابا جی سرکار رحمتہ اللہ علیہ ہرنبلی (مرید) کی بات بہت غور سے سنتے تھے اور ان کی دلی مراد پوری فرمادیتے تھے اور مریدین کے مسائل کے حل کے لیے دعا فرماتے اور دنیاوی وسائل سے بھی کام لے کر ان کی مدد فرماتے۔ کئی اصحاب علیحدگی میں بات کرنے کا دل میں خیال کرتے تو آپ ان کے خیال سے آگاہ ہو کر خود اٹھ کر اس شخص کو علیحدہ لے جاتے اور علیحدگی میں اس کی بات سن کر کرم نوازی فرمادیتے۔

قبلہ بابا جی سرکار رحمتہ اللہ علیہ بہت ہی زیادہ سخی تھے چوہدری محمد قاسم صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ انہیں پارٹی بازی کی وجہ سے ملازمت سے برخاست کر دیا گیا جس کی وجہ سے وہ معاشی تنگی کا شکار ہو گئے اس دوران دو مرتبہ دعا کے لیے آپ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے نہ صرف دعا فرمائی بلکہ ہر مرتبہ ایک ایک ہزار روپے بھی عنایت فرمائے حالانکہ میں نے یہ رقم نہ لینے کی بہت ضد کی لیکن آپ نے زبردستی یہ رقم

لینے پر مجبور کیا۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار غریب متوسلین ایسے تھے جو آپ کے پاس حاضر ہوتے تو آپ ان کو کرایہ آمد و رفت کے علاوہ خرچہ وغیرہ کے لیے بھی رقم عنایت فرماتے آپ کا نام نامی اسم گرامی عثمان علی تھا آپ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سخاوت اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شجاعت بدرجہ اتم موجود تھی غرض کہ آپ اسم بامستی تھے۔

محترم غلام غوث ساکن کاہنہ نو ضلع لاہور کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کو پیر سید عثمان علی شاہ صاحب نے مبلغ پانچ صد روپے عنایت فرمائے اور دعا فرمائی اس کے بعد ہم پر کثیر برکات اور رحمتیں نازل ہونا شروع ہو گئیں۔

چوہدری محمد قاسم صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبلہ باباجی رحمتہ اللہ علیہ بھکر تشریف لائے وہ آپ کی زیارت کے لیے ڈیرہ چوہدری عبدالغفور پر حاضر ہوا اور وہیں رات بسر کی قبلہ باباجی سرکار رحمتہ اللہ علیہ رات خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اپنے لڑکے کی شادی فلاں شخص کے گھر کر دینا۔ چنانچہ آپ کی حکم کے مطابق رشتہ طے ہو گیا اور دونوں خاندان ایک دوسرے سے منسلک ہو گئے یہ تھی آپ کی بیٹیوں (مریدین) کے طے ساتھ محبت اور لگاؤ کہ آپ ان کی تمام ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔

چوہدری محمد اور لیس لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ وہ ۱۹۷۸ء میں عارف والہ میں تعینات تھے۔ وہاں چک نمبر ۱۱ میں آپ کے متوسلین بشیر و رک اور عنایت و رک کی لڑائی جھگڑے کے دوران کچھ آدمی قتل ہو گئے پولیس کی کارروائی سے بچنے کے لیے وہ روپوش ہو گئے۔ ان کے مال مویشی پولیس پکڑ کر لے گئی اور ان کے بچوں کو پولیس سے بچنے کے لیے اپنا گھریا چھوڑنا پڑا وہ بہت پریشان تھے قبلہ باباجی سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے ان کے بچوں کو اپنے پاس ۳۶ چک پاکپتن شریف میں رہنے کے لیے جگہ دی اور انہیں (چوہدری اور لیس صاحب) کو ان کے مال مویشی چھڑوانے کا حکم دیا چنانچہ انہوں نے تھانہ جا کر ان کے مال مویشی چھڑانے کے لیے درخواست کی اور پولیس حکام نے محض باباجی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی نظر کرم کی وجہ سے ان کے مال مویشی چھوڑ دیے حالانکہ چوہدری اور لیس صاحب کی پولیس والوں سے کوئی علیک سلیک نہ تھی۔

یہی چوہدری اوریس صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ راقم کے ساتھ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ۳۶- چک ہاکپتن شریف حاضر ہوئے وہاں زمین کو ہموار کرنے کے لیے بلڈوزر چل رہا تھا اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سخت گرمی میں چار پائی پر بیٹھے خود کام کی نگرانی کر رہے تھے۔ نماز مغرب کا وقت ہوا تو ہم نے آپ کی معیت میں نماز ادا کی۔ نماز کے لیے جب ہم کھڑے ہوئے تو چوہدری اوریس صاحب ریش نہ ہونے کی وجہ سے پچھلی صف میں کھڑے ہو گئے لیکن اس صف میں اور کوئی شخص نہ تھا وہ سخت شرمندگی اور ندامت محسوس کر رہے تھے کہ اتنے میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنے پاس صف میں کھڑا کر لیا اور قانون میں عارضی ترمیم فرمادی کیونکہ نماز باجماعت میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے پوری داڑھی نہ رکھنے والے حضرات کو پہلی صف میں کھڑے ہونے کی اجازت نہ تھی اس طرح آپ نے کمال شفقت سے چوہدری صاحب کو شرمندگی سے بچالیا۔

چوہدری اوریس صاحب ہی بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کے جنازہ میں شریک ہوا۔ نماز جنازہ کے بعد آپ کے جسم اطہر کو برائے زیارت عام و خاص مسجد میں رکھ دیا گیا۔ عقیدت مندوں میں بہت زیادہ جوش غم تھا آپ کی آخری زیارت کے لئے ہر شخص بیتاب تھا اس بے قرار ہجوم کی وجہ سے چوہدری صاحب کو آپ کی زیارت کا موقع نہیں مل رہا تھا انہوں نے دور ہی کھڑے ہو کر دل میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی ”حضور“ اپنی حیاتی (زندگی) میں مجھ پر اتنا کرم اور جاتے ہوئے زیارت بھی نہیں کروانی۔“ اس کے بعد وہ بھی لائن میں لگ گئے جب آپ کے قریب پہنچے تو ڈیوٹی پر موجود شخص نے ان کو لائن سے باہر نکال کر باباجی رحمۃ اللہ علیہ کے قریب کھڑا کر دیا اور کہا ”بابو جی آپ جی بھر کر زیارت کر لیں کوئی آپ کو نہیں پوچھتا۔“ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے دل سے نکلی ہوئی سن لی اور بے انتہا کرم نوازی کر دی۔

راقم بھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے نماز جنازہ میں شامل تھا جب آپ کا جنازہ مسجد میں نماز کے لیے لے جایا جا رہا تھا تو راقم کو آپ کی چارپائی سے بندھا ہوا ایک ڈنڈا ہاتھ آگیا اور راقم نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا لیکن اتنے زیادہ ہجوم کی وجہ سے کئی دفعہ راقم کا دم بھی گھٹنے لگا لیکن راقم نے اس وقت قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے

عرض کی اور ایسا محسوس ہوا کہ کسی نے میرے پاس سے ایک دم لوگوں کو ہٹا دیا اور میرے ہوش و حواس ٹھیک ہو گئے اس جنازہ کے دوران کئی مرتبہ ایسا ہوا اور راقم کے عرض کرنے پر باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے کمال مہربانی فرمائی۔

بھینس کا عطا کرنا

سید جلیل احمد شاہ واں رادھا رام والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رمضان کا مہینہ تھا اور ان کے پاس کوئی بھینس نہ تھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس وقت چک نمبر ۳۶ پاکپتن شریف میں تھے جلیل شاہ صاحب آپ کی خدمت عالیہ میں بھینس لینے کے لیے حاضر ہوئے لیکن انہوں نے آپ سے بھینس مانگنے کی جرات نہ کی آپ سے کافی دیر باتیں ہوتی رہیں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے خود ہی فرمایا جلیل شاہ چلو تمہیں اپنی بھینسیں دکھائیں آپ بھینسیں دکھاتے رہے اور جلیل شاہ صاحب سے تبصرہ کے لیے فرماتے رہے جلیل شاہ صاحب ازراہ مذاق ہر بھینس میں نقص نکالتے رہے آپ اپنی سب سے اچھی بھینس کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور حسب سابق جلیل شاہ صاحب سے دریافت کیا کہ یہ بھینس کیسی ہے انہوں نے پھر ازراہ مذاق کہا کہ یہ بھینس بھی اچھی نہیں ہے آپ نے جلیل شاہ صاحب سے فرمایا کہ اسی کا آپ مجھے اگر بیس ہزار روپیہ بھی دیں تو میں آپ کو یہ بھینس نہ دوں گا بہر حال جلیل شاہ صاحب نے آپ سے بھینس کے بارے میں کوئی ذکر نہ کیا اور واپس گھر آ گئے لیکن دوسرے دن ان کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک درویش کے ہاتھ لپٹنی سب سے اچھی بھینس ان کے گھر بھیج دی تھی۔ یہ شان تھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی کہ اپنے بیلیوں (مردوں) کو بن مانگے عطا کر دیتے تھے۔

میاں محمد یوسف صاحب بورے والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ یہ ناچیز (میاں محمد یوسف) پاکپتن شریف ہشتی دروازہ سے گزرنے کے لیے گیا تو وہاں مغرب کے وقت نوری دروازے کے سامنے بیٹھا تھا دروازہ کھلنے سے قبل مشائخ عظام کی آمد کے وقت تمام لوگوں کو وہاں سے نکال دیتے ہیں جب خدام نے وہاں سے لوگوں کو نکالنا شروع کیا تو میں بڑا پریشان کھڑا تھا کہ بڑی مشکل سے یہاں پہنچا ہوں اب یہ لوگ باہر

نکال دیں گے نہ جانے پھر آسانی سے داخل بھی ہو سکوں گا یا نہیں اسی تذبذب میں تھا کہ مشائخ کرام کی آمد شروع ہو گئی اچانک میری نظر پڑی تو حضور بابا جی سرکار علیہ الرحمۃ کا نورانی چہرہ بھی مشائخ کے جھرمٹ میں نظر آیا بس پھر کیا تھا میری جان میں جان آئی اتنے میں بابا جی سرکار علیہ الرحمۃ نے بھی التفات کریمانہ فرمائی اور اتنے رش میں مجھ بے نوا کو اپنے قریب آنے کا اشارہ فرمایا جب میں ازدحام کو چیرتا ہوا بابا جی سرکار کے قریب گیا تو فرمانے لگے محمد یوسف پریشان کیوں ہو میں نے عرض کی حضور بڑی جدوجہد سے یہاں پہنچا ہوں یہ لوگ اب یہاں سے باہر نکال رہے ہیں اتنے میں قفل کشائی ہو گئی آپ نے فرمایا لو جتنی بار دل چاہتا ہے ہستی دروازہ سے گذرو۔ اولیاء اللہ اپنے عقیدتمندوں کو پہچان لیتے ہیں اور مشکل کشائی اور حاجت روائی فرماتے ہیں۔

دراصل اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد قبلہ بابا جی سرکار کبھی آرام سے نہیں بیٹھے اور جہاں بھی اعلیٰ حضرت کے مریدین آپ کو مدد کے لیے پکارتے آپ فوراً وہاں خود بنفس نفیس پہنچ جاتے تھے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے کسی مرید نے آپ کو بلایا اور آپ نہ پہنچے ہوں غرض یہ کہ آپ دن رات ان کی خیر خواہی میں لگے رہے اور آخر دم تک ان کی اخلاقی مالی اور روحانی امداد فرماتے رہے اسی کو آپ نے اپنی زندگی کا نصب العین بنایا ہوا تھا۔



آپ پردہ نسواں کے سخت پابند تھے اور اپنے مریدین کو بھی اس پابندی کا حکم فرماتے۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی طرح عورتوں کو اپنے پاس آنے کی اجازت نہ دیتے تھے بلکہ بے بے جی پاک (آپ کی ہمیشہ) کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیتے یا ان کے محرم کے ذریعے ان کے مسائل معلوم کر کے ان کے لیے دعا فرماتے اور ان کا حل تجویز فرماتے۔ آپ کے زنان خانے میں آٹھ نو سال سے زیادہ عمر کا بچہ نہ جا سکتا تھا۔



آپ نہایت نفاست پسند تھے کسی امر میں ذرا سی کچی بھی ناقابل برداشت تھی۔ مسجد کی صغیں ہوں یا کھیتوں کے راستے یا حد بندی غرض ہر چیز میں ذرا سی کچی یا ترچھا پن

برداشت نہیں فرماتے تھے چنانچہ آپ کی توجہ عالیہ سے ضلع ساہیوال اور اوکاڑہ کے ذاتی تمام کھیتوں کی وٹ بھی قبلہ رخ ہیں آپ ہمیشہ اپنے عقیدتمندوں / بیلیوں کے احوال کی درستی کی طرف متوجہ رہتے تھے آپ حضرت نبی کریم روف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی معمولی سے معمولی سنت سے انحراف کو بھی برداشت نہ فرماتے تھے اور سنت کی خلاف ورزی پر فوراً "ٹوک دیتے تھے۔ آپ اپنے متوسلین / مریدین کے نہ صرف دین میں اعلیٰ مراتب کے خواہاں تھے بلکہ ان کو دنیاوی مدارج میں بھی اعلیٰ مقام پر دیکھنے کے خواہش مند تھے۔

عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آپ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیشہ محمور رہتے اور اٹھے بیٹھتے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پر انوار میں رطب اللسان رہتے حاجی شفیق صاحب آپ کے نعت خواں سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہتے اور حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرتے رہتے یہ سلسلہ آپ کی تمام حیات پر محیط تھا۔

جناب غلام محمد صاحب غازی آباد لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ان سے بہت نعتیں سنا کرتے تھے ان نعتوں میں سے ایک نعت یہ بھی ہے:

نعت شریف پنجابی زبان میں

راتاں کتاں تے	راتاں تمباں تے	میں راتاں تانا	لاواں
جے کر تہ کو لڑ پے	جائے	تے روز حشر نوں	بخشیا مول نہ جاواں
جس دن ہو سی	حشر دہاڑا	وانگ تانے زمین	سورج نال تپاسی
وانگ تونے	فلاٹ اڑن گے	تے پیش کے دی	نہ جاسی
جس دن ہو سی	حشر دہاڑا	تے دنیا پہنچ	پہنچ جاسی
عیسیٰ موسیٰ	سب پیغمبر آکھن گے	تے باج محمد	پیش کے دی نہ جاسی

پابندی شریعت

قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ شریعت کے ہر طرح سے پابند تھے اور چھوٹی سے چھوٹی سنت کی ادائیگی کا خیال رکھتے تھے اپنے مریدین / متوسلین کو بھی اتباع سنت کی ہمیشہ تاکید فرماتے اور کوئی بھی کام خلاف شریعت دیکھتے تو جوش میں آجاتے اور اس کو فوراً "سنت کے مطابق ادائیگی کا حکم فرماتے کوئی کام بھی آپ سے کبھی خلاف سنت سرزد ہوتے نہیں دیکھا گیا۔"

ایک مرتبہ راقم عرس کے سلسلہ میں حضرت کرمانوالہ شریف گیا ہوا تھا ختم شریف کے بعد آپ مسجد سے نکلنے لگے تو بیلوں (مریدین) نے آپ کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا میرے دل میں خیال آیا کہ آپ کو اتنے مریدین نے گھیرا ہوا ہے کیا آپ مسجد سے نکلنے ہوئے سنت کے مطابق بایاں پاؤں باہر نکالتے ہیں یا نہیں لیکن میری خوشی کی کوئی حد نہ رہی جب آپ نے اتنے لوگوں میں گھرے ہونے کے باوجود اپنا بایاں پاؤں مبارک مسجد سے باہر نکالا۔ یہ تھی آپ کی اتباع سنت کی مثال

آپ کسی خوشی والی بات پر ہنستے ضرور تھے لیکن آپ کی آواز مبارک بلند نہ ہوتی کیونکہ زور سے ہنسنے کی حدیث مبارکہ میں ممانعت آئی ہے۔

غلام باری صاحب لاہور والے فرماتے ہیں کہ انکا محکمانہ امتحان تھا انہوں نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ انہیں امتحانی پرچہ معلوم ہو جائے آپ نے ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے ان سے استفسار کیا کہ کیا انہوں نے یہاں کوئی کام خلاف سنت ہوتے دیکھا ہے یعنی امتحانی پرچہ کے انشاء سے لوگوں کی حق تلفی ہوتی جو کہ آپ کو گوارہ نہ تھی کیونکہ یہ خلاف سنت ہوتا اس واقعہ کی مزید تفصیل کسی دوسری جگہ درج ہے۔

ایک دن قبلہ بابا جی سرکار چک نمبر ۳۶ تشریف لے گئے تو آپ کے ایک درویش نے آپ کے لئے کھانا پکایا لیکن اس کے پاس پیاز نہ تھا اس نے پڑوسیوں کی زمین سے بغیر اجازت پیاز توڑ کر استعمال کر لیا آپ کھانا کھانے بیٹھے تو ابھی پہلا لقمہ توڑا ہی تھا تو آپ نے اس درویش کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ اس میں پیاز کہاں سے توڑ کر ڈالا ہے اور جب اس نے بتایا کہ پڑوسیوں کی زمین سے بغیر اجازت پیاز توڑ کر سالن میں

استعمال کیا ہے تو آپ نے وہ کھانا تناول نہ فرمایا۔

حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ماہ صیام میں ایک جگہ سے گزرے تو لوگوں نے روزہ نہیں رکھا تھا اور حقہ پی رہے تھے آپ بہت سخت ناراض ہوئے۔ کیونکہ شریعت کے خلاف ہر کام سخت ناپسند تھا۔ اتباع سنت کی طرف راغب کرنے کا آپ کا انوکھا انداز تھا ایک مرتبہ راقم آپ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور اس وقت راقم نے بوٹ پہنے ہوئے تھے آپ نے اپنے دسی جوتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مجھ سے دریافت فرمایا ”باؤ جی کبھی ایسی جوتی بھی پہنی ہے“ اس سے آپ کا مقصد مجھے سنت کی طرف راغب کرنا تھا۔

اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ سے والہانہ محبت اور روحانی رابطہ

اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ سے بے حد محبت اور احترام کرتے تھے۔ قبلہ بابا جی سرکار کو اعلیٰ حضرت سرکار سے اتنی عقیدت اور محبت تھی کہ کوئی بھی کام آپ کی مرضی کے بغیر نہ کرتے یہاں تک کہ آپ کو اگر اودکاڑہ شہر (جو کہ کرمانوالہ شریف سے صرف تین میل کی مسافت پر ہے) جانا ہوتا تو اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لے کر جاتے۔

قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار سے ایسا روحانی رابطہ تھا جیسا کہ ایک دوسرے سے ٹیلی فون پر رابطہ ہوتا ہے چنانچہ اکثر مریدین کرمانوالہ شریف میں آکر کئی دن رہتے اور جانے کے لیے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت کے لئے عرض کرتے اگر آپ انہیں اجازت فرمادیتے تو اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ بھی انہیں اجازت مرحمت فرمادیتے اور اگر قبلہ بابا جی سرکار انہیں اجازت نہ دیتے تو اعلیٰ حضرت بھی انہیں اجازت نہ دیتے تھے اعلیٰ حضرت ”عموماً“ کسی شخص کو مرید فرماتے تو ان کو ہدایت کرتے کہ پیر جی (بابا جی) سے مل لو یعنی آپ مزید تربیت کے لیے

مریدین کو آپ کے پاس بھیج دیتے تھے۔

آپ کے آپس میں روحانی رابطے کا اس واقعہ سے بھی پتہ چلتا ہے بشیر احمد دھوبہ غازی آباد لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مسجد نور مظہورہ میں نماز تراویح پڑھ رہا تھا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے مولوی قربان علی صاحب امام مسجد کو آپ نے فرمایا کہ نماز کے بعد تمام بیلیوں (مریدین) کو میری پاس لے کر آئیں چنانچہ نماز کے بعد تمام لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے تمام لوگوں سے ان کے حال احوال دریافت کئے اور ان کو جانے کی اجازت دے دی لیکن مجھے اجازت نہ دی اور رات وہیں رہنے کو کہا۔ صبح جب آپ واپس تشریف لے جانے لگے تو مولوی قربان علی صاحب کو فرمایا کہ مولوی صاحب عید کے بعد مجھے (محمد بشیر) کو اعلیٰ حضرت کرناوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بیعت کرانے کے لیے کرناوالہ شریف لے کر آنا جس دن آپ نے مولوی قربان علی صاحب کو مجھے اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں لے جانے کو کہا اسی رات کو میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں میکلوڈ روڈ لاہور سائیکل پر سوار کسی کام کے سلسلہ میں جا رہا ہوں میرے آگے آگے ایک بزرگ بھی تشریف لے جا رہے ہیں اور ان کے ساتھ کچھ مریدین بھی ہیں۔ میں سائیکل سے اتر کر ان بزرگ کے پیچھے چلنے لگتا ہوں کچھ دیر بعد ان بزرگ نے بغیر گردن موڑے اپنے ایک مرید سے فرمایا کہ پیچھے آنے والا کون شخص ہے اس مرید نے پیچھے مڑ کر میری طرف دیکھا اور مجھ سے میرے متعلق معلوم کر کے اعلیٰ حضرت سرکار کی خدمت میں گوش گزار کیا اس بزرگ نے کمال مہربانی سے مجھے اپنے پاس بلایا اور مجھ سے دریافت کیا کہ کیا کام کرتے ہو اور میرے بتانے پر کہ میں دھوبہ ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں کے کپڑے دھو کر صاف کرتے ہو اور میں لوگوں کے دل صاف کرتا ہوں کچھ دور آگے چل کر آپ نے مجھے ایک مسجد کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آج گرمی بہت ہے اس مسجد کے کتوں سے پانی نکالو اور نہالو یہ فرما کر آپ آگے چلے گئے میں نے مسجد میں جا کر کتوں سے پانی نکالا اور نہانے لگا اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ عید کے تیسرے دن مولوی قربان علی صاحب مجھے اعلیٰ حضرت کی خدمت اقدس میں لے گئے میں آپ کے پاس جا کر کھڑا ہی ہوا تھا کہ آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ برخوردار

آپ نہائے تھے میں نے عرض کی حضور نہا لیا تھا آپ نے فرمایا کہ پہچان لو کہ وہ خواب والا بزرگ میں ہی ہوں تو میں نے آپ کو پہچان کر عرض کی کہ جناب خواب والے بزرگ آپ ہی ہیں بعد ازاں آپ نے مجھے اپنی بیعت سے مشرف فرما کر قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیا یعنی جس دن بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے مولوی قربان صاحب سے حضرت صاحب کی خدمت عالی میں لے جانے کو کہا اسی رات آپ نے خواب میں آکر ان کو زیارت کرا دی۔ اس سے زیادہ روحانی رابطہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

جناب بشیر احمد عرف مکھن حضرت کرمانوالہ شریف والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور سائیں بلیاں والے (آپ کے ایک مرید) حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں محمد امین شرتپوری مرحوم کی کوٹھی میں موجود تھے ان سائیں صاحب کے پاس عطر تھے وہ آپ کو پیش کرنا چاہتے تھے کہ اتنے میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی کا ہارن بجا سائیں صاحب نے کہا بابا جی سرکار تشریف لے آئے ہیں اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار نے سائیں صاحب سے کہا کہ کیا تم بابا جی عثمان علی شاہ سے محبت کرتے ہو انہوں نے فرمایا کہ ہاں میں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کرتا ہوں اعلیٰ حضرت نے فرمایا سائیں جی میں بھی پیر جی عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کرتا ہوں۔ سائیں صاحب نے کہا کہ آپ بھلا ان سے کیوں نہ محبت کریں گے کہ سرکار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل پاک ان سے آگے بڑھتی ہے (حالانکہ اس وقت تک آپ کی شادی مبارک بھی نہ ہوئی تھی) آپ نے فرمایا سائیں جی کیا کہا۔ سائیں صاحب مرحوم نے پھر اس طرح کہا آپ نے تین مرتبہ یہ سوال کیا اور انہوں نے یہی جواب دیا آپ بہت خوش ہوئے اور سائیں صاحب مرحوم سے فرمایا کہ سائیں جی ہن سانوں تنسی عطر دیو (یعنی اب ہمیں عطر دے دیجئے)

محمد صابر کوٹ صوفیاں تھوکی سے بیان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو چھوٹے بابا جی سرکار سے بے حد محبت تھی۔ جس کا آپ کبھی کبھی اظہار بھی فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایک ہفتہ تک درد گردہ میں مبتلا رہے۔ آفاقہ ہونے پر آپ نے خواہش فرمائی کہ مجھے نرم سی روٹی کھلائیں۔ حسب

الارشاد اندرون خانہ میں نے قبلہ اماں جی صاحبہ سے عرض کی۔ قبلہ بے بے جی صاحبہ نے خود آٹا گوندھ کر توے پر روٹی تیار کی۔ روٹی پک گئی تو یہ روٹی میں حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں لے گیا۔ حضرت صاحب نے روٹی کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ روٹی سخت ہے اور لاؤ۔ میں یہ روٹی واپس گھر لے گیا دوسری روٹی قبلہ بے بے جی صاحبہ نے تیار کی جو خوب گھی میں تر اور نرم پکائی گئی۔ میں نے یہ روٹی لا کر دوبارہ آپ کی خدمت میں پیش کر دی۔ لیکن اسے بھی آپ نے پسند نہ کیا اور فرمایا کہ روٹی سخت ہے یہ روٹی بھی واپس گھر لے گیا۔ علیٰ هذا القیاس اسی طرح ۷ روٹیاں پکائی گئیں لیکن آپ نے ان روٹیوں میں سے کوئی بھی روٹی پسند نہ کی۔ بالآخر جو آٹا گوندھا تھا ختم ہو گیا۔ قبلہ اماں جی پاک نے سید عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کو باہر سے بلایا اور سارا ماجرہ سنایا آپ نے فرمایا کہاں ہیں روٹیاں مجھے دکھائیں۔ آپ نے ان میں سے دو روٹیاں اٹھا کر چھابے میں رکھ کر خود اعلیٰ حضرت صاحب کی خدمت اقدس میں پیش کیں۔ آپ نے روٹیاں دیکھتے ہی فرمایا پیر جی آپ نے پہلے یہ روٹیاں خود کیوں نہیں پیش کیں دیکھو کتنی نرم ہیں اور تناول فرمائی شروع کر دیں۔ سبحان اللہ اس سے حضور بابا جی سرکار رحمۃ اللہ سے حضرت صاحب کی والہانہ محبت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اپنے آخری ایام میں بیماری کی وجہ سے میوہ ہسپتال میں داخل تھے قبلہ بابا جی سرکار زیادہ تر دور سے آپ کا حال پوچھتے کیونکہ آپ قریب جاتے تو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ آپ سے گھر واپس جانے کے لئے کہتے۔ ایک مرتبہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے کمرے کے باہر سے کھڑکی کے ذریعہ آپ کو جھانک کر دیکھا تو اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے دریافت فرمایا کہ جھانکنے والے کون ہیں اور جب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ جھانک رہے تھے تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ”قبلہ پیر جی تڑپتے پھر رہے ہیں اور کیوں نہ تڑپیں جس کا ماں باپ بیمار ہو تو اولاد تو تڑپتی ہے (قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ بھی ان دنوں بیمار تھیں) اس طرح اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی آپ سے والہانہ عقیدت و محبت کی تصدیق کر دی۔

اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بیماری کی وجہ سے میوہ ہسپتال میں ہی تھے

کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی شادی مبارک انجام پائی۔ شادی کے بعد قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اپنی زوجہ محترمہ کے ہمراہ ہسپتال ہی میں قدم بوسی کے لیے حاضر ہوئے اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کو پیار کیا اور شادی مبارک کی خوشی میں کچھ پیسے بھی عنایت فرمائے جب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ آپ سے رخصت ہو کر چلے گئے تو حاجی شفیق صاحب فرماتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اونچی آواز میں کافی دیر تک روتے رہے اور اتنا روئے کہ تمام بلی (مریدین) پریشان ہو گئے۔ کچھ دیر بعد اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں بہت روئے اور اللہ تعالیٰ کو آپ کا رونا اور عاجزی اتنی پسند آئی کہ اللہ نے فرمایا اے یعقوب اگر حضرت یوسف علیہ السلام مر بھی گئے ہوتے تو میں ان کو زندہ کر دیتا“

اس سے اعلیٰ حضرت نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی والمانہ محبت کا اظہار کیا کہ جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت تھی اسی طرح قبلہ بابا جی سرکار سے آپ کو محبت تھی۔

خلافت

اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے جو والمانہ محبت تھی اس کا اظہار آپ مریدین کے سامنے اکثر کرتے رہتے تھے آپ کے پاس جو شخص بھی مرید ہونے کے لیے آتا تو عموماً ”آپ اس کو مرید فرمانے کے بعد قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیج دیتے تھے یعنی اس مرید کی مزید روحانی تربیت کا کام حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ظاہری زندگی میں ہی آپ کو اپنی نیابت سونپ دی تھی آپ کو خلافت عطا کئے جانے کا واقعہ اس طرح پیش آیا!

اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے خادم خاص محمد رمضان عرف رمضانی اور ایک اور مرید نے بیان کیا کہ جب آخری ایام میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مرض کی شدت کے باعث نقاہت بڑھ گئی تھی تو ایک رات نماز عشاء کے بعد آپ اپنے

حجرہ مبارک میں فرشی بستر پر آرام فرماتے۔ اس وقت آپ پر عجیب جذب و کیف کا عالم طاری تھا اچانک آپ نے اپنے خادم رمضان کو ارشاد فرمایا کہ جاؤ اور پیر عثمان علی شاہ کو بلا کر لاؤ چنانچہ میں (رمضان) بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ مبارک میں پہنچا اور عرض کیا کہ قبلہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ یاد فرما رہے ہیں۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ جلدی سے اٹھے اور میرے ساتھ ہو لئے جب بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ مبارک میں داخل ہوئے تو باوجود کمزوری کے اعلیٰ حضرتؒ اٹھ کر دو زانو بیٹھ گئے اور مجھ (رمضان) سے چاندی کا روپیہ لانے کو کہا میں نے چاندی کا روپیہ لا کر حاضر کر دیا۔ آپ نے وہ روپیہ دونوں ہاتھوں پر رکھ کر قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرماتے ہوئے آپ سے مصافحہ کیا اور فرمایا پیر جی اللہ اللہ کیا کرنا اور لوگوں کو اللہ اللہ بتایا کرنا میں نے آپ سے کچھ نہیں چھپایا۔

اسکے بعد اعلیٰ حضرت سرکار رحمۃ اللہ علیہ پھر بستر پر دراز ہو گئے۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ حال سے بے قرار ہو گئے اور ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھے رہے اور پھر ساتھ والے کمرے میں تشریف لے گئے۔

علوشان

بچپن سے ہی ان میں آثار بزرگی نمایاں تھے کرمونوالہ شریف میں کم سن کے ایام میں جب حضرت صاحبؒ قبلہ کی نظر شفقت ان پر پڑتی تو آپؒ خوش ہوتے۔ ایک موقع پر آپؒ کو دیکھ کر فرمایا ”اور تو مجھے معلوم نہیں اگر عثمان علی شاہ دعا کے لیے دونوں ہاتھ اٹھادیں تو کوئی وجہ نہیں دراجابت واندہ ہو۔“

ہلکپتن شریف سے مغرب کی جانب چک نمبر ۳۶ ایس پی میں مزروعہ زمین کا ایک وسیع قطعہ آپؒ کو الاٹ ہوا اس میں کچھ رقبہ ایک برساتی ٹالے کے کنارے پھیلا ہوا تھا اور اس میں جنگلی درخت بکھرتا اگے ہوئے تھے اس جنگل کی کٹائی کر کے رقبے کو قابل کاشت بنانے اور ثوب وکیل لگانے کے لیے حضرت صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب خود کام کی نگرانی کے لیے وہاں تشریف لے گئے آٹھ دس ماہ متواتر وہاں قیام رہا اس دوران

میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہر اتوار کوچک نمبر ۳۶ ایس پی تشریف لاتے رہے اور اکثر اوقات زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ”میرا یہاں کوئی کام نہیں ہے میں تو صرف عثمان علی شاہ کو دیکھنے اور ملنے کے لیے آجاتا ہوں۔“

اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ سرکار شرتپوری کے وصال کے بعد دوسرے یا تیسرے عرس مبارک کا موقع تھا حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ان دنوں موضع کرموں والہ شریف ضلع فیروزپور میں تھا عرس مبارک پر حاضری کی تیاری شروع ہوئی تو حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے صوفی نور عالم صاحب ہیڈ کلرک ڈویژن ریلوے آفس فیروزپور اور مولوی کرم الہی صاحب کو ارشاد فرمایا کہ ”آپ دونوں صاحبزادہ صاحبان (سید محمد علی شاہ صاحب اور سید عثمان علی شاہ صاحب) کو ساتھ لے کر شرتپور شریف چلے جائیں۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ دربار شریف پر حاضری دینے کے بعد وہ صاحبزادگان کے ہمراہ جامع مسجد حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں گئے ان دنوں حضرت حاجی عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد شریف کے جنوبی حجرے میں مقیم تھے اور قالج کی وجہ سے معذور تھے نماز پنجگانہ مسجد میں موہڑے پر بیٹھ کر باجماعت ادا کرتے تھے۔ صوفی صاحب صاحبزادگان کے ہمراہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرے میں زیارت کے لیے گئے حاجی صاحب ”دونوں صاحبزادگان کو بڑی خندہ پیشانی سے ملے پہلے صاحبزادہ سید محمد علی شاہ صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا ”پیر جی! ہم نے صرف صاحبزادہ ہی نہیں بننا۔ اللہ اللہ بھی کرنا ہے بعد ازاں صاحبزادہ سید عثمان علی شاہ صاحب کی جانب متوجہ ہو کر فرمایا (آپ کی عمر اس وقت بارہ تیرہ سال تھی) ”یہ تو بہت بڑا بابا ہے۔ خواجہ عثمان علی شاہ! پیر جی بوجہ بیماری معذور ہوں اور کما حقہ، آپ کی تعظیم بجا نہیں لا سکتا“ پھر خاموش ہو گئے اور کچھ دیر بعد بڑی شفقت سے رخصت فرمایا حضرت صاحب نے اس ملاقات کا ذکر سن کر خوش ہو کر فرمایا ”پیر جی حاجی صاحب نے آپ کو خواجہ بنا دیا ہے۔“

ایک بلی سارنگ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور گنج کرم اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا۔ کہ میں نے دیکھا کہ بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ سرکار باہر تشریف لا رہے ہیں۔ اعلیٰ

حضرت صاحب سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا کہ سارنگ دیکھو کون آرہا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضور بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) تشریف لا رہے ہیں۔ تو آپ فرمانے لگے کہ اچھا زمانے کا غوث آرہا ہے سات زمین اور سات آسمان آپ کے قلم پر ہیں اور آپ جس طرح چاہیں کر سکتے ہیں اور آپ کا حوصلہ بہت بلند ہے۔

جناب شوکت اسلام خان لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے بھائی عبدالرشید خان نے بتایا ”ایک روز میں اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر تھا اور کئی اشخاص بھی مجلس میں موجود تھے تو آپ نے کسی شخص کے استفسار پر فرمایا کہ ”ییلو تمہیں پیر عثمان علی کی شان کا کیا پتہ اگر پیر عثمان علی اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرے تو زمین اور آسمان بھی آپس میں مل سکتے ہیں۔“

بنی (مریدین) حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو چھوٹے بابا جی کہہ کر پکارتے تھے لیکن جب کوئی شخص اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے آپ کو چھوٹے بابا جی کہتا تو آپ فرماتے ”انہیں چھوٹے بابے مت کہا کرو یہ تو بہت بڑے بابے ہیں۔“

بشیر احمد دھوبانگازی آباد والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے سامنے بعض بیلیوں (مریدین) نے اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ آپ پیر عثمان علی شاہ صاحب سے کیوں زیادہ پیار کرتے ہیں تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ ”ییلو میں پیر عثمان علی سے کیوں نہ پیار کروں آپ کی ولادت مبارک ہوئی تو جناب مولیٰ علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ نے مجھے مبارک باد پیش کی اور ایک پگ (پگڑی) بھی تحفہ میں عنایت کی۔“

یہی بشیر احمد دھوبانگازی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر تھا اور پیر امام علی شاہ گجوجے والے بھی موجود تھے کہ اتنے میں قبلہ بابا جی سرکار وہاں سے گزرے تو آپ نے امام علی شاہ صاحب سے فرمایا ”پیر جی یہاں سے کون گزرے ہیں“ آپ نے فرمایا کہ قبلہ بابا جی سرکار (رحمۃ اللہ علیہ) ادھر سے گزرے ہیں اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار نے فرمایا کہ ہمارے پیر عثمان علی کی بہت بڑی

شان ہے یہ دونوں جہانوں کی خبر رکھتے ہیں۔

یہی بشیر احمد بیان کرتے ہیں کہ جناب قبلہ پیر میر طیب علی شاہ صاحب سجادہ نشین فرماتے ہیں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی بہت بڑی شان ہے اور آپ کے مرتبہ کے بزرگ بہت کم پیدا ہوتے ہیں آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ بات ہم اس لئے نہیں کہہ رہے کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ہمارے والد بزرگوار ہیں بلکہ یہ بات مبنی برحقیقت ہے یہ بات آپ نے متعدد مواقع پر فرمائی اور راقم کے سامنے بھی کئی مرتبہ دوسرے کئی مریدین کی موجودگی میں آپ نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں یہی ارشاد فرمایا۔

جناب برکت علی صاحب لالہ زار پارک مغلپورہ لاہور بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک کتاب میں پڑھا کہ اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرپوری سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص رات کو درود خضریٰ (صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد والہ وسلم) پانچ سو مرتبہ پڑھ کر سوئے اسے خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوگی چنانچہ میں نے سوتے وقت درود خضریٰ پڑھنا شروع کر دیا چند روز گزرے تھے کہ مجھے خواب میں اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت نصیب ہوئی اور حضرت "قبلہ بڑے غور سے مجھے دیکھ رہے تھے۔ اس واقعہ کے بعد ایک اور کتاب کے مطالعہ کے دوران حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی فارسی کی یہ نعت نظر سے گزری

ما بسوئے مدینہ روکن ازیں دعا گو سلام برخواں
 بگیرد شاہ شہ مدینہ گرد و بھد تضرع پیام برخواں
 نہ و پیدن ادب طرازی سر ارادت نماک آں کو
 صلوة دائم بروح پاک جناب خیرالانام برخواں
 بشنو زمن صورت مثال نما ز بگزار اندر آں جا
 بلعن خوش سورة محمد تمام اندر قیام برخواں
 بہ باب رحمت گمے گزر کن بہ باب جبریل گمے جبیں سا
 صلوة متی علی نبی گمے بہ باب السلام برخواں

بہ لحن داؤد ہم خواشو بہ نالہ درد آشا جو
 بہ بزم پیغمبرؐ این غزل را ز عبد عاجز نظام برخواں
 اس نعت کے خواص میں پڑھا کہ جو شخص رات کو کم از کم پانچ سو مرتبہ یہ نعت پڑھ کر
 سوئے اسے ایک ہفتہ کے اندر خواب میں زیارت سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم نصیب
 ہوگی چنانچہ میں نے یہ عمل بھی شروع کر دیا ابھی ایک ہفتہ نہ ہوا تھا کہ خواب میں
 حضرت قبلہ بابا جی سرکارؒ کی زیارت نصیب ہوئی آپ میری طرف بڑے غور سے دیکھ
 رہے تھے۔ تب میری سمجھ میں آیا ”العلماء ودرثہ الانبیاء کے مصداق اعلیٰ حضرت
 قبلہ کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اور بابا جی پاک عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نائب
 رسول ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عشاق اور طالبین زیارت کو کبھی اپنی اور
 کبھی اپنے نائبوں کی زیارت پاک سے مستفید فرماتے ہیں جس سے اپنے نائبوں کی اولیٰ
 العظم شان بھی لوگوں میں ظاہر کرنا مقصود ہوتی ہے۔

سینٹھ محمد شفیع صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں روزانہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ
 علیہ کے مزار مبارک پر حاضر ہوتا اور دعا کرتا کہ قبلہ بابا جی سرکار عثمان علی شاہ ابدال بن
 جائیں اس کے بعد ایک مرتبہ وہ اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی
 خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ سینٹھ جی اگر بادشاہ کے بیٹے کو پٹواری لگا دیا
 جائے تو کتنا بڑا ظلم ہے یہ سننے پر سینٹھ شفیع مرحوم کو اپنی دعا یاد آگئی کہ بابا جی قبلہ رحمۃ
 اللہ علیہ کے لیے وہ ابدال بننے کی دعا کرتے تھے حالانکہ آپ کی شان ابدالیت سے بہت
 اونچی تھی اور آپ کی شان اور ابدالیت کا مقابلہ اسی طرح سے تھا کہ بادشاہ کے بیٹے کو
 پٹواری لگا دینا۔ یہ تھی آپ کی اولعزم شان

حاجی شفیق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

ایک دفعہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ غلام رسول چنہہ کے ہاں فارق آباد میں
 دعوت پر مدعو تھے دوران قیام ایک شخص انصاری نے آپ سے بیعت ہونے کی
 درخواست کی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے غلام رسول چنہہ صاحب سے مخاطب
 ہوتے ہوئے فرمایا کہ اسے حضرت کرمانوالہ شریف لے آنا بیعت کریں گے۔ لیکن حالات

نے کچھ ایسا پلٹہ کھایا کہ کبھی غلام رسول اور کبھی چٹھہ صاحب خود فارغ نہ ہوئے حتیٰ کہ انصاری صاحب مرض الموت میں مبتلا ہو گئے اس کی ایک بہن اس کے سرہانے کھڑے ہو کر بین کرنے لگی کہ بھائی تم نے تو حضرت کرمانوالہ شریف بیعت کرنے جانا تھا پہلے ہی چل بے اس نے فوراً اپنی آنکھیں کھولیں اور کہا بہنا دیکھ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ تو میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں یہ کتنا تھا کہ ان کی روح نفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

یہ تھی آپ کی شان کرم نوازی کہ وہ مجبوراً حاضر نہ ہو سکا لیکن آپ نے اسے یاد رکھا اور مرض الموت میں اس کی ادا کی۔

محمد شریف صاحب جو حضرت کرمانوالہ ریلوے اسٹیشن کے انچارج تھے بیان کرتے ہیں کہ عرس کے موقع پر پہلے گاڑیاں کرمانوالہ شریف نہیں رکتی تھیں ۱۹۷۷ء میں اعلیٰ حضرت قبلہ کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر شریف صاحب نے قبلہ باباجی سرکار سے حضرت کرمانوالہ اسٹیشن پر عرس کے موقع پر گاڑیوں کے رکنے کے بارے میں عرض کی آپ نے کوئی توجہ نہ دی انہوں نے بار بار عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ اگلے سال سے انشاء اللہ گاڑیاں ضرور عرس کے موقع پر رک کر جائیں گی۔ جولائی ۱۹۷۸ء میں آپ کا وصال مبارک ہو گیا اور اس کے بعد ہر عرس مبارک پر گاڑیاں رکتی ہیں۔

محترم غفور شاہ صاحب جو کہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کے خاص مریدوں میں سے ہیں اور آج کل مسجد نور کے امام و خطیب ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت کرمانوالہ سرکار رحمۃ اللہ علیہ شہر پتور شریف میں عرس کے موقع پر موجود تھے کہ چند علماء کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے قطب ارشاد کا مطلب معلوم کرنا چاہا آپ نے ان سے فرمایا کہ قطب ارشاد کا مطلب قبلہ باباجی سرکار عثمان علی شاہ صاحب سے معلوم کریں چنانچہ وہ لوگ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور آپ سے قطب ارشاد کے معنی دریافت کئے آپ نے فرمایا کہ قطب ارشاد وہ ہوتا ہے جو اس دیوار (سامنے دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کو چلنے کا کہے تو وہ دیوار چلنے لگے۔ وہ دیوار آپ کے اشارہ کرنے سے چلنے لگی تو آپ نے دیوار سے مخاطب ہو کر کہا کہ میں نے تجھے

چلنے کا حکم نہیں دیا تھا بلکہ میں نے تو مسئلہ سمجھانا تھا یعنی آپ اعلیٰ حضرت قبلہ کے سامنے ہی قطب ارشاد کے مرتبہ پر فائز ہو چکے تھے اللہ اللہ کیا شان تھی آپ کی۔

جناب محمد یوسف پہلوان رنگ محل والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ حج کے لئے تشریف لے جانے لگے تو ہم آپ کو کراچی چھوڑنے گئے وہاں سے واپس آ کر میرے دل میں خیال آیا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے خصوصی فیض ملا ہے اب آپ مدینہ پاک تشریف لے گئے ہیں یقیناً "حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی آپ کو بڑا مرتبہ اور مقام ملے گا۔ یہ سوچنے کے بعد رات کو جب میں (محمد یوسف پہلوان صاحب) سویا تو دیکھا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ آسمان کی بلندیوں میں گھوم رہے ہیں آپ کے سر پر عمامہ ہے اور کاندھے پر رومال رکھا ہوا ہے یہ دیکھ کر انہیں بہت راحت ہوئی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں بتا دیا کہ محسن انسانیت معلم کائنات ہادی دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی انہیں فیض پہنچا کر بلند مرتبہ پر فائز کر دیا ہے۔

غلام محمد صاحب غازی آباد والے فرماتے ہیں کہ ابھی تھوڑا عرصہ پہلے میں سویا ہوا تھا کہ خواب میں اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ مجھے شہر شریف میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے گئے حضرت قبلہ میاں صاحب نے فرمایا غلام محمد میں نے سب کچھ شاہ صاحب کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا ہے قبلہ بابا جی سرکار اس ہستی کے صاحبزادہ اور فرزند رشید ہیں آپ کی شان کا اندازہ تو اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی لگا سکتے ہیں۔

مجدوب کا آپ کی طرف بھیجنا

صوفی محمد اسماعیل صاحب چک نمبر ۴۰ خانوال بیان کرتے ہیں کہ وہ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے بیعت تھے آپ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ انہیں کوئی مشکل پیش آئی ان کے قریب ہی ایک گاؤں میں کوئی مجدوب رہتے تھے علاقہ کے تمام لوگ اپنی مشکلات کے لیے ان کے پاس جاتے اور ان کی دعاؤں سے ان کے بگڑے کام بن جاتے۔ صوفی موصوف بھی اپنی مشکل کے حل کے سلسلہ میں ان مجدوب کے

پاس گئے انہوں نے حسب عادت ان کے لیے بھی دعا کی لیکن ان کا کام نہ ہوا اس کے بعد دو تین مرتبہ پھر ان کے پاس گئے لیکن کام پھر بھی نہ ہوا۔ چوتھی مرتبہ وہ ان کے پاس گئے اور رات کو ان کے پاس ٹھہرے صبح کو انہوں نے حضرت کرمانوالہ شریف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاہ صاحبؒ کے پاس جانے کا کہا کہ ان کا کام وہیں سے ہوگا۔ چنانچہ صوفی صاحب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حضرت کرمانوالہ شریف آئے آپ نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا ”کیا یہاں کسی قسم کی کمی ہے جو تم ادھر ادھر مارے مارے پھرتے ہو۔“ چنانچہ آپ نے ان کے لیے دعا فرمائی اور ان کا کام ہو گیا۔

اب چند اقتسابات خزینہ کرم مولف چوہدری مقبول احمد سے درج کئے جاتے ہیں جس میں آپ کی شان ارفع و اعلیٰ کا بیان ہے۔

جب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کرمانوالہ شریف سے ہجرت فرما کر موجودہ جگہ حضرت کرمانوالہ شریف میں قیام پذیر ہوئے تو لنگر کا انتظام اور زمین کی دیکھ بھال کا اہتمام وغیرہ چھوٹے بابا جی کے سپرد کر دیا آپ نے یہ ذمہ داری احسن طریق سے نبھائی۔

(صفحہ نمبر ۳۲۳)

پیر سید محمد قاسم شاہ خطیب جامع مسجد دربار بری امام رحمۃ اللہ علیہ نور پور شاہاں بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ باتوں باتوں میں میری تنخواہ بحیثیت خطیب دربار بری امامؒ کا ذکر آگیا تو بابا جی سرکار پیر عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا پیر جی! اے تنخواہ تھوڑی اے۔ تو اڈی تنخواہ زیادہ ہونی چاہیدی اے۔ رب کریم نے آپ کے منہ سے نکلی ہوئی بات پوری کر دی۔ اب لنڈن میں میری ایک ماہ کی تنخواہ یہاں کی ایک سال کی تنخواہ کے برابر ہے بلکہ زیادہ ہے اللہ اکبر۔

چھوٹے بابا جی سرکارؒ ایک بار مولوی محمد اکرام مرحوم کے ہمراہ

دربار بری امامؒ پر تشریف لائے۔ مجھے اطلاع نہ تھی۔ بابا جی سرکار نے مجھے بلوا بھیجا۔ مزار پر حاضری کے بعد آپ نے شفقت فرمائی اور ہمارے دارالعلوم اور مسجد میں تشریف لائے اور دعائے خیر فرمائی۔

(صفحہ نمبر ۳۲۶)

اس عاجز (نور احمد مقبول) کو اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زبان فیض ترجمان سے کوئی وظیفہ یا نفل عبادت کرنے کے متعلق کچھ نہ فرمایا تھا۔ حالانکہ میں ۱۹۳۵ء میں پہلی دفعہ کرمونوالہ شریف حاضر ہوا تھا اور پھر پاکستان معرض وجود میں آنے کے بعد ایک دو دفعہ حضرت کرمونوالہ شریف حاضر ہوا۔ جون ۱۹۵۳ء میں حاضر خدمت ہوا اور خواہش تھی کہ حضرت قبلہ سے تنہائی میں عرض کروں۔ موقعہ کی تلاش میں تھا۔ ایک دن بعد از نماز عشاء میں بڑے گیٹ پر کھڑا تھا۔ اندر جانے کی ہمت نہ پڑتی تھی۔ کہ بابا جی پیر سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اچانک وہاں آگئے۔ بابا جی سے عرض مدعا کیا۔ آپ نے فرمایا بے دھڑک اندر چلے جاؤ۔ کہہ دینا عثمان علی شاہؒ نے بھیجا ہے۔ اعلیٰ حضرتؒ چارپائی پر استراحت فرماتے میں نے مٹھی چاہی شروع کر دی۔ آپ نے فرمایا ”بابو جی“ عرض کیا جی حضور۔ آپ نے فرمایا چار نفل تہجد اور ۵۰۰ دفعہ درود خضریٰ پڑھ لیا کرو۔ ڈاک خانہ والوں کو بہت کام ہے۔ تمہارے لیے یہی کچھ کافی ہے سبحان اللہ بابا جی سرکار کی توجہ سے کام بنا۔ حضرت قبلہؒ کے فیضان نظر سے بہت کچھ حاصل ہو رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ انشاء اللہ۔

(صفحہ نمبر ۳۲۷)

آپ متشرع، خلیق اور مریدین کے ہمدرد اور بی خواہ تھے۔ منکسر المزاج اور باوقار شخصیت کے مالک تھے۔ معاملہ فہم اور مدبر تھے۔ افسوس کہ بہت جلد دنیائے فانی سے

دارالبقا کو سدھارے۔

قطعہ تاریخ رحلت پیر عثمان علی شاہ بخاریؒ ماخوذ از مخزن کرم

کرمانوالے پیر کے پر دل نواز
عثمان علی شاہ ذی شان عز و ناز
پے سال رحلت ہاتف نے یوں کہا
ہیں وہ خواجہ وفا غریب نواز

۱۹۷۸ء

مکاشفات

برکت علی صاحب لالہ زار کالونی مغلوپورہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ۱۹۷۲ء میں ریٹائرمنٹ کی ایک سال کی چھٹی پر تھے اتنی لمبی چھٹی تھی اور وہ مست تھے اور ابھی کوئی کام کرنے کا موڈ نہیں تھا ریٹائرمنٹ کے بعد ان کا پنشن کے علاوہ اور کوئی ذریعہ معاش نہ تھا اور ان کا سب سے بڑا لڑکا بھی ابھی زیر تعلیم تھا انہوں نے کاروبار کے بارے میں ابھی کچھ سوچا بھی نہ تھا لیکن قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس روزانہ کوٹھی شریف میں حاضر ہوتے تھے اس طرح دو ماہ گزر گئے ایک دن آپ نے فرمایا! باؤ جی کچھ کام کرنا چاہیے لیکن انہوں نے کوئی خاص توجہ نہ دی ایک مرتبہ پھر آپ نے انہیں کام کے لیے فرمایا تو انہوں نے پھر لیت و لعل سے کام لیا تیسری مرتبہ آپ نے بڑی سختی سے فرمایا تو انہیں سنجیدگی کا احساس ہوا اور انہوں نے ایک دکان کھول لی۔

بات دراصل یہ تھی کہ بھٹو صاحب کے دور حکومت میں سرکاری ملازمین کی ریٹائرمنٹ کی عمر پچپن سال تھی اور اس میں افسران کی خوشنودی سے زیادہ سے زیادہ تین سال کی توسیع ہو سکتی تھی چنانچہ وہ تیسرے سال کی توسیع میں اٹھاون سال کی عمر پر تھے لیکن اندرون خانہ حکومت نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ ریٹائرمنٹ کی عمر اٹھاون سال کر

دی جائے اور کسی کو مزید توسیع نہ دی جائے۔ چنانچہ انہیں بھی گورنمنٹ کی طرف سے یہ اطلاع آگئی کہ انہیں ریٹائر کیا جاتا ہے اور چھٹی ختم کی جاتی ہے اور یہ کہ ان کو اب تنخواہ نہیں ملے گی بلکہ صرف پنشن ملے گی پنشن ان کے گھریلو اخراجات کے لیے ناکافی تھی لیکن وہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے حکم کے مطابق پہلے ہی دکان شروع کر چکے تھے اسی لیے انہیں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا یعنی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے ہی اس فیصلہ کی وجہ سے انہیں کام کرنے کا ارشاد فرمایا تھا اور اس طرح انہیں مالی پریشانی سے بچالیا۔

یہی برکت علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ انہیں ایک نوجوان بلی (مرید) نے بتایا (جس کا نام انہیں یاد نہیں) کہ وہ سلام کے لیے حضرت کرمانوالہ شریف حاضر ہوا اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے فرمایا بیلیا دو تین دن ہوئے ہماری گھوڑی چوری ہو گئی ہے اس کو تلاش کر کے لانا ہے دراصل وہ گھوڑی بہت اچھی نسل کی تھی آپ نے چند روز پہلے ہی خریدی تھی کہ ٹیوب ویل پر بندھی گھوڑی کو چور کھول کر لے گئے وہ نوجوان بڑا حیران و پریشان تھا کہ اس نے گھوڑی دیکھی بھی نہیں ہے اور آپ سرکار نے اس کی تلاش کی ذمہ داری سونپ دی ہے آپ نے صرف اتنا اشارہ دیا کہ میاں چنوں کے علاقہ میں تلاش کرو چنانچہ وہ ایک بس میں سوار ہو کر میاں چنوں کے قریب ایک گاؤں میں اتر گیا کچھ عورتیں پانی بھر رہی تھیں اسے پیاس لگی ہوئی تھی او وہ پانی پینے کے لیے وہاں ٹھہر گیا۔ عورتیں آپس میں باتیں کر رہی تھیں کہ دو تین روز پہلے یہاں ایک نہایت ہی عمدہ گھوڑی چوری ہو کر آئی ہے یہ بات سنتا تھی کہ اس نوجوان کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ ہو نہ ہو یہ گھوڑی بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اصل بات یہ تھی وہاں ایک گھرانہ تھا جو مال مویشی چوری کا دھندہ کرتا تھا وہ نوجوان پانی پی کر گاؤں چلا گیا اور کھوج لگانے لگا اور بعد میں پہچانت اکھٹی کر لی کہ یہاں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ کی گھوڑی چوری ہو کر آئی ہے پہچانت نے اپنے طور پر تفتیش کی اور اس نتیجہ پر پہنچی کہ گھوڑی واقعی بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اور انہوں نے وہ گھوڑی اس نوجوان کو دلا دی اور وہ نوجوان اس پر سوار ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو گھوڑی پیش کر دی۔ یہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ کا تصرف ہی تھا کہ اس

نوجوان کو گھوڑی کے پاس خود ہی پہنچا دیا اور اسے گھوڑی واپس لانے کا اعزاز حاصل ہوا۔

یہی برکت علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک نوجوان بیلی (مرید) جس کا نام انہیں یاد نہیں نے انہیں بتایا کہ وہ اپنے ماں باپ کا اکیلا بیٹا ہے اور کافی رقبہ کا مالک ہے اس کی والدہ کو اس کی شادی کی بہت فکر تھی لیکن کوئی لڑکی پسند نہ آتی تھی ایک دن قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے دریافت کیا کہ بیٹا شادی کب کر رہے ہو اس نوجوان نے عرض کی کہ رشتے تو بہت ہیں لیکن اس کی والدہ صاحبہ کو کوئی لڑکی پسند نہیں آتی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ پرانے رشتہ داروں جن سے ملنا جلنا ترک کیا ہوا ہے ان میں رشتے کے لیے لڑکی تلاش کی جائے چنانچہ اس نوجوان نے اپنی والدہ سے آپ کا حکم عرض کیا اور وہ اگلے ہی روز ان رشتہ داروں کے ہاں پہنچ گئی اور وہاں انہیں اپنی پسند کی لڑکی مل گئی اور رشتہ بھی طے ہو گیا اس نوجوان نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو یہ خوشخبری سنائی اور آپ خود بنفس نفیس راستہ بہت کٹھن ہونے کے باوجود اس کے گھر تشریف لے گئے اس کی والدہ کو مبارک باد دی اور اسے سلامی سے نوازا یہ تھی آپ کی نگاہ کرم ایک طرف اس نوجوان کی شادی کا بندوبست فرمایا اور دوسری طرف پرانے ٹوٹے ہوئے رشتے جوڑ دیے۔

سارنگ صاحب ساکن چک نمبر ۴۱۹ تاندلیاں والہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے اپنے ساتھ چک نمبر ای بی ۷۵ عارف والہ چلنے کو کہا انہوں نے عذر کیا کہ گھر سے دور ہو جاؤں گا اور گاؤں جانا مشکل ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا جو بیلی (مرید) میرے پاس رہتا ہے ان کے گھروں کی نمکبانی کرنا میری ذمہ داری ہے اور روزانہ تمہارے گھروں کی نگرانی کرنے کے لیے تین مرتبہ جاتا ہوں اور ساتھ ہی سارنگ صاحب کو ان کے گھر کے مال مویشی ٹھیک ٹھیک گنوادے کہ اتنے بیل۔ اتنے گھوڑے اور اتنی بھینسیں ہیں حالانکہ ظاہری طور پر آپ ان کے گھر کبھی نہیں گئے تھے۔

حاجی شفیق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ چک کھڑالہ ولٹویا پتو کی گئے وہاں پر ایک بیلی شیر محمد نے بیان کیا کہ وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے مل کر واپس آیا تو اس نے دل میں خیال کیا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اسے پہچانتے نہیں اس نے سوچا

کہ اگر یہ دنیا میں ہی نہیں پہچانتے تو آگے جا کر آخرت میں ہمیں کیا پہچانیں گے اور ہماری شفاعت کیسے کریں گے کچھ دن بعد وہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں دوبارہ حاضر ہوا آپ اس وقت وہاں موجود نہ تھے تھوڑی دیر بعد آپ تشریف لائے تو سیدھے اس کے پاس ہی آئے اور فرمایا کہ تیرا نام شیر محمد ہے اور ذات کا کھمار ہے اور تونے کالے رنگ کا ایک گدھا بھی رکھا ہوا ہے یہ بات سن کر وہ آپ کے قدموں میں گر گیا کہ آپ تو نہ صرف مجھے بلکہ میرے جانوروں تک کو جانتے ہیں اور اس نے اپنے خیال بد سے توبہ کی کہ ”پیرا سے پہچانتے نہیں۔“

جناب غلام باری صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ایک رات قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لائے وہ اور ان کا بھانجا آپ کی خدمت عالیہ میں بیٹھے ہوئے تھے کچھ دیر بعد آپ نے ان کے بھانجے کے متعلق کہا کہ وہ اٹھ کر چلا جائے لیکن وہ وہیں آپ کے پاس بیٹھے رہنے کی ضد کرنے لگا لیکن ان کے (غلام باری صاحب کے) سمجھانے پر چلا گیا دوسرے روز غلام باری صاحب کا بھانجا حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربار عالیہ پر سلام عرض کرنے گیا واپسی پر اس کے سینے میں ٹانگے کا بم لگا اسے گنگا رام ہسپتال لے جایا گیا لیکن وہ جانبر نہ ہو سکا تب معلوم ہوا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ رات کو خواب میں اس کی اجل کا پیغام دے رہے تھے یعنی اپنی مجلس سے رخصت کرنا اس کو دنیا کی محفل سے رخصت کرنا تھا۔

خوشی محمد بانگا صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے ۱۹۵۸ء میں میٹرک کا امتحان دیا ہوا تھا اور رات کو میرا رزلٹ نکلنا تھا میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا جب آپ سو گئے تو میں چپکے سے اٹھا اور جوتا بھی نہ پہنا مبادا آپ اٹھ جائیں اور آپ کی نیند میں خلل واقع ہو میں ابھی چند قدم بھی نہ چلا تھا کہ آپ اٹھ کر بیٹھ گئے اور مجھے آواز دی اور دریافت کیا کہ میں کہاں جا رہا ہوں میں نے عرض کی کہ میں اپنا میٹرک کا رزلٹ دیکھنے اوکاڑہ جا رہا ہوں۔ آپ نے مجھے رات میں وہاں جانے سے منع کیا اور سونے کے لیے میری سب سے سو گیا تو خواب میں دیکھا کہ آپ نے اپنے ہاتھ میں اخبار پکڑا ہوا ہے آپ نے مجھ سے میرا رول نمبر دریافت کیا اور میرے رول نمبر

بتانے پر آپ نے اخبار دیکھ کر فرمایا کہ تمہارا رول نمبر اخبار میں نہیں ہے اس لیے فیل ہو۔ صبح ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ بھئی رزلٹ کا پتہ کر آؤ تو میں نے عرض کی حضور اب رزلٹ کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں نے رات اپنا رزلٹ دیکھ لیا ہے بہر حال اخبار دیکھنے پر معلوم ہوا کہ میں واقعی فیل تھا۔ میں فیل ہونے پر بہت افسردہ تھا قبلہ بابا جی سرکارؒ نے فرمایا کہ رزق فیل پاس ہونے میں نہیں ہوتا کل میرے ساتھ لاہور چلنا میں تجھے ملازم کرا دوں گا چنانچہ دوسرے روز میں آپ کے ساتھ لاہور گیا اور آپ نے مجھے واپڈا میں ملازم کرا دیا اور اب میں لاہور ہی میں سروس کے پنتیس (۳۵) سال مکمل کر کے ریٹائر ہو چکا ہوں۔

یہی خوشی محمد صاحب جو کہ کافی عرصہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں رہے بیان کرتے ہیں ایک دن گرمیوں کے موسم میں نماز مغرب کے بعد آپ ٹریکٹر پر ۲۳ چک جانے لگے تو مجھے فرمایا کہ ایک لائٹی ساتھ لے لو۔ میں نے لائٹی لے جانے کے بارے میں عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ راستہ میں اس کی ضرورت پیش آئے گی۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ ایک بڑا اژدھا راستہ میں کھڑا تھا آپ خود ہی ٹریکٹر چلا رہے تھے آپ نے ٹریکٹر ایک طرف کھڑا کیا اور اس اژدھا پر اس لائٹی سے دو زور دار وار کر کے اس کو ختم کر دیا تب مجھے لائٹی ساتھ لانے کی حکمت معلوم ہوئی۔

احسان الحق قریشی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کا انتقال نوے سال کی عمر میں ۱۳ اگست ۱۹۷۰ء کو ہوا یہ شدید بارشوں کا زمانہ تھا اور ان کی والدہ کے انتقال کے روز بھی بارش خوب زور سے ہو رہی تھی اور رکنے کا نام نہ لیتی تھی۔ وہ (احسان الحق قریشی صاحب) گھر میں اکیلے ہونے اور دوسرے بارش کی وجہ سے کسی کو اپنی والدہ کے انتقال کی اطلاع نہ دے سکے۔ ان کی یہی دعا تھی کہ بارش رک جائے جنازہ تیار ہوا تو بارش رک گئی کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اپنے چند بیٹیوں کو لے کر خود ہی ان کے پاس پہنچ گئے حالانکہ انہوں نے آپ کو بھی اطلاع نہ دی تھی آپ نے آتے ہی ان سے دریافت کیا کہ جنازہ تیار ہے اثبات میں جواب دینے پر آپ نے جنازہ لے کر چلنے کا حکم دیا اور قبرستان جا کر آپ نے ایک بلی کو نماز جنازہ پڑھانے کا حکم دیا۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خود آگاہی۔ کرم نوازی اور

فیض عام رہا ہے۔

شوکت صاحب کرمانوالے ٹریکٹر والے بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ شرتپور شریف کسی کام سے گیا لیکن وہاں جا کر میرا کام میں بالکل دل نہ لگا اور کام ادھورا چھوڑ کر لاہور واپس آ گیا۔ لاہور چوگٹی کے قریب آیا تو مجھے خیال آیا کہ میں ابھی گھر جا کر کیا کروں گا اور میں نے حضرت کرمانوالہ ہاؤس گڑھی شاہو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جانے کا ارادہ کر لیا وہاں پہنچا تو دیکھا کہ باباجی سرکار کا ایک درویش نور جمال کوٹھی کے گیٹ پر کھڑا ہے میں نے اس سے باہر کھڑے ہونے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ فرما کر گئے ہیں کہ شوکت آ رہا ہے اس سے کوئی ضروری کام ہے اسے جانے نہ دینا۔ یہ تھا آپ کا تصرف کہ آپ نے مجھے شرتپور شریف سے فوراً بلا لیا۔

بشیر احمد (دھوبا) غازی آباد لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ میرے بڑے بھائی فقیر محمد صاحب پرچون کی دکان کرتے تھے اور کبھی کبھی میں بھی اس دکان پر بیٹھ جاتا تھا۔ یہ ۱۹۵۰ء کا واقعہ ہے کہ میرے بھائی کی دکان سے چالیس روپے چوری ہو گئے بڑے بھائی اور میرے والد صاحب اس رقم کی چوری کا مجھ پر شک کرنے لگے میں بہت پریشان تھا کہ اتنے میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ مسجد نور میں تشریف لائے اور مجھے طلب کیا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے پریشان دیکھ کر خود ہی پوچھ لیا کہ وہ پیسوں کی چوری کا کیا قصہ ہے میں نے عرض کی کہ حضور چوری تو میرے ذمہ لگ گئی ہے آپ نے فرمایا کہ چور نے تو اس رقم سے اپنے مویشیوں کے لیے چارہ بھی خرید لیا ہے بہر حال آپ نے مجھے تسلی دی کہ تمہارے والد اور بڑے بھائی کو جلد ہی چوری کے متعلق معلوم ہو جائے گا اور آپ مسجد نور سے چلے گئے۔ چنانچہ میں جب نماز مغرب کے بعد گھر گیا تو میرے والد مجھ سے فرمانے لگے کہ چوری کا معلوم ہو گیا ہے۔ دراصل ہمارے پڑوس میں ایک زمیندار تھا اس نے میرے بھائی کی دکان سے چالیس روپے چرائے تھے اور اس رقم سے اس نے اپنے مویشیوں کے لیے چارہ وغیرہ بھی خرید لیا تھا۔ اس طرح آپ نے اپنے مرید کی مدد فرمائی کیونکہ عام حالات میں چوری کا پتہ لگانا مشکل تھا لیکن آپ نے نظر کرم فرمائی اور چوری کا پتہ لگ گیا۔

محمد یوسف صاحب بورے والہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ انہیں اپنے چند احباب کی معیت میں تونسہ شریف خواجہ سلیمان تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے عرس میں حاضری نصیب ہوئی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بھی عرس کی تقریبات میں شامل تھے عرس شریف سے فارغ ہو کر میرے احباب نے لاہور جانے کی خواہش کا اظہار کیا میں (محمد یوسف) قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت لینے کے لئے حاضر ہوا ہمارے پاس سواری کا انتظام بھی نہیں تھا اور ان دنوں ٹرانسپورٹ کا مسئلہ بہت گھمبیر تھا اس لیے میرا خیال تھا کہ آپ لاہور جانے کے لیے سواری کا انتظام بھی فرمادیں گے۔ آپ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا کہ کیا بات ہے میں نے عرض کی حضور اجازت کے لیے حاضر ہوا ہوں بس یہ کہنے کی دیر تھی حضور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے میرے دل کا چور پکڑ لیا اور فرمانے لگے کہ محمد یوسف کیا آپ لوگوں نے لاہور نہیں جانا میرے دل کی بات آپ کی زبان مبارک پر آنے پر میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی حضرت قبلہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی فراست ایمانی سے میرے دل کی چھپی بات کو جان لیا اور فوراً "ایک خادم کو بلا لیا کہ ان کو بھی اپنے ساتھ لاہور لے جانا حضور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمانا تھا کہ ہمارا کام بن گیا (حدیث شریف میں حضور نبی کریم علیہ التیمۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: اتقوا فراستہ المومن فانہ ینظر بنور اللہ یعنی مومن کی فراست سے بچو کہ وہ اللہ کریم کے نور سے دیکھتا ہے۔ ولی اللہ کی نظر مریدوں کے دلوں پر بھی ہوئی ہے اسی لیے عارف رومی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

بندگان خاص علام العیوب
واحذروہم ہم جواسیس القلوب

یعنی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے پوشیدہ بھیدوں کو جاننے والے ہیں اور اے انسان تو ان سے ڈرنا رہ اس لیے کہ یہ دلوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

کرامات

قتل کی سزا سے بچ جانا

سارنگ صاحب ساکن چک نمبر ۳۱۹ تاند لیا نوالہ بیان کرتے ہیں کہ طور نامی ان کا ہمسایہ قتل کے کیس میں گرفتار تھا اور اس کی ضمانت منسوخ ہو چکی تھی طور صاحب کا خاندان وہابی عقائد کا مالک تھا لیکن پھر بھی اس نے سارنگ صاحب سے درخواست کی کہ اپنے پیر صاحب سے ان کی ضمانتوں کے لیے دعا کرائیں اور انہوں نے اپنا ایک آدمی ان کے ساتھ حضرت کرمانوالہ شریف روانہ کیا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس وقت چک ۳۶ پاکپتن شریف میں تشریف رکھتے تھے چنانچہ سارنگ صاحب ان کے آدمی کو لے کر چک نمبر ۳۶ میں ہی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے ضمانتوں کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا اللہ کریم ان کی ضمانت کر دیں گے اگر سیشن کورٹ سے نہ ہو تو ہائی کورٹ ان کی ضمانتیں لے لے گی۔ کیس سیشن کورٹ میں زیر سماعت تھا جج صاحب نے دلائل سننے کے بعد ان کی ضمانت لے لی اور بعد میں قتل سے بری بھی کر دیا اور مقدمہ خارج کر دیا۔ یہ سب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

عنایت ورک اور اس کے دیگر رشتہ دار ای۔ بی ۵۲ عارف والہ کے بگا جوئیہ کے قتل کے سلسلہ میں گرفتار تھے ہائی کورٹ میں تاریخ سے ایک دن پہلے عنایت ورک کا والد سخی ورک قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور آپ سے دعا کے لیے عرض کی آپ نے فرمایا کل انشاء اللہ ۳۰-۲ بجے دوپہر اللہ تعالیٰ تمہیں بری کر دے گا۔

اگلے دن بحث شروع ہوئی طرفین کے وکلاء زور شور سے بحث کر رہے تھے اور ابھی بحث جاری تھی کہ عین ۳۰-۲ دوپہر جج صاحب نے ڈیسک بجایا اور فیصلہ سنا دیا کہ ملزمان کو قتل سے بری کیا جاتا ہے اور ان کے خلاف مقدمہ خارج کیا جاتا ہے۔ آپ کی دعا کی بدولت ملزمان قتل کی سزا سے بچ گئے۔

بشیر ورک اور ان کے تین بھائی ایک اور قتل کیس میں گرفتار تھے اور ہائی کورٹ

میں تاریخ تھی ان کی والدہ آپ کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ حضورؐ آپ سے اپنے بیٹوں کی جان کی خیرات مانگنے آئی ہوں آپ نظر کرم فرمائیں آپ نے اس سے ہائی کورٹ میں کیس کے بارے میں دریافت کیا تو ان کی والدہ نے عرض کیا کہ وکیل کہتے ہیں کہ دو لڑکے بری ہو جائیں گے اور دو لڑکوں کو پھانسی ہو جائے گی۔ آپ نے فرمایا دو لڑکے وکیل چھڑالیں گے تو دو لڑکے ہم اپنے رب کریم سے چھڑوالیں گے اور ہمارے چھڑائے ہوئے وکیل کے چھڑائے ہوؤں سے پہلے آئیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا مائی صاحبہ کے وہ دو بیٹے جن کے بارے میں وکلاء حضرات نے کہا تھا کہ رہا ہو جائیں گے وہ دوبار میں نام کی غلطی کی وجہ سے ایک دن بعد رہا ہوئے جبکہ باقی دو لڑکے جن کے بارے میں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا کہ ہم رب کریم سے بری کروالیں گے وہ اسی دن رہا ہو گئے آپ کا قول سچا ثابت ہوا کہ ہمارے بری کروائے ہوئے پہلے آئیں گے اور وکلاء کے بری کرائے ہوئے بعد میں۔

خوشی محمد بانگا صاحب ساکن چک نمبر ۲۴ نزد حضرت کرمانوالہ شریف فرماتے ہیں کہ میرے ماموں زاد بھائی حجرہ شاہ مقیم سے دس کلو میٹر ایک گاؤں میں زمین پر مزارع تھے مالک اراضی نے قبضہ لینے کے لیے دیپالپور سے ایک بد معاش کو بلایا اور اسے لالچ دے کر زبردستی زمین کا قبضہ لینے کے لیے کہا۔ اس بد معاش نے چند اور آدمی لے کر میرے ماموں اور ان کے بیٹوں کے ساتھ غنڈہ گردی شروع کر دی جھگڑا بڑھ گیا اور ایک بد معاش مارا گیا۔ میرے ماموں زاد بھائی نے مجھے لاہور اطلاع دی تو میں حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے تمام واقعہ بیان کیا آپ نے مجھے کچھ دیر رکنے کو کہا اور کچھ دیر بعد آپ نے مجھے واقعہ دوبارہ سنانے کو کہا میرے دو بارہ واقعہ سنانے پر آپ نے فرمایا کہ مقتول بد معاش نے بھی دو قتل کئے ہوئے ہیں میں نے اس بارے میں اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ ساہیوال جاؤ اور وہاں کوئی مشہور وکیل اپنے مقدمہ کے لیے کرو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں گے میں نے عرض کی کہ حضورؐ ضمانتوں کے لیے درخواست دے دوں تو آپ نے فرمایا کہ ضمانتوں کی ضرورت نہیں انشاء اللہ جلد ہی فیصلہ ہو جائے گا۔ چھ ماہ کے بعد مقدمہ سیشن کورٹ میں پیش ہوا تو اللہ کریم نے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے تینوں لڑکوں کو بری کر دیا۔ بری

ہونے کے بعد گورنمنٹ کی طرف سے فیصلہ کے خلاف اپیل ہائی کورٹ میں کر دی گئی میں نے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے پھر عرض کی تو آپ نے فرمایا کہ کوئی اچھا وکیل کر لیں اور آپ نے دو وکیلوں کے نام بھی بتائے میں نے عرض کی یہ تو بہت بڑے وکیل ہیں ہم تو ان کی فیس بھی ادا نہیں کر سکیں گے آپ نے فرمایا کوشش کریں کم پیسوں میں ہی کام ہو جائے گا آپ کی دعا سے ہمیں ایک ایسا شخص مل گیا جو ان میں سے ایک وکیل کا بہت دوست تھا وہ ہمیں اپنی گاڑی میں بٹھا کر اس وکیل کے پاس لے گیا راستہ میں اس نے ہم سے پوچھا کہ آپ کتنے پیسے لے کر آئے ہیں ہم نے عرض کی ہمارے پاس پانچ ہزار روپے ہیں اس نے کہا کہ اتنے پیسوں میں تو وہ وکیل نہیں ہوگا۔ ہم نے انہیں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ کے بارے میں بتایا اس نے وکیل صاحب کے پاس پہنچ کر ہم سے پانچ ہزار لے کر اسے دے دیا اور کہا کہ یہ میرا اپنا کیس ہے اور یہ پانچ ہزار روپیہ آپ کی گاڑی کے پٹرول کا خرچہ ہے چنانچہ ہائی کورٹ میں دس روز متواتر بحث کے بعد تینوں بھائی وہاں سے بھی بری ہو گئے یہ محض بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کا نتیجہ تھا کہ قتل کے ملزم بری ہو گئے۔

شرفاء کے ساتھ دیگر افراد کا بھی بری ہو جانا

جناب شوکت صاحب کرمانوالہ ٹریکٹر والے بیان فرماتے ہیں کہ غلام مصطفیٰ کھر صاحب وزیر اعلیٰ کے دور اقتدار میں بد معاشوں کی فہرستیں تیار ہوئیں تو کسی نے دشمنی سے ان کے والد بزرگوار کا نام بھی ان فہرستوں میں شامل کروا دیا اور اس طرح ان کے والد کو بھی گرفتار کر لیا گیا یہ تھانے گئے لیکن والد صاحب کی رہائی کی کوئی صورت نہ بنی۔ پریشانی کے عالم میں اپنے ایک دوست اور پیر بھائی چوہدری سردار صاحب کے گھر گیا اور دل میں خیال آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بھی لاہور میں موجود ہوتے تاکہ ان سے دعا کر کے رہائی مل جاتی (قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس وقت حضرت کرمانوالہ شریف میں تھے) لیکن تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ چوہدری سردار کے گھر ہی تشریف لے آئے اور مجھے پریشان دیکھ کر وجہ پوچھی اس دوران شوکت صاحب کو اطلاع ملی کہ ان کا نام بھی اس فہرست میں شامل

کر لیا گیا ہے اور یہ کہ وہ خود بھی گرفتاری سے بچنے کے لیے ادھر ادھر ہو جائیں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں رب کریم خیر کریں گے اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ انہیں اپنے ساتھ ہی اپنی کوٹھی شریف حضرت کرمانوالہ ہاؤس لے گئے اور رات وہیں بسر کرنے کا فرمایا۔ صبح آپ نے انہیں اپنے والد کی بیرونی کے لیے پکھری جانے کے لئے فرمایا۔ ڈپٹی کمشنر کے پاس تمام حضرات کو پیش کیا گیا اور اس نے تمام افراد کی رہائی کا حکم دے دیا اس طرح آپ کی دعا کی بدولت نہ صرف شرفاء بلکہ دیگر افراد بھی رہائی پا گئے۔

مارشل لاء میں مقدمہ سے بری ہو جانا

حکیم مولا بخش صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے گاؤں میں دو فریقین کا آپس میں جھگڑا چل رہا تھا ایک فریق ہمارے گاؤں میں اور دوسرے ایک میل کے فاصلہ پر رہتے ہیں۔ ہمارے گاؤں والوں پر 4-30-1978 کو پولیس نے اذان کے وقت چھاپا مارا اور ہمارے گھر سے ایک راتقل برآمد ہوئی گھر میں موجود مقصود احمد کو کوئی پتہ نہ تھا مقصود احمد نے کہا کہ یہ راتقل میری نہیں ہے کیونکہ مقصود احمد کو راتقل کا پتہ ہی نہ تھا ہمسایہ پارٹی نے مقصود احمد کے پاس پھینک دی تھی۔ مقدمہ مارشل لاء میں چلا گیا۔ میرا لڑکا نیاز احمد حضرت صاحب کے دربار سے ہو کر چک نمبر ۳۶ ایس بی پاکپتن پہنچا جہاں حضرت سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرماتے حضرت عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو سب واقعہ سنایا کہ مقصود احمد بے گناہ ہے آپ دعا کریں کہ بری ہو جائے صاحبزادہ پیر عثمان علی شاہ بخاری چک نمبر ۳۶ میں زمین ہموار کر رہے تھے۔ حضرت سید پیر عثمان علی شاہ بخاری نے فرمایا کہ مقصود احمد بری ہو جائے گا فکر نہ کریں اور نیاز احمد کو رخصت دے دی مورخہ ۲۳ مئی ۱۹۷۸ء کو پہلے ٹائم میں مارشل لاء والوں نے مقصود احمد کو بری کر دیا۔ اگرچہ گواہ بھی ٹھیک ٹھاک تھے لیکن مقصود احمد بے گناہ تھا اس لئے صاحبزادہ پیر عثمان علی شاہ بخاری کی کرم نوازی سے بری ہو گیا۔

تیرہ سال سے رکی ہوئی روحانی منزل مل گئی۔

حاجی شفیق صاحب نعت خواں حضرت کرمانوالہ شریف بیان کرتے ہیں کہ مستری عبدالستار صاحب رینالہ خورد والے اپنے بیٹے کی شادی میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کرنے کے لیے آئے تو آپ نے شادی میں شرکت سے معذوری ظاہر کی کیونکہ اس دن آپ نے کسی اور جگہ جانا تھا لیکن آپ نے فرمایا کہ شادی سے ایک دن پہلے میں نے لاہور جانا ہے اس لیے آپ کے پاس ہو کر جائیں گے اور ناشتہ وغیرہ بھی وہیں کریں گے۔ مستری عبدالستار صاحب کے جناب قبلہ حضور صاحب "رینالہ خورد والوں سے بھی تعلقات تھے انہوں نے اس دن حضور صاحب" کے صاحبزادہ صاحب کو بھی مدعو کیا اور وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی آمد کاسن کر ان کی دعوت میں شرکت کے لیے تیار ہو گئے چنانچہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ مقررہ دن حسب وعدہ وہاں پہنچ گئے آپ ناشتہ فرما رہے تھے کہ قبلہ حضور صاحب" کے صاحبزادہ صاحب بھی تشریف لے آئے اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے اسرار پر ناشتہ میں شامل ہو گئے اور صرف تین گھونٹ بوتل کے اور تین نوالے کھانے کے نوش فرمائے لیکن قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی معیت میں کھانے سے ان کی تیرہ سال سے رکی ہوئی روحانی منزل حاصل ہو گئی چنانچہ آپ نے ناشتہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا کہ میری تیرہ سال سے رکی منزل آج حضور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی نگاہ کرم سے حاصل ہو گئی ہے۔

بیماری سے شفا

محمد اسحاق صاحب آپ کے ایک درویش بیان کرتے ہیں کہ ان کا بھائی سخت بیمار ہو گیا اور بیماری کی وجہ سے اس کے سر اور جسم کے بال اتر گئے اور شکل بھی عجیب ہو گئی۔ ڈاکٹروں اور حکیموں سے بہت علاج کرایا کوئی افادہ نہ ہوا اور ڈاکٹروں نے جواب دے دیا۔ اس کے رشتہ دار اس کے بھائی کو لے کر اس کے پاس حضرت کرمانوالہ شریف لے آئے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کہیں باہر گئے ہوئے تھے دو تین روز کے بعد آپ تشریف لائے تو محمد اسحاق نے اپنے بیمار بھائی کو آپ کی خدمت میں پیش کیا آپ نے فرمایا رب کریم خیر کر دیں گے چنانچہ چند ہی دن میں اس کا بیمار بھائی بغیر کسی علاج کے

آپ کی دعا سے شفا یاب ہو گیا۔

سارنگ صاحب چک نمبر ۳۱۹ تاندلیا نوالہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی بیوی کو بخار رہتا تھا وہ اس کو ٹائیفائیڈ سمجھتے رہے حالانکہ ان کی بیوی کو ٹی بی تھی۔ ایک مرتبہ وہ شرق پور شریف عرس کے موقع پر حاضر ہوئے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے آپ سے بیوی کی بیماری کے متعلق عرض کی تو آپ نے دعا فرمائی اور ساتھ ہی فرمایا تمہاری بیوی کو ٹی بی ہے اس کے لئے دوائی لکھا کر لے جانا اللہ تعالیٰ شفا عطا فرمائیں گے وہ واپس گھر پہنچے تو گھر میں صفائی وغیرہ ہوئی تھی انہوں نے اپنی بیوی سے دریافت کیا کہ تم تو بیمار تھیں یہ صفائی کیسے ہو گئی اس نے کہا کہ تم شرق پور شریف عرس پر گئے اس کے بعد میں بالکل ٹھیک ہو گئی یعنی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے وہ بالکل شفا یاب ہو چکی تھی۔

بیماری سے شفا

خوشی محمد بانگا لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ کو السر تھا آرام نہیں آ رہا تھا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کے لیے عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ڈاکٹر بشیر احمد سے علاج کرائیں اس کے علاج سے کچھ افادہ ہوا لیکن وہ ڈاکٹر کراچی چلا گیا اور مرض میں پھر شدت آگئی خوشی محمد صاحب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پھر حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا کہ ڈاکٹر کراچی چلا گیا ہے اور مرض میں شدت آگئی ہے آپ نے فرمایا کہ دوائی چھوڑ دیں رب کریم شفا دیں گے چنانچہ انہوں نے دوائی ترک کر دی اور کچھ ہی دن کے بعد قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ان کی والدہ کو مکمل شفا نصیب فرمائی۔

مسوں کا ٹھیک ہو جانا

ایک مرتبہ آپ ہاکپتن شریف چک نمبر ۳۶ ایس پی آئے ہوئے تھے راقم الحروف کو معلوم ہوا تو چند دوستوں کے ہمراہ آپ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ ان دنوں راقم کے چہرے پر جگہ جگہ موکے نکل آتے تھے موکے ایک جگہ سے کٹواتا تو دوسری جگہ نکل

آتا اور یہ سلسلہ جاری رہتا جس کی وجہ سے چہرہ بھی بد نما ہوتا جا رہا تھا چنانچہ آپ کی زیارت کا ارادہ کیا تو یہ بھی خیال تھا کہ موکے ختم ہونے کے لیے بھی دعا کرائیں گے لیکن وہاں جا کر اس بارے میں دعا کرانا یاد ہی نہ رہا اور واپسی پر راقم نے اپنے دوستوں سے کہا کہ بابا جی پاک سے موکوں کے بارے میں دعا کرانی یاد نہیں رہی لیکن کیونکہ میں آپ کے پاس اس ارادے سے گیا تھا اس لیے میں نے دوستوں سے کہا کہ بابا جی پاک خود ہی کرم نوازی کر دیں گے۔ میری حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی جب چند دن بعد موکے ایک ایک کر کے خود ہی جھڑ گئے اور آج تک کوئی موکہ دوبارہ نہ نکلا یہ ہے آپ کی شان بے نیازی کہ آپ بغیر مانگے مریدوں کے احوال سے باخبر ہوتے ہیں اور ان کی دیکھیری فرماتے ہیں۔

بیماری سے شفا

قاری عابد سلطان صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت پر معمور تھا ایک دن ان کو گاؤں سے اطلاع آئی کہ ان کی بیوی سخت بیمار ہے وہ اپنے گاؤں جانے کے لیے اجازت لینے بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں فرمایا کہ آج گاؤں نہ جائیں بلکہ اگلے روز چلے جائیں اگلے روز جب وہ گاؤں پہنچے تو ان کی بیوی بالکل تندرست تھی دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ رات خواب میں کوئی بزرگ تشریف لائے تھے انہوں نے پیار سے اپنا دست شفقت ان کی بیوی پر پھیرا تو وہ اسی وقت تندرست و توانا ہو گئی یعنی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں جا کر ان کی بیوی کو تندرستی عطا کی۔

مولانا عبدالغفور صاحب جامعہ فاروقیہ گھوڑے شاہ والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ایک عزیز کی بیوی سخت بیمار تھی بہت علاج کرایا لیکن ڈاکٹری علاج سے کوئی افاقہ نہ ہوا اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے مجھ سے بیوی کی بیماری کا ذکر کیا میں انہیں لے کر کوٹھی شریف حضرت کرمانوالہ ہاؤس گڑھی شاہو حاضر ہوا اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا مولوی جی رب کریم خیر کر دیں گے اور آپ نے کھوی کے استعمال کا حکم دیا چنانچہ کھوی کے چند دن کے استعمال سے ہی میری بیوی

بالکل ٹھیک ہو گئی حالانکہ اس سے پہلے ڈاکٹری علاج پر کثیر رقم خرچ ہو چکی تھی۔
 محمد شریف بہاولنگر والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی آواز بند ہو گئی بہت علاج کرایا
 مگر کوئی افادہ نہ ہوا ڈاکٹر حضرات گلے کا آپریشن تجویز کرتے تھے جس کی وجہ سے وہ بہت
 پریشان تھے۔ اس دوران قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس تشریف لائے سیٹھ
 محمد شفیق لاہور والے بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ سیٹھ صاحب نے ان کے گلے کے ٹھیک
 ہونے کے لئے دعا کی درخواست کی جس پر قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”خیر
 ہو جائے گی“ آپ وہاں کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد تشریف لے گئے دو تین روز بعد ان کا گلہ
 خود بخود ٹھیک ہو گیا حالانکہ ڈاکٹر حضرات گلے کا آپریشن تجویز فرما رہے تھے۔

آپ کے ایک خادم محمد علی جنہیں آپ پیار سے نکو ڈاکٹر فرمایا کرتے تھے بیان کرتے
 ہیں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بیماری کی وجہ سے ہسپتال میں داخل تھے آپ کے
 ساتھ والے کمرے میں ایک مریض تھا جس کو ہڈیوں کی ٹی بی تھی جس کی وجہ سے وہ چلنے
 پھرنے سے بھی معذور تھا۔ اس کو آپ کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے اپنی بیوی کو
 دعا کے لیے آپ کے پاس بھیجا آپ نے اس کی بیوی کی درخواست پر اس شخص کے لیے
 دعا فرمائی محمد علی صاحب کہتے ہیں کہ تین چار روز بعد انہوں نے اس بیمار شخص کو
 برآمدے میں ٹھلٹے ہوئے دیکھا۔ آپ کی دعا کی برکت سے وہ صحت یاب ہو رہا تھا اور
 چند دن بعد مکمل صحت یاب ہو کر ہسپتال سے اپنے گھر چلا گیا۔

یہی محمد علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ آپ کے ہسپتال میں قیام کے دوران ہی ایک
 عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اس کے ساتھ اس کی چودہ پندرہ سالہ بیٹی تھی بچی
 کے پیٹ میں رسولی تھی اور اس کا کچھ دیر بعد آپریشن ہونے والا تھا اس عورت نے اپنی
 بچی کی صحت کے لیے دعا کی درخواست کی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے تین مرتبہ
 فرمایا ”رب کریم خیر کر دیں گے“ وہ عورت بچی کو لے کر چلی گئی۔ کچھ دیر بعد اس بچی کو
 آپریشن تھپڑ لے جایا گیا تو بچی کے پیٹ میں رسولی کا نام و نشان بھی نہ تھا ڈاکٹر حضرات
 بھی حیران و پریشان تھے کہ آخر ایکس رے میں دکھائی دینے والی اتنی بڑی رسولی کہاں
 غائب ہو گئی لیکن لڑکی تو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت سے ٹھیک ہو چکی
 تھی اور رسولی وغیرہ ختم ہو چکی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ عورت اپنی بیٹی کو لے کر آپ کی

خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئی اور تمام ماجرا بیان کیا۔ لڑکی کو بغیر اپریشن اور بغیر کسی دوائی کے آپ کی دعا کی بدولت آرام آگیا تھا۔

چوہدری عبدالغفور صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ میرے بھائی شاہ محمد کی شیر خوار بیٹی بہت سخت بیمار ہو گئی۔ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کی گئی آپ نے دعا فرمائی اور زعفران گائے کے دودھ کے ساتھ پلانے کا حکم فرمایا جب اماں جی سرکار رحمۃ اللہ علیہا سے دودھ مانگا گیا تو آپ نے تھوڑا سا دودھ عنایت فرمایا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بھی اماں جی کے پاس موجود تھے آپ نے فرمایا کہ اماں جی دودھ ذرا زیادہ عنایت فرمائیے اماں جی نے فرمایا کہ بیٹا آپ نے بچی کی حالت غیر نہیں دیکھی اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا آپ دودھ عنایت فرمائیں بچی کو کچھ نہیں ہوگا چنانچہ اماں جی پاک نے دودھ عنایت فرما دیا اور اس کو زعفران دودھ میں ملا کر دی گئی تو بچی بالکل صحت یاب ہو گئی یہ فیض تھا جناب اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا اور جناب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا کہ برب دم بچی بالکل صحت یاب ہو گئی۔

یہی عبدالغفور صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری بچی کے ہاتھ پر دنبل (پھوڑا) نکل آیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہتھیلی کی ساری پشت پر پھیل گیا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کیا گیا آپ نے فرمایا ”اللہ کریم فضل فرمادیں گے“ اور ساتھ ہی نیل کنٹھہ بوٹی کالیب کرنے کا حکم دیا انہوں نے عرض کیا کہ حضور آپ دعا ہی فرمادیں کہ دوا کے بغیر ہی آرام آجائے آپ نے فرمایا کہ رب کریم شفا دے دیں گے آپ ایک سال بعد دوبارہ بھکر تشریف لائے تو بچی کا ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔

یہی عبدالغفور صاحب بیان کرتے ہیں کہ اسی بچی کے پیٹ میں درد رہنے لگا اور ورم بھی ہو گیا سرکاری ہسپتال کے ڈاکٹر بشیر احمد قریشی جس کا ڈاکٹری کا پچیس سالہ تجربہ تھا اس نے کہا کہ یہ علامت تو رسولی کی ہیں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں عرض کیا گیا تو آپ نے فرمایا ”اللہ کریم رحم فرمادیں گے“ آپ سے مزید درخواست کی گئی کہ جس طرح بچی کے ہاتھ کو آرام آگیا تھا اسی طرح اس کو اب بھی آرام آجائے کیونکہ اپریشن سے تو ڈر محسوس ہوتا ہے آپ نے فرمایا ”رب کریم اسی

طرح شفا عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ کچھ عرصہ بعد بچی کو بغیر کسی دوائی اور اپریشن کے آرام آگیا اور آج کل کئی بچوں کی ماں ہے اور خوشحال زندگی گزار رہی ہے۔

یہی عبدالغفور صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کا بھانجا محمد اسلم اکثر بیمار رہتا تھا ایک سرے کرانے پر ٹی بی کے مرض کا پتہ چلا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا اس کو کوئی بیماری نہیں ہے اور اس کے بھائی بشیر احمد کو حکم دیا کہ اس کو اپنے پاس بھکر ہی لے جاؤ چنانچہ وہ اس کو اپنے ساتھ بھکر لے گئے۔ ضلع ساہیوال میں ان کی پانچ ایکڑ زمین تھی وہ فروخت کر کے بھکر میں اسے ایک مربع زمین قسطوں پر لے کر دے دی اس زمین کی قسطیں بھی اتر چکی ہیں اور وہ ٹھیک ٹھاک زندگی گزار رہا ہے۔

بیمار بچے کا عالم دین بن جانا

میاں محمد یوسف صاحب بورے والہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پیر بھائی مولوی نور محمد صاحب کے ایک بیٹے مولوی فیض احمد نقشبندی کا دماغی توازن درست نہیں تھا مولوی نور محمد صاحب اپنے بیٹے کو لے کر حضور قبلہ بابا جی سرکار سید عثمان علی شاہ بخاری علیہ الرحمہ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لیے درخواست کی کہ بیٹے کا ذہنی توازن درست ہو جائے بابا جی سرکار نے ارشاد فرمایا کہ اسے حضور بابا حاجی شیر دیوان چاولی مشائخ علیہ الرحمہ کے دربار پر لے جاؤ اور نور اتا کراؤ یعنی نور ات وہاں باندھ کے رکھو اللہ کریم جل شانہ حضور علیہ السلام کے طفیل کرم فرمائے گا مولوی نور محمد صاحب اپنے بچے کو لیکر پہلے میرے پاس آئے اور بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ذیشان سنایا یہاں سے حاجی شیر دیوان علیہ الرحمہ جانے کے لیے تانگہ کرایا اور ان دونوں باپ بیٹے کو چھوڑ کر واپس آگیا نور ات پوری ہونے سے قبل ہی حضور حاجی شیر دیوان علیہ الرحمہ نے خواب میں مولوی نور محمد کو اشارہ فرما دیا کہ اپنے بیٹے کو لے جاؤ اب ٹھیک ہے چنانچہ وہ اپنے بیٹے کو لیکر بورے والہ آگئے اب مولوی صاحب کی دلی خواہش تھی کہ میں اپنے بیٹے کو حضور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کراؤں اور آپ کا غلام بناؤں۔ مولوی صاحب اس مقصد کے لیے اپنے بچے کو لے کر پھر بابا جی قبلہ سرکار

کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی کہ حضورؐ اسے اپنا غلام بنا لیں آپ سرکارؐ نے حسب عادت شریفہ فرمایا۔ یلیا پہلے نعت شریف سناؤ مولوی فیض احمد نقشبندی نے جس طرح بھی نعت شریف آتی تھی سرکار علیہ السلام کی نعت سنائی بس پھر حضور باباجی سرکار علیہ الرحمہ نے نظر کرم فرمائی بیعت بھی کیا اور بڑی گرم جوشی سے معانقہ کر کے فرمایا جا مولوی نور محمد تیرا یہ بیٹا مولوی ہو گا آج الحمد للہ اس کا بیٹا مولوی فیض احمد نقشبندی بڑا خوش الحان واعظ ہے اپنے کاروبار زندگی میں بھی مصروف ہے اور جمعہ شریف بھی پڑھاتا ہے یہ حضور قبلہ باباجی سرکار سید عثمان علی شاہ صاحب بخاری علیہ الرحمہ کی زندہ اور جیتی جاگتی کرامت ہے۔

اولادِ نرینہ کا عطا ہونا

تاج دین صاحب غازی آباد والے بیان کرتے ہیں کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ میری شادی میں تشریف لائے۔ میری خالہ ساس کے ہاں اولاد زندہ نہ پہنچتی تھی چنانچہ میں نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی اولاد کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ ”اللہ خیر کر دے گا“ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی برکت سے اسے ایک لڑکا عنایت فرمایا جو آج تک زندہ ہے اور خود بھی صاحب اولاد تین چار بچوں کا باپ ہے۔

جناب اشرف علی نجم صاحب قصور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے ہاں شادی کے بعد یکے بعد دیگرے چار بیٹیاں پیدا ہوئیں ۱۹۷۷ء کے آغاز میں آپ کی کونھی مبارک حضرت کرمانوالہ ہاؤس باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی تو آپ نے انہیں بیٹے کی خوشخبری دی چنانچہ آپ کی دعا سے بیٹا پیدا ہوا یہ بچہ جب سوا ماہ کا تھا تو آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے بچے کو اپنے دست مبارک میں اٹھا کر ایک اور بیٹے کی خوشخبری دی چنانچہ دوسرا بیٹا آپ کے وصال کے بعد مارچ ۱۹۷۹ء میں پیدا ہوا۔

چوہدری عبدالرؤف فتح پور تھل والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی کے بعد یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں پیدا ہوئیں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ تھل تشریف

لائے تو اولاد نرینہ کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ رب کریم تمہیں چار بیٹے عنایت فرمائے گا اور ساتھ ہی ان کے نام بھی تجویز فرمادیے ”غلام حسین“ ریاض حسین، فیاض حسین اور ممتاز حسین۔“ اللہ تعالیٰ نے ان کو چار بیٹے عنایت فرمائے جو ہنوز حیات ہیں۔

اولاد نرینہ

شیخ محمد اشرف کرمانوالہ کلاتھ ہاؤس اوکاڑہ والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے تین بیٹیاں تمہیں دعا کرانے کے بعد بھی چوتھی بیٹی پیدا ہو گئی میں بچی کی پیدائش کی خبر اپنی دکان پر سن کر مغموم بیٹھا تھا کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے اور مجھ سے پریشانی کی وجہ پوچھی اور جب میں نے چوتھی بیٹی کے بارے میں بتایا تو آپ ایک منٹ کے لیے خاموش ہو گئے اور فرمانے لگے کہ محمد اشرف یہ خبر سن کر مجھ پر سکتہ طاری ہو گیا لیکن کوئی بات نہیں آئندہ رب کریم خیر کر دیں گے چنانچہ بچی کی پیدائش کے سوا سال بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے ایک بیٹا عنایت فرمایا اور دوسرا بیٹا آپ کے وصال کے بعد آپ کے قل شریف والے دن پیدا ہوا۔ اس کے بعد محمد اشرف صاحب نے اپنی تین بیٹیوں کی شادی کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سے تینوں بیٹیوں کو بھی لڑکے عطا کئے اور آپ کی دعا کے بعد محمد اشرف صاحب کے خاندان میں نو لڑکے پیدا ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

اولاد نرینہ کا عطا ہونا

فتح محمد ٹاوری ساکن ڈوگی ضلع بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ اس نے باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور ساتھ ہی اولاد نرینہ کے لئے استدعا کی آپ نے فرمایا رب کریم تمہیں بیٹا عنایت فرمائے گا لیکن وہ قدرے مست ہو گا اور کئی ماہ تک کپڑے پہننا پسند نہ کرے گا چنانچہ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جو پہلے پہل کپڑے پہننا پسند نہ کرتا تھا لیکن بعد میں بالکل ٹھیک ہو گیا آج کل وہ شادی شدہ ہے اور اس کی طبیعت اور صحت بالکل ٹھیک ہے اور کئی بچوں کا باپ ہے۔

چوہدری عبدالغفور صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ وہ اپنے بھانجے محمد اسلم کو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے ضلع ساہیوال سے بھکر لے آئے اور اس کی شادی کر دی تین سال گزرنے کے باوجود کوئی اولاد نہ ہوئی تو لوگوں میں باتیں بننا شروع ہو گئیں۔ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں دعا کے لیے عرض کی گئی تو آپ نے فرمایا کہ تین چار سال تک اولاد نہ بھی ہو تو کوئی حرج نہیں اللہ کریم فضل فرمادیں گے۔ محمد اسلم کے سسرال والوں نے کہا کہ اولاد کے لیے کسی اور پیر سے تعویذ لیتے ہیں لیکن محمد اسلم نے کہا کہ چار سال تک تو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے مرگاد دی ہے اس سے بات بڑھے گی تو دیکھا جائے گا چنانچہ پانچویں سال اس کے ہاں اولاد کی پیدائش کا سلسلہ شروع ہوا اور اب اس کے نو دس بچے ہیں۔

جناب بشیر احمد بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی کے بعد تین بچیاں پیدا ہوئیں ایک حکیم کو دکھایا تو اس نے نبض دیکھ کر کہا بشیر احمد بچے کی امید نہ رکھو مادہ تولید تم میں بالکل نہیں ہے یہ بچیاں بھی کسی بزرگ کی دعا سے پیدا ہوئی معلوم ہوتی ہیں چنانچہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اسی طرح عرض کیا گیا تو آپ جلالت میں آگئے اور فرمایا یہ حکیم کوئی خدا کا بیٹا ہے اس حکیم سے بر ملا کہہ دینا کہ اس دفعہ بیٹا پیدا ہو گا چنانچہ اس کے ہاں بیٹا ہی پیدا ہوا اس کے بعد بھی مزید ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔

سات حج کروادیئے

مولوی علی نواز صاحب خادم حضرت کیلیانوالے شریف بیان کرتے ہیں کہ ایک بلی جو حج پر گیا تھا پریشانی کے عالم میں مدینہ منورہ میں تھا اس کا دل مزید حج کرنے کو چاہتا تھا لیکن اس کے پیسے ختم ہو چکے تھے اس دوران اس کو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ مل گئے اس نے آپ سے اپنا مدعا بیان فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ کچھ مشکل نہیں کہ تمہیں سات مرتبہ حج کے لیے بلا لیں چنانچہ ۱۹۸۰ء میں مولوی علی نواز صاحب کو وہی شخص دوران حج ملا اس نے بتایا کہ یہ اس کا پانچواں حج ہے اور یہ کہ ابھی دو حج اور کرنے ہیں کیونکہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے سات

حج کا فرمایا ہے۔

مدرسہ کے لیے جگہ کامل جانا

تاج دین بلوچ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے بیٹے مولوی عبدالغفور صاحب نے اپنے مدرسہ جامعہ فاروقیہ گھوڑے شاہ کے جلسہ تقسیم اسناد کے سلسلہ میں صدارت کے لیے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا نام رکھ لیا اور آپ سے عرض کی آپ نے وقت مقررہ پہنچ جانے کا وعدہ فرمایا لیکن ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ جلسہ وغیرہ کی صدارت کو پسند نہیں کرتے۔ آپ وقت مقررہ پر وہاں پہنچ گئے جلسہ کے بعد آپ نے مولوی عبدالغفور صاحب سے فرمایا ”مولوی جی مدرسہ کے لیے جگہ کم ہے جگہ زیادہ ہونی چاہیے چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق مولوی صاحب نے ساتھ والی جگہ کے مالک سے بات کی تو وہ دو کنال زمین دینے کے لیے تیار ہو گیا حالانکہ اس سے پہلے اس نے مدرسہ کی دیوار سیدھی کرنے کے لیے صرف سوا مرلہ زمین بھی دینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب زمین کا سودا ہونے کے بعد اس کی رقم کی ادائیگی کا مسئلہ درپیش تھا مدرسہ کی انتظامیہ نے کہا اتنی بڑی رقم کا کیسے بندوبست ہو گا مولوی صاحب نے کہا کہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے جگہ کے لیے فرمایا ہے تو وہی رقم کا بھی بندوبست کریں گے چنانچہ جلد ہی رقم کا بھی انتظام ہو گیا اور وہ جگہ مدرسہ کے لیے خرید لی گئی۔

سرکاری ملازمت کاملنا

جناب حبیب اللہ صاحب غازی آباد والے بیان کرتے ہیں کہ وہ ۱۹۷۶ء میں واہ فیکری ٹیکسلا میں بطور سینئر کلرک ایڈمن برانچ متعین تھا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کو ان کے پاس بھیجا کہ اس کو اپنے محکمہ میں بطور ٹائپسٹ بھرتی کروانا ہے اس کی ٹائپنگ کا ٹیسٹ لیا گیا تو اس نے ٹائپ کرتے ہوئے ایک لائن کے اوپر دوسری اور دوسری کے اوپر تیسری لائن ٹائپ کر دی ممتحن نے انہیں یہ بتایا تو وہ پریشان ہو گئے اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر مدد کی درخواست کی تو فوراً ”ممتحن نے کہا کہ حبیب اللہ صاحب آپ خود ہی اس کی جگہ ٹائپ کر کے ٹائپ شدہ کاغذ

ساتھ لگا دیں چنانچہ ایسا کرنے کے بعد تعیناتی کے آرڈر بھی جاری کر دیے اور اس کا کیس ملٹری ایکاؤنٹنٹ جنرل کو بھیج دیا لیکن اس نے لکھا کہ آپ نے اس سیٹ کے لیے نہ تو اخبار میں اشتہار دیا اور نہ ہی بھرتی کمیٹی تشکیل دی بہر حال اس نے ہمیں آئندہ ایسا نہ کرنے کی تلقین کرتے ہوئے ہمارے کسی بھی آدمی کے خلاف کوئی محکمانہ کارروائی نہ کی حالانکہ ایسی سنگین غلطی پر سخت محکمانہ کارروائی ہو سکتی تھی یہ سب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم تھی کہ اس شخص کو محکمہ میں جگہ بھی مل گئی اور کسی کے خلاف کوئی محکمانہ کارروائی بھی نہ ہوئی۔

بغیر ٹیسٹ انٹرویو کے ملازمت کا ملنا

یہی صیب اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ بعد آپ نے میرے پاس ایک اور شخص کو بھیجا کہ اس کو بھی اپنے محکمہ میں بھرتی کرانا ہے۔ میں نے آپ کے حکم کے مطابق جب متعلقہ سپرنٹنڈنٹ سے بات کی تو اس نے کہا کہ اب تو ٹیسٹ اور انٹرویو کے بعد میرٹ لسٹ بھی بن چکی ہے اور یہ کہ اب تو یہ کام ہونا ناممکن ہے صیب اللہ صاحب نے حضرت قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر مدد کی استدعا کی تو اسی وقت محکمہ کے جس افسر کے پاس میرٹ لسٹ تھی وہ کہنے لگا کہ میرٹ لسٹ کے آخر میں اس لڑکے کا نام بھی لکھ دیا جائے چنانچہ اس لڑکے کا نام بھی میرٹ لسٹ میں شامل کر لیا گیا اور اس کے بعد وہ لڑکا بطور کلرک تعینات بھی ہو گیا یہ سب نظر کرم تھی باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی کہ وہ لڑکا بغیر ٹیسٹ اور انٹرویو محکمہ میں تعینات ہو گیا۔

اعلیٰ تعلیم کے لیے رقم کا بندوبست ہونا

احسان الحق قریشی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ۷۲ - ۱۹۷۱ء میں انکے بیٹے کو کینیڈا میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے داخلہ مل گیا جس کے لیے انہیں فوری طور پر پچاس ہزار روپے کی ضرورت تھی اور انکے پاس یہ رقم موجود نہ تھی بڑے غور و غوض کے بعد کراچی میں ایک رشتہ دار کو رقم کے لیے خط لکھا اور ساتھ ہی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کی آپ نے فرمایا کہ آپ کا

رشتہ دار آپ کو پیسے بھیج دے گا چنانچہ اس رشتہ دار نے پیسے بھی بھیج دیے اور ساتھ یہ بھی کہا کہ پیسے کی واپسی کا فکر نہ کریں چنانچہ آپ کی دعا سے بیٹے کا کام بن گیا اور وہ اعلیٰ تعلیم کے لیے کینیڈا چلا گیا۔

ملازمت میں ترقی ہونا

غلام باری صاحب (مرحوم) لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۶۰ء میں ان کا محکمانہ ترقی کا امتحان تھا یہ ان دنوں اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھے خیال تھا کہ آپ کی خدمت میں دعا کے لیے عرض کیا جائے لیکن آپ سے دعا کرانے کی نوبت نہ آئی البتہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضور کوئی ایسا وظیفہ بتائیں کہ رات کو خواب میں امتحانی پرچہ کا پتہ چل جائے آپ نے ان کی بات کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا انہوں نے یہاں کوئی غیر شرعی کام ہوتے دیکھا ہے انہوں نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ (غلام باری) چاہتے ہیں کہ امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہوں تو انہوں نے اثبات میں سرہلایا آپ نے فرمایا کہ جاؤ بہت اچھے نمبروں میں پاس ہو جاؤ گے امیدواروں کی فہرست میں غلام باری صاحب کا اڑتالیسواں نمبر تھا اور کل اکاون امیدوار تھے یعنی نیچے سے تیسرا نمبر تھا امتحان کا نتیجہ کا اعلان ہوا تو کل سترہ امیدوار پاس تھے اور ان میں سے غلام باری صاحب کا تیسرا نمبر تھا یعنی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے تصرف فرما کر نیچے والے تیسرے نمبر کو اوپر والے تیسرے نمبر پر لے آئے جس کے نتیجہ میں جلد جلد محکمانہ ترقیاں ہونے لگیں اور آئندہ محکمانہ امتحان بھی اچھے نمبروں سے پاس ہوتے چلے گئے۔

دفتر سے تبادلہ پر فارغ ہونے کے بعد بھی تبادلہ منسوخ ہونا

خوشی محمد بانگا صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کا تبادلہ واپڈا ہاؤس سے گلبرگ دفتر میں ہو گیا اور انہیں دفتر سے فارغ کر کے الوداعی پارٹی بھی دے دی گئی۔ اسی دن قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ دفتر میں ان سے ملنے تشریف لائے انہوں نے آپ کو اپنے تبادلہ کے بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا کہ ان کا یہیں رہنا بہتر ہے انہوں نے

عرض کی اب تو مجھے دفتر والوں نے فارغ بھی کر دیا ہے اس لئے تبادلہ منسوخ ہونا ناممکن ہے۔ بہر حال آپ تشریف لے گئے تو خوشی محمد صاحب کے ساتھ ایک اور شخص کا بھی تبادلہ ہوا تھا وہ ان کے پاس آیا اور کہا کہ واپڈا ہاؤس میں ہی ایک دوسری برانچ میں دو آسامیاں خالی ہیں اور اس سلسلہ میں افسر اعلیٰ سے ملتے ہیں کہ انہیں وہیں پر تعینات کر دے چنانچہ وہ دونوں جا کر اپنے بڑے افسر سے ملے تو اس نے ان دونوں حضرات کا تبادلہ منسوخ کر کے واپڈا ہاؤس میں ہی دوبارہ تعینات کر دیا آپ جب لاہور دوبارہ تشریف لائے تو خوشی محمد صاحب نے صورت حال سے آگاہ کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم تو کہتے تھے کہ تبادلہ منسوخ ہونا ناممکن ہے انہوں نے عرض کی کہ یہ آپ کی دعا کا نتیجہ ہے۔

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں۔

تبادلہ منسوخ ہونا

جناب برکت علی صاحب لالہ زار پارک مظہرہ والے بیان کرتے ہیں کہ میں پاکستان ملٹری اکیڈمی لاہور میں ملازم تھا ۱۹۶۷ء میں میرا تبادلہ کوہاٹ ہو گیا میں نے اپنا تبادلہ رکوانے کے لیے درخواستیں دینا شروع کر دیں اس طرح چار پانچ ماہ گزر گئے اور ہیڈ آفس سے میرے لاہور آفس کو جواب آیا کہ اگر اب انہوں نے میری درخواست دوبارہ بھجوائی تو ان کی بھی جواب طلبی ہوگی میں اور بھی زیادہ پریشان ہو گیا اس دوران قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سیٹھ محمد شفیع کے مکان پر تشریف لائے ہوئے تھے میں بھی آپ کی زیارت کو گیا تو آپ نے مجھ سے دفتر نہ جانے کی وجہ دریافت کی کیونکہ وہ چھٹی کا دن نہیں تھا۔ آپ کے استفسار پر میں نے آپ کو اپنے تبادلہ کے بارے میں بتایا تو آپ نے فرمایا کہ کسی طرح ایک دفعہ پھر اپنا تبادلہ رکوانے کے لیے درخواست بھجواؤ۔ میں نے اپنے دفتر والوں سے درخواست کی اور انہوں نے پھر رسک (خطرہ) لیتے ہوئے درخواست بھجوا دی ابھی ہفتہ بھی نہیں گزرا تھا کہ میرا تبادلہ منسوخ ہو گیا اور یہ حکم بھی آیا کہ میری بقیہ سروس کے دوران لاہور سے باہر تبادلہ نہ ہوگا۔ میری عمر اس وقت باون سال تھی آپ نے کمال مہربانی فرماتے ہوئے یہ قانون ہی پاس کروا دیا کہ ملازم جب باون سال کا ہو جائے تو اس کا تبادلہ اس کی مرضی کے بغیر نہیں ہو سکتا اور آج بھی ان

کے محکمہ میں یہ قانون رائج ہے۔

قرض سے نجات

چوہدری عبدالغفور صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ان کا پچھلا گاؤں کرمونوالہ ضلع فیروزپور سے دس کوس تھا وہ غریب لوگ تھے اور وہ خود اور اس کے دیگر رشتہ دار کرمونوالہ شریف کئی کئی دن گزارتے تھے۔ ان کی پھوپھی نے بیان کیا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ابھی چھوٹے ہی تھے اور ان کی پھوپھی نے آپ کو گود میں اٹھایا ہوا تھا آپ بہت خوش تھے ان کی پھوپھی نے آپ کو خوش دیکھ کر عرض کی کہ حضور ان کے بھائی نے ہندوؤں کا بہت سا قرض ادا کرنا ہے دعا فرمائیں آپ نے فرمایا کہ قرض اتر جائے گا۔ موقع اچھا جانتے ہوئے ان کی پھوپھی نے کہا کہ ان کی بہن پر بھی بہت قرض ہے آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں قرض اتر جائے گا چنانچہ آپ کی دعا کی بدولت ایک سال میں تمام لوگ قرضوں سے فارغ ہو گئے حالانکہ ہندوؤں کے قرضے سو در سو ہونے کی وجہ سے اتارنے بہت مشکل تھے۔

ملکیت زمین سے زیادہ بڑا پانی کا موگا منظور ہونا

خوشی محمد بانگا صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے گاؤں میں محکمہ انہار نے تمام حصہ دار زمینداروں کے پانی کی تقسیم کے لیے دارہ بندی تیار کی جس میں ان کی زمین کے لیے ملکیت سے زیادہ پانی مقرر کر دیا اور ایکسین ساہیوال نے فیصلہ سنا دیا۔ لیکن دوسرے متاثرہ فریق نے میری ملکیت کی اصل فرد لگا کر ایکسین کے پاس فیصلہ بدلنے کی درخواست دے دی ایکسین نے نئے فیصلہ کے لیے تاریخ مقرر کر دی اس کیس میں کچھ ایسی خامیاں تھیں کہ پانی کی کمی کے علاوہ ان کے (خوشی محمد) خلاف انظباتی کارروائی بھی ممکن تھی چنانچہ وہ پریشانی کے عالم میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ایکسین فائل بھی نہ دیکھے اور اپنا پچھلا فیصلہ بھی بحال رکھے آپ نے مسکرا کر ان دونوں کاموں کی منظوری عنایت فرمادی اور حکم دیا کہ فیصلہ والے دن اعلیٰ حضرت کرماتوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے دربار عالی پر حاضر دے کر جانا چنانچہ مقررہ

تاریخ پر وہ دربار پر حاضری کے بعد ایکسین کے دفتر پہنچے۔ اس کے ساتھ والے دفتر میں ہمارے ایک پیر بھائی چوہدری عبدالغنی صاحب متعین تھے انہیں کیس کے بارے میں معلوم تھا اس لئے انہوں نے یہ کیس واپس لینے کے لیے کہا لیکن مجھے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت سے کیس اپنے حق میں ہونے کا پورا یقین تھا چنانچہ جب میں ایکسین کے پاس حاضر ہوا تو اس نے اپنے ریڈر سے کیس کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا کہ کیس ٹھیک ہے چنانچہ ایکسین نے دوسرے فریق کے دلائل سے بغیر اپنا پھپھلا فیصلہ بحال رکھا۔ دوسرا فریق وکیل کے ساتھ کیس لڑنے کے لیے آیا ہوا تھا وکیل نے اس ایکسین سے بحث کی کہ آپ ہمارے دلائل سے بغیر فیصلہ نہیں کر سکتے اس نے کہا میں نے اپنا پھپھلا فیصلہ بحال کر دیا ہے اب آپ جہاں چاہے اپیل کر سکتے ہیں چنانچہ فریق مخالف نے سول جج کی عدالت میں کیس کر دیا۔ سول جج نے میرے فریق مخالف کے ایکسین کے فیصلہ کے خلاف سپرنٹنڈنگ انجینئر اور چیف انجینئر کے پاس اپیل نہ کرنے کی بنا پر کیس خارج کر دیا لیکن اس دوران اپیل کرنے کا وقت بھی گزر چکا تھا اور اب تک مجھے میری زرعی زمین کے حصے سے زیادہ پانی مل رہا ہے۔

ملازمت پر بحالی

چوہدری محمد قاسم صاحب بھکر والے سرکاری دفتر میں ہیڈ کلرک تھے پارٹی بازی کی وجہ سے سروس سے فارغ کر دیا گیا وہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دعا کے لیے حاضر ہوئے اور تنگی معاش کا بھی ذکر کیا۔ آپ نے دعا بھی فرمائی اور مالی امداد بھی فرمائی چنانچہ آپ کی دعا سے ۱۹۷۵ء میں نوکری پر بحال ہو گئے اور ۱۹۸۰ء میں اس عرصہ کے بقایا جات مبلغ چالیس ہزار روپے بھی مل گئے یہ سب آپ کی دعا مبارک کا ثمر تھا۔

ٹریکٹر کا ملنا اور دیگر عنایات کریمانہ

بشیر احمد صاحب بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بھکر تشریف لائے تو آپ نے فرمایا ”بشیر احمد ہم نے تمہاری زمین دیکھی ہے“ ایک جگہ آپ نے رب گھاس دیکھ کر فرمایا یہ گھاس باغ میں ہونی چاہیے بشیر احمد نے موقع غنیمت

جانتے ہوئے عرض کی کہ اس کے لیے تو ٹریکٹر ہونا چاہیے آپ نے فرمایا کہ رب کریم ٹریکٹر عنایت فرمادیں گے ہوشیاری سے کیوں مانگتا ہے ٹریکٹر مل جائے گا۔ اس اثناء میں ایک بنک افسر نے بشیر احمد سے خود کہا کہ ٹریکٹر قرضہ پر لینا ہے تو بتاؤ۔ بشیر احمد نے کہا کہ ان کے پاس صرف پندرہ ایکڑ زمین ہے جبکہ ٹریکٹر زیادہ زمین پر ملتا ہے اس نے کہا یہ اعتراض تو میں نے لگانا ہے اگر اس نے ٹریکٹر لینا ہے تو اپنے پڑوسی زمیندار سے مزید زمین کے ٹھیکہ کے کاغذات بنا کر لے آئے چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور آپ کی دعا کی بدولت جلد ہی ٹریکٹر مل گیا۔

بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لاتے تو آپ کے ہمراہ کچھ بھلی ہوتے اور کچھ لوگ بھی آپ کی آمد کا سن کر جمع ہو جاتے کسی نے بشیر احمد سے سوال کیا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی آمد سے اخراجات تو بہت ہوتے ہوں گے اس نے جواب دیا کہ اخراجات کا تو مجھے پتہ نہیں لیکن آپ پہلے سال تشریف لائے تو ہمیں الاٹ شدہ زمین کے مالکانہ حقوق مل گئے دوسرے سال ایک مربع زمین قسطوں پر مل گئی اور تیسرے سال ٹریکٹر مل گیا اور باغ لگ گیا روحانی فیوض و برکات اس کے علاوہ تھے۔ یہ تھی آپ کی شان کریمانہ کہ آپ کی تشریف آوری سے لوگ زیر بار ہونے کی بجائے ان کے رزق میں وسعت ہو جاتی۔

ریل گاڑی کا واپس آنا

چوہدری عبدالغفور بھکر والے بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ کرمونوالہ شریف ضلع فیروزپور آپ کے پاس گیا ہوا تھا واپسی کا ارادہ تھا اسٹیشن پر گاڑی کا وقت ہو چکا تھا اور ابھی دو میل پیدل چلنا تھا روانہ ہونے لگا تو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ مل گئے اور آپ کافی دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے اس دوران کسی نے کہا کہ اب گاڑی نہیں ملے گی لیکن قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ گاڑی مل جائے گی چنانچہ وہ روانہ ہو گئے راستہ میں ایک اور شخص بھی اسٹیشن جانے کے لیے ان کے ساتھ ہو لیا۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ گاڑی اسٹیشن کی طرف سے دھواں اڑاتی نظر آئی۔ ان کا ساتھی کہنے لگا کہ چلو واپس چلیں کیونکہ گاڑی تو اسٹیشن پر پہنچے والی ہے اور ان کے

وہاں پہنچنے تک روانہ ہو چکی ہو گی لیکن عبدالغفور صاحب نے کہا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے گاڑی انہیں لے کر ہی جائے گی چنانچہ وہ دوڑتے ہوئے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی تھوڑی دور جا چکی تھی لیکن جیسے ہی وہ وہاں پہنچے تو گاڑی واپس آتی ہوئی معلوم ہوئی اور ہمارے سامنے آ کر رکی گاڑی نے انہیں آواز دے کر اپنے ڈبہ میں بلا لیا اور وہیں ان کی نلکٹ بھاوی چنانچہ وہ گاڑی میں سوار ہو کر اپنی منزل مقصود تک پہنچ گئے یہ تھا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف کہ آپ نے گاڑی واپس بلا کر اپنے بیلوں کو سوار کرا دیا۔

مدرسہ کا تعمیر ہونا۔

قاری مشتاق احمد صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے استاد قبلہ قاری غلام رسول صاحب نے ان کی وساطت سے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی مسجد واقع صدر بازار لاہور میں ایک تقریب پر مدعو کیا۔ مسجد کے ساتھ ہی ایک قطعہ زمین تھا جہاں پر لوگ کوڑا کرکٹ پھینکتے تھے قاری صاحب اس قطعہ زمین کو حاصل کر کے وہاں مدرسہ قائم کرنا چاہتے تھے لیکن اہل محلہ میں سے کچھ بااثر لوگ ان کی مخالفت کر رہے تھے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ جب تشریف لائے تو آپ نے اپنی گاڑی اس کوڑے کرکٹ والی جگہ پر کھڑی کر دی۔ تقریب سے فارغ ہونے کے بعد قاری غلام رسول صاحب نے مدرسہ کے لیے جگہ کے حصول کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ نے فرمایا قاری صاحب ہم نے اپنی گاڑی پہلے ہی اس جگہ کھڑی کر دی ہے وہ زمین آپ کو مدرسہ کے لیے جلد مل جائے گی۔ چنانچہ وہ جگہ جلد ہی مل گئی اور وہاں آج ایک عالیشان مدرسہ قائم ہے۔

یہی قاری مشتاق صاحب بیان کرتے ہیں کہ قاری غلام رسول صاحب نے ایک مرتبہ پھر ایک تقریب برکت مارکیٹ گارڈن ٹاؤن کے قریب منعقد کی جس میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بھی ان کی درخواست پر شریک ہوئے۔ تقریب کے بعد قاری غلام رسول صاحب نے وہاں بھی ایک مدرسہ کی تعمیر کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے تین مرتبہ فرمایا ایک عالیشان مدرسہ تعمیر ہو گا چنانچہ جلد ہی ایک عظیم الشان مدرسہ

تجوید القرآن تعمیر ہو گیا جہاں آج بھی قرآن پاک کی تعلیم دی جا رہی ہے۔

زمین کا ہموار ہونا اور ٹیوب ویل لگنا

جناب سارنگ صاحب چک نمبر ۴۱۹ تاند لیا نوالہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پانچ ایکڑ زمین خریدی لیکن وہ بہت اونچی تھی اور نہری پانی نہ پہنچ سکتا تھا اس نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے زمین کے بارے میں عرض کی آپ نے فرمایا گھبرانے کی ضرورت نہیں زمین ٹھیکہ پر اینٹوں کے بھٹوں کے لیے دے دینا زمین بھی نیچی ہو جائے گی اور ٹھیکہ بھی وصول ہو جائے گا چنانچہ وہ واپس گئے تو چند دن بعد ایک اینٹوں کے بھٹ والے خود ان کے پاس آئے اور زمین ٹھیکہ پر لینے کی خواہش ظاہر کی سارنگ صاحب نے وہ زمین ٹھیکہ پر دے دی۔ اس ٹھیکیدار کو پانی کی بھی ضرورت تھی چنانچہ اس نے خود ہی زمین میں ایک ٹیوب ویل بھی لگوا دیا اس طرح اس کی زمین نہ صرف ہموار ہو گئی بلکہ اس کی زمین میں ٹیوب ویل بھی لگ گیا۔

منسوخ شدہ زمین کامل جانا

چوہدری امانت علی صاحب جہر والے جو کہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لنگر شریف کا انتظام بھی کرتے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ان کے پاس اوقاف کی ۳۲ ایکڑ زمین ٹھیکہ پر تھی لیکن رانا پھول صاحب کے ایک عزیز نے مل ملا کر یہ ٹھیکہ زیادہ بولی دے کر اپنے نام کرا لیا اور ٹھیکہ کی رقم بھی جمع کرادی چوہدری صاحب قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کے لیے عرض کی آپ نے دعا بھی کی اور ان کو ایک درخواست ریونیو بورڈ کو بھیجنے کا حکم بھی دیا۔ متعلقہ حکام نے فریقین کو طلب کیا اور بولی منسوخ کر دی حالانکہ جس بولی کی رقم جمع ہو جائے اس کی منسوخی نہیں ہو سکتی بہر حال فریق ثانی بہت بااثر تھا لیکن پھر بھی آپ کی دعا کی بدولت اس کی بولی منسوخ ہو گئی اور کچھ عرصہ بعد چوہدری امانت صاحب کے نام دوبارہ ٹھیکہ منظور ہو گیا ٹھیکہ کی رقم مبلغ تین صد پچاس روپے فی ایکڑ ہو گیا۔ مزید برآں ایسی متروکہ املاک کی ہر سال بولی کے احکامات بھی منسوخ ہو گئے بلکہ موجودہ زمین کے ٹھیکیداروں کو

ہی ہر سال دس فی صد اضافی ٹھیکہ سے زمینیں ان کے پاس ہی رہنے کا حکم جاری کر دیا گیا اس طرح نہ صرف چوہدری صاحب بلکہ دوسرے کئی اصحاب کا بھی فائدہ ہو گیا اور زمین مستقل طور پر ان کو مل گئی اس کے علاوہ چوہدری صاحب کے پاس پہلے صرف ۳۲ ایکڑ زمین تھی لیکن بعد میں ان کو ۵۲ ایکڑ زمین مل گئی یہ سب کرم تھا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا۔

مسجد کا تعمیر ہونا

قاری مشتاق احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ اتھلو کیمیکلز میں ایک جگہ عارضی طور پر مسجد بنی ہوئی تھی ملازمین نے مسجد کے لیے پانچ لاکھ روپیہ جمع کیا ہوا تھا لیکن مسجد کے لیے جگہ کا انتخاب نہ ہو رہا تھا کیونکہ کچھ لوگ اس عارضی مسجد سے ہٹ کر کسی دوسری جگہ مسجد بنانا چاہتے تھے اور اس کشمکش میں مسجد تعمیر نہ ہو رہی تھی ایک مرتبہ قاری صاحب نے وہاں جلسہ کرایا اور قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا۔ قاری صاحب نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسجد کی تعمیر کے لیے دعا کی درخواست پیش کی آپ نے قاری صاحب سے دریافت کیا کہ وہ مسجد کہاں بنانا چاہتے ہیں انہوں نے موجودہ عارضی جگہ پر ہی مسجد بنانے کی دعا کے لیے عرض کیا آپ نے اس جگہ مسجد بنانے کے لیے دعا کر دی کچھ دن بعد ہی اتحاد کیمیکلز کی انتظامیہ نے اسی جگہ مسجد بنانے کی منظوری دے دی اور جلد ہی ایک عالیشان مسجد تعمیر ہو گئی۔

بغیر سفارش کے تبادلہ

محمد شفیع بھٹی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ وہ ریلوے ورکشاپ میں بطور کلرک تعینات تھے جہاں ورکشاپ کے اوقات کے مطابق شام تک ڈیوٹی دینی ہوتی تھی تنخواہ قلیل ہونے کی وجہ سے وہ شام میں کوئی دوسرا کام کرنا چاہتے تھے لیکن ورکشاپ میں ہونے کی وجہ سے وہ کوئی دوسرا کام نہ کر سکتے تھے ان کے کئی ساتھی سفارش کرا کے اپنا تبادلہ ریلوے ہیڈ کوارٹر کراچے تھے ان کے پاس کوئی سفارش نہ تھی ایک روز وہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور آپ سے دعا کی

گزارش کی آپ نے فرمایا کہ ایک درخواست لکھو اور ابھی سیکرٹری ریلوے بورڈ کے پاس لے جاؤ یہ اسی وقت درخواست لے کر سیکرٹری کے پاس پہنچ گئے اس نے ان کی درخواست رکھ لی اور ایک ہفتہ کے بعد آنے کا مقابلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک دو روز بعد پھر اس کے پاس جائیں یہ دو تین روز بعد پھر اس کی خدمت میں گئے سیکرٹری صاحب نے اپنے اسٹنٹ (پی۔ اے) کو بلا کر دریافت کیا کہ انہوں نے بھی صاحب کی درخواست پر تبادلہ کے احکامات کے لیے لکھا تھا تو وہ ابھی تک کیوں نہیں ہوئے ان کے (پی۔ اے) نے لیت و لعل سے کام لیا تو اسے سختی سے ٹرانسفر آرڈر اسی وقت ٹائپ کر کے لانے کو کہا چنانچہ وہ اسی وقت ٹرانسفر آرڈر ٹائپ کر کے سیکرٹری ریلوے بورڈ کے پاس لے کر گیا اور اس نے دستخط کر کے ٹرانسفر آرڈر ان کے حوالہ کر دیے اس طرح قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی بدولت ان کا تبادلہ ہو گیا۔

مقدمہ میں کامیابی

ملک قاسم صاحب و ان رادھا رام (موجودہ حبیب آباد) والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی زمین کا مقدمہ ہائی کورٹ میں زیر سماعت تھا اور کیس کی سماعت کی مختلف تاریخیں پڑ چکی تھیں کیس کی سماعت کے دوران انہیں (ملک قاسم صاحب کو) ایسا محسوس ہوا کہ حج ان کے خلاف فیصلہ کر دے گا چنانچہ وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور زار و قطار رونے لگا آپ نے اسے تسلی دی اور ان کو دربار عالیہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری کے بعد تاریخ پر جانے کا حکم دیا چنانچہ وہ مقررہ تاریخ پر ہائی کورٹ میں پیش ہوا تو اس کی حیرانگی کی حد نہ رہی کہ وہی حج جو ان کے خلاف بول رہا تھا اس نے ان کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

بچی کی شادی کے لیے رقم کا انتظام ہونا

محمد شفیع بھی صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی کرنی تھی لیکن رقم کا انتظام نہ تھا ان کے پاس ایک پلاٹ تھا وہ قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے اور بچی کی شادی کے لیے پلاٹ بیچنے کی اجازت

جہاں آپ نے پلاٹ فروخت کرنے کی سختی سے ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ اس پلاٹ پر مکان بنانا ہے اور آپ نے دعا فرمائی تو بیٹی کی شادی کے لیے رقم کا انتظام ہو گیا کچھ دن بعد آپ نے خود ہی اسے (محمد شفیع بھٹی صاحب) سے معلوم کیا کہ کیا ان کو قرضہ نہیں مل سکتا (کیونکہ وہ ریلوے میں ملازم تھے) انہوں نے کہا انہیں جی پی فنڈ کے عوض قرضہ مل سکتا ہے ان کے اس وقت تقریباً آٹھ ہزار روپے جی پی فنڈ میں جمع تھے اور تقریباً اتنی ہی رقم ریلوے نے اپنی طرف سے ان کے جی پی فنڈ میں جمع کرائی ہوئی تھی لیکن قرضہ وہ صرف اپنی جمع شدہ رقم کے برابر لے سکتے تھے۔ اکاؤنٹس کلرک نے غلطی سے تمام رقم تقریباً سولہ ہزار کے برابر انہیں قرضہ منظور کر دیا اور انہیں رقم کی ادائیگی بھی ہو گئی انہوں نے آکر قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں عرض کی کہ کلرک نے غلطی سے دگنی رقم کا قرضہ منظور کر دیا ہے آپ نے فرمایا کہ آپ اپنا مکان تعمیر کرائیں کچھ بھی نہ ہو گا کچھ دن کے بعد اس کلرک کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو وہ ان (محمد شفیع بھٹی صاحب) کے پاس آیا اور زیادہ دی ہوئی رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا ورنہ اس کے خلاف محکمانہ کارروائی کا امکان تھا بھٹی صاحب نے انہیں تسلی دی اور کہا کہ کچھ بھی نہیں ہو گا اور انہوں نے اپنی تنخواہ سے قسط فوری طور پر کٹوانی شروع کر دی۔ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی برکت سے کسی کے خلاف نہ تو کارروائی ہوئی اور نہ رقم واپس کرنی پڑی۔ ان کی بیٹی کی شادی بھی ہو گئی اور پلاٹ بیچنے کی بجائے اس پلاٹ پر مکان بھی تعمیر ہو گیا یہ سب حضرت قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم تھی۔

کرامات بعد از وصال مبارک

اولیائے کرام اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں تو اپنے مریدوں / متوسلین / ازائین کی مدد فرماتے ہیں لیکن بعد از وصال بھی ان کی مدد فرماتے ہیں۔ ماسٹر کرم اعلیٰ صاحب جو اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خادم خاص تھے اور آپ کی خدمت میں کافی عرصہ رہے اعلیٰ حضرت کی طرف موصول شدہ خطوط کے جوابات لکھنے پر معمور تھے خط کے جواب لکھنے کے بعد اعلیٰ حضرت خود ہر خط کا جواب سنتے تھے اور اگر کہیں اصلاح

کی ضرورت محسوس فرماتے تو اس میں اصلاح فرمادیتے۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے آپ سے بذریعہ خط استفسار کیا کہ اولیائے کرام اپنی ظاہری زندگی میں تو اپنے مریدین / متوسلین کی مدد کرتے ہیں کیا ظاہری زندگی کے بعد بھی اولیائے کرام مدد فرماتے ہیں یا نہیں تو ماسٹر کرم الہی صاحب نے فرمایا کہ انہوں نے جواب میں لکھا کہ دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد اولیائے کرام کی دنیاوی ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں اس لئے وہ اور بھی بہتر طور پر اپنے مریدین / متوسلین کی مدد فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت قبلہ کرناوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ یہ جواب سن کر بہت خوش ہوئے اور اس بات کی تصدیق فرمائی۔

قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے دنیا سے پردہ کرنے کے بعد اتنی کرامات کا ظہور ہوا اور ہو رہا ہے کہ ان کے لیے ایک علیحدہ باب کا اضافہ کرنا پڑ رہا ہے۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

بنک میں غلط قرض دینے سے بچالیا

راقم بورے والہ میں تعینات تھا لاہور سے ایک دوست آئے ہوئے تھے انہوں نے لاہور جانے کا قصد ظاہر کیا اور مجھے حضرت کرناوالہ شریف تک چلنے کی دعوت دی میں فوراً ان کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ عارف والہ میں چوہدری محمد ادریس صاحب ایک بنک میں بطور منیجر تعینات تھے۔ گزرتے ہوئے ان کو بھی ساتھ لے لیا۔ حضرت کرناوالہ شریف شیخ رشید صاحب سے ملاقات ہوئی میں اور چوہدری محمد ادریس صاحب لنگر شریف کھانے میں مصروف تھے کہ شیخ رشید صاحب بولے ”بسم اللہ کے چائے ہوئے تو درخت بھی ہرے نہیں ہوتے“۔ محمد ادریس صاحب اپنے دھیان کھانے میں مصروف تھے۔ یہ سنتے ہی لقمہ ان کے ہاتھ سے گر گیا جو پھراٹھا کر انہوں نے کھایا۔ چوہدری محمد ادریس صاحب بیان کرتے ہیں کہ دراصل انہوں نے درج بالا پارٹی کو ساٹھ لاکھ روپیہ قرضہ دینے کا دل میں فیصلہ کیا تھا لیکن ابھی متعلقہ پارٹی سے وعدہ نہیں کیا تھا اور انہوں نے شیخ رشید صاحب سمیت کسی سے مشورہ بھی نہیں کیا تھا۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے چوہدری محمد ادریس صاحب کو حضرت کرناوالہ شریف بلوا کر اپنے ایک درویش کی زبانی درج بالا پارٹی کے کردار سے آگاہی فرمائی اور قرضہ دینے کے بعد ادا نہ ہونے کی صورت میں

چوہدری محمد ادریس صاحب کو مٹھانہ انضباطی کارروائی سے بچالیا۔

اپنڈیکس کے درد سے بغیر اپریشن آرام آنا

اشرف علی نجم تصور والے بیان کرتے ہیں کہ آج سے چند سال قبل ماہ رمضان میں پیٹ کے نیچے دائیں طرف شدید درد ہوا ڈاکٹر نے اپنڈیکس کی تکلیف بتائی اور فوری اپریشن تجویز کیا کیونکہ اپنڈیکس کی ٹالی پھٹنے کا امکان تھا وہ درد کی حالت میں ہی گمراہی آگئے اور اپنے ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر اندر سے کٹڈی لگائی اور حضور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کر کے رونے لگے اور عرض کی سرکار اپریشن ہرگز نہ کرواؤں گا آپ ہی نظر کرم فرمائیں آپ نے دیکھیری فرمائی انہیں اسی روز رفع حاجت ہوئی اور تمام خون و پیپ پاخانہ کے ساتھ خارج ہو گیا ان کی تکلیف دور ہو گئی اور اس طرح قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر اپریشن ہی تکلیف دور کر دی۔

یہی اشرف علی نجم صاحب بیان کرتے ہیں کہ ۱۹۸۰ء میں آپ کے وصال کے دو سال بعد سرکاری طور پر عبدالحق کالونی تصور میں رہائش کے لئے مکان الاٹ ہو گیا وہاں ابھی آبادی زیادہ نہ تھی اس لیے وہ اپنے والدین کے ساتھ اندرون شہر تصور رہائش پذیر تھے جبکہ تصور کا اے۔ ڈی۔ سی جی صبح کے وقت خفیہ طور پر کالونی کا دورہ کرتا اور جو الاٹی اپنے مکان میں رہائش پذیر نہ ہوتا اس کی الاٹمنٹ منسوخ کر دیتا انہی ایام میں اعلیٰ حضرت کراچوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ ان کی بیوی کو خواب میں ملے اور میرے موجودہ شہر کے مکان کا دروازہ کھٹکھٹایا میری بیوی نے اوپر سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ قبلہ اعلیٰ حضرت کراچوالی سرکار اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ دروازہ پر تشریف فرما ہیں اور آپ پوچھ رہے ہیں کہ کیا مکان نمبر ۳ عبدالحق کالونی آپ کا ہے میری بیوی نے خواب میں ہی جواب دیا کہ ہاں وہ مکان ہمارا ہے تو قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیٹا اس مکان میں جا کر رہو میری بیوی نے کہا حضور بچیوں کو قرآن پاک شروع کروایا ہوا ہے قرآن پاک ختم ہونے پر وہاں چلے جائیں گے جس کی آپ نے منظوری دے دی۔ صبح میری بیوی نے مجھ سے مکان نمبر ۳ عبدالحق کالونی کے بارے میں حکم کیا کیونکہ میں نے ابھی تک اس مکان کی الاٹمنٹ کے بارے

میں گھر میں کسی سے ذکر بھی نہیں کیا تھا ہم بچیوں کے قرآن پاک ختم ہونے کے بعد ہی اس مکان میں نخل ہوئے اور وہاں اتنا عرصہ نہ جانے کی وجہ سے ہماری الاٹمنٹ بھی منسوخ نہ ہوئی کیونکہ آپ نے خواب میں وہاں قرآن پاک ختم ہونے تک نخل نہ ہونے کی اجازت دے دی تھی۔

بیماری سے شفا

شیخ عبدالرحمن (نومسلم) ساکن شاہ عالم ضلع بھکر بیان کرتے ہیں ۱۹۹۵ء میں آپ کے وصال کے تقریباً "سترہ سال بعد) ان کو ملی بادی کی اتنی شدید بیماری لاحق ہوئی کہ ایک بازو سوج گیا اور کالا ہو گیا اس کے ساتھ ہی سارا جسم بھی سیاہی مائل ہو گیا علاج پر کثیر رقم خرچ ہوئی لیکن آرام نہ آیا ڈاکٹروں طبیبوں نے اسے لاعلاج قرار دے دیا اس کے ہوش و حواس ختم ہو چکے تھے کہ ایک رات قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اور پیر میر طیب علی شاہ صاحب (موجودہ سجادہ نشین) خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اٹھ کے بیٹھو تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے آنکھ کھلی مگر پھر کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے بے سدھ پڑا رہا دوسری رات قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں پھر بیدار کیا اور فرمایا اٹھو تمہیں کوئی بیماری نہیں ہے چنانچہ وہ اٹھ کر بیٹھ گئے بیماری ختم ہو چکی تھی جسم سے درد وغیرہ دور ہو چکا تھا آہستہ آہستہ وہ بالکل تندرست ہو گیا۔

امداد غیبی

چوہدری محمد اورلیس صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دن وہ بمبئی و عمیال عارف والہ سے بذریعہ کار لاہور آ رہے تھے کہ بھائی پھیرو (پھول نگر) سے تقریباً "ڈیڑھ میل پہلے کار کا ٹائر پچھڑا ہو گیا ٹائر بدلنے کے لیے وہ جیک لگاتے لیکن جیک بار بار پھسل کر نیچے گر جاتا تھا سردیوں کے دن تھے اندھیرا ہو چکا تھا اور بیوی بچے ساتھ ہونے کی وجہ سے ان کی پریشانی میں اضافہ ہو رہا تھا اس پریشانی کے عالم میں انہوں نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہو کر مدد کی استدعا کی تھوڑی ہی دیر میں دو آدمی سائیکل پر سوار ان کے پاس آ گئے اور ان سے ان کی پریشانی کا سبب معلوم کیا انہوں نے ان کو

اپنی پریشانی بیان کی اور ان سے درخواست کی وہ پچھلا بھرا ٹھائیں تاکہ جیک پھل نہ سکے انہوں نے کار کو سہارا دیا تو انہوں (اوریس صاحب) نے جیک لگایا اور پیسہ بدل لیا اور نٹ بولٹ کسے سے پہلے ان کا شکریہ ادا کیا پیسہ کے نٹ بولٹ کسے بیٹھے تو دیکھا کہ وہ دونوں حضرات ۔۔ سائیکل غائب ہو چکے تھے دراصل قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی امداد بھی فرمائی تھی۔

پڑول پمپ کا لگ جانا

محمد شریف بہاولنگر والے بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی ظاہری زندگی میں ہی پڑول پمپ لگانے کے لیے ایک قطعہ زمین خریدا اور پڑول پمپ کا نام ”کرمانوالہ کارپوریشن“ رکھا۔ کچھ عرصہ بعد قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا انہوں نے پڑول پمپ لگانے کی بہت کوشش کی لیکن کمپنی نے منظوری نہ دی اس کوشش میں بہت زیادہ اخراجات بھی ہوئے اور جب کوشش بیار کے باوجود پڑول پمپ نہ لگا تو انہوں نے پڑول پمپ لگانے کا خیال ترک کر دیا۔ کچھ دن بعد ان کے بھانجے نے ان سے کہا کہ آپ پڑول پمپ کے لیے کوشش کریں اب پڑول پمپ لگ جائے گا لیکن وہ مسلسل انکار کرتے رہے اور وہ اصرار کرتا رہا آخر انہوں نے اس سے پوچھا کہ اصل بات بتائے تو اس نے انہیں بتایا کہ دراصل بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لائے تھے اور مجھ سے پڑول پمپ کے بارے میں پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ محمد شریف صاحب اب پڑول پمپ نہیں لگانا چاہتے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ پڑول پمپ نہیں لگانا تھا تو ہمارا نام ”کرمانوالہ کارپوریشن“ کیوں رکھا تھا اس نے یہ خواب بیان کیا تو انہیں حوصلہ ہوا اور انہوں نے دوبارہ کوشش کی اور تھوڑی ہی کوشش کے بعد پڑول پمپ منظر ہو گیا۔

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی حج پر روانگی

آپؒ ۱۹۷۰ء میں حج پر جانے کے لیے کراچی تشریف لے گئے آپ کے ساتھ جانے کے لیے بہت سے مریدین شائق تھے لیکن ان میں سے بعض کا قرعہ اندازی میں نام نہ آیا چنانچہ آپؒ چوہدری عبدالغنی - حاجی شفیق - حاجی انعام اللہ صاحبان اور ایک اور بھیلی کو کراچی لے گئے اور آپ کی نظر کرم سے چوہدری عبدالغنی صاحب، حاجی شفیق صاحب اور ایک اور بھیلی کے حج پر جانے کی منظوری ہو گئی جبکہ حاجی انعام اللہ صاحب کو آپ نے فرمایا کہ کوشش جاری رکھیں اور عمرہ پر تشریف لے آئیں۔

بارہ سال سے رکی ہوئی روحانی منزل بحال ہو گئی۔

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ بحری جہاز کے ذریعہ حج پر روانہ ہوئے دوران سفر جہاز پر ایک بزرگ کی ڈیوٹی تھی وہ ایک دن آپ کے پاس سے گزرے تو کچھ دور جا کر پھر واپس آگئے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس وقت سیب نوش فرما رہے تھے آپ نے سیب کا ایک ٹکڑا اس بزرگ کو دیا اس نے وہ سیب کا ٹکڑا کھا کر نعرہ لگایا ”حق ہو“ اور چلے گئے کچھ دیر بعد وہ دوبارہ نظر آئے تو چوہدری عبدالغنی حاجی شفیق اور دیگر مریدین نے ان کو گھیر لیا اور ان کے نعرہ لگانے کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا کہ میرے پیر و مرشد کے وصال کے بعد بارہ سال سے میری روحانی منزل رکی ہوئی تھی میں بہت پریشان تھا کہ ایک دن خواب میں میرے مرشد نے مجھے بشارت دی کہ سمندر میں تجھے ایک بزرگ ملیں گے وہ تمہیں اگلی منزل پر لے جائیں گے چنانچہ آج میں قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے گزرا تو میرا دل خود بخود چلنے لگا میں واپس آیا تو میں نے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے نور کی شعاعیں اپنی طرف آتی ہوئی محسوس کیں اور جب میں نے آپ کا عنایت کردہ سیب کا ٹکڑا کھایا تو میری بارہ سال سے رکی ہوئی روحانی منزل بحال ہو گئی یہ شان تھی قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی کہ ایک نظر کرم سے بارہ سال سے رکی منزل بحال ہو گئی۔

بحری جہاز پر رکے عازمین حج کو حج کی اجازت۔

بحری جہاز جب جدہ پہنچا تو اس کو بندرگاہ پر ہی روک لیا گیا اور لنگر انداز ہونے کی اجازت نہ ملی اس کی وجہ یہ تھی کہ مشرقی پاکستان سے آئے ہوئے ایک جہاز سے کچھ چپک سے متاثرہ افراد کی نشاندہی ہوئی تھی اس جہاز کو روک لیا گیا اور اسی شبہ میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کا جہاز بھی روک لیا گیا جوں جوں حج کے دن نزدیک آتے گئے مریدین کی پریشانیاں بڑھتی گئیں حج سے ایک دن پہلے آپ کے ایک مرید عبدالرشید خان آپ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا اولیاء اللہ کے پاس خصوصی اختیارات بھی ہوتے ہیں "قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت صاحب کی اس بات کا انہیں بھی علم ہے تو عبدالرشید خان صاحب نے عرض کی کہ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے آپ میں کوئی کمی تو چھوڑی نہیں آپ یہ اختیارات کب استعمال کریں گے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ تو اولیاء اللہ کی بات کرتے ہیں جو میری سمجھ سے باہر ہے بہر حال آپ جا کر دو نفل پڑھیں اللہ کریم مہربانی فرمادیں گے چنانچہ انہوں نے نفل نماز کا سلام بھی نہ پھیرا تھا کہ جہاز کو لنگر انداز ہونے کی اجازت مل گئی۔ تمام لوگوں نے عمرہ ادا کیا اور پھر سیدھے حج کی ادائیگی کے لیے منی پہنچ گئے۔

حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرا معلم اور تھا اور بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بیلیوں کا دوسرا معلم تھا چنانچہ جدہ سے مجھے میرے معلم کی بس میں سوار کرا دیا گیا میں بہت پریشان تھا کہ میں اب بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے کس طرح مل پاؤں گا اسی پریشانی میں عمرہ ادا کیا اور میرے گروپ کے دوسرے ساتھی چلے گئے میرا سامان بھی انہی کے پاس تھا میں پریشانی کے عالم میں آب زم زم کے پاس کھڑا تھا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے آواز دی آپ کو پا کر میری جان میں جان آئی۔ اس کے بعد حج کے لیے میدان عرفات روانہ ہونے لگے تو مجھے پھر میرے معلم کی بس میں علیحدہ ہی جانا پڑا میں پھر بہت پریشان ہوا کہ پہلے تو بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہو گئی تھی اب تو اتنے رش میں ملاقات مشکل ہے میں اسی پریشانی میں معلم کے خیمہ میں چادر لے کر لیٹ گیا کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ خود ہی مہربانی فرمائیں گے کچھ ہی

ذیر گزری تھی کہ چوہدری عبدالغنی صاحب نے آکر میرے پاس ہی کھڑے ہو کر مجھے آواز دی کہ یہاں پر کوئی حاجی شفیق صاحب ہیں میں جھٹ کھڑا ہو گیا اور ان کے ساتھ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اصل انہیں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے تلاش کرنے کے لیے ہی بھیجا تھا اور یہ آپ کا تصرف تھا کہ انہوں نے میرے پاس آکر ہی مجھے آواز دی وہاں سے مزدلفہ روانگی پر مجھے خوف تھا کہ کہیں پھرنہ اکیلے جانا پڑے لیکن آپ نے کمال مہربانی سے اپنے ساتھ ہی بس میں سوار کرا لیا اور باقی تمام سفر آپ کے ساتھ ہی گزرا۔

حج سے فارغ ہونے کے بعد زیارات مقدسہ کے لیے جاتے رہے عار ثور کی زیارت کے لیے گئے تو آپ نے تمام مریدین کو پہلے بھیج دیا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ حاجی شفیق صاحب تھے۔ اوپر جا کر ایک بلی (مرید) کا سانس پھول گیا اور وہ برب دم ہو گیا اس نے خیال کیا کہ اب تو آخری وقت آ گیا ہے اور کلمہ شریف پڑھنے لگا لیکن کچھ دیر بعد ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے انہیں پانی پلایا ہے اور ان کی طبیعت بحال ہو گئی۔ دراصل بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ آہستہ آہستہ اوپر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بہت بوڑھا آدمی اور بوڑھی عورت بھی آہستہ آہستہ جا رہے تھے جب وہ آپ کے پاس سے گزرے تو بوڑھے آدمی نے قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ بھی ہماری طرح آہستہ آہستہ جا رہے ہیں آپ نے حاجی شفیق کو فرمایا کہ اس بوڑھے کو پانی پلاؤ دراصل اس وقت اس اوپر جانے والے مرید کی طبیعت خراب ہو چکی تھی اور آپ نے پانی اس بوڑھے کو نہیں بلکہ اپنا تصرف فرماتے ہوئے اس مرید کو پلایا تھا جس کے بعد اس کی طبیعت بحال ہو گئی اس کے تھوڑی دیر بعد وہ دونوں غائب ہو گئے اور پھر نظر نہ آئے۔

عار ثور میں دو دو آدمیوں نے جانا تھا حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری عار ثور میں حاضری قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوئی اور وہاں آپ کی معیت میں نوافل ادا کئے عار ثور سے باہر آکر قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے حاجی شفیق صاحب کو نعت پڑھنے کے لیے کہا انہوں نے نعت شریف پڑھی اور تمام حاضرین کے آنسو جاری ہو گئے نعت شریف کے بعد دعا مانگی گئی دعا سے فارغ ہو کر جانے لگے تو وہاں

موجود ایک شخص نے ایک اور نعت پڑھنے کی درخواست کی چنانچہ حاجی شفیق صاحب نے ایک اور نعت پڑھی۔

حاجی شفیق صاحب بیان کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران آپ روزانہ سوق ایل بازار میں جاتے وہاں دکانوں کا چکر لگاتے خصوصاً گھڑیاں دیکھتے لیکن کچھ خریدتے نہیں تھے دراصل سوق ایل میں مولد پاک جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور آپ روزانہ اس کے ہی چکر لگاتے تھے آپ کے ساتھ ایک مرید بشیر راجپوت صاحب نے عرض کیا کہ حضور آپ روزانہ بازار کے چکر لگاتے ہیں اور کچھ خریدتے بھی نہیں اس سے تو ہمت ہے کہ ہم طواف ہی کر لیا کریں آپ نے اس کو طواف کی اجازت دے دی۔ وہ طواف کعبہ کے لیے جا رہا تھا کہ راستہ میں اسے ایک اور شخص مل گیا اور وہ اسے لے کر کسی اور بزرگ کی زیارت کے لئے لے گیا وہ بزرگ معروف تھے یہ ان کے انتظار میں بیٹھے تھے کہ وہاں پر پڑی ایک کتاب پر نظر پڑ گئی اس کتاب میں ایک بزرگ حضرت ذالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت موسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر تھا کہ وہ اس بازار سے گزر رہے تھے تو ایک اور بزرگ کو دیکھ کر انہوں نے چھپنے کی کوشش کی لیکن ان بزرگ نے انہیں دیکھ لیا تھا اس لیے چھپنے کی وجہ پوچھی انہوں نے بہت اصرار کے بعد بتایا کہ جو شخص قلب الاقطاب کے مقام پر قاتل ہوتا ہے اس کے لیے مولد پاک کا طواف ضروری ہوتا ہے اس طرح آپ کا مولد پاک کے طواف کرنے کا ہمد کھل گیا اور ساتھ ہی آپ کے قلب الاقطاب کے مقام پر قاتل ہونے کی بھی تصدیق ہو گئی۔

مدینہ منورہ کی حاضری

قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے مکہ شریف میں سترہ دن قیام کیا اور اس کے بعد آپ مدینہ منورہ حاضری کے لیے تشریف لے گئے۔ حاجی انعام اللہ صاحب آپ کے حکم کے مطابق عمرے کے لیے کوشش کرتے رہے اور جلد ہی ان کا کام بن گیا اور ابھی آپ مدینہ شریف میں مقیم تھے کہ یہ بھی مکہ شریف میں عمرہ ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ نماز فجر میں حاضر ہو گئے انعام اللہ صاحب بہت پریشان تھے کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ

کو مدینہ منورہ میں کیسے تلاش کریں گے لیکن ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی جب انہوں نے نماز فجر کا سلام پھیرا تو ان کے دائیں طرف صف میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ اور بائیں طرف جناب حاجی شفیق صاحب موجود تھے اس طرح حاجی صاحب کو آپ نے تلاش کرنے کی پریشانی سے بچا لیا کیونکہ حاجی صاحب کے پاس آپ کا پتہ نہیں تھا اور اتنے ہجوم میں کسی کو تلاش کرنا اتنا آسان کام نہ تھا۔

آپ کے قیام مدینہ کے آخری ایام میں ایک شخص نے آپ کی دعوت کی تو آپ نے معذرت کرنا چاہی تو اس شخص نے کہا کہ اگر آپ نے میری دعوت قبول نہ کی تو میں روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی شکایت کروں گا آپ نے فرمایا کہ تم میری حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت نہ کرنا میں تمہاری دعوت قبول کرتا ہوں۔

ایک دن ایک شخص نے دن میں آپ کی دعوت کی اور پھل فروٹ بہت وافر مقدار میں پیش کئے وہ پھل اتنے زیادہ تھے کہ ختم ہونے کا نام نہ لیتے تھے چنانچہ ابھی کافی پھل باقی تھے کہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دعوت پر موجود مریدین نے مزید کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اس شخص نے اپنے گھر کی ایک کھڑکی کھولی تو سامنے روضہ مبارک تھا اس شخص نے فرمایا کہ اگر آپ نے یہ پھل ختم نہ کیے تو میں آپ لوگوں کی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر شکایت کروں گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ لوگ میرے پاس سے سیر ہوئے بغیر جارہے ہیں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص سے فرمایا کہ آپ ہماری شکایت نہ کریں ہم آپ کے یہ پھل ختم کر کے ہی جائیں گے چنانچہ تمام حاضرین نے وہ پھل بمشکل کھا کر ختم کئے۔

مسجد نبوی میں ایک حبشی عورت بیٹھی رہتی تھی جو ہر وقت ٹکٹکی لگائے گنبد خضراء کی طرف دیکھتی رہتی تھی اس نے کوئی نقاب نہیں لیا ہوا تھا لیکن جب قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس سے گزرتے تو وہ چہرہ پر نقاب ڈال لیتی آپ کے ایک مرید نے اس مائی جیشن کے پاس جانا شروع کر دیا اس نے مدینہ شریف میں جو تا استعمال کرنے سے منع کیا اس شخص کے دل میں خیال آیا کہ ننگے پاؤں پھرنے سے پیروں میں گندگی لگ جاتی ہے اور گندگی والے پیر لے کر مسجد نبوی میں آنا خلاف ادب ہے یہ خیال آتا تھا کہ اس حبشی عورت نے کہا ”کل مدینہ طیب“ یعنی مدینہ کا ذرہ ذرہ پاک ہے۔

یہ جہشی عورت کسی سے نذرانہ نہ لیتی تھی یہ بات کسی مرید نے آپ کے گوش گزار کی آپ نے حاجی شفیق صاحب کو دس ریال کا نوٹ عطا کر اس مائی کو دینے کا ارشاد فرمایا حاجی صاحب نوٹ لے کر ان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے حاجی شفیق سے جھپٹ کر نوٹ لے لیا۔

مدینہ منورہ میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے معمولات

قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ تہجد کے وقت روزانہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دیتے۔ نماز فجر کے بعد اور بعض اوقات کسی دوسری نماز کے بعد دوسرے تیسرے روز آپ جنت البقیع میں حاضری دیتے۔

آپ نماز ظہر کے بعد مسجد نبویؐ کے باب السلام سے نکل کر بازار میں گھومتے رہتے اور بظاہر کوئی خریداری بھی نہ کرتے مریدین کو اس کی جستجو ہوتی کہ آپ یہاں روزانہ کیوں آتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نزدیک ہی قبر مبارک والد ماجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھی جس پر آپ روزانہ حاضری دیتے تھے۔

آپ نماز عشاء کے بعد روزانہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حاجی شفیق سے فرماتے کہ آپ کے حضور درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا جائے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ خود بھی اور دیگر مریدین بھی حاجی شفیق صاحب کے ساتھ وہی آواز میں صلوٰۃ و سلام پڑھتے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران روزانہ کوئی نہ کوئی شخص آپ کی رات کی دعوت کرتا۔ آپ اپنے تمام مریدین امتو مسلمین کے ساتھ دعوت میں شریک ہوتے۔ کھانے سے فراغت کے بعد محافل میلاد کا انعقاد ہوتا اور اختتام محفل تمام حاضرین مودبانہ کھڑے ہو کر حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور درود و سلام کا نذرانہ پیش کرتے۔

مدینہ منورہ میں قیام کے دوران کئی مرتبہ بارانِ رحمت ہوئی۔ بارش کے دوران آپ تمام مریدین کو روضہ مبارک سے گرنے والے پانی سے غسل کرنے کا حکم فرماتے۔ تمام مریدین خود غسل کرتے اور قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے لئے گنبد خضریٰ اور باب جبرائیل سے گرنے والا پانی ایک برتن میں لے جاتے۔

وہاں پر موجود خوردونوش کا سامان ملاحظہ فرمایا اس وقت وہی گھی کا تقریباً ایک ٹین بچا ہوا تھا آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے یہ سامان واپس لے کر نہیں جانا اس لیے آپ لوگ جانے سے پہلے کھا پی کر اس کو ختم کریں۔ چنانچہ ہم نے آپ کے حکم کے مطابق اس بچے ہوئے تمام سامان کو بہت مشکل سے روانگی سے قبل ختم کیا۔ یہ آپ کی اپنے متوسلین اور مریدین کے ساتھ شفقت کی ایک ادنیٰ مثال ہے۔

قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے دوران حج فرمایا کہ میں نے کسی کو بتایا نہیں لیکن میں پیچھے کچھ بھی چھوڑ کر نہیں آیا یعنی آپ نے سنت صدیقیہ ادا کی اور مدینہ منورہ میں اتنی خیرات فرمائی کہ وہاں کے لوگ عیش عیش کرائے۔

حاجی انعام اللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ کراچی سے واپسی پر گاڑی کے جس ڈبہ میں تمام بلی (مریدین) سوار تھے وہاں مجھے بیٹھنے کے لیے جگہ نہیں دے رہے تھے میں بہت پریشان تھا کہ اتنے میں مجھے رائے صاحب تلاش کرتے ہوئے آئے اور بتایا کہ میں نے آپ کے لیے ایرکنڈیشن ڈبہ میں قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سیٹ رکھی ہوئی ہے چنانچہ وہ مجھے اپنے ساتھ ڈبہ میں لے گئے یہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی نظر عنایت تھی کہ آپ نے رائے صاحب کو بھیج کر میری امداد فرمائی۔

شادی مبارک

آپ کی شادی اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی مرضی اور خوشنودی سے حضرت سید نور الحسن شاہ بخاری صاحب کیلیانوالہ (خلیفہ حضرت میاں شیر محمد شرتپوری رحمۃ اللہ علیہ) کی صاحبزادی سے ہوئی آپ کے دو فرزند سید مصمام علی شاہ بخاری اور سید میر طیب علی شاہ بخاری ہیں جناب میر طیب علی شاہ بخاری دامت برکاتہ عالی موجودہ سجادہ نشین ہیں دونوں صاحبزادگان نہایت سلیم الطبع اور حلیم الاخلاق ہیں اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی ترویج میں نہایت کوشاں ہیں۔

فرمودات

میاں جمیل احمد صاحب سجادہ نشین شرتپور شریف نے سالانہ عرس مبارک حضرت

میاں شیر محمد شرقتوری رحمۃ اللہ علیہ منعقدہ ۳ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۸ جون ۱۹۹۸ء کو اپنی تقریر کے دوران فرمایا:

”حضرت قبلہ بابا عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیلیوں کو کارخیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے روٹی تو حضرت قبلہ میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کتوں کے لیے بہت ہے یعنی تمام بیلیوں کو زیادہ سے زیادہ اچھے کاموں میں حصہ لینا چاہیے اور ہر وقت کمائی کی طرف ہی دھیان نہیں دینا چاہیے کیونکہ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صدقہ سے ان کے لئے وافر رزق دیا جاتا مقرر ہو چکا ہے۔“

قاری مشتاق صاحب بیان کرتے ہیں کہ قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ محفل عرس / مجلس کے دوران صاحب عرس / مجلس کا ذکر ہی کرنا چاہیے کیونکہ صاحب عرس / مجلس خود محفل میں تشریف لاتے ہیں قاری صاحب سے آپ نے اس لئے فرمایا تاکہ تقریر کے لیے آنے والوں کو بتا سکیں اور مقرر حضرات صاحب محفل پر اپنی تقریر کو مرکوز رکھیں۔

اپنے وصال کے بارے میں اشارتاً ارشادات

وصال سے کچھ عرصہ پہلے آپ اشاروں کنایوں میں اپنے جلد وصال کے بارے میں بتاتے رہے لیکن آہ! ہم اسے سمجھ نہ سکے میان محمد یوسف صاحب بوریوالہ کے مکان پر جس میں راقم بھی تھریک تھا آپ نے کسی بات پر فرمایا کہ میری عمر ۴۹ سال ہے۔

چوہدری محمد ادریس صاحب بیان کرتے ہیں کہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے ایک ہفتہ قبل وہ آپ سے ملنے حضرت کرمانوالہ ہاؤس گڑھی شاہور لاہور گئے اور آپ کو شدید بیمار دیکھ کر رونے لگے۔ تو قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے دلاسہ دیتے

ہوئے فرمایا کہ میں جلد چک (گاؤں) آ رہا ہوں۔ آپ گاؤں گئے تو ضرور مگر اپنے غلاموں کو داغ مفارقت دے کر۔

شیخ محمد اشرف کرمانوالہ کلاتھ ہاؤس اوکاڑہ والے بھی اس طرح کا واقعہ بیان کرتے ہیں جس میں وصال سے ایک ہفتہ قبل آپ نے فرمایا کہ میں آٹھ دس روز کے اندر کرمانوالہ شریف آ جاؤں گا۔

وصال

جناب غلام باری صاحب لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ وصال سے پہلے آپ پر حالت استغراق طاری رہنے لگی اور وہی کیفیات ظاہر ہونے لگیں جس طرح اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے پہلے ظاہر ہونا شروع ہوئی تھیں۔ بیماری کے دوران آپ حضرت کرمانوالہ ہاؤس گڑھی شاہو میں ہی مقیم رہے کہ اچانک ۹ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۵ جولائی ۱۹۷۸ء ۴۹ سال کی عمر میں بابا جی سید عثمان علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کا سانحہ عظیم پیش آیا۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

احباب کے قلوب اس نازہ گہرے زخم سے چور چور ہو گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اس قدر عجلت کے ساتھ اس دار فانی سے رخت سنباندھ کر دار بقا کی جانب روانہ ہو جانا سب کو تڑپا گیا۔ ہر دیدہ گریاں اور ہر دل بریاں تھا۔ آپ گیا چلے گئے بزم احباب پر افسردگی چھا گئی۔ شمع محفل بجھ جانے سے چاروں طرف اندھیرا پھیل گیا۔ ہر سو دیرانی ہی دیرانی نظر آ رہی تھی۔ غم و اندوہ کی ان تاریکیوں کو دور کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ سے دونی روشن شمعوں کا سامان پہلے سے کر دیا تھا۔ صاحبزادہ سید مصمام علی شاہ صاحب بخاری اور صاحبزادہ سید میر طیب شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم چندے آفتاب ماہتاب ہیں۔ دونوں حضرات نجیب الطرفین ہیں اور متوسلین دربار عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف کے لئے ہر طرح سے واجب الاحترام ہیں۔ اللہ رب العلمین گلشن رسالت کے ان نونہانوں کو اپنے عظیم المرتبت دادا پاک کے

نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں اور خدمت دین و ملت کا جذبہ عنایت فرمائیں۔ اللہ
تعالیٰ انہیں خلق خدا کے لیے رشد و ہدایت کا ذریعہ بنائیں۔

ایں دعا ازمن واز جملہ جہاں آمین باد

حالات زندگی

پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ ولادت : ۱۳ رجب المرجب ۱۳۷۶ھ

تاریخ وفات : ۲- مارچ ۱۹۹۲ء

ولادت باسعادت

پیر سید غضنفر علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور سید محمد علی شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے جگر گوشہ تھے۔ آپ ۱۳- رجب المرجب ۱۳۷۶ھ جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات اڑھائی بجے اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ کا اسم مبارک غضنفر علی رکھا گیا۔

تعلیم و تربیت

آپ نے دنیاوی تعلیم کے حصول کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت اپنے والد بزرگوار پیر سید محمد علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی آپ کی وسعت علمی اور طریقہ تبلیغ کا ایسا انداز تھا کہ ہر کوئی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا چنانچہ ایک مرتبہ دو بڑے ڈاکٹر دربار عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف حاضری کے لیے آئے حاضری سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ پیر جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے لیے کھانا منگوایا اور خود بھی ان کے ساتھ کھانا تناول فرمایا اور انہیں سنت طریقہ سے یعنی دایاں گھٹنہ کھڑا کر کے اور بائیں گھٹنا بچھا کر کھانے کی تلقین کی۔ کھانے کے دوران پیر جی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ڈاکٹروں سے سنت طریقہ سے کھانے کے فوائد پر تبصرہ کے لیے فرمایا تو وہ کوئی جواب نہ دے سکے جس پر آپ نے انہیں فرمایا کہ سنت طریقہ سے کھانے کے دو فائدے ہیں ایک تو یہ کہ اس طریقہ سے کھانا کم کھایا جاتا ہے یعنی بھوک رکھ کر جو کہ ڈاکٹری اصول کے عین مطابق ہے اور دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس طریقہ سنت کے مطابق کھانے والے کو (Appendix) کا مرض نہیں ہوتا۔ یہ فوائد سن کر ڈاکٹر صاحبان آپ کی وسعت علمی کے قائل ہو گئے۔

عادات و اطوار

آپ نہایت لمسار اور عمدہ اخلاق کے مالک تھے ایک متناسب جسم اور نہایت پر وقار شخصیت کے حامل تھے۔ لباس انتہائی سادہ شلوار قمیص زیب تن فرماتے تقریبات میں کلاہ اور شیروانی بھی استعمال کرتے غذا بھی عموماً سادہ استعمال کرتے۔ آپ اعلیٰ کردار کے مالک ہونے کے ساتھ ساتھ دنیاوی اور مذہبی علوم پر بھی دسترس رکھتے تھے اور خطبہ

جمعہ میں تقریر بھی خود کرتے تھے جو نہایت پر مغز اور پر تاثیر ہوتی تھی۔
 آپ سنت نبویؐ کی خود بھی پیروی کرتے اور لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دیتے
 دوران سفر کوئی قبرستان آجاتا تو رک کر فاتحہ خوانی کرتے اور فوت شدگان کے لیے
 دعائے مغفرت کرتے ایک مرتبہ آپ کسی مریض کی عیادت کے لیے سول ہسپتال اوکاڑہ
 تشریف لے گئے واپسی پر اوکاڑہ کے بڑے قبرستان کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے
 گاڑی روک لی اور فاتحہ خوانی اور دعائے مغفرت فرمائی اور ایک بیلی (مرید) سے جو آپ
 کے ساتھ تھا فرمایا کہ اگر میری دعا سے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان گناہ گار اہل
 قبور کی بخشش ہو جائے تو ہمارا کیا نقصان ہے بلکہ اس سے نبی لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خوشنودی حاصل ہوگی۔

زیارت حرمین شریفین

آپ نے سب سے پہلا سفر حرمین شریفین نہایت کم عمری یعنی صرف نو سال کی عمر
 میں اپنے والدین اور ہمشیرگان کے ساتھ کیا اور پیر جی رحمتہ اللہ علیہ کو بیت اللہ شریف
 کے اندر جانے کی سعادت نصیب ہوئی اور اسی طرح مدینہ منورہ میں بھی پذیرائی ہوئی۔
 بعد میں آپ نے کئی بار حج اور عمرے ادا کئے اور روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر
 حاضری دی۔

اخلاق کریمانہ

آپ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے۔ سرور نامی ایک مزدور جو حضرت کرمانوالہ
 شریف میں رہائش پذیر ہے بیان کرتا ہے کہ ایک دن اس نے پیر جی کی خدمت میں اولاد
 کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے اس کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا
 سے اس کو ایک فرزند عطا فرمایا۔ سرور نے ایک مرتبہ بعد از نماز جمعہ آپ سے اپنے گھر
 چلنے کی درخواست کی آپ نے اس کی درخواست قبول فرمائی چنانچہ سرور جلدی سے
 اپنے گھر گیا تاکہ پیر جی رحمتہ اللہ علیہ کی تواضع کے لیے کوئی انتظام کرے۔ پیر جی گھر
 تشریف لے گئے اور جلد ہی واپس آگئے اور اسی وقت سرور کے گھر پہنچ گئے۔ پیر جی کو

اپنے گھر میں دیکھ کر سرور اور اس کی بیوی بہت خوش ہوئے اور آپ کے سامنے چائے مٹھائی پیش کی۔ آپ کو بھوک لگی ہوئی تھی آپ نے سرور کے گھر میں موجود سوکھی روٹی ہی نوش فرمائی اور اس کو مزید کوئی تکلف نہ کرنے دیا اس طرح سنت نبویؐ کو زندہ کیا۔ بعد میں ایک ساتھی کو فرمایا کہ میں نے سرور کے گھر جانے میں اس لیے جلدی کی کہ کہیں سرور زیادہ تکلف کر کے زیر بار نہ ہو جائے۔

اساتذہ کا احترام

آپ اپنے اساتذہ کا بہت احترام کرتے تھے ایک مرتبہ آپ اتفاق ہسپتال میں تھے اور آپ کا دوسرا اپریشن ہوا تھا اور کسی کو آپ سے ملنے کی اجازت نہ تھی اس دوران آپ کے ایک استاد حافظ احمد یار صاحب آپ سے ملنے تشریف لائے اور کمرہ کے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ پیر جی اس وقت آرام فرما رہے تھے حافظ صاحب کو بتایا گیا کہ آپ سے ملنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے لیکن انہوں نے فرمایا کہ پیر جی کو صرف اتنا بتا دو کہ حافظ احمد یار صاحب ملنے آئے ہیں چنانچہ آپ سے عرض کیا گیا تو آپ نے ان کو فوراً ملنے کی اجازت دے دی اور ان سے آپ دیر تک گفتگو فرماتے رہے۔ آپ کے نزدیک اساتذہ کی اتنی عزت تھی کہ آپ نے بیماری کی حالت میں جب کہ ڈاکٹروں نے بھی ملاقات سے منع کیا تھا حافظ صاحب سے ملاقات کی۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

آپ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیشہ سرشار رہتے جب حضور نبی کریم ﷺ رُحِمَ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی اسم گرامی آتا تو ہاتھوں کو چوم کر آنکھوں پر لگاتے اور دورد و سلام کا نذرانہ پیش کرتے۔ آپ اکثر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی میں لہتیں سنتے رہتے اور اپنے قلب کو عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گرماتے رہتے۔

قصیدہ بردہ شریف کے اشعار بھی بہت پسند تھے مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام بھی اکثر سنتے ایک مرتبہ آپ نے ایک بلی (مرید) سے کہا کہ مجھے

برودہ شریف کے اشعار مولانا صلی و سلم دا نما "ابدا" پانچ سو مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے پلانے کو کہا (کیونکہ آپ کی طبیعت نہایت خراب تھی) اور ساتھ ہی تعداد کی گنتی پوری کرنے کے لیے ٹک ٹک کرنے والی چرخی بھی عنایت فرمائی وہ شخص آہستہ آہستہ یہ مصرع پڑھ کر پانی پر دم کرتا رہا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پیر جی رحمتہ اللہ علیہ نیند میں استراحت فرما رہے ہیں۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ کیا گنتی پوری ہو گئی ہے اور اس شخص کی حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اس چرخی پر گنتی پوری پانچ سو ہو چکی ہے پیر جی اگرچہ بظاہر نیند میں تھے لیکن باطن بیدار تھے۔

تصرفات / کرامات

ایک بلی (مرید) بیان کرتے ہیں کہ اس کی بیوی کو سردرد کی شکایت رہتی تھی اور بینائی بھی دن بدن کمزور ہو رہی تھی ڈاکٹر سے چیک کروانے کے بعد عینک لگوانی پڑی ایک مرتبہ پیر جی رحمتہ اللہ علیہ عمرہ سے واپس آئے تو وہ مرید اپنی بیوی کے ہمراہ آپ کو مبارک باد دینے کے لیے حاضر ہوا۔ اس کی بیوی کو عینک لگائے ہوئے دیکھ کر آپ نے عینک لگانے کی وجہ دریافت کی آپ کو بتایا گیا کہ نظر کی کمزوری کی وجہ سے ڈاکٹر نے عینک تجویز کی ہے۔ آپ نے اپنے دست مبارک سے اس کی بیوی کی عینک اتار دی اور فرمایا کہ آئندہ عینک نہ پہنی جائے نہ سردرد ہوگا اور نہ ہی نظر کمزور ہوگی چنانچہ ان کی نظر بالکل ٹھیک ہو گئی اور اب وہ عینک استعمال نہیں کرتی۔

حاجی جنید اشرف بٹ گلبرک والے بیان کرتے ہیں میں کاروباری سلسلہ میں لندن میں تھا اور میرا بیٹا لندن میں زیر تعلیم تھا میرے بیٹے کے دائیں ہاتھ کی پشت پر مہاسے نمودار ہوئے اور بہت علاج کروانے کے باوجود آرام نہ آیا اس دوران پیر جی رحمتہ اللہ علیہ بغرض علاج لندن میں تشریف فرما تھے۔ میں اپنے بیٹے کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا سلام دعا کے بعد اپنے بیٹے کے مہاسوں کے بارے میں عرض کیا آپ نے میرے بیٹے کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر زور سے دبایا اور اپنے ہاتھ کو میرے بیٹے کے ہاتھ سے رگڑا اور فرمایا کہ مجھے تو مہاسے کہیں نظر نہیں آرہے۔ مہاسے غائب ہو چکے تھے اور جو مہاسے لندن میں علاج سے ختم نہیں ہوئے تھے آپ کی ایک نظر کرم سے منٹوں میں

ختم ہو گئے۔

محمد نواز صاحب اوکاڑہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ پیر جی رحمتہ اللہ علیہ ان کے گھر تشریف لائے انہوں نے آپ کی خدمت میں پھل پیش کیا پیر جی رحمتہ اللہ علیہ نے کچھ پھل وغیرہ نوش فرمائے اور ان کے حق میں اس طرح دعا کی ”اے اللہ نواز کے رزق میں برکت دے“ اس کے بعد آپ تشریف لے گئے۔ آپ کے جانے کے بعد آپ کا پس خوردہ انہوں نے تناول فرمایا تو انہیں سارا دن نہ بھوک لگی اور نہ ہی پیاس محسوس ہوئی۔

حاجی بشیر احمد صاحب مظہرہ لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ میرا بیٹا مدت سے ابو ظہبی میں مقیم تھا مگر اقامہ نہیں مل رہا تھا جس کی وجہ سے بہت پریشانی تھی چنانچہ میں حضرت کرمانوالہ شریف دعا کے لیے حاضر ہوا۔ پیر محمد علی شاہ صاحب زیارت حرمین شریفین کے لیے گئے ہوئے تھے چنانچہ پیر جی رحمتہ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے اپنی مشکل بیان کی اور دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ ”اقامہ تو لگ گیا“ چنانچہ چند دن بعد ہی میرے بیٹے کا اقامہ لگ گیا۔

یہی حاجی بشیر احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ پیر سید محمد علی شاہ صاحب حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے عرس کے موقع پر لاہور تشریف لائے ہوئے تھے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا پیر جی رحمتہ اللہ علیہ ابھی چھوٹے ہی تھے اچانک اٹھے اور میری پیٹھ پر سوار ہو گئے میں نے بھی موقع غنیمت جانا اور آپ کو کمرے میں پھرانے لگا کچھ دیر بعد آپ کے والد گرامی پیر محمد علی صاحب نے فرمایا کہ سواری تو کر لی اب گھوڑے کو کچھ کھلاؤ پلاؤ چنانچہ پیر جی رحمتہ اللہ علیہ نے میرے منہ میں لڈو ڈالنے شروع کر دیے اور میں کھاتا رہا لڈو میں کھاتا جاتا تھا اور تمام اندرونی بیماریاں دور ہوتی جاتی تھیں۔

محمد حفیظ صاحب مظہورہ والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت کرمانوالہ شریف گیا میرا وہاں رات بسر کرنے کا ارادہ تھا لیکن مجھے خیال آیا کہ شاید نکیہ اور چادر نہ ملے جس کی وجہ سے رات میں بے سکونی ہو ہم لنگر شریف کھا رہے تھے کہ پیر جی رحمتہ اللہ علیہ بھی آگئے اور ہمارے ساتھ لنگر میں شریک ہو گئے لنگر کھانے کے بعد آپ نے ایک خادم کو فرمایا کہ محمد حفیظ کو ایک چادر اور نکیہ لا کر دے ورنہ تاکہ رات کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ آپ نے کشف کے ذریعہ میرا ارادہ بھانپ لیا اور میری مشکل کشائی فرمائی۔

خطبہ مبارک

جو آپ نے عرس مبارک حضرت کرمانوالے سرکارِ رحمتہ اللہ علیہ منعقدہ
۲۸ فروری ۱۹۹۱ء کو شرفِ عنایت فرمایا۔

اللہ مجدہ کالاکہ احسان ہے کہ جس نے اپنے خصوصی فضل اپنے خصوصی کرم اور
رحم سے ہمیں اس سال بھی گنجِ کرم المعروف حضرت کرمانوالے رحمتہ اللہ علیہ کے عرس
مبارک کی آخری نشست میں حاضری کا موقع مرحمت فرمایا۔ اولیاءِ کرام اور صلحائے
عظام کے مزارات پر ہر سال کسی مخصوص دن اجتماعی صورت میں اکٹھے ہو کر ان کی
زیارت کرنا ان کے روحانی فیوض و برکات سے متمتع ہونا وہاں قرآن خوانی کرنا اور ذکر
الہی کی محافل منعقد کرنا اسے عرف عام میں عرس کہا جاتا ہے اور عرس کی یہ اصطلاح
ترمذی شریف کی ایک حدیث صحیح سے ماخوذ ہے کہ جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا کہ جب کوئی مرد مومن انتقال کر جاتا ہے اور بارگاہِ ایزدی میں ملاقات اور
وصال کے لیے پہنچتا ہے تو نکیرین مہشرین اس کی قبر میں سوال و جواب کے لیے آجاتے
ہیں اور وہ رب اور دین کی نسبت سوال کرنے کے بعد پوچھتے ہیں مَا كُنْتَ تَقُولُ فِي
هَذَا الرَّجُلِ کہ اے صاحبِ قبر! بتا کہ تو اس ہستی مبارک (حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم) کو کیا سمجھتا تھا اس ہستی مبارک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے تو دنیا میں کتنی
محبت رکھتا تھا۔ تو ان کا کتنا ادب کیا کرتا تھا دنیا میں اس ہستی مبارک کے بارے تیرا
کیا عقیدہ ہوا کرتا تھا قال یقول ماضی استمراری ہے تو وہ مرد مومن لکھ جس کی پوری کی
پوری زندگی حضور علیہ السلام کی غلامی اور اطاعت میں بسر ہوئی ہوتی ہے وہ تو دوستو غنم
ہوتا ہے اس لمحہ کا کب ہجر اور فراق کی جملہ ساعات ختم ہو جائیں۔ دوریوں کے سارے
فاصلے مٹ جائیں اور قبر کا وہ لمحہ آئے کہ جب جملہ حجابات اٹھادئے جائیں اور آنکھوں
کو حضور پاکؐ کا دیدار فرحت آثار نصیب ہو جائے تو چونکہ ان کی تو پوری زندگی اسی
مقدس لمحہ کے انتظار میں بسر ہوئی ہوتی ہے اس لیے جب ملک الموت انکی روح قبض
کرنے کے لیے آتا ہے تو محبوب سے ملاقات کی خوشی میں وہ ہنستے ہیں اور اسی ہنسنے کی
حالت میں ان کی روح قبض کر لی جاتی ہے اور ان کا چہرہ ہنستا ہوا رہ جاتا ہے

نشان مرد مومن با تو گوئم
چوں مرگ آید تبسم برب اوست

کہ مرد مومن کی نشانی یہ ہے کہ جب اسے موت آتی ہے تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھتا ہے۔ دوستو یہ تبسم کیا ہوتا ہے یہ تبسم اس لیے ہوتا ہے کہ وہ ملک الموت کو دیکھ کر مسکراتا ہے کہ یہی تو ہے میرے محبوب کی ملاقات کا پیغام لانے والا یہی تو ہے جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میری ملاقات کروا رہا ہے اور اگر کوئی شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننے کے بعد یہ کہہ دے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ تو پھر اس شخص کی قبر کو ۷۰، ۷۰ ہاتھ فراخ کر دیا جاتا ہے اس خوش بخت پر اللہ کی رحمتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہے اور پھر اس قبر کی ساری فضا کو معطر و منور کرنے کے بعد اسے تھک تھک کر یہ کہا جاتا ہے کہ اے اپنے محبوب کو پہچاننے والے نم کنومہ العروس اے اپنے آقا کو پہچاننے والے! اس پہچان کا تجھے یہ صلہ ملتا ہے کہ اب تو اس طرح آرام کے ساتھ سو جا کہ جس طرح پہلی رات کی دلہن اپنے بستر عروسی پر سوتی ہے اب تو قیامت تک آرام کی نیند سو اب تجھے وہی اٹھائے گا جو تیرا محبوب ہو گا تو چونکہ مرد مومن کا یوم ارتحال محبوب حقیقی سے ملاقات اور وصال کا دن ہوتا ہے جملہ حجابات کے مرتفع ہونے اور محبوب کے جمال حقیقی کو بے نقاب دیکھنے کا لمحہ ہوتا ہے لہذا ہر سال جب وہ لمحہ آتا ہے جب ہجر کی ساعت ختم ہوئی تھی ملاقات محبوب حقیقی اور نور حق کا مشاہدہ ہوا تھا تو ان کی روح پر فتوح پھر سے چل چلی اٹھتی ہے چنانچہ اسی مناسبت سے اس مبارک لمحہ کی یاد میں اہل حق ان کے محبوب سے ملاقات کی حقیقی خوشی اور مسرت کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے ذکر الہی، قرآن خوانی، محافل ہائے نعت و وعظ کا اہتمام عرس کی صورت میں کرتے ہیں نَمَكْنُوْمَةُ الْعُرُوْسِ اس حدیث کے مطابق اس دن اکٹھے ہو کر ان کو مبارک باد پیش کرنے کی اس کیفیت کو یا اس اجتماع کو عرس کا نام دیا جاتا ہے۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ معمول تھا کہ وہ سال میں کسی ایک دن شہدائے بدر و احد کے مزارات پر تشریف لے جاتے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کی جمعیت بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوتی اور وہ وہاں جا کر اپنی مبارک زبان سے ان کو ہدیہ و سلام پیش کرتے خلفائے راشدین مہدین کا بھی یہی

معمول رہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس سنت مبارکہ اور اولیائے و صلحائے کرام کے معمولات کی پیروی میں ہم بھی بزرگان دین کے مزارات پر عرس مبارک کی تقریبات میں شریک ہوتے ہیں آج بھم اللہ تعالیٰ ہم جس آستانہ عالیہ پر حاضر ہیں یہ شریعت و طریقت محمدیہ کا سلسلہ نقشبندیہ ہے جو خلیفہ اول جانشین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شروع ہوتا ہے اس میں حضرت سلمان فارسیؓ حضرت بایزید بسطامیؒ، خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندؒ اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی اور قطب الاقطاب میاں شیر محمد شرپوری جیسی یگانہ روزگار ہستیاں اس عالم آب و گل میں ظہور پذیر ہوئی ہیں انہی بلند و بالا بزرگوں کے جانشین حضرت گنج کرم سید محمد اسماعیل شاہ بخاری ادا تم اللہ برکاتہم العالیہ ہیں جن کے در اقدس پر آج ہم سب حاضر ہیں آپ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کے زمرہ میں آتے ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے عامۃ الناس سے ممتاز فرما کر خلق خدا کی رہبری اور رہنمائی پر مامور فرما رکھا ہے۔ دوستو! آپ کے کشف و بصیرت کا یہ عالم تھا کہ ظاہر کی نگاہ سے بھی کوئی پوشیدہ نہ تھا علوم و معرفت اور اسرار حق کا بیان شروع ہوتا تو گویا کائنات قائم جاتی آپ کے پاس حاضر خدمت ہونے والوں میں امراء رؤسا فقراء مشائخ و علماء زراعت پیشہ، سرکاری نیم سرکاری دفاتر کے ملازمین، بچے، بوڑھے، سبھی حاضر ہوتے لیکن کبھی کسی سے یہ نہ سنا گیا کہ اس کی طرف پوری توجہ نہیں ہوئی یا اس کی مشکل حل نہیں ہوئی اکثر تو سائل کو حاجت بیان کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آتی آپ کا لہجہ اتنا میٹھا اتنا میٹھا کہ ہر تلخی مٹ جاتی آپ کی شفقت ایسی کہ ہر دل موہ لیتی، آپ کی مبارک طبیعت ایسی کہ ہر کوئی والا شیدا۔ بس جو کہہ دیا قدرت نے ایسے ہی کر دیا نمود و نمائش و تکلفات کی کوئی گنجائش ہی نہ تھی۔ شریعت و سنت مطہرہ کی سختی سے پابندی فرماتے نہایت محتاط گفتگو مگر نہایت شیریں و دل نشیں پھر اخلاق و اعمال کی اصلاح کا انداز ایسا کریمانہ ایسا کریمانہ کہ کوئی نافرمانی پر قادر ہی نہ رہتا۔ وقت اور فاصلے پر آپ کو کھل دسترس حاصل تھی اور اللہ جل مجدہ نے اپنے اس مقدس بندے کو وہ اختیارات عطا فرمائے تھے کہ انہی کا سکھ ہر طرف چلتا تھا اور آج بھی چلتا ہے قطب الاقطاب حضرت گنج کرم سید محمد اسماعیل شاہ بخاری دام اللہ برکاتہم العالیہ کا سانچہ ارتحال ۲۷ رمضان

البارک ۱۹۶۶ء ماہ جنوری میں پیش آیا انا للہ وانا الیہ راجعون آپ کے مبارک جنازہ میں لکھو کھا انسانوں نے شرکت کی اور کثرت ہجوم کا منظر ایسا تھا کہ جو کبھی کہیں نہ دیکھا گیا تھا ہر طرف سروں کا اژدحام کثیر تھا اور گمان ہوتا تھا کہ واقعی خدائے وحدہ لا شریک نے انسانی لباس میں فرشتوں کو بھیج رکھا ہے اور آپ کا چالیسواں مبارک ۷۱ پھاگن کو ہوا تھا اور یہی تاریخ آپ کے عرس مبارک کی مقرر ہو گئی کہ جس میں آج ہم سب حاضر ہیں اور آپ کے عرس مبارک پر ۲۸ فروری کو ہر سال ضلع اوکاڑہ میں سرکاری طور پر تعطیل ہوتی ہے۔ اس نشست کے اختتام اور خلاصہ کلام کے طور پر دوستو آج میں ایک پیغام کے طور پر عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان اولیاء و صلحاء کی صحبتوں کی تاثیر ان کی صحبتوں کی برکت اور ان کی صحبتوں کی افادیت کو بیان کرنے اور سمجھنے کا اصل مقصد اور مدعا یہ ہے کہ سمجھایا جائے کہ ان کی صحبتوں سے ہمیں کیا حاصل کرنا چاہیے ہم ان حضرات کے پاس جاتے ہیں تو دنیا دار ہو کر جاتے ہیں اور دنیا داری کے سوا ان کی صحبت سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ہم جاہ طلبی کے سوا ان کی صحبت سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے ہم مفاد پرستی کے سوا ان کی مجلسوں سے کوئی نسبت نہیں رکھتے ہم سمجھتے ہیں کہ ان کی نسبت سے ہمیں دنیا ہی ملتی چلی جائے گی یاد رکھئے کہ دنیا کے ملنے اور دنیا کی تلاش کی تو ہزاروں درگاہیں ہو سکتی ہیں ہزاروں در ہو سکتے ہیں شاہان سلطنت کے درباروں پر جاؤ کہ جہاں ذلت اور رسوائی بھی حاصل کرو اور دنیا کا جاہ و منصب بھی حاصل کرو اس لیے کہ دنیا کے طالب اور دنیا کے متلاشی کا مقدر ہمیشہ ذلت و رسوائی ہوتا ہے اور عزت و عظمت اس کے نصیب میں ہوتی ہے کہ جس کا دل دنیا کا متلاشی نہیں ہوتا کتنے دکھ اور کتنے درد کی بات ہے کہ ان کے ہاں دولت تو درد دل کی ہو ان کے ہاں دولت تو ذکر الہی کی ہو ان کے ہاں دولت تو استغنائے روح کی ہو ان کے ہاں دولت تو عبادت نامہ کی ہو اور ہم یہاں آئیں دنیا دار بن کر دنیا طلبی کی خاطر۔ دوستو! اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ اہل دل اور مردان حق کے ہاں جو کوئی دنیا کے خیال سے بھی جاتا ہے رب ذوالجلال و الاکرام اس کی دنیاوی حاجات بھی ان کی برکت سے پوری فرما دیتا ہے اس میں کچھ شک نہیں لیکن یہ درگاہیں دنیا کی خاطر جانے کے لائق نہیں ہیں دوستو! ان درگاہوں کو اتنا ارزاں نہ سمجھا کرو ان کی مجلسوں کو اتنا ہلکا نہ جانا کرو ان کی صحبتوں

کے فیض کو اتنا معمولی خیال نہ کیا کرو ان کے ہاں جاؤ تو ایسی بڑی چیز مانگو کہ جس سے بڑی طلب کائنات میں کوئی نہ ہو ان کے ہاں جاؤ تو اللہ سے انہی کا حال اور انہی کا حال مانگو ان کے ہاں جاؤ تو اللہ سے انہی کے ظاہر باطن کی کیفیت کا سوال کرو قرب الہی کا سوال کرو تقویٰ اور صالحیت کا سوال کرو ہم ان کے پاس آتے ہیں اور رو رو کے اپنی التجائیں ان کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں لیکن ہمیں اپنے مانگنے پر شرم آنی چاہئے کہ کتنی بڑی بارگاہ اور کتنا چھوٹا سوال کرتے ہیں دوستو! جو بارگاہ جتنی بڑی ہوتی ہے اس سے ہمیشہ اسی قدر بڑا سوال کیا جاتا ہے ہمارا طرف اتنا لالچی ہو چکا ہے کہ وہ بھرتا ہی نہیں ہے اور جس کو ہم بڑا سمجھ رہے ہیں بخدا وہ بڑی تنگ دامن ہے ہم جو کچھ مانگتے ہیں اور جو نہ مانگنے کا ہے وہ مانگتے پھرتے ہیں بس ان سے وہ کچھ مانگئے کہ جسے مانگ کر یہ بزرگ عظیم ہو گئے تاکہ ان کے قدموں کی برکت سے ہمیں بھی حیات ابدی نصیب ہو اور یہ فیض صرف اور صرف ایک شرط کو پورا کرنے سے نصیب ہوتا ہے حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخشؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ سے پوچھا کہ حضرت صحبت سے فیض حاصل کرنے کی شرط کیا ہے تو فرمانے لگے کہ صرف اور صرف ایک ہی شرط ہے کہ تم جس کی صحبت میں جاؤ بس اپنی خواہش اور اپنی آرزو کو اس کے کہنے پر قربان کر دو۔ قربان کر دو اپنی خواہش اور آرزو کو چھوڑ دو بس وہ جو چاہے کرے پھر ان کی صحبت میں جاؤ تو دیکھو کہ فیضان نظر کے رنگ کیا ہوتے ہیں۔ ان اولیاء کی خدمت میں ہم بھی حاضر ہوتے ہیں لیکن اپنی طلب کے تصورات لے کر اپنی آرزوؤں کا مواد لے کر پھر رکھتے ہیں مقام ولایت کو کہ ایسا نہ ہوا میں تو فلاں کو بڑا ولی سمجھتا تھا اور میں اس کے پاس جاتا بھی رہا لیکن فلاں چیز مجھے میسر نہ آئی دوستو! ذہن نشین یہ بات فرمائیں کہ اس خیال سے جانے والا عمر بھر بھی کچھ نہیں پاتا اور جو مستغنی ہو کر جاتا ہے وہ اپنی خواہشات اور آرزوؤں کے بتوں کو پاش پاش کر کے جاتا ہے اور محض انہی کے قدم میمنت لزوم سے برکت حاصل کرنے کے لیے جاتا ہے اور محض انہی کے لیے ان کے پاس جاتا ہے یاد رکھ لیجئے کہ پھر دنیا کی عزتیں بھی انہی کو نصیب ہوتی ہیں اور آخرت کی کامیابیاں اور کامرانیاں انہی کی جھولی میں پڑتی ہیں اس لیے میں آپ حضرات سے یہ گزارش کروں گا کہ حضرت گنج کرم حضرت کرمانوالےؒ کی بارگاہ میں یا دیگر اولیاء صلحاء مقربین خدا اور

مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہیں ہوں دوستو! ان بارگاہوں میں جایا کرو اور یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ان کے مزارات پر حاضری دینا ان کی ظاہری زندگی سے قطعاً مختلف نہیں ہوتا جو فیضان نظر جو فیضان روح اور جو فیضان محبت ان کی ظاہری حیات میں آنے والوں کو میسر آتا تھا وہی فیضان نظر ان کا بعد از وصال بھی قائم و دائم رہتا ہے ان کے مزارات کی حاضری ان کی ظاہری محبت سے کم نہیں ہوتی ہے فیوض و برکات ان کے قائم و دائم ہیں تو جہات ان کی قائم و دائم ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ پہلے ہم ان کو دیکھتے تھے وہ ہمیں دیکھتے تھے لیکن اب وہ صرف ہمیں دیکھتے ہیں ہم ان کو نہیں دیکھ سکتے تاہم اللہ اور رسول کی مہربانی سے ہم بھی اہل نظر ہو جائیں اللہ کرے اور جملہ حجابات اٹھ جائیں تو پھر ہمیں بھی ان کے نظر آنے میں کوئی امر مانع نہ رہے بس ان کے یہاں آئے تو یہی مانگئے کہ نفس کا تزکیہ ہو جائے ہمارے حجابات بشریت مرتفع ہو جائیں ہمیں اپنی روح کی لطافت میسر آئے اور قرب الہی کی دولت گراں مایہ حاصل ہو جائے اور اس شرط کے ساتھ حاضری کے تقاضے یہ ہیں کہ ہم ادب سے حاضر ہوں کیونکہ ادب ہی وہ دولت ہے کہ جس سے دلوں کا تقویٰ نصیب ہوتا ہے اور اس بات کو اپنے دل و دماغ میں مثبت فرمائیں کہ ادب صرف اور صرف عشق و محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نصیب ہوتا ہے صرف ایک ہی راستہ ہے اور پھر ایمان ہمیشہ ادب کی راہ سے آتا ہے عرفاء کہتے ہیں کہ ادب سے انسان کو علم نصیب ہوتا ہے علم سے عمل کی اصلاح ہوتی ہے اور صالح عمل سے انسان کو حکمت نصیب ہوتی ہے حکمت کے سبب سے انسان کو زہد و درا کی دولت ملتی ہے اور زہد و درا کے سبب سے انسان کو آخرت کی یاد آتی ہے آخرت کی یاد سے اللہ کا قرب ملتا ہے اور اللہ کے قرب سے معرفت خدا و مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوتی ہے چونکہ المعرفہ کلہا آداب کہ ایمان اور روحانیت کے پورے سفر کی بنیاد ادب ہے تو دوستو! اپنے آپ کو ادب سے بھی مزین رکھئے خدا کو خدا سمجھئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول جانئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب ان کے مقام کے لائق ہے شیخ کا ادب ان کے حال کے لائق ہے استاد کا ادب ان کے حال کے لائق ہے عالموں کا ادب ان کے حال اور مقام کے لائق ہے بڑوں کا ادب ان کے حال کے لائق ہے الغرض جو کوئی جس سبب سے بھی لائق ادب ہے اس کے اسی

مقام کا خیال رکھ کر ادب کیا جائے کہ یہی تقاضا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آخر میں میری گزارش صرف اتنی ہے کہ دوستو! اپنے دل میں درد و سوز کی شمع جلاؤ عشق و محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کو روشن رکھو خدا گواہ ہے خدا گواہ ہے کہ اس عشق و محبت کے سوا کچھ نہیں ہے اس عشق و محبت کے سوا نہ دنیا میں کچھ ہے اور نہ آخرت میں کچھ ہے دنیا و آخرت کا سلطان بھی یہی ہے اور دنیا اور آخرت کا بادشاہ بھی یہی ہے ساری خیراتیں بانٹنے والا بھی یہی ہے اور ساری عنایتیں کرنے والا بھی یہی ہے سارے لطف و کرم اسی کے ہیں ہر طرف اسی کے جلوے ہیں صرف بس حضورؐ سے مانگنے اور حضورؐ کے ہو رہنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے در کے منگتے بن جائیے اس در کے بھکاری بن جائیے کاش! آقا ہمیں بھی اپنے کتوں میں شامل کر لیں کتوں میں شامل کر لیں اور ہمیں بھی اپنا ٹکڑا پھینک کر بلا کر کہہ دیں کہ آجا میرے کتے تو بھی میرا ٹکڑا کھالے دوستو بس کچھ نہیں ہے حضورؐ کی محبت کے سوا حضورؐ کے عشق کے سوا کچھ نہیں ہے اور ہم اس عشق سے محروم ہیں ہم بے خبر ہیں ہمیں اس عشق کی گرد کی بھی خبر نہیں ہے خوش نصیب ہیں وہ کہ جنہیں اس عشق کی دولت نصیب ہو گئی ہے جس کو شراب وحدت اور شراب طہور کا ایک پیالہ نصیب ہو گیا ہے خوش نصیب ہیں وہ کہ جن کو ایک گھونٹ نصیب ہو گیا ہے اس شراب طہور کا کہ جو شراب وحدت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ملی جو شراب طہور عثمانؓ و علیؓ کو ملی اور جو شراب طہور سلمان فارسیؓ بایزید بسطامیؓ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانیؒ اور امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی کو ملی پھر ان سے قطب الاقطاب حضرت میاں شیر محمد شرپوری کو ملی اور دوستو اس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شیر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب کو صلی اللہ علیہ وسلم کے مئے خانہ وحدت سے حضرت منج کرم سید محمد اسماعیل شاہ بخاریؒ کو ایسی بھر بھر کے پلائی بھر بھر کے پلائی کہ انہیں حضرت کرمانوالے بنا دیا دوستو کوشش کرو کہ اس شراب کا ایک گھونٹ ہی مل جائے گھونٹ نہ سہی اس شراب کے پیالے کی تری مل جائے تری نہ سہی اس پیالے کی نمی ہی مل جائے نمی نہ سہی اس شراب خانہ کی بو ہی مل جائے بو ہی مل جائے تو بہت کچھ ہے دوستو پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن رحمت سے لپٹ جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمارے دلوں کی خالی کٹیا میں آجائیں

اور اپنے چہرہ پر انوار اور دیدار فرحت آثار کی ایک جھلک ہمیں بھی عطا کر دیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اے گنبد خضرا کے مکین اے رحمت للعالمین اے غمزدوں کی آماں اے تشنہ حالوں کا سکون اے ہم کینوں کے حال پر رحم کرنے والے اور ہم گنہگاروں کی خدا کی بارگاہ میں شفاعت فرمانے والے آقا! آج ہمارے حال پر نظر کرم فرمادیں آقا! ہم تنگ کرم کے عرس پر حاضر ہیں ہمارے حال پر نظر کرم فرمادیں آقا ہماری طرف بھی ایک پھیرا پائیں اور ہمارے آج مہمان بن جائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نظر کرم حضورؐ ایک نظر کرم آپ کو صدیقؐ و عمر کا واسطہ ایک نظر کرم حضورؐ آپ کو عثمانؓ و علیؓ کا واسطہ ایک نظر کرم آقا آپ کو حسنؓ و حسینؓ کا واسطہ ایک نظر کرم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے حال پر کرم فرمادیں اور آقا ہمیں اپنے مبارک قدموں کا بوسہ عطا فرمائیں الہ العالمین ہمیں حضورؐ کی غلامی عطا فرما اے اللہ ہمیں حضورؐ کے غلاموں کا صدقہ ہمیں حضورؐ کے ان امتیوں میں شامل کر لے کہ جنہیں دیکھ کر حضورؐ خوش ہو کر مسکرائیں۔ اے اللہ ہم اتنے کینے ہیں اتنے گنہگار ہیں کہ حضورؐ کے سامنے اپنا چہرہ کرنے کے بھی لائق نہیں ہیں اے اللہ! ہمیں اس قابل تو بنا دے کہ ہم اپنے آقا کے سامنے اپنا چہرہ تو کر سکیں باری تعالیٰ ہمیں تجھ سے مانگنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا ہے باری تعالیٰ ہمیں کچھ خبر نہیں کہ کیا مانگیں بس مولا جو کچھ بہتر ہے وہ تو ہمیں عطا فرما دے اے اللہ! ہمارے حال پر کرم فرما دے ہمارے بچوں کے حال پر کرم فرما دے تمام حاضرین کے گھر والوں بال بچوں اور چھوٹوں بڑوں پر کرم فرما دے اے الہ العالمین جملہ بیماروں کو شفاً کاملہ عاجلہ عطا فرما دے بے روزگاروں کو صرف اور صرف رزق حلال سے نواز دے باری تعالیٰ ہم اتنے کینے ہیں اتنے کینے ہیں کہ عبادتوں میں بھی ریا کرتے ہیں باری تعالیٰ تجھے تیری رحمت کا واسطہ ہمیں منافقت کی ہر قسم اور ریا کاری کے ہر روپ سے بچالے ہمیں اخلاص اور حسن نیت عطا فرما حاضرین کی دینی و دنیوی اخروی جائز حاجات پوری فرما دے غفور الرحیم تیرا در چھوڑ کر تیرے مانگتے کس در پر جائیں کس در پا جائیں اور اپنا دامن مراد کس در پہ پھیلائیں باری تعالیٰ ہمیں در در کی ٹھوکریں نہ کھلا تو ہی ہمیں حضورؐ کے صدقے خیرات عطا فرما دے الہ العالمین وہ نعمتیں جو گنبد خضریٰ سے بنتی ہیں ہمارا دامن بھی ان نعمتوں سے مالا مال فرما دے باری تعالیٰ تو عظیم ہے تو ہماری

کو تاہوں کو نہ دیکھ ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہم گنہگار ہیں لیکن باری تعالیٰ تو تو بخشنے والا ہے تو ہمارے گناہوں کو نہ دیکھ اے اللہ! اس ہستی مبارک کو دیکھ کہ جس کا واسطہ دے کر تیری بارگاہ میں التجا کر رہے ہیں۔ اے اللہ! اس ہستی مبارک کو دیکھ جس کی خاطر تو نے ساری بزم کائنات سجا رکھی ہے، بس حضورؐ کے صدقے سے جملہ حاضرین کے ظاہر و باطن میں انقلاب برپا کر دے، ہر ایک کی زندگی کا رخ بدل دے اور ہر ایک کی زندگی کا رخ دنیا کی محبت سے موڑ کر اپنی طرف فرمائے، ہر ایک کے دلوں کی دنیا کو آباد فرما دے۔ الہ العالمین حضورؐ کی ساری امت پر کرم فرما دے۔ جو امت موجود ہے اس پر بھی کرم فرما دے۔ جو امت قیامت تک ہو گی اس پر بھی کرم فرما دے۔ رب العالمین ہمارے دوستوں کے حال پر بھی کرم فرما دے اور ہمارے بدخواہوں کو ہدایت عطا فرما دے۔ الہ العالمین جنہوں نے دعا کے لئے کہا ہے ان پر بھی کرم کر اور جنہوں نے نہ کہا ان پر بھی کرم کر۔ جو ہمیں یاد ہیں ان پر بھی کرم فرما اور جو یاد نہیں ہیں ان پر بھی کرم فرما دے۔ اے اللہ! حضورؐ کے صدقے حضورؐ کی ساری امت کے احوال درست فرما دے ملت اسلامیہ کو نئی زندگی عطا فرما دے اور ملت اسلامیہ کو ذلت اور رسوائی کے گڑھوں سے نکال کر عظمت و شوکت و تمکنت سے ہمکنار فرما دے الہ العالمین ہم تیری بارگاہ میں ایک مرتبہ پھر التجا کرتے ہیں کہ حضرت گنج کرم کے عرس مبارک پر ہماری آج کی حاضری قبول ہو جائے اور حضورؐ اور حضورؐ کے ان اولیاء اللہ کے توسل و تصدق سے ان سے ہمارا تعلق ان سے ہماری نسبت اور محبت قائم و دائم رہے اور ان سے ہم فیوض و برکات حاصل کرتے رہیں۔ اللہ جل مجدہ ہمیں اور ہماری اولادوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں رکھے، غلامی میں ہی مارے اور بالاخر ہمیں حضورؐ کی شفاعت کبریٰ سے بھی نوازے کہ اسی سے ہمارے دم قدم میں بہار ہے اور اسی میں ہماری نجات اور فلاح مضمر ہے۔ آمین بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

حالات زندگی مبارک

محرکرم رہبر طریقت پیر سید محمد علی شاہ بخاریؒ

المعروف بڑے باباجی سرکار

صاحبزادہ حضرت کرمانوالے رحمۃ اللہ علیہ

ولادت	۱۹۲۲ء
وصال	۱۲۔ جون ۱۹۹۳ء
بمطابق	۲۰۔ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ

ولادت باسعادت - تعلیم و تربیت

آپؐ نے ابتدائی تعلیم میاں رحمت علی مرحوم و مغفور رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی جن کو گنج کرم حضرت سید محمد اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا معلم اول ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔ تعلیم و تربیت کی تکمیل فخر سادات کرام اعلیٰ حضرت گنج کرم والد ماجد نے کی۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مجھے ایک تحصیلدار نے اپنی گاڑی پر بٹھایا اور حضرت صاحب پاک رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت چاہی کہ صاحبزادہ صاحب کو فیصل آباد میں مولانا محمد یونس صاحب کے مدرسہ میں داخل کرا دیا جائے لیکن حضرت قبلہ گنج کرمؐ نے منظور نہ فرمایا اور فرمایا کہ تعلیم سے میری تربیت بہتر ہے چنانچہ حضرت صاحب پاک رحمۃ اللہ علیہ نے آپؐ کو علم لدنی کی لازوال دولت سے مالا مال کیا۔

آپؐ رحمۃ اللہ علیہ کو گھڑ سواری کا از حد شوق تھا۔ بابا جی حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے اصطبل میں اعلیٰ نسل کے کئی گھوڑے تھے میرے لیے ایک گھوڑی مخصوص تھی اس پر میرے سوا کوئی بھی سواری نہیں کرتا تھا۔ یہ گھوڑی بھی میرے علاوہ کسی دوسرے کو سواری نہیں کرنے دیتی تھی۔ میں اسے کچھ دور تک خالی دوڑاتا پھر اچھل کر اس پر بیٹھ جاتا۔ فرمایا کہ مجھے تلوار رکھنے کا شوق تھا مگر انگریزی دور حکومت میں تلوار رکھنے کی اجازت نہ تھی لیکن بعد میں تلوار رکھنے کی اجازت حاصل ہو گئی میرے لیے ایک تلوار لائی گئی جس کا قبضہ چاندی کا تھا حضرت قبلہ والد محترم رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ پشاور تشریف لے گئے تو میرے لیے وہاں سے گول کلاہ اور دستار لائے جب میں کلاہ پر دستار باندھے کمر پر تلوار لگا کر گھوڑی پر سوار ہو کر اپنی زمین پر جانا تو دیہاتی میرا استقبال کرتے۔

ترویج دین

بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کئی مرتبہ انگلستان تشریف لے گئے۔ فرمایا کہ میں وہاں دین کی اشاعت کی خاطر جاتا ہوں کئی لوگ سلسلہ اراد میں داخل ہو کر نماز اور روزہ کے پابند ہو جاتے ہیں اور تہجد گزار اور پرہیزگار بن جاتے ہیں۔

ابدی کرم نوازی

غلام مرتضیٰ ولد حاجی محمد حسین ساکن چک نمبر ۲۲ گ ب تحصیل سمندری ضلع فیصل آباد کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا تو بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ جامن کے درخت کے نیچے تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے اپنے خادم حافظ حق نواز صاحب سے فرمایا کہ یہ بلی مرتضیٰ ہمارے پاس رہ کر گیا ہے حافظ جی دربار شریف کی خدمت کرنے والوں پر قیامت تک کرم ہی کرم ہوتا رہے گا۔

حج بیت اللہ

بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے غالباً "۲۶" ۲۷ مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کی کئی دفعہ عمرے کیے حج مبارک کی ادائیگی کے بعد آپ مدینہ منورہ تشریف لے جاتے وقت کاکثیر حصہ مسجد نبوی شریف اور روضہ اطہر پر ہی گزارتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر آپ کو خاص مقام حضوری حاصل رہتا۔ مسجد نبوی شریف اور روضہ مبارک کے نزدیک آپ ہمیشہ دو زانو بیٹھتے اور ہمیشہ باادب رہتے اور دوسروں کو بھی مودب رہنے کی تاکید فرماتے۔

تصرفات و کرامات

چوہدری محمد اشرف صاحب ساکن چک نمبر L-40/2 جوڑے والا حسب عادت نماز جمعہ کے لیے حضرت کرناوالہ شریف آئے ہوئے تھے۔ وہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ کے باہر کھڑے تھے۔ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے تو چوہدری صاحب کو بلا کر فرمایا "چوہدری جی کوئی فکر نہ کریں رب کریم آپ کے بیٹے پر خیر کر دے گا" چوہدری صاحب کچھ سمجھ نہ پائے انہوں نے خیال کیا کہ میں نے بابا جی حضور سے تو کوئی بات نہیں کی اللہ جانے آپ کے ارشاد کا کیا مطلب ہے لیکن وہ جب نماز جمعہ کے بعد گھر گئے تو معلوم ہوا کہ ان کی غیر حاضری میں ان کے بیٹے عابد پر کسی دشمن نے گولی چلائی تھی مگر وہ محفوظ رہا۔ یہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے کشف اور تصرف کا بین ثبوت ہے کہ اپنے بلی کے بیٹے کو بچا بھی لیا اور اس کی خیریت سے آگاہ بھی

کر دیا۔

یہی صوفی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حاجی بشیر صاحب چک نمبر ۲۸ والے کی بیوی سخت بیمار تھی وہ سعودی عرب میں ملازمت کرتے ہیں وہاں سے جب پاکستان آتے تو بیوی کی بیماری میں ہی لگے رہتے اور باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سے دعا بھی کراتے اور آپ کی تجویز کردہ دوا بھی استعمال کراتے لیکن کوئی افادہ نہ ہوا ایک مرتبہ وہ باباجی سرکار کے پاس آئے تو انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ اس دفعہ آخری مرتبہ اپنی بیوی کی بیماری کے لئے آپ سے عرض کریں گے اور اس کے بعد آپ کے پاس اس مقصد کے لئے نہیں جانا چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور چپ کر کے بیٹھ گئے۔ باباجی سرکار نے کچھ دیر بعد ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ حاجی بشیر صاحب اب آپ نے اپنی بیوی کا کوئی علاج نہیں کرایا۔ رب کریم خیر کر دیں گے۔ چنانچہ وہ واپس آگئے اور ان کی بیوی مزید کسی علاج کے صحت یاب ہو گئی۔

محمد منشا نقشبندی کوٹلی آزاد کشمیر بیان کرتے ہیں کہ ان کی شادی نہ ہوتی تھی اور وہ کافی پریشان تھے قبلہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلد شادی کے لئے عرض کی آپ نے دعا فرمائی اور وہ رخصت ہو کر واپس آگئے ابھی پندرہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ ان کے پھوپھا زاد جو کہ بہت دور رہتے تھے ان کے پاس آئے اور کہا کہ ان کی بیٹی جو ان ہے جس سے وہ نکاح کر لیں چنانچہ وہ ان کے گھر گئے اور شادی کے معاملات طے پا گئے شادی کے اخراجات کے لئے ان کے پاس پیسے بھی نہیں تھے لیکن آپ کی دعا کی بدولت ان کے دوستوں نے رقم کا بھی بندوبست کر دیا اور ایک ماہ کے اندر شادی ہو گئی۔

مولوی محمد جمیل نقشبندی خطیب جامع مسجد جگالیاں کوٹلی آزاد کشمیر بیان کرتے ہیں کہ ان کا مکان کچا تھا اور پکا مکان بنانے کے لئے ان کے پاس وسائل بھی نہ تھے کیونکہ گاؤں والے فصل کے موقع پر غلہ وغیرہ کا انتظام کر دیتے تھے چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مکان پکا بنانے کے لئے دعا کے لئے درخواست کی آپ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا کہ مکان پختہ بن جائے گا چنانچہ جلد ہی دو احباب نے بیرون ملک سے کچھ رقم ان کو بھیج دی اور کچھ رقم ان کے بھائی نے انہیں عنایت کی اور پختہ مکان

صرف سولہ دن میں بن کر مکمل ہو گیا چار کمروں والے مکان کا صرف اتنی قلیل مدت میں بن جانا یہ بابا جی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی نظر کرم اور دعاؤں کا نتیجہ تھا۔

یہی مولوی محمد جمیل نقشبندی صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان کے چچا کا بیٹا بارہ سال سے دوہنی گیا ہوا تھا۔ نہ واپس آتا تھا اور نہ کوئی رقم وغیرہ ارسال کرتا تھا چنانچہ وہ دعا کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا کہ لڑکا جلد آجائے گا تقریباً ایک ہفتہ کے بعد مولوی صاحب نماز فجر پڑھ کر ابھی مصلے پر ہی بیٹھے تھے کہ ان کا چچا زاد بھائی دوہنی سے واپس آکر ان کے سامنے کھڑا تھا بابا جی رحمتہ اللہ علیہ کی توجہ سے وہ بارہ سال بعد گھر واپس آ گیا۔

مولانا محمد بشیر خطیب مسجد لوہاراں کاموکی والے بیان کرتے ہیں کہ ان کی پہلی بیوی فوت ہو گئی دوسری بیوی کو انہوں نے طلاق دے دی اب ان کی شادی نہ ہوتی تھی چنانچہ وہ چند احباب کے ساتھ بابا جی سرکار رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جلد شادی کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ مولوی جی۔ تمہارے گھر میں بیری کا درخت ہے اس کے نیچے بیٹھ کر سورۃ رحمن پڑھا کرو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جلد ہی ان کی شادی ہو گئی اور ایک سال کے بعد آپ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے ایک لڑکا بھی عنایت فرمایا۔ آپ نے اپنے نور بصیرت سے ان کے گھر بیری کا درخت بھی دیکھ لیا۔

عبدالستار صاحب کاموکی والے بیان کرتے ہیں کہ محمود احمد ہاشمی صاحب راہوالی شوگر مل میں ملازم تھا۔ مل بند تھی انہوں نے شوگر مل کے ایم ڈی کے خلاف جلوس نکالا جس کی وجہ سے ایم ڈی نے اسے مل سے نکال دیا اور اس کی جگہ کوئی اور آدمی رکھ لیا۔ اس نے اعلیٰ حکام سے ملاقاتیں کر کے اپنی بحالی کی بہت کوشش کی لیکن کوئی کوشش کار آمد نہ ہوئی چنانچہ وہ چند احباب کے ساتھ قبلہ بابا جی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام واقعہ بیان کیا آپ نے کچھ دیر توقف کیا اور پھر فرمایا جا تیرا ایم ڈی رہے گا نہ ہی وہ تیری جگہ رکھا ہوا آدمی۔ کچھ دن کے بعد محمود صاحب عبدالستار کو ملے اور بتایا کہ ایم ڈی ریٹائر ہو گیا ہے اور ان کی جگہ رکھے ہوئے آدمی کو فالج ہو گیا ہے اور مل انتظامیہ نے اسے دوبارہ ملازمت پر رکھ لیا ہے۔

مشتاق احمد فورٹ عباس والے ۱۹۷۶ء میں باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت ہوا اور دینی تعلیم حاصل کرنی شروع کر دی لیکن حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ غربت کی وجہ سے تعلیم ادھوری چھوڑنا پڑی اور اس نے محنت مزدوری شروع کر دی۔ ۱۹۸۲ء میں وہ دوبارہ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت زار بیان کی آپ نے دعا فرمائی اور اس کے حالات پھر ٹھیک ہو گئے اور اس نے دوبارہ تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی اور آپ کی دعا سے تعلیم المدارس کا امتحان اعلیٰ نمبروں میں پاس کیا اور آج کل وہ ایک عالم دین اور واعظ خوش بیان ہے۔

محمد صدیق فرید آباد ننکانہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ عرس کے موقع پر حضرت کرمانوالہ شریف گیا ہوا تھا اور اس نے تین چار دن سے شیو نہیں کی تھی جس سے ڈاڑھی کچھ بڑھ گئی تھی۔ باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے اردگرد بہت سے مریدین بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ان سے مصروف گفتگو تھے اچانک آپ نے محمد صدیق سے فرمایا کہ بیلیا اب ڈاڑھی مت منڈانا چنانچہ اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ اب ڈاڑھی نہ منڈواؤں گا لیکن اسے جو بھی دوست ملتا ڈاڑھی کی وجہ سے اس کا مذاق اڑاتا جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہو گیا اور تذبذب کے عالم میں تھا کہ ایک رات اسے خواب میں پیر غنصفر علی شاہ بخاری جن کا وصال چار پانچ ماہ پہلے ہوا تھا ملے آپ کے اردگرد کافی احباب بارائش موجود تھے۔ آپ نے اسے فرمایا کہ ڈاڑھی نہ منڈوانا کیونکہ یہ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے چنانچہ اس نے خواب سے بیدار ہو کر پختہ ارادہ کر لیا کہ اب کبھی بھی ڈاڑھی نہ منڈواؤں گا اور اس کی تذبذب کی کیفیت ختم ہو گئی۔ پیر غنصفر علی شاہ بخاری اپنے والد بزرگوار کی ہدایت پر عمل کرانے کے لیے خود خواب میں تشریف لائے اور اسے ڈاڑھی نہ منڈوانے کی تاکید کی۔

حاجی جنید اشرف بٹ گلبرگ لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد محترم حاجی غلام نبی بٹ اعلیٰ حضرت کرمانوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ میر طیب علی شاہ بخاری کی وفات پر تعزیت کے لیے کرمانوالہ ضلع فیروز پور آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ سرکار رحمۃ اللہ علیہ وہاں پر موجود نہیں تھے غلام نبی بٹ صاحب نے واپسی کا قصد کیا۔ پیر سید محمد علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں روکنے کی کوشش کی کہ قبلہ

اعلیٰ حضرتؒ ابھی تشریف لے آتے ہیں لیکن وہ نہ رکے اور بعد از نماز عصر وہاں سے روانہ ہو گئے لیکن راستے میں بھٹک گئے اندھیرا چھا گیا اور راستہ کا پتہ نہ چلتا تھا اتنے میں ایک طرف سے روشنی جلتی بھتی نظر آئی وہ اسی طرف چل پڑے اور گاؤں میں پہنچ گئے وہاں جا کر معلوم کیا تو پتہ چلا کہ وہ کرمونوالہ گاؤں میں ہی واپس آ گئے ہیں روشنی کے متعلق معلوم ہوا کہ پیر جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ اپنی ٹارچ لے کر اچھل اچھل کر دیوار کے اوپر تک روشنی پھینک رہے تھے درویشوں کے استفسار پر آپ نے فرمایا کہ کچھ بلی (مریدین) راستہ بھول گئے ہیں ان کو راستہ بتا رہا ہوں یہ آپ کے بچپن کا زمانہ تھا کہ آپ پر ان کی پریشانی عیاں ہو گئی اور راستہ بھولنے پر ٹارچ کی روشنی سے ان کی رہنمائی فرمائی۔

یہی جنید اشرف بٹ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک دوست انہیں ایک قوالی کی کیسٹ دے گیا جس کے بول تھے

”پار چنآ توں دسے کلی یار دی گھڑیا“

یہ قوالی وہ روز سنتے تھے اور اس طرح اسے زبانی یاد ہو گئی قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ لندن تشریف لائے ہوئے تھے اور آپ مانچسٹر جانے کے لیے ان کے ساتھ روانہ ہوئے کار کی ڈرائیونگ بٹ صاحب خود کر رہے تھے۔ راستہ میں بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ بٹ صاحب کوئی نعت سناؤ انہوں نے عرض کی کہ نعت تو انہیں نہیں آتی تو آپ نے فرمایا کہ اچھا تو کوئی قوالی ہی سناؤ انہوں نے کہا کہ انہیں قوالی بھی نہیں آتی تو آپ نے فرمایا کہ ایک قوالی تمہیں آتی ہے اور ان کے استفسار پر قوالی ”یار چنآ توں دسے کلی یار دی گھڑیا“ کا نام بتایا تو وہ حیران رہ گئے کیونکہ اس بارے میں آپ سے کبھی کوئی بات نہیں ہوئی تھی محض آپ نے اپنے نور بصیرت سے یہ انکشاف کیا۔

غلام مرتضیٰ صاحب سمندری والے بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت قبلہ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا رہتا تھا لیکن چھوٹے بابا جی سید عثمان علی شاہؒ سے کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی حالانکہ ان سے ملنے کی بہت زبردست خواہش تھی۔ ایک مرتبہ میں حضرت کرمونوالہ شریف حاضر ہوا اور پیر جی سے ملاقات کے بعد اجازت چاہی تو آپ نے اجازت نہ دی اس دن چھوٹے بابا جی سرکار سید عثمان علی شاہؒ کا وصال مبارک ہو گیا اور میں نے آپ

کے جنازہ میں شریک ہو کر سعادت حاصل کی اور آپ کی ظاہری حیات مبارکہ میں نہ
 سہی لیکن بعد میں آپ کی خوب زیارت کی اس طرح میری چھوٹے بابا جی سرکار رحمۃ
 اللہ علیہ کی زیارت کی خواہش بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے واپس گھرنے کی
 اجازت دے کر پوری کر دی۔

حضور بخش جی پی او لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ
 لاہور تشریف لائے ہوئے تھے میرا چھوٹا بھائی گوٹکا تھا میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا
 اور آپ سے بھائی کے لیے دعا کی درخواست کی آپ نے فرمایا کہ تیرا بھائی بالکل ٹھیک
 ہو جائے گا آپ نے شہد مغلقتند اور کھن ہم وزن ملا کر اور ایک جان کر کے بھائی کو
 کھلانے کا حکم فرمایا چنانچہ چند دن کے استعمال سے ہی وہ بچہ روانی سے بولنے لگا دراصل
 یہ نظر کرم تھی بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ کی۔

یہی حضور بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ میرے بیٹے خالد محمود نے ایف ایس سی کا
 امتحان پاس کیا لیکن اس کے اتنے زیادہ نمبر نہ تھے کہ اسے انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ
 مل جاتا قبلہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے عرس
 مبارک پر لاہور تشریف لائے ہوئے تھے میں اپنے بیٹے کو لے کر آپ کی خدمت میں
 حاضر ہوا۔ آپ نے میرے بیٹے سے خود ہی دریافت فرمایا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ میرے
 بیٹے نے عرض کی حضور انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ لے کر انجینئر بننا چاہتا ہوں لیکن
 میرے ایف ایس سی میں اتنے نمبر نہیں کہ داخلہ مل سکے آپ نے فرمایا کہ جا تو انجینئر بن
 گیا۔ میرے بیٹے نے انجینئرنگ یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی دونوں جگہ داخلہ فارم جمع
 کرا دیے لیکن کسی جگہ بھی داخلہ نہ مل سکا اور کلاسیں شروع ہو گئیں کچھ دن بعد
 پنجاب یونیورسٹی سے خط موصول ہوا اور اس نے دیگر کافی لڑکوں کے ساتھ ٹیسٹ دیا
 ٹیسٹ میں پاس ہو گیا اور بعد ازاں انٹرویو میں بھی پاس ہو گیا اور اسے داخلہ مل گیا اس کو
 بی ایس سی انجینئرنگ کرنے کے بعد پاکستان اٹاک انرجی کمیشن میں ملازمت مل گئی اور
 وہاں سے ایم ایس سی کرنے کے بعد ٹریگ کے لیے چھین گیا اور آج کل وہ پاکستان اٹاک
 انرجی کمیشن میں تعینات ملک کی خدمت کر رہا ہے۔

مفتی حبیب اللہ صاحب کاموکی والے بیان کرتے ہیں کہ میں اعلیٰ حضرت کرمانوالی

سرکارِ رحمۃ اللہ علیہ کی آخری زیارت جی بھر کر نہ کر سکا جس کا مجھے قلق تھا اتنے میں لاؤڈ سپیکر پر اعلان ہوا کہ مفتی حبیب اللہ صاحب آگے تشریف لے آئیں بابا جی محمد علی شاہ صاحب یاد فرما رہے ہیں چنانچہ وہ آگے چلے گئے اور بابا جی سرکارِ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں آپ کے قریب کر کے فرمایا کہ وہ اعلیٰ حضرت کراچوالی سرکارِ رحمۃ اللہ علیہ کی جی بھر کے زیارت کر لیں۔

حاجی بشیر احمد صاحب غلہ منڈی اوکاڑہ والے بیان کرتے ہیں کہ محمد اسماعیل اعلیٰ حضرت کراچوالی سرکارِ رحمۃ اللہ علیہ کے نعت خواں تھے وہ جمعرات کو کراچوالہ شریف آتے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی اذان دیتے جمعہ والے دن فجر اور جمعہ کی اذان دیتے اور نعت شریف پڑھتے گزشتہ تیس سال سے یہی معمول تھا ایک دفعہ اذان دی تو آواز بہت کمزور تھی قبلہ بابا جی سرکارِ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسماعیل کی بیٹری ڈاؤن ہو گئی ہے اور آپ نے ایک خادم کو اس کے ساتھ روانہ کیا کہ گھر چھوڑ آئیں بس سے اترتے وقت وہ گر گئے چنانچہ انہیں گھر لے کر گئے تو کچھ دیر بعد وہ انتقال کر گئے حاجی بشیر احمد صاحب نے قبلہ بابا جی سرکارِ رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع دی تو آپ نے فرمایا حاجی صاحب آپ کو میں نے کہا نہیں تھا کہ اسماعیل کی بیٹری ڈاؤن ہو گئی ہے نیز آپ نے فرمایا کہ اس کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی اور مرتے وقت با وضو تھا یہ تھا آپ کا کشف و کرامت کہ آپ کو معلوم تھا کہ آپ کا ملنے والا مرتے وقت با وضو تھا اور اس کی نماز بھی کبھی قضا نہیں ہوئی۔

پیر خانہ کا اوب

ڈاکٹر نور الدین ساندہ کلاں والے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میان غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو نٹری انگلینڈ میں تھے اور بابا جی سرکارِ رحمۃ اللہ علیہ بھی وہاں موجود تھے دوسرے روز دیگر احباب کو ملنے کے لیے یوشن کے لیے روانہ ہوئے تو اگلی گاڑی میں میان غلام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور پچھلی گاڑی میں بابا جی سرکارِ رحمۃ اللہ علیہ تھے ایک موقع پر ڈاکٹر نور الدین صاحب جو بابا جی سرکارِ رحمۃ اللہ علیہ کی گاڑی چلا رہے تھے میان صاحب والی گاڑی کو اور ٹیک کر کے آگے نکل گئے اس پر بابا جی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں

روکا اور فرمایا کہ میاں صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی گاڑی کو آگے جانے دیں دراصل یہ پیر خانے کا ادب تھا کہ اپنی گاڑی بھی ان سے آگے نہ جانے دی۔

ملفوظات

بابا جی سرکار رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ”نماز خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرنی چاہئے یہ خیال رہے کہ میں خدا سے ہم کلام ہوں اور میں اسے دیکھ رہا ہوں اگر یہ ممکن نہ ہو تو اتنا ضرور خیال ہو کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے۔ نماز صحیح صحیح ادا کرے الفاظ کے معنی پر دھیان رکھے۔ التحیات کو بھی غور سے پڑھنا چاہئے اس میں اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان راز و نیاز کی گفتگو ہے شب معراج جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم روف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ میرے لیے کیا تحفہ لے کر آئے ہو تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی تمام بدنی اور مالی عبادات پیش کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نے خوش ہو کر آپ پر سلام پیش کیا اور اپنی خصوصی برکتوں اور رحمتوں کا نزول فرمایا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹتے ہوئے اور اپنی امت کے گنہگاروں کا خیال کرتے ہوئے فرمایا ہم (یعنی میں اور میری امت کے) گنہگار اور نیک لوگوں پر سلام ہو آپ کا یہ مقام دیکھ کر فرشتوں نے کہا ”ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔“

نیز فرمایا کہ جب ہم التحیات غور سے پڑھیں گے تو دل میں ایک خاص نور پیدا ہوگا اور الصلوۃ المعراج المؤمنین کی حقیقت ظاہر ہوگی۔

نیز فرمایا کہ درود شریف پڑھتے وقت نمازی کو یہ خیال رہے کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور رب کریم کے حضور میں حاضر ہوں اور میں آپ پر درود شریف پڑھ رہا ہوں ایک طرف اللہ تعالیٰ اور فرشتے دوسری طرف اہل ایمان درمیان میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اور بندوں کے درمیان وسیلہ ہیں۔

نیز فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اس حالت میں ہو کہ آپ خوش نظر

آئیں نہ کہ ناراض۔ ایک مرتبہ ایک بزرگ سے مسجد نبوی میں کسی نے ”طلوہ“ کا سوال کر دیا تو اس بزرگ نے بڑی درشتی سے مانگتے والے کو جواب دیا کہ میں یہاں تمہارے لیے طلوہ لے کر بیٹھا ہوں وہ فحش بڑا نام ہوا کہ اسے کم از کم مسجد نبوی میں ایسا نکاسا جواب تو نہیں ملنا چاہئے تھا۔ اسی شب اس بزرگ کو نبی کریم روف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی آپ نے ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے انہیں فرمایا کہ اگر تم طلوہ نہیں کھلا سکتے تھے تو کم از کم سائل کو جواب تو نرمی سے دیتے اور ان بزرگ کو مسجد نبوی سے نکل جانے کا حکم دیا۔

بابا جی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو بیلی (مریدین) یہاں آ کر دیگر بیلیوں کے لیے مختلف خدمات انجام دیتے ہیں ان پر قیامت تک کرم ہی کرم ہوتا رہے گا۔
نیز فرمایا کہ ولی کا فیض نہ صرف مریدوں پر بلکہ ان کی پانچ پشتوں تک جاری رہتا ہے۔

نیز فرمایا کہ ہم حضرت علی کریم اللہ وجہ کی اولاد ہیں اور یہ بہت بڑا شرف ہے۔
نیز فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل میں معاً یہ خیال آیا کہ شاید اللہ تعالیٰ نے انہیں بھلا دیا ہے اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور زمین پر اپنا پر مارا وہاں سے ایک پتھر برآمد ہوا پتھر شق ہوا اور اس میں سے ایک کیڑا سبزہتی منہ میں لیے ظاہر ہوا تو رب کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو فرمایا کہ میں تو پتھر کے اندر کیڑے کو نہیں بھولا تو آپ کو کس طرح بھول سکتا ہوں۔ رب کریم پتھر میں اس کیڑے کو روزی پہنچا رہا ہے تو اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی کو کیسے بھول سکتا ہے صرف ایمان و یقین کی ضرورت ہے کہ رب کریم ہی روزی رساں ہے۔

نیز فرمایا کہ ایک عام مسلمان کی قبر پر چڑیا بیٹھے تو صاحب قبر جان لیتا ہے کہ یہ جانور نہ ہے یا مادہ تو اولیاء اللہ کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے۔

نیز فرمایا مرید حقیقی وہ ہے جو پیر کے بتائے ہوئے ذکر و فکر میں مشغول رہے کیونکہ ذکر سے طالب مطلوب تک پہنچتا ہے اور محبت الہی میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ محبت مستحکم ہو جاتی ہے ذکر مشاہدہ حق کے ساتھ ہو جاتا ہے اس ذکر کو اللہ تعالیٰ نے کامیابی و کامرانی

فرمایا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے واذکر واللہ کثیراً لعلکم تفلحون (اللہ تعالیٰ کا ذکر کثیر کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ)
 نیز فرمایا کھانے سے جسم تندرست رہتا ہے۔ ترک گناہ سے روح کو غذائتی ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے سے دین سلامت رہتا ہے۔
 نیز فرمایا آٹھ باتوں سے انسان مکمل مسلمان بن جاتا ہے وہ آٹھ باتیں یہ ہیں۔

- ۱- با وضو رہنا۔
- ۲- کم بولنا۔
- ۳- ذکر الہی۔
- ۴- پیر سے تعلق رکھنا۔
- ۵- خطرات نفس سے دوری۔
- ۶- خلوت پسندی۔
- ۷- کم کھانا۔
- ۸- اپنے پیر کے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا۔

مولانا محمد عنایت احمد خطیب جامعہ مسجد ظہ گلبرگ لاہور والے بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت کرمانوالہ شریف باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا پیر عثمان علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کو ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا کہ باباجی رحمۃ اللہ علیہ کا پاؤں پھسلا اور ایک بازو ٹوٹ گیا آپ نے فرمایا کہ میرے تو دونوں بازو ہی ٹوٹ گئے ہیں ایک بازو تو میرے حقیقی بھائی کے فوت ہو جانے کی وجہ سے ٹوٹ گیا کہ بھائی ایک دوسرے کے بازو ہی ہوتے ہیں اور دوسرا بازو گرنے کی وجہ سے نیز فرمایا کہ لوگ تو ایسے ہی باتیں کرتے ہیں میں نے تو اپنے بھائی کو اپنی قبر بھی دے دی اور کفن بھی۔ یہ قبر کی جگہ میں نے اپنے لیے رکھی تھی اور کفن میں اپنے لیے مدینہ منورہ سے لایا تھا۔

یہی مولانا صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا دیگر مریدین بھی موجود تھے کہ اتنے میں ریل گاڑی وہاں سے گزری تو مریدین کا

دھیان اس طرف ہو گیا آپ نے فرمایا ”یہی جگہ تھی اور اعلیٰ حضرت کرناوالی سرکار رحمۃ اللہ علیہ تشریف فرماتے ریلوے اسٹیشن حضرت کرناوالہ ابھی نیا نیا بنا تھا اسی طرح ریل گاڑی وہاں سے گزری تو چند بیلیوں (مریدین) کا دھیان اس طرف ہو گیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ”کیا دیکھتے ہو گاڑیاں تو آتی جاتی رہیں گی لیکن وقت ہاتھ نہیں آئے گا اور پھر وقت ہاتھ نہیں آیا۔“

نیز فرمایا شریعت کی نگہداشت طریقت کے حصول کا سبب ہے نفس کی اصلاح شریعت سے دل کی اصلاح طریقت سے اور روح کی حقیقت سے ہوتی ہے۔
نیز فرمایا اولیاء اللہ کا تصرف زندگی میں اور موت کے بعد یکساں ہوتا ہے۔

استغنا

آپ ”کسی سے نذر نیاز کی امید نہ رکھتے تھے اور فرماتے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ پیر جی! اللہ اللہ کرتے رہا کرو۔ دنیا اسی کے صدقے میں مل جائے گی نذرانہ وغیرہ وصول کرنے کے لیے روضہ مبارک پر کوئی صندوق وغیرہ نہ رکھوایا۔ مسجد اور مزار مبارک کی تعمیر کے لیے کسی سے مدد کی توقع نہ رکھتے تھے۔ اگر کوئی ضرورت مند کچھ رقم ادھار لے جاتا تو آپ ”کسی پر ظاہر نہ فرماتے حتیٰ کہ وہ خود ہی واپس کر دیتا۔ ادائیگی میں دیر پر مواخذہ نہ فرماتے۔“

بابا جی سرکار کے آخری ایام

صوفی عنایت اللہ نے بیان کیا کہ بابا جی سرکار رحمۃ اللہ کو شوگر کی تکلیف تھی۔ لاہور سے دوائی منگوائی گئی۔ ابھی کورس مکمل نہ ہوا تھا کہ تکلیف زیادہ ہو گئی۔ آپ ”علاج کے لیے فیصل آباد تشریف لے گئے۔ آپ ”ساحل ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ علاج سے قدرے افادہ ہوا۔ ایک روز بابا جی نے ڈاکٹر انچارج سے فرمایا کہ ہم نے حج کے لیے جانا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ ابھی آپ کو فارغ کرنا مناسب نہیں لیکن میں حج بیت اللہ کی سعادت میں حائل ہونا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ ارادہ حج سے واپس حضرت کرناوالہ شریف واپس آ گئے لیکن کچھ دن بعد آپ کو دوبارہ تکلیف شروع ہو گئی اور

آپ کو فیصل آباد نیشنل ہسپتال داخل کر دیا گیا۔ آپ نے بیماری کی شدت کی وجہ سے ارادہ سفر حج ملتوی کر دیا اور اپنے ساتھ جانے والے بیلیوں کو حج پر جانے کی اجازت دے دی۔ بیماری میں کوئی افاقہ نہ ہوا تو واپس آگئے اور ہومیوپیتھک علاج شروع کر دیا۔ عید الاضحیٰ کی نماز آپ نے مسجد میں ادا فرمائی اور بعد از نماز تمام بیلیوں کو شرف ملاقات بخشا۔ طبیعت دوبارہ خراب ہونے پر آپ کو سی ایم ایچ راولپنڈی داخل کرا دیا گیا لیکن آپ کی صحت خراب سے خراب تر ہوتی گئی اور آخر کار آپ ۲۰۔ ذوالحجہ ۱۴۱۳ھ بمطابق ۱۲۔ جون ۱۹۹۳ء کو اپنے خالق حقیقی سے جا ملے انا لله وانا اليه راجعون۔

شجرہ شریفہ نقشبندیہ

- ابھی بھرت سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین سیدنا
 ووسیلتنا فی اللہ ازین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲۔ ربیع الاول ۱۱۰ھ مدینہ منورہ
- ابھی بھرت حضرت عبد اللہ ابن تحفہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ۲۳۔ جمادی الاخریٰ ۳۱۰ھ مدینہ منورہ
- ابھی بھرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۰۔ رجب ۲۳ھ مدائن
- ابھی بھرت اما قاسم بن محمد بن ابوبکر رضی اللہ عنہم ۲۴۔ جمادی الاولیٰ ۱۱۰ھ مدائن
- ابھی بھرت حضرت اما جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۱۵۔ رجب ۳۸ھ مدینہ منورہ
- ابھی بھرت حضرت بابیزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ۴۔ اشعبان ۱۶۱ھ بسطام ازبکستان
- ابھی بھرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۔ محرم ۲۲۵ھ خرقان
- ابھی بھرت حضرت خواجہ ابوالعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ ۴۔ ربیع الاول ۶۱۰ھ طوس
- ابھی بھرت حضرت خواجہ ابویوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۔ رجب ۵۳۵ھ مرو
- ابھی بھرت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۔ ربیع الاول ۵۷۵ھ غجدوان
- ابھی بھرت حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ یکم شوال ۶۱۶ھ ریوگری بخارا
- ابھی بھرت حضرت خواجہ محمود انجیرغندی رحمۃ اللہ علیہ ۱۵ھ انجیرغندی
- ابھی بھرت حضرت خواجہ علی رامستی رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۔ ذی قعدہ ۶۹۰ھ خوارزم بخارا
- ابھی بھرت خواجہ محمود بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۔ جمادی الاخریٰ ۷۵۵ھ سماس
- ابھی بھرت حضرت خواجہ سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ ۸۔ جمادی الاولیٰ ۸۲۲ھ سوخار
- ابھی بھرت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ۳۔ ربیع الاول ۸۹۰ھ قصر عارفان بخارا

- ابھی بھرت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ۲۰ رجب ۸۰۴ھ نوجھائیوں ازبکستان
- ابھی بھرت حضرت خواجہ یعقوب چرنی رحمۃ اللہ علیہ ۵۔ صفر ۸۵۸ھ بلغنور
- ابھی بھرت حضرت خواجہ علی اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ ۲۹۔ ربیع الاول ۸۹۵ھ سمرقند
- ابھی بھرت حضرت خواجہ محمد زاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ یکم ربیع الاول ۹۳۹ھ موضع دوش
- ابھی بھرت حضرت خواجہ مولانا محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ ۲۹ محرم ۹۶۵ھ استقرار
- ابھی بھرت حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ ۲۲۔ شعبان ۱۰۱۸ھ ایلنگ
- ابھی بھرت حضرت خواجہ عبدالباقی باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۵ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۸ھ دہلی بھارت
- ابھی بھرت حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۔ صفر ۱۰۲۲ھ سرہند
- ابھی بھرت حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ ۹۔ ربیع الاول ۱۰۴۹ھ سرہند
- ابھی بھرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۔ ذی الحجہ ۱۰۲۶ھ سرہند
- ابھی بھرت حضرت خواجہ محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ۲۸۔ جمادی الاخریٰ ۱۰۴۸ھ سرہند
- ابھی بھرت حضرت خواجہ محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ یکم صفر ۱۱۳۳ھ بامیان شہر کابل افغانستان
- ابھی بھرت حضرت خواجہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ ۹۔ ذی الحجہ ۱۱۲۹ھ مکہ مکرمہ
- ابھی بھرت حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ ۴۔ ذیقعد ۱۱۸۵ھ لواری سندھ پاکستان
- ابھی بھرت حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۲۲ھ قاضی احمد سندھ
- ابھی بھرت خواجہ شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ ۷۔ صفر ۱۲۲۲ھ رتھچتر دکان شریف بھارت
- ابھی بھرت حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۳۔ شوال ۱۲۸۲ھ رتھچتر دکان شریف
- ابھی بھرت حضرت خواجہ صادق علی رحمۃ اللہ علیہ شعبان ۱۳۱۷ھ رتھچتر دکان شریف
- ابھی بھرت حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ ۹۔ ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ کوٹہ شریف ضلع شیخوپورہ پاکستان
- ابھی بھرت خواجہ میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ ۳۔ ربیع الاول ۱۳۲۶ھ شہر قنبر شریف ضلع شیخوپورہ
- ابھی بھرت حضرت خواجہ سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ ۲۷۔ رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ حضرت کرمانوالہ ضلع دکاڑہ

شجرہ شریف نقشبندیہ (منظوم)

(از مولوی محمد اکرام مولف کتاب ہذا)

یا الہی کر کرم اپنی عطا کے واسطے
بخش دے ساری خطائیں اے مرے مولا کریم
دولت صبر و رضا دے خوگر تسلیم کر
کر عنایت مجھ کو سوز عشق و مستی اے خدا
میرادل معمور کر صدق و یقین کے نور سے
فضل سے اپنے عطا کر نعمت قرب و حضور
بوالحسن خرقانی شیخ بو علی صاحب کمال
عبد خالق غجدوانی عارف و محمود نیز
خواجہ بابا سماسی حضرت سید امیر
شیخ علاؤالدین عطار حقیقت آشنا
خواجہ احرار دانائے رموز معرفت
شیخ درویش محمد خواجگی اکملی نیز
شیخ سرہندی مجدد الف ثانی خضر راہ
حضرت قیوم ثانی خواجہ معصوم و سعید
بغض و کینہ سے الہی پاک کر سینہ مرا
حضرت خواجہ محمد حاجی احمد شاہ حسین
حضرت صادق علی بابا امیر الدین ولی
یا الہی معرفت اور سوز مستی کر عطا
کر عطا سب کو الہی دو جہاں کی نعمتیں
قطب دوراں شیخ کامل چارہ بے چارگاں

مشکلیں آسان کر دے دین و دنیا کی تمام

مرشد کامل حقیقت آشنا کے واسطے

شجرہ شریف چشتیہ

ہمارے پیر و مرشد شیخ الاسلام حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو نسبت تھی حضرت مولانا شرف الدین رحمۃ اللہ سے جو کہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خلیفہ تھے اپنے جد امجد حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت خواجہ نور محمد مہاروی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت خواجہ مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ حضرت مولانا خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ شیخ الشیوخ فرید الحق مسعود اجدد حنی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی سنجری اجیری رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ شیخ ابو یوسف چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ ابو محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ ابو اسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ حذیفہ مرعشی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خواجہ ابراہیم الادھم رحمۃ اللہ علیہ سلطان بلخ کے اور وہ شیخ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ کے اور وہ خواجہ حسن بھری رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہ الکریم کے اور وہ حضرت رسالت مآب سرور کونین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہو من اللہ تعالیٰ عزوجل

خاتمہ کلام

من آں خاتم کہ ابر نو بہاری کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر برود از تن صد زبانم چو سون شکر لطفش کے تو انم

اللہ جل جلالہ وعم نوالہ کا احسان عظیم ہے جس نے اس فقیر پر تقصیر کو اپنی خاص

عنایت سے اس کتاب کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائی اس قادر مطلق کے اس احسان کا کماحقہ شکر ادا کرنا مشکل ہے میرے لیے یہ دارین کی سعادت ہے کہ اپنے پیرومرشدؒ کا ذکر خیر بیان کرنے کے قابل ہوا ہوں۔ درحقیقت اس شہباز ولایت کے حالات و کمالات کا بیان میرے جیسے سراپا غفلت انسان کے بس کی بات نہیں تھی۔ یہ محض اللہ کریم کا فضل اور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر کرم ہے جس کی برکت سے یہ کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

دوران تالیف و اشاعت کتاب اس ناچیز کو ہر مرحلہ پر تائیدِ نبی حاصل رہی جو اس بات کا ثبوت ہے کہ میری یہ کوشش شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے توقع ہے کہ صاحب نسبت اور صاحب حال حضرات بالخصوص اور ہر طبقہ خیال کے احباب بالعموم اس سے مستفیض ہوں گے روایت بیان کرنے میں اس بات کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے کہ راوی نے اصل واقعہ بے کم و کاست بیان کیا ہو اور کسی قسم کی لفاظی یا مبالغہ آرائی سے کام نہ لیا ہو۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں اور خشک عالمان دین کے دلوں میں اہل اللہ کی محبت کا جذبہ پیدا کرنے میں یہ کتاب بہت ممد و معاون ثابت ہوگی۔ یہ فرضی قصے کہانیاں نہیں ہیں بلکہ حقیقی واقعات ہیں جن میں سے اکثر کا وقوع اس حقیر کے ذاتی مشاہدہ اور علم کی بات ہے ایسے بے شمار اسرار و رموز جو عوام الناس کے عقل و فہم سے بالا ہیں دانستہ ہیں بیان نہیں کیے گئے کفر و الحاد اور بے دینی کی تاریکیوں کے دور میں اگر اس کتاب کے مطالعہ کے بعد کسی ایک خوش بخت انسان کے دل میں نور ایمان کی چمک اور اہل اللہ کی محبت کی ضیا پیدا ہو گئی تو میری روح کو تسکین حاصل ہوگی۔

آخر میں صمیم قلب سے میری یہ دعا ہے کہ مولا کریم ہم سب کو اپنی خالص محبت عطا فرمائیں اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء و صلحائے امت کی دولت الفت سے مالا مال فرمائیں نیز ہمیں اپنے برگزیدہ بندوں کی اتباع کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَاجِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى
خَيْرِ الْخَلَائِقِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهِ وَاَصْحَابِهِ اَجْمَعِيْنَ ط
وَازْحَمْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

حضرت سید محمد اسماعیل شاہ بخاری
المعروف حضرت کرمانوالے
رحمۃ اللہ علیہ

